

دارالافتاء جامعہ اسلامیہ پاکستان سے جاری شدہ فتاویٰ کا مجموعہ

# فتاویٰ عثمانیہ

## مفتی غلام الرحمن

رئیس دارالافتاء

زیر نگرانی

مفتی نجم الرحمن

کتاب

الطلاق، الظہار، الخلع، العدة







دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور  
سے جاری شدہ فتاویٰ کا مجموعہ

# فتاویٰ عثمانیہ

مفتی غلام الرحمن  
رئیس دارالافتاء

زیر نگرانی  
مفتی نجم الرحمن  
نائب رئیس دارالافتاء

جلد ششم

الطلاق، الظہار، الخلع، العدة

العصر الکاظمی پشاور



فَدَاكِ عِثْمَانِيہ کی طباعت و اشاعت کے جملہ حقوق بحوالہ  
قانون کاپی رائٹ ایکٹ 1962ء حکومت پاکستان، بحق  
"العصر اکیڈمی" جامعہ عثمانیہ پشاور محفوظ ہیں۔

# فَدَاكِ عِثْمَانِيہ

جلد ہفتم

سن طباعت، اشاعت اول:  
جمادی الثانیہ 1437ھ / مارچ 2016ء  
سن طباعت، اشاعت دوم:  
جمادی الاولیٰ 1438ھ / فروری 2017ء  
سن طباعت، اشاعت سوم:  
رجب المرجب 1439ھ / اپریل 2018ء  
سن طباعت، اشاعت چہارم:  
ربیع الثانی 1440ھ / دسمبر 2018ء  
سن طباعت، اشاعت پنجم:  
ربیع الاول 1441ھ / نومبر 2019ء  
سن طباعت، اشاعت ششم:  
رجب المرجب 1442ھ / دسمبر 2020ء

علمی افادات: شیخ الاسلامیہ اسلامیہ  
جسٹس مولانا مفتی غلام الرحمن علی مآظللہ  
بہتم دریکس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

ذریعہ نگرانی: حضرت مولانا مفتی نجم الرحمن مدظلہ  
استاد الحدیث و نائب رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

تحقیق و تدوین: شرکائے شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

باہتمام: اجلاس دارالافتاء عثمانیہ

سن طباعت، اشاعت ہفتم:

ذی الحجہ 1442ھ / جولائی 2021ء

طے کا پتہ

مکتبہ العصر

اعاظم جامعہ عثمانیہ پشاور  
عثمانیہ کالونی قریب روضہ پشاور کینٹ  
موبہ نمبر پختونخوا پاکستان  
رابطہ: 0314 6061952 / 0348 0191682

العصر اکیڈمی پشاور

© Ihsan.usmani@gmail.com  
☎ +92 333-9273561 / +92 321-9273561  
☎ +92 312-0203561 / +92 315-4498203



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست جلد ۶

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	کتاب الطلاق (مباحث ابتدائیہ)	
1	تعارف اور حکمت شریعت	1
2	طلاق دینے سے پہلے میاں بیوی کے لیے قرآن وحدیث کے بنیادی اصول	2
2	طلاق کا لغوی معنی	3
3	طلاق کا اصطلاحی معنی	4
3	باب سے متعلقہ اصطلاحات	5
3	طلاق سے ملتی جلتی دیگر فقہی اصطلاحات	6
4	طلاق کی شریعت	7
4	مختلف حالات میں طلاق کا الگ الگ حکم	8
5	طلاق کا رکن	9
6	طلاق کی شرائط	10
6	حالت اکراہ، حالت ہزل، حالت سکر (نشہ) اور خطا کی وضاحت	11
7	حالت غضب کی وضاحت	12
8	تاوانت کو الفاظ طلاق کی تلقین	13
8	طلاق بذریعہ وکیل و قاصد و تفویض	14
8	(۱) وکالت	15

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	(۲) صد	8
17	(۳) تفویض	9
18	تفویض الطلاق سے متعلق بنیادی اصول	9
19	مغت کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں	10
20	(۱) طلاق سنت	10
21	(۲) طلاق مسنون احسن	11
22	طلاق مسنون حسن	11
23	طلاق بدعی	11
24	تعلیق و عدم تعلیق کے اعتبار سے طلاق کی اقسام	12
25	(۱) طلاق مخیر	12
26	(۲) طلاق معلق	12
27	(۳) طلاق مضاف	12
28	بیوی کی طرف رجوع و عدم رجوع کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں	12
29	(۱) طلاق رجعی	13
30	طلاق بائن صغریٰ	13
31	طلاق بائن کبریٰ یعنی طلاق مغلطہ	13
32	دوران عدت دی گئی طلاق کا پہلی طلاق کے ساتھ الحاق اور عدم الحاق کی تفصیل	14
33	(۱) صریح طلاق کا صریح طلاق کے ساتھ ملحق ہونا	14
34	(۲) صریح کا بائن طلاق کے ساتھ ملحق ہونا	14
35	(۳) بائن کا صریح کے ساتھ ملحق ہونا	15
36	(۴) طلاق بائن کا طلاق بائن کے ساتھ ملحق نہ ہونا	15
37	(۵) پانچویں صورت	15
38	ملاحظہ	16

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
16	بیوی کی طرف سے دعویٰ طلاق، گواہی اور شوہر کی طرف سے مخالفت اور انکار کا حکم.....	39
	<b>کتاب الطلاق</b>	
	(مصاغل)	
18	ایک، دو، تین تو مجھ پر تین پتھر طلاق ہے.....	40
19	ایک، دو، تین مجھ پر سیری بیوی طلاق ہے.....	41
20	بیوی کو ایک، دو کہنے سے طلاق کا وقوع.....	42
21	لفظ طلاق پر تلفظ اور اس جملہ کی حکایت نقل کرنا.....	43
22	شکی مزاج شخص کی طلاق.....	44
23	دعویٰ کی غرض سے تین دفعہ لفظ "طلاق" کہنا.....	45
24	جبری طلاق.....	46
25	طلاق کے ارادہ کا اظہار کرنا.....	47
26	مجبور شخص کی طلاق کی ایک صورت.....	48
27	دل میں طلاق کا خیال آنا.....	49
28	ایک، دو، تین سے طلاق کا وقوع.....	50
29	طلاق حکائی کا نکاح پرائر.....	51
30	تجھے طلاق ہے الفاظ کے ساتھ تین پتھر پھینکنا.....	52
31	محض پتھر پھینکنے سے طلاق کا وقوع.....	53
32	طلاق کے الفاظ اور نیت کے بغیر تین پتھر پھینکنا.....	54
33	ایک مجلس میں چھ بار لفظ طلاق کہنا.....	55
34	صیغہ مضارع سے طلاق اور اس میں زوجین کا اختلاف.....	56
35	بیوی کو بیک وقت دو طلاق دینا.....	57
36	ذنی سر بیض کی طلاق.....	58

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
37	..... بھون کی طلاق	59
38	..... بافرمان بیوی کو طلاق دینا	60
39	..... طلاق کے بعد میں شک	61
40	..... بیوی کو دو طلاق کے بعد "طلاق کی بیٹی" کہنا	62
41	..... خص کی حالت میں طلاق	63
42	..... والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا	64
44	..... مستقبل میں طلاق کی دھمکی	65
45	..... مدہوش شخص کی طلاق	66
46	..... بغیر نیت کے تین دفعہ لفظ طلاق کہنا	67
47	..... بیوی سے کہا "اگر فلاں کام کیا تو میری بیوی نہیں کافر کی بیوی ہوگی"	68
49	..... نشہ کی حالت میں طلاق	69
50	..... (د طلاق ہی بجہ) طلاق کے بچے کہنے سے طلاق	70
51	..... بھون کی طلاق کی ایک صورت	71
52	..... بدحواس کی طلاق	72
53	..... دل میں طلاق مطلق کا خیال آتا	73
54	..... مجبور شخص کا حالت نشہ میں طلاق دینا	74
55	..... نیند کی حالت میں طلاق دینا	75
56	..... طلاق کی جھوٹی خبر دینا	76
57	..... بیوی سے بد فعلی کرنے سے طلاق	77
58	..... حالت اغاس میں طلاق دینا	78
59	..... بیوی کو حکایت طلاق سے طلاق ہونا	79
60	..... ارباب حکومت کا عورت کو طلاق کا اختیار دینا	80
61	..... شراب کے نشہ میں بیوی کو طلاق دینا	81



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
82	اندھیرے میں ایک غیر متعین بیوی کو طلاق کی صورت.....	62
83	وہنی طور پر متاثر شخص کی طلاق کی ایک صورت.....	64
84	بیٹے کی جگہ باپ کا طلاق دینا.....	65
85	طلاق کی تعداد میں زوجین کا اختلاف.....	66
86	عورت کا دعوی طلاق.....	68
87	عورت کا دعوی طلاق کے باوجود ازدواجی تعلقات برقرار رکھنا.....	69
88	دعوی طلاق میں ناقص گواہ.....	70
***		
باب الطلاق الصریح		
(مباحث ابتدائیہ)		
89	تعارف.....	71
90	صریح کا لغوی معنی.....	71
91	اصطلاحی معنی.....	71
92	طلاق صریح کے الفاظ.....	71
93	صریح الفاظ کا حکم.....	72
94	طلاق صریح رجعی کا حکم.....	73
95	عرف کی وجہ سے کنائی الفاظ کا صریح بننا.....	74
96	علامہ حاکمی کی رائے.....	75
97	رائج قول.....	75
98	لفظ "اعتدی" استبرہ کی رحک اور اثبت واحدۃ کا حکم.....	75
باب الطلاق الصریح		
(مسائل)		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
99	غصہ میں تین بار کہنا "تجھے خلاق دیتا ہوں".....	76
100	تو مجھ پر طلاق ہے.....	77
101	بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق، طلاق کہنا.....	78
102	بیوی کو "طلاق دی وی" تین بار کہنا.....	78
103	"تو مجھ پر طلاق ہے" تین بار سے زیادہ کہنا.....	79
104	طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق کہنا.....	80
105	تو مجھ پر طلاق ہے الفاظ کہنے کا حکم.....	81
106	متعدد جملوں سے طلاق دینا.....	82
107	بیوی پر جنات ہوں اور اس کو طلاق دیدی جائے.....	84
108	غیر دخول بہا کو خلوت صحیح کے بعد تین متفرق طلاق دینا.....	85
109	لفظ "طلاق ہال" بطور تکلیف کلام.....	86
110	محض ڈرانے کی نیت سے طلاق دینا.....	87
111	"ایک، دو، تین" سے وقوع طلاق کا مسئلہ.....	88
112	قبل از رخصتی منکوحہ کو تین متفرق طلاق دینا.....	89
113	طلاق قبل الدخول میں تجدید نکاح کی ضرورت پر دلیل.....	90
114	بیوی کی عدم موجودگی میں اس کا نام لے کر طلاق دینا.....	92
115	میں ابھی پتھر اٹھا کر ایک، دو، تین کرتا ہوں.....	93
116	بیوی کو "میں تمہیں ابھی طلاق دیتا ہوں، تم میری طرف سے طلاق ہو" کہنا.....	94
117	بیوی کی طلاق دینے کا لوگوں کو بار بار خبر دینا.....	95
118	تیسری طلاق سے خاموشی کی ایک صورت.....	96
119	بیوی کو غلطی پر یہ الفاظ کہنا "میرے اوپر طلاق ہے".....	97
120	"میں نے طلاق دی ہے" ایک مرتبہ کہنا.....	98
121	"تو مجھ پر طلاق ہے" دو مرتبہ کہنے کے بعد رجوع.....	99

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
122	نہ اکروہ طلاق کی حالت میں بیوی کو تجھے طلاق ہے کہتا	100
123	غصہ کی حالت میں تین طلاق دینا	101
124	”میں نے تجھے طلاق دی“ تین بار کہنا	102
125	ایک، دو، تین مجھ پر طلاق ہے	103
126	دو طلاق رجعی کے بعد ایک بائن طلاق دینا	104
127	ایک ہی مجلس میں تین بار کہنا ”ھضہ پہ مطلقہ دہ“	105
128	بیوی کے ہنسنے پر متعدد بار طلاق دینا	106
129	طلاق مغلط کی صورت میں غیر مذہب کے فتویٰ پر عمل کرنا	107
130	طلاق مغلط کے بعد زوجین کا اکٹھے رہنا	108
131	تین طلاق کی صورت میں شوہر کا انکار کرنا	109
132	غصہ میں ”طلاق، طلاق، طلاق“ کہنا	111
133	حالت غضب میں طلاق ثلاثہ	111
134	”ایک، دو، تین کر دوں گا“ کے ساتھ دھمکی	113
135	بغیر نیت کے بیوی کو تین بار ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ کہنا	113
136	تین طلاقیں دینے کے بعد انکار	114
137	بیوی کو ”یو، دودھ، درے ما پر بخودے“ کہنا	115
138	صرف ایک، دو، تین کہنا	117
139	بار بار طلاق اور رجوع	118
140	الگ الگ تین طلاقیں دینا	119
141	فون پر طلاق مغلط دینا	120
142	تین بار ”تو طلاق ہے“ کہنا	120
143	”تجھے طلاق ہے“ متعدد بار کہنے میں شک ہونا	121
144	جس بیوی سے ہمبستری نہ ہوئی ہو اس کو تین دفعہ لفظ طلاق کہنا	122

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
145	..... متعدد بار کہنا ”میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں“	123
146	..... حاملہ عورت کو طلاق دینا	124
147	..... غیر مدخول بہا کو ایک لفظ سے تین طلاق دینا	125
148	..... لاعلمی میں طلاق دینا	127
<p style="text-align: center;"><b>باب الکنايات</b> (مباحث ابتدائيه)</p>		
149	..... تعارف	128
150	..... کنایہ کی لغوی تعریف	128
151	..... کنایہ کی اصطلاحی تعریف	128
152	..... کنائی الفاظ کی قسمیں	129
153	..... کنائی الفاظ بولتے وقت میاں بیوی کی مختلف حالتیں	129
154	..... مذکورہ صورتوں میں طلاق واقع ہونے کا حکم	130
155	..... مذکورہ اقسام کا تفصیلی نقشہ	130
156	..... کنائی الفاظ سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟	130
157	..... کنائی الفاظ میں کتنی طلاقیں کی نیت درست ہوتی ہے؟	131
158	..... اگر شوہر نیت طلاق سے منکر ہو تو کیا ہوگا؟	131
159	..... چند متفرق ضروری احکام:	131
<p style="text-align: center;"><b>باب الکنايات</b> (مسائل)</p>		
160	..... ”تیرا کام کروں گا“ سے طلاق	132
161	..... دو طلاق کے بعد بلا نیت کنائی الفاظ استعمال کرنا	133
162	..... ”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں“ سے طلاق	134



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
163	”تو مجھ سے فارغ ہے“ کا حکم	135
164	منکوحہ کے بارے میں کہنا ”کسی اور کو دے دو“	136
165	چا تو اپنے گھر چلی جا	137
166	نکاح سے نکل جاؤ گی	138
167	طلاق کنائی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا	139
168	بلا نیت طلاق کنائی جملے کہنا	140
169	”میں تم سے پیدا ہوں گا“ سے وقوع طلاق	141
170	طلاق معلق میں کنائی الفاظ کہنا	142
171	بیوی سے کہنا ”فلاں سے شادی کرو“	143
172	”تو مجھ پر بہن ہے“ اگر میں اس کے ساتھ تعلق رکھوں	144
173	قبل از رخصتی یوں کہنا کہ ”فلاں کام کروں تو نکاح ٹوٹ جائے“	145
174	طلاق بائن کی عدت کے بعد طلاق رجعی دینا	146
175	تو مجھ پر حرام ہے	147
176	بیوی کو ”تو مجھ پر ماں، بہن ہے“ تین مرتبہ کہنا	148
177	بیوی کو ”اپنی ماں اور بھائیوں کے گھر چلی جا“ کہنا	150
178	”دفع ہو جاؤ، چلی جاؤ، میرے گھر سے نکل جاؤ“ کہنا	151
179	بیوی کو ”زہ خلاصہ کرے“ کہنا	152
180	اگر یہ کام دوبارہ کیا تو فارغ کر دوں گا	153
181	بیوی کو ”تو میری بیوی نہیں“ کہنا	153
182	بیوی کو ”ایک، دو، تین تو مجھ سے آزاد ہے“ کہنا	154
183	”میں نے اسے آزاد کر دیا ہے“ کا جھوٹا اقرار	155
184	بیوی کو یہ کہنا کہ ”تمھ سے پیدا اولاد مجھ سے نہیں“	156
185	بیوی کو ”میں تیرے قریب ہی نہیں ہوں گا“ کہنا	157

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
158	..... ”میں نے آزاد کیا“ تین مرتبہ کہنا	186
159	..... بیوی کو ”میں نے آپ کو آج کے بعد آزاد کیا“ کہنا	187
160	..... طلاق بائن اور تجدد نکاح	188
161	..... غصہ میں بیوی کو ”تو مجھ سے فارغ ہے گھر سے نکل جاؤ“ کہنا	189
162	..... بیوی کو بہن کہنا	190
164	..... اگر چلی گئی تو واپس نہ آئے	191
165	..... بیوی کو ”اپنے باپ کے گھر چلی جا تجھے طلاق ہے“ کہنا	192
166	..... ”ایک، دو، تین تو مجھ پر بہن ہے“	193
168	..... ”تو میری ماں، بہن ہے، تو مجھ پر طلاق ہے، مجھے تمہاری ضرورت نہیں	194
169	..... بیوی میری اخروی اور دنیوی بہن ہے	195
170	..... اگر میں اس گھر میں رہا تو میری بیوی میری بہن ہوگی	196
172	..... بیوی کو تین پتھر دے کر ”ماں کے گھر چلی جا“ کہنا	197
173	..... طلاق بائن کے بعد خاوند کے پاس طلاق کا اختیار	198
174	..... کسی کے گھر جانے پر طلاق کی تعلیق	199
175	..... بیوی کو مختلف الفاظ کثافی استعمال کرنا	200
177	..... طلاق رجعی کے بعد ”تو مجھ پر حرام ہے“ کہنا	201
178	..... طلاق بائن کے بعد مزید دو طلاقیں کا وقوع	202
	***	
	باب الطلاق بالکتابۃ	
	(مباحث ابتدائیہ)	
179	..... تعارف	203
179	..... کتابت مستندہ اور غیر مستندہ کی تعریف	204

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
205	کتابت غیر مستندہ کا حکم.....	179
206	کتابت مستندہ یعنی قابل فہم تحریر کی قسمیں.....	180
207	(۱) کتابت مرسومہ.....	180
208	(۲) کتابت غیر مرسومہ.....	180
209	طلاق بالکتابتہ کے چند دیگر احکام.....	180
	<b>باب الطلاق بالکتابۃ</b> (مسائل)	
210	طلاق بالکتابتہ کی تفصیل.....	181
211	تحریری طلاق نامہ جن میں گواہ بھولے ہوں.....	182
212	دو طلاق رجعی دینے کے بعد تحریری طلاق دینا.....	183
213	طلاق نامہ پر بلا نیت انگوٹھا لگانا.....	185
214	بغیر نیت کے طلاق نامہ پر دستخط کرنا.....	186
215	تحریری طلاق مغلظ دینا.....	187
216	کسی دی ہوئی طلاق کو ضبط تحریر میں لانا.....	188
217	اسٹامپ نوٹس نے ایک کی بجائے تین طلاق لکھ دیں.....	189
218	دو سٹے پر انگلی سے طلاق لکھنا.....	190
219	ہوا میں "میری بیوی مجھ پر حرام ہے" لکھنا.....	192
	***	
	<b>باب تعلیق الطلاق</b> (مباحث ابتدائیہ)	
220	تعارف.....	193
221	تعلیق کا لغوی و اصطلاحی معنی.....	193

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
194	تعلیق طلاق کے الفاظ.....	222
194	(۱) پہلی قسم.....	223
194	(۲) دوسری قسم.....	224
194	مذکورہ الفاظ کا حکم.....	225
195	الفاظ شرط کے بغیر تعلیق طلاق کی صورت.....	226
195	تعلیق کی درستگی (صحت) کے لیے شرائط.....	227
196	تعلیق کن چیزوں سے باطل ہوگی؟.....	228
197	بیوی کو مشروط طور پر تین طلاق دینا اور اس سے بچنے کا حیلہ.....	229
197	معلق بالشرط طلاق میں شرط کا جبراً واقع ہونا.....	230
***		
باب تعلیق الطلاق		
(مصافحہ)		
198	دو کاموں سے طلاق معلق کرنا.....	231
199	تین طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کرنا.....	232
200	طلاق ثلاثہ کو بیٹی کے نکاح کے ساتھ معلق کرنا.....	233
201	معلق طلاق کے وقوع سے بچنے کا طریقہ.....	234
202	معلق طلاق کی دھمکی.....	235
203	ایک دو تین الفاظ کو کسی کام سے معلق کرنا.....	236
205	طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا.....	237
206	اگر بغیر اجازت کے گھر سے نکلی تو ہمیں طلاق ہے.....	238
207	جاملین کا عقد کی خلاف ورزی کی صورت میں طلاق کی تعلیق.....	239



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
240	نشد کی حالت میں طلاق معلق دینا.....	208
241	طلاق کے کنائی الفاظ کے معانی میں عرف و نہیت کا اعتبار.....	209
242	غیر معین وقت تک طلاق کی تعلیق.....	210
243	اگر تیرے ہاتھ کا کھانا کھایا تو تجھے طلاق.....	211
244	باپ سے پیسے نہ لینے پر طلاق کو معلق کرنا.....	212
245	مجنون کا طلاق معلق کرنا.....	214
246	غصہ میں طلاق معلق کر کے دوبارہ لفظ طلاق کا تکرار کرنا.....	215
247	حمل کے دوران بیوی کو طلاق مطلق کی تعلیق کرنا.....	216
248	طلاق کے بعد ان شاء اللہ کہنا.....	217
249	بھائی سے بات چیت پر طلاق کی تعلیق اور بچنے کی تدبیر.....	219
250	طلاق کی تعداد میں اختلاف.....	220
251	طلاق کو خیر خواہی کے ساتھ معلق کرنا.....	221
252	طلاق کو زمین کا اجارہ نہ دینے کے ساتھ معلق کرنا.....	222
253	جس عورت سے بھی میں نکاح کروں گا وہ مجھ پر تین طلاق ہے.....	223
254	تجھ سے بات کی تو میری بیوی کو طلاق.....	225
255	اگر تم جھوٹ بولتی ہو تو تجھے طلاق ہے.....	225
256	اگر دوبارہ جوا کھیلنا تو مجھ پر بیوی طلاق ہوگی.....	226
257	غصہ میں تعلیق طلاق.....	227
258	کسی خاص گھر کے داخل ہونے پر طلاق مطلق کی تعلیق.....	228
259	کئی آدمیوں کا طلاق کو معلق کرنا.....	229
260	بیوی کا بغیر اجازت گھر سے جانے پر طلاق معلق کرنا.....	230
261	اگر ماں یا باپوں کے گھر نہ گئی تو تم مجھ پر تین طلاق ہو.....	231
262	طلاق کو ناجائز تعلقات رکھنے کے ساتھ معلق کرنا.....	232

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
263	کھانے میں شریک ہونے پر طلاق کی تعلیق	233
264	اگر یہ کان فلاں نے کھولی تو میری بیوی کو طلاق ہے	234
265	بیوی کو نون کرنے یا اس کے گھر سے اسے لانے پر تعلیق طلاق	236
266	طلاق معطل کو شرط کے ساتھ معلق کرنا	237
267	طلاق معلق میں استثنا کی ایک صورت	237
268	طلاق کو قرض کی ادائیگی کے ساتھ معلق کرنا	239
269	فریقین کی مصالحت نہ کرنے پر تعلیق طلاق	240
270	اگر فلاں سے کوئی چیز مفت لی تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق	241
271	فلاں گھرانے میں بیٹی کی شادی کرائی تو بیوی کو طلاق	242
272	کسی سے تعلق نہ رکھتے پر طلاق کو معلق کرنا	243
273	طلاق کنائی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا	244
274	کلمہ ”زہ بزن طلاق یم“ سے معلق طلاق کا وقوع	245
275	نکاح سے پہلے کسی کام کے کرنے سے طلاق کو معلق کرنا	246
276	شادی سے پہلے مریض کو ہاتھ لگانے سے طلاق معلق کرنا	247
277	اگر اس گاڑی میں بیٹھا تو میری بیوی کو طلاق	248
278	بغیر قین کے کسی ایک بیوی کو معلق طلاق دینا	249
279	تعلیق طلاق میں ملک زوجیت کا ہونا	250
280	طلاق کی شرط میں اختلاف	251
281	پاپڑ مشین پر کام کے ساتھ طلاق معلق کرنا	252
282	اگر چچا کے گھر گئی تو تین پتھروں سے طلاق	253
283	خاص لڑکی سے نکاح نہ ہونے کی صورت میں تعلیق طلاق	255
284	کنائی طلاق کی تعلیق	256
285	طلاق بائن اور طلاق صریحی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا	257

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
285	زوجین کا وقوع شرط میں اختلاف .....	258
287	طلاق کو حیض کے ساتھ معلق کرنا .....	259
288	معلق بالشرط طلاق میں شرط کا جبراً واقع ہونا .....	260
289	طلاق معلق میں بیوی کا شرط پر اقدام اور شوہر کا رد کرنا .....	261
290	گھر جانے پر تعلیق طلاق میں بیرون خانہ ملاقات کرنا .....	262
291	نکاح سے محبت تھی تو تجھے تین طلاق .....	263
293	اگر بہن کے ساتھ گئی تو تو میری بیوی نہیں .....	264
294	ایک، دو اگر تین پر کھڑی نہ ہوئی تو تجھے طلاق .....	265
295	طلاق کو کسی کام کے ساتھ معلق کر کے اس کی اجازت دینا .....	266
296	طلاق معلق میں وقوع شرط کے بارے میں وہم ہونا .....	267
297	معلق بالشرط طلاق میں وقوع شرط سے طلاق کی نوعیت .....	268
298	ماتوں سے والدہ کا حصہ نہ لیا تو بیوی کو تین طلاق .....	268
299	باپ کے گھر سے ماچس کی ڈبیہ بھی لائی تو تجھے طلاق .....	270
300	مکھیر کی طلاق کو شرط سے معلق کرنا .....	272
301	دل میں معلق طلاق کا تصور .....	272
302	کلمہ طلاق کا معنی نہ جاننے ہوئے کلمہ طلاق دینا .....	273
303	قسم کھائے بغیر بیوی سے دور رہنے کا کہنا .....	275
***		
باب الخلع		
(مباحث ابتدائیہ)		
304	تعارف اور حکمتِ شریعت .....	276
305	خلع کی لغوی تعریف .....	276

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
276	..... خلع کی اصطلاحی تعریف	306
277	..... باب سے متعلقہ اصطلاحات	307
277	..... خلع سے ملتی جلتی دیگر فقہی اصطلاحات	308
277	..... خلع کی مشروعیت	309
278	..... مختلف حالات میں خلع کے احکام	310
278	..... خلع کی بنیادی قسمیں	311
278	..... (۱) بغیر عوض کے خلع	312
279	..... (۲) کسی عوض کے بدلے خلع	313
279	..... خلع کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟	314
279	..... خلع کی کیفیت اور صفت	315
280	..... خلع کا رکن	316
280	..... خلع کا صیغہ	317
281	..... خلع کے الفاظ	318
281	..... بدل خلع کا وجوب	319
281	..... بدل خلع کون سی چیزیں بن سکتی ہیں؟	320
282	..... بدل خلع کی مقدار	321
282	..... خلع کا حکم	322
283	..... سکئی یا حضانت کو بدل خلع بتانا	323
284	..... خلع اور مبارات	324
284	..... خلع اور طلاق بالمال	325
284	..... خلع کا وقت	326



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	<b>باب الخلع</b>	
	(مسائل)	
285	اسلام میں خلع کا تصور.....	327
286	خلع کے ارکان و شرائط.....	328
286	خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح.....	329
287	بدل خلع ادا نہ ہونے کی صورت میں وقوع طلاق.....	330
288	مباراة کی حقیقت.....	331
289	مہر سے زیادہ رقم پر خلع کرنا.....	332
290	مال کے بدلے نکاح ختم کرنا.....	333
291	گوئے شخص سے شادی کے بعد خلع کرنا.....	334
292	مہر اور شادی کے خرچہ کے بدلے میں خلع کرنا.....	335
293	شریعت کی طرف سے عورت کو خلع کا حق.....	336
294	اختیار خلع مجلس کے اختتام تک.....	337
295	بیوی کے والد سے بدل خلع کا مطالبہ کرنا.....	338
296	خاوند کی رضامندی کے بغیر خلع کرنا.....	339
297	ناچاقی عورت کی طرف سے ہو تو خلع کا حکم.....	340
298	عورت کو اپنی اختیار خلع دینا.....	341
299	اسٹامپ پیس پر خلع کی دستاویز تیار کر کے دستخط کرنا.....	342
301	خلع میں مہر سے زیادہ کا مطالبہ کرنا.....	343
	***	
	<b>باب تنسیخ نکاح</b>	
	(مباحث ابتدائیہ)	
302	تعارف اور محکمہ شریعت.....	344

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
303	عنین یعنی نامرد ہونے کی صورت میں فسخ نکاح کی تفصیل	345
303	فسخ نکاح کرنے کا طریقہ کار	346
303	فسخ نکاح کی شرائط	347
304	تفریق کے بعد کے احکام	348
304	ملاحظہ	349
304	بجھون ہونے کی صورت میں بیوی کے لیے مطالبہ تفریق کا حکم	350
305	مہر اور عدت کا حکم	351
305	مفقود سے متعلق احکامات کا خلاصہ	352
305	مفقود کے مال کے بارے میں جمہور کا نظریہ	353
306	زوجہ مفقود کے بارے میں متقدمین حنفیہ کا مسلک	354
306	زوجہ مفقود کے بارے میں متاخرین حنفیہ کا مفتی یہ مسلک	355
307	علیحدگی کا طریقہ کار	356
307	مفقود کی واپسی کے احکام	357
308	حکم زوجہ متعنت	358
308	تفریق کن صورتوں میں ہوگی؟	359
318	تفریق کا طریقہ	360
309	تعنت سے باز آنے کی صورت میں بیوی سے رجوع کا حکم	361
309	غائب غیر مفقود کے زوجہ کا حکم	362
309	تفریق کا طریقہ کار	363
310	غائب غیر مفقود کی واپسی کے احکام	364
310	اہم نوٹ	365

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	<b>باب تنسیخ نکاح</b> (مسائل)	
311	عدالتی تنسیخ نکاح ڈگری کی شرعی حیثیت.....	366
312	عدالتی تنسیخ نکاح کے بعد نکاح کرنا.....	367
314	تفریق زوجین میں قاضی کا دائرہ اختیار.....	368
315	تنسیخ نکاح کی ڈگری کب معتبر ہے؟.....	369
317	مسلم شرعی قانون کنسل (یورپ کے) لندن کی تنسیخ نکاح ڈگری کی حیثیت.....	370
319	تنسیخ نکاح سے عدت کا مسئلہ.....	371
321	نامرد (صغیر) شوہر سے خلاصی کی صورت.....	372
324	عورت کا بغیر کسی عذر شرعی کے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنا.....	273
325	زوجہ مفقود الغیر کا حکم.....	374
327	جہاد میں غائب ہونے والے شوہر کی بیوی.....	375
328	شوہر کے لاپتہ ہونے کے بعد موت کی اطلاع ملنا.....	376
329	قاضی کے فیصلے کے بغیر زوجہ مفقود کا نکاح کرنا.....	377
331	مفقود کی واپسی کے احکام.....	378
	***	
	<b>باب التحلیل</b> (مباحث اہتدائیہ)	
333	تعارف اور حکمتِ شریعت.....	379
333	تحلیل کا لغوی معنی.....	380
333	تحلیل کا اصطلاحی معنی.....	381
334	تحلیل سے متعلق اصطلاحات.....	382

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
334	تحلیل کا ثبوت.....	383
335	تحلیل کا حکم.....	384
336	تحلیل کا دینی حکم.....	385
336	تحلیل کی شرائط اور احکام.....	386
337	نکاح ثانی کا قائل ہلا توں پر اثر.....	387
<b>باب التحلیل</b>		
(مسائل)		
338	حلالہ میں زود بیچ ثانی کے لیے طلاق کی شرط مقرر کرنا.....	388
339	تین طلاق کے بعد بیوی سے رجوع کرنا.....	389
340	حلالہ میں ولی کی اجازت کی ضرورت.....	390
341	زنا سے حمل ٹھہرنے کے بعد زود بیچ ثانی کا جہار کرنا.....	391
342	مطلقہ مغلطہ بغیر حلالہ کے اپنے پاس رکھنا.....	392
343	نکاح فاسد سے حلالہ.....	393
345	حلالہ میں زود بیچ ثانی کے ساتھ صحبت کی شرط کی حیثیت.....	394
***		
<b>باب الظہار</b>		
(مباحث ابتدائیہ)		
346	تعارف اور حکمت حرمت.....	395
346	کھار کا لغوی معنی اور وجہ تسمیہ.....	396
346	کھار کا اصطلاحی معنی.....	397
347	باب سے متعلقہ اصطلاحات.....	398
347	کھار سے متعلقہ دیگر فقہی اصطلاحات.....	399



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
400	احکام ظہار کی مشروعیت.....	347
401	ظہار کا ارکن.....	348
402	ظہار کی شرائط.....	348
403	مظاہر یعنی شوہر سے متعلقہ شرائط.....	348
404	بیوی (مظاہر منہا) سے متعلق شرطیں.....	349
405	مظاہر یعنی جس سے تشبیہ دی جائے اس سے متعلق شرائط.....	350
406	شراب، خنزیر، سود، زنا جیسے محرمات کے ساتھ تشبیہ دینے کا حکم.....	350
407	ظہار کے مختلف انواع کا حکم.....	351
408	ظہار کے احکام.....	351
409	کفارہ ظہار کے احکام.....	352
410	ظہار کا حکم کن چیزوں سے باطل ہوتا ہے؟.....	353
<b>باب الظہار</b>		
(مضامین)		
411	”اگر تیرے ساتھ بات کی تو تجھ سے پیدا ہوں گا“ کہنا.....	354
412	بیوی کو (اے بہن) کہہ کر پکارنا.....	355
413	حرف تشبیہ کے بغیر بیوی کو ماں کہنے سے ظہار.....	355
414	جس طرح میری ماں بہن وقت گزار رہے ہیں تم بھی گزارو.....	356
415	دو بیویوں کو ”تم مجھ پر ماں، پھوپھی ہو“ کہنے سے ظہار.....	357
416	اگر بھائی کے ساتھ بات کی تو میری بیوی میری ماں ہوگی سے ظہار.....	358
417	ظہار مطلق کا حکم.....	359
418	جبراً کسی پر بیوی کے سامنے ”تو میری بیٹی ہے“ کہلوانا.....	361
419	مکرر ظہار کرنے کا مسئلہ.....	362

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
363	ہم بہن بھائی ہیں سے ظہار کا وقوع.....	420
364	میری بیوی مجھ پر بہن ہوگی.....	421
365	میں تیرا بیٹا ہوں گا یا تجھ کو اپنی بہن سمجھوں گا سے ظہار.....	422
366	بیوی کے قریب ہونے کو ماں کا قریب شمار کرنا.....	423
367	بیوی ظہار کو کسی فعل پر معلق کر دے اور شوہر اس کو تسلیم کر لے.....	424
***		
<b>باب ثبوت النسب</b>		
(مباحث ابتدائہ)		
369	آعارف اور حکمت مشروعت.....	425
369	نسب کا لغوی اور اصطلاحی معنی.....	426
369	ثبوت نسب سے متعلق بنیادی اصول اور شرعی ہدایات.....	427
370	ثبوت نسب کے طریقے.....	428
370	(۱) نکاح صحیح.....	429
371	عدت کے دوران پیدا ہونے والے بچے کا ثبوت نسب.....	430
372	اصولی نکتہ نمبر 1.....	431
372	اصولی نکتہ نمبر 2.....	432
372	ثبوت نسب کن صورتوں میں شوہر کے دعوے کا محتاج ہے اور کن میں نہیں؟.....	433
373	(۲) نکاح فاسد میں ثبوت نسب.....	434
373	(۳) وٹلی بالشبہ میں ثبوت نسب.....	435
374	(۴) باندی کے بچے کا ثبوت نسب.....	436

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
374	زنا سے نسب کا ثبوت نہیں ہوتا.....	437
374	نسب ثابت کرنے کے طریقے.....	438
375	بچے کی ولادت پر گواہی پر گواہی کا حکم.....	439
<b>باب ثبوت النسب</b>		
<b>(مسائل)</b>		
376	طلاق مغایظ کے بعد اکٹھے رہنے کی صورت میں بچے کا نسب.....	440
377	محارم سے نکاح کے بعد ثبوت نسب کا مسئلہ.....	441
378	ولد الزنا کا ثبوت النسب اور میراث کا مسئلہ.....	442
379	منی میں جرثومہ نہ ہو اور بچہ پیدا ہو.....	443
380	نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ.....	444
381	زنا کار حاملہ عورت سے نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب.....	445
383	نکاح کے تین ماہ بعد باہمی زنا سے پیدا شدہ بچے کا نسب.....	446
***		
<b>باب النفقات</b>		
<b>(مباحث ابتدائیہ)</b>		
384	تعارف اور حکمت مشروعیت.....	447
384	نفقہ کا لغوی معنی.....	448
385	نفقہ کا اصطلاحی معنی.....	449
385	باب سے متعلق دیگر فقہی اصطلاحات.....	450
385	نفقہ کے اسباب و انواع.....	451
386	اپنے نفس کا نفقہ.....	452
386	زوجہ کا نفقہ.....	453

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
387	بیوی کے نفقہ کے وجوب کے لیے سبب.....	454
387	بیوی کے نفقہ کے وجوب کے لیے شرائط.....	455
389	بیوی کن صورتوں میں نفقہ کی حق دار نہیں ہوتی؟.....	456
390	حج کرنے والی عورت کا نفقہ.....	457
390	نفقہ کی کیفیت میں کس کا معیار معتبر ہوگا؟.....	458
391	نفقہ کے انواع اور مشتملات.....	459
391	(۱) خوراک.....	460
392	(۲) کسوہ یعنی پوشاک.....	461
393	(۳) زیب و زینت کی اشیاء.....	462
393	(۴) علاج اور تداوی.....	463
393	(۵) رہائش.....	464
395	خادم کا انتظام اور اس کا نفقہ.....	465
395	بیوی کے لیے گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ کب شوہر پر دین بن سکتا ہے؟.....	466
396	بیٹگی نفقہ لوٹانے کا حق.....	467
397	قبل از وقت نفقہ معاف کرنا.....	468
397	اولاد کا نفقہ.....	469
399	بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری.....	470
399	بچے کا نکاح.....	471
399	نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟.....	472
399	والدین کا نفقہ.....	473
400	والدین کا نفقہ واجب ہونے کے لیے اصول و ضوابط.....	474
401	باپ کا نکاح اور سوتیلی ماں کا نفقہ.....	475
401	دادا، نانا وغیرہ کا نفقہ.....	476

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
401	..... دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ	477
402	..... ذی رحم محرم رشتہ داروں کے نفقہ کے وجوب کے لیے شرائط	478
402	..... ملاحظہ (الف)	479
402	..... ملاحظہ (ب)	480
403	..... ملاحظہ (ج)	481
403	..... رشتہ داروں کا نفقہ کب دینا ہے اور کب ساقط ہوتا ہے؟	482
403	..... قاصد شخص کے مال سے بقدر نفقہ مال لیتا	483
403	..... غلام کا نفقہ	484
404	..... جانوروں کا نفقہ	485
404	..... حیوانات کا نفقہ یعنی حقوق	486
<b>کتاب النفقات</b>		
(مسائل)		
405	..... نکاح نامہ میں درج کردہ ماہانہ خرچ	487
406	..... نفقہ کی مقدار مقرر کرنا	488
406	..... بیوی کے گذشتہ سالوں کا نفقہ نہ دینے کی وجہ سے شوہر کو میراث سے محروم کرنا	489
408	..... روٹھی ہوئی بیوی کا نان و نفقہ	490
409	..... بڑے گھر کا مطالبہ	491
410	..... بطور نفقہ ملنے والی رقم کا استعمال	492
411	..... بیوی کا خاوند سے الگ گھر کا مطالبہ کرنا	493
412	..... علاج و سعالجی کی امداد	494
413	..... کسی خاص علاقہ کی رہائش کا مطالبہ کرنا	495
414	..... نفقہ میں بچت کے باوجود مزید مطالبہ	496

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
497	طلاق پاک عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ.....	415
498	گھر بیلا استعمال کی چیزوں میں شوہر کی اجازت.....	416
499	شوہر کے بغیر کسی سے حسب وعدہ نفقہ کا مطالبہ.....	416
500	نافرمان بیوی اور اس کی چھوٹے نابالغ اولاد کا نفقہ.....	417
501	عورت کی آمدنی سے گھر کا خرچہ پورا کرنا.....	419
502	اولاد کا نفقہ: کیفیت اور مدت.....	420
503	بالغ اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری.....	422
504	بالغ بیٹیوں کا نفقہ.....	422
505	بچے کو بازار کا گھلا یا ڈبوں کا دودھ پلانا.....	423
506	ضعیف و نادار باپ کا نفقہ.....	424
507	بھائی سے والدہ کے گزشتہ سالوں کے نفقہ کا مطالبہ کرنا.....	425
508	بیمار چچا کا نفقہ.....	426
509	شوہر کے حقوق.....	428
510	ناراض شوہر کو راضی کرنا.....	429
511	خاستہ دغا جرم بیوی سے روئیہ.....	429
512	والدین سے ملاقات کی حد، کیفیت اور سفر خرچ.....	430
513	بیوی کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے کی حد.....	432
514	خادمہ کا بیوی کی میت کو غسل دینا.....	433
515	بیوی کو رشتہ داروں کی ملاقات سے روکنا.....	433
516	بیٹی کو بیاہنے کے بعد والدین کا دائرہ اختیار.....	434
517	حاملہ بیوی کے ساتھ جماع کرنا.....	435
518	بیوی کو مارنے کا شرعی حکم.....	436
519	مشدد بیویوں کا شوہر پر حق.....	438

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
439	..... تعویذ کے ذریعے شوہر کا میلان حاصل کرنا	520
440	..... سابق شوہر جب دیور ہو تو اس کے ساتھ مشترک گھر میں رہنا	521
441	..... ناپسندیدہ بیوی کا حکم	522
	<b>باب الحضانة</b> (مباحث ابتدائیہ)	
442	..... تعارف اور حکمت مشروعیت	523
442	..... حضانت کا لغوی معنی	524
443	..... حضانت کا اصطلاحی معنی	525
443	..... باپ حضانت سے متعلق اصطلاحات	526
443	..... دیگر متعلقہ فقہی اصطلاحات	527
443	..... حضانت کی مشروعیت	528
444	..... حضانت کا حکم	529
444	..... حضانت یعنی پرورش کی حق دار عورتیں	530
445	..... مردوں میں حضانت کے حق دار افراد	531
445	..... ایک ہی درجے کے رشتہ داروں میں ولایت کس کو ہوگی؟	532
445	..... حق پرورش کے لیے شرائط	533
446	..... محضون سے متعلق شرائط	534
446	..... پرورش کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے لیے عمومی شرائط	535
446	..... پرورش کرنے والی عورت سے متعلق مخصوص شرائط	536
447	..... پرورش کرنے والے مرد سے متعلق مخصوص شرائط	537
447	..... حق پرورش کی مدت	538
448	..... (1) عورتوں کے لیے حق پرورش کی مدت	539

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
448	مردوں کے لیے حق پرورش.....	540
449	پرورش کی جگہ سے متعلق تفصیل.....	541
450	حضانت کی اجرت.....	542
	<b>باب الحضانة</b>	
	(مسائل)	
451	بچے کا اپنی ماں کا دودھ پینے کا حق.....	543
452	ثانی کی تربیت پر اعتماد نہ ہونے کی صورت میں حق حضانت.....	544
453	ثانی کے حق تربیت کا مطالبہ.....	545
454	ثانی کا، بچی کو والد سے ملنے نہ دینا.....	546
455	مطلقہ والدہ کا حق حضانت و رضاعت اور اس پر اجرت لینا.....	547
457	بچے کے ہمیشہ ساتھ رہنے کی خواہش.....	548
458	بیوہ کی نکاح کی صورت میں بچوں کا حق حضانت.....	549
459	ثانی حضانت کی زیادہ حق دار ہے یا دادی؟.....	550
460	ماں فاسق و فاجر ہو تو حضانت کا حقدار کون؟.....	551
461	مختلف عمر کے بچوں کی پرورش کا حق دار کون؟.....	552
462	باپ کی وفات کے بعد بچی کی پرورش کا حق دار کون ہے؟.....	553
463	عیسائیت کی طرف میلان رکھنے والی ماں کا حق حضانت.....	554
464	ناچاقی کی صورت میں بچوں کی حضانت کا حق دار کون؟.....	555
	***	
	<b>باب العدة</b>	
	(مباحث ابتدائیہ)	
466	تعارف اور حکمت مشروعت.....	556



صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
466	عدت کی لغوی تعریف .....	557
466	عدت کی اصطلاحی تعریف .....	558
467	باب العدة سے متعلق اصطلاحات .....	559
467	باب العدة سے ملتی جلتی دیگر اصطلاحات .....	560
467	عدت کی مشروعیت .....	561
468	عدت واجب ہونے کے اسباب .....	562
469	عدت کا رکن .....	563
469	عدت کی شرط .....	564
469	عدت کی قسمیں .....	565
469	(۱) عدت بالا قراء یعنی حیضوں کے ساتھ عدت گزارنا .....	566
470	(۲) مہینوں کے ساتھ عدت گزارنا .....	567
471	(۳) حاملہ عورت کی عدت .....	568
471	زنا کی وجہ سے حامل عورت کی عدت .....	569
471	عدت گزرنے میں کس کو قول معتبر ہوگا ؟ .....	570
472	عدت کب ختم متصور کی جائے گی ؟ .....	571
472	عدت کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا .....	572
472	(۱) مہینوں سے حیض کی طرف انتقال .....	573
473	(۲) حیض سے مہینوں کی طرف انتقال .....	574
473	(۳) عدت طلاق سے عدت وفات کی طرف انتقال .....	575
473	(۴) حیض یا مہینوں سے وضع حمل کی طرف انتقال .....	576
473	طویل وقفہ حیض والی عورت (ممدۃ الحيض) .....	577
474	طویل وقفہ طہر والی عورت (ممدۃ الطهر) .....	578
474	عدت کے احکام .....	579

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
474	عورت سے متعلق عدت کے احکامات.....	580
474	(۱) پیغام نکاح.....	581
475	(۲) نکاح.....	582
475	(۳) شوہر کے گھر میں عدت.....	583
475	(۴) شوہر کے گھر سے نہ لکنا.....	584
476	(۵) سفر کرنا یا سفر میں لے جانا.....	585
476	(۶) سوگ.....	586
476	(۷) نفقہ اور سکنی.....	587
476	(۸) میراث.....	588
477	(۹) معاشرت.....	589
477	(۱۰) ثبوت نسب.....	590
477	(۱۱) معتدہ کو زکوٰۃ دینا.....	591
باب العدة		
(مسائل)		
478	معتدہ و وفات کا بھائی کے فوت ہونے پر گھر سے لکنا.....	592
479	معتدہ و وفات کا خاوند کے چہلم کے لیے گھر سے لکنا.....	593
480	دوران عدت نکاح کرنا.....	594
481	عدت و وفات میں بوقت ضرورت رشتہ داروں یا بھائیوں کے ہاں جانا.....	595
481	شوہر کے قتل میں شریک عورت کے لیے مکان عدت.....	596
482	عدت و وفات میں نان نفقہ کے لیے لکنا.....	597
483	بیوی کی فوتگی کی صورت میں سالی سے نکاح کے جواز کی مدت.....	598
484	بیوی کی تدفین سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا.....	599

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
600	عدت میں حج کرنا.....	485
601	خاوند فوت ہونے پر سال تک انتظار کرنا.....	485
602	عدت وقات میں نکاح.....	486
603	عدت ختم ہونے کے بعد عورت کا سسرال میں رہنا.....	487
604	عدت وقات میں نقل مکانی.....	488
605	عدت طلاق میں دوسرے مرد سے نکاح کرنا.....	489
606	مطلقہ عورت کا میکے میں عدت گزارنا.....	490
607	حلالہ کے بعد زواج اول کے گھر میں عدت گزارنا.....	491
608	خلوت سے عدت پر اثر پڑنا.....	493
609	طلاق کے بعد عدت گزارنا.....	494
610	دورانِ عدت نکاح کرنے سے عدت کی عدت.....	495
611	خلع کی صورت میں مکانِ عدت.....	496
612	تختِ نکاح کے بعد ابتدائے عدت.....	497
613	عدت وقات میں علاج کے لیے گھر سے باہر نکلنا.....	498
614	مطلقہ عورت کا عدت میں ملازمت کے لیے نکلنا.....	499
615	مطلقہ مغالطہ کے ساتھ دورانِ عدت دبر میں وطی کرنا.....	501
616	طلاق مغالطہ دینے کے بعد جدانہ ہونے کی صورت میں عدت.....	502
617	وضعِ حمل سے عدت.....	503
618	شوہر کے دو گھر ہوں تو عورت کس گھر میں عدت گزارے.....	504
619	عدت وقات اور عدتِ طلاق میں سے ایک کی تعیین.....	505
620	عدت وقات میں خاوند کے پیشن کے لیے نکلنا.....	506
621	بڑھیا کی عدت.....	507
622	استطاعت کے باوجود عدت میں ملازمت کے لیے نکلنا.....	508

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
509	عدت کے دوران رجوع کرنا	623
510	طلاق حسن میں عدت	624
511	بچپن دن عدت میں چار حیضوں کا دعویٰ کرنا	625
512	عدت میں بہو سے ننگ ہو کر گھر سے نکلنا	626
513	خلع کے ذریعے طلاق یافتہ خاتون کا باہر نکلنا	627
	<b>باب الإحداد</b>	
	(مباحث اہتدائیہ)	
514	احداد کی لغوی تعریف	628
514	اصطلاحی تعریف	629
514	احداد (سوگ) کی شریعت	630
514	زوجہ کے علاوہ کسی اور کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانے کا حکم	631
515	سوگ کن عورتوں پر واجب ہے؟	632
515	کن عورتوں پر سوگ واجب نہیں؟	633
515	سوگ کے وجوب کے لیے شرائط	634
516	سوگ کن چیزوں سے عبارت ہے؟	635
516	مذکورہ اشیاء کے استعمال سے رکنے کی علت	636
	(مسائل)	
517	سوگ منانے کا شرعی طریقہ	637
518	معتدہ عورت کا کنگھی کرنا	638
518	عدت و فاق میں سوگ کی مقدار	639
	*****	
520	مصادر و مراجع	640

## کتاب الطلاق

### (مباحث ابتدائیہ)

#### تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَيَّ أَلْسِي اللَّحْمِ تَعَالَى الْفُلَاقُ“ (۱) حلال و جائز کاموں میں اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ کام طلاق ہے۔

اسی وجہ سے فقہائے امت فرماتے ہیں کہ اصل کے اعتبار سے طلاق ممنوع و مظلوم ہے، لیکن ضرورت کی بنا پر اس کو جائز و مباح کر دیا گیا ہے۔ (۲)

یعنی اگر اصل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو طلاق دو خاندانوں میں جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے کئی قسم کے معاشرتی مفاسد جنم لیتے ہیں، لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر میاں بیوی کا باہمی تعلق ناخوشگوار ہو جائے اور دونوں حقوقِ زوجیت کی ادائیگی میں ناکام ثابت ہوں تو پھر یہی ناپسندیدہ فعل فقہاء کے اس قاعدے ”بِخِشَارِ أَهْوَنِ الشَّرِّينَ، وَ الضَّرَرِ الْأَشَدِّ يَزَالُ بِالضَّرَرِ الْأَخْفِ“ کے تحت ایک ضرورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ (۳)

علامہ ابن عابدینؒ طلاق کے بعض محاسن کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طلاق سے میاں بیوی کے مابین بہت سے دینی اور دنیاوی مکروہات اور مفسدات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور دونوں اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں نئے سرے سے سوچنے کے لیے آزاد ہو جاتے ہیں، چونکہ عورت میں فطری طور پر قوتِ فیصلہ کی کمی پائی جاتی ہے اور وہ حالات سے بہت جلد متاثر ہوتی ہے، جب کہ دوسری طرف مرد نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تمام ذمہ داریوں کا مسئول اور جواب دہندہ بن جاتا ہے اور فطری طور پر مختلف حالات سے جلد متاثر ہوئے بغیر نسبتاً صحیح فیصلہ کرنے کی غیر معمولی قوت اس کو ودیعت کی گئی ہے، اس لیے معاہدہ نکاح کو ختم کرنے کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے، لیکن عورت کو بھی بالکل مرد کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا گیا ہے، بلکہ مرد کی جانب سے ظلم و تشدد کے پیش نظر اس کو بھی مخصوص حالات میں خلع یا تحسین نکاح کا حق دیا گیا ہے۔

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق : ۳۱۴/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الأول : ۲۴۸/۱

(۳) سلیم رستم باز، شرح المجلد، مادة ۲۷۱۲۹، ص : ۳۲، ۳۶

نکاح طلاق کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ شریعت نے تین طلاقوں کی اجازت دی ہے، ممکن ہے ایک طلاق دینے وقت شوہر مخصوص حالات کی وجہ سے صحیح فیصلہ نہ کر پایا ہو، اس لیے ایک طلاق دینے کے بعد اُسے پھر سے ازدواجی زندگی استوار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ عرض یہ ہے کہ طلاق جیسا جیسا نہ قانون اور اس کے ٹھوس اصول صرف اسلام کا خاصہ ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب اور معاشرہ انفراط و تغریط سے پاک ایسا نظام پیش کرنے سے قاصر ہے جس کا مشاہدہ ہم جدید دور میں آسانی سے کر سکتے ہیں۔ (۱)

### طلاق دینے سے پہلے میاں بیوی کے لیے قرآن وحدیث کے بنیادی اصول:

قرآنی تعلیم کی زد سے طلاق ازدواجی زندگی کی ناخوشگوار یوں کا ابتدائی حل نہیں، بلکہ اصلاح حال کا آخری مرحلہ ہے۔ اگر بیوی واقعی نافرمان ہو تو اولاً وعظ و تذکیر اور پند و نصیحت سے کام لینا چاہیے، اس کے باوجود اصلاح نہ ہو سکے تو گھر سے نکالے بغیر چند دن خواب گاہ علیحدہ کر لے اور ترک تعلق کر لے، تاکہ بیوی کو اپنی غلطی پر ندامت ہو جائے، اگر ترک تعلق بھی کام نہ آئے تو کسی قدر سرفش کی بھی اجازت ہے، مگر وہ بھی ایسی ہو کہ اس میں عورت کی لطافت و نزاکت کا پاس رہے۔ حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں تکلیف دہ مار نہ ہو۔ (۲)

ان سب امور کا اصلاح حال کے لیے ناکافی ہونا، اس بات کا ثبوت ہے کہ اب زوجین خود اپنے مسائل حل کرنے سے قاصر ہیں، اس لیے خاندان کے ذمی شعور و تجربہ کار بزرگوں کا سہارا لیں اور ان کو حکم بنائیں، جو اختلافات کو دور کرنے کی سعی کریں، پھر جب تمام مساعی کا رگر نہ ہوں تو پھر آخری چارہ کار طلاق ہے اور وہ بھی اس طرح کہ ایک طلاق ایسی پاکی کی حالت میں دی جائے جس میں بیوی سے صحبت نہ کی ہو، تاکہ حیض کی گندگی اور صحبت سے سیری طلاق کا سبب نہ بن جائے۔ مذکورہ طریقے سے طلاق دینا طلاق احسن اور طلاق رجعی ہے، اس کے بعد عدت گزرنے تک زوجین کے لیے سوچنے اور غور و فکر کا موقع مل جاتا ہے جس میں وہ باہمی ہم آہنگی کا از سر نو عزم کر سکتے ہیں۔ (۳)

### طلاق کا لغوی معنی:

طلاق کا لغوی معنی کھولنا، قید اٹھانا، تھکنا اور چھوڑ دینا ہے، البتہ اصطلاح میں یہ لفظ خاص طور پر بیوی کو چھوڑنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: طُلِقَتِ الْمَرْءَةُ کا معنی ہے عورت کو طلاق دی گئی جب کہ بیوی کے علاوہ کسی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ۱/۲۹۷، الموسوعة الفقهية، مادة طلاق: ۹۰/۲-۱۱

(۲) سنن ابن ماجہ، أبواب النکاح، باب حق المرأة على الزوج ص: ۱۳۴

(۳) خلاصہ تفسیر سورة النساء: ۴۳ از قاموس الفقہ، مادة طلاق: ۶/۲۳۶

اور چیز کے لیے ”اطلاق“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، مثلاً: ”اطلاق الأسیر“ یعنی قیدی کو چھوڑ دیا گیا۔ (۱)  
طلاق کا اصطلاحی معنی:

(رفع قید النکاح فی الحال) بالبائن (أو المال) بالرجعی (بلفظ مخصوص) هو ما اشتمل علی الطلاق. (۲)

شریعت میں (طلاق) لفظ مخصوص کے ساتھ قید نکاح کو ختم کرنا ہے، فوری طور پر طلاق بائن کے ساتھ یا انجام کے طور پر طلاق رجعی کے ساتھ۔ لفظ مخصوص وہ ہے جو طلاق پر مشتمل ہو۔

### باب سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) طلاق..... مخصوص الفاظ کے ذریعے فوراً یا تاخیر کے ساتھ قید نکاح کو ختم کرنا طلاق کہلاتا ہے۔

(۲) مطلق..... شوہر طلاق دینے والا۔

(۳) طالقہ، مطلقہ، طالق..... وہ عورت جس کو طلاق دی جائے۔ (۳)

### طلاق سے ملتی جلتی دیگر فقہی اصطلاحات:

(۱) متارکہ..... نکاح فاسد میں قبل الدخول یا بعد الدخول عورت کو چھوڑ دینا متارکہ کہلاتا ہے، البتہ بعد الدخول چھوڑنے کے لیے باقاعدہ تکلم اور قول بھی ضروری ہے۔

(۲) خلع..... بیوی کی طرف سے مال یا مہر دے کر شوہر کی رضا مندی سے نکاح ختم کرنا خلع کہلاتا ہے۔ خفیہ کے ہاں خلع بھی طلاق کے حکم میں ہے۔

(۳) تفریق..... زوجین میں سے کسی ایک کے مطالبے پر تاضی کا ان کے درمیان جدائی کرنا تفریق کہلاتا ہے۔

(۴) فسخ..... فسخ کا معنی ہے کسی شے کو مکمل طور پر ختم کرنا جس سے اس کے احکام اور آثار ختم ہو جائیں۔ جب کہ طلاق سے نکاح بالکلیہ ختم نہیں ہوتا۔

(۵) ایلاء..... شوہر کا یہ قسم کھانا کہ میں مخصوص مدت تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ خفیہ کے ہاں چار ماہ کے بعد بیوی خود مطلقہ ہوتی ہے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ۴/۲۴-۲۳، الموسوعة الفقهية، مادة طلاق: ۵/۲۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ۴/۲۶-۲۴

(۳) الموسوعة الفقهية، مادة طلاق: ۵/۲۹-۱۹

(۶) اعلان.....: شوہر اور بیوی کا آپس میں تہمت زنی کی وجہ سے قاضی کے سامنے مخصوص قسمیں کھانا اعلان کہلاتا ہے۔ اعلان کے بعد زوجین ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتے ہیں۔ تاہم جدائی کے لیے طلاق یا تافاسی کی تفریق ضروری ہے۔

(۷) ظہار.....: اپنی بیوی کی تشبیہ دائمی محرمات کے ساتھ دینا ظہار کہلاتا ہے۔ اس میں کفارہ لازم آتا ہے۔ (۱)

### طلاق کی مشروعیت:

طلاق کی مشروعیت قرآن وحدیث اور اجماع امت ثنیوں سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ (۲)

طلاق (زیادہ سے زیادہ) دو بار ہونی چاہیے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ﴾ (۳)

اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی ہو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”مَا أَحَلَّ اللَّهُ شَيْئاً أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ“۔ (۴)

حلال و جائز کاموں میں طلاق سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں۔

اسی طرح طلاق کی مشروعیت پر دور نبوی ﷺ سے لے کر اب تک پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ (۵)

### مختلف حالات میں طلاق کا الگ الگ حکم:

طلاق اگرچہ شرعاً ایک ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے، لیکن حالات اور مواقع کے لحاظ سے اس کا حکم الگ الگ ہو سکتا ہے، فقہائے کرام نے اس کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) واجب.....: اگر شوہر کو یقین ہو کہ وہ عورت کے ساتھ رہ کر مساک بالمعروف پر عمل نہیں کر سکے گا، یعنی اس کے ازوراجی حقوق اور نان نفقہ سے معذور ہے تو بیوی کو طلاق دینا واجب ہے۔

(۱) الموسوعة الفقهية، مادة طلاق: ۸۰/۲۹۰

(۲) البقرة: ۲۲۹ (۳) البقرة: ۲۳۲

(۴) ابو داؤد، کتاب الطلاق: ۳۱۴/۱ (۵) المغنی، کتاب الطلاق: ۲۳۴/۸



(۲) مستحب و مندوب.....: اگر عورت انتہائی حد تک تا فرمان اور تکلیف دینے والی ہو یا شرعی احکامات کی بجا آوری میں غفلت کی مرتکب ہو۔ (مثلاً نماز بالکل نہیں پڑھتی ہو اور نہ روزہ رکھتی ہو) تو ایسی صورت میں طلاق دینا مستحب ہے۔

(۳) مباح.....: اگر عورت کی بد مزاجی اور بداخلاقی زیادہ ہو تو طلاق دینا مباح ہے۔

(۴) مکروہ.....: طلاق کا کوئی شرعی سبب موجود ہوئے بغیر بیوی کو طلاق دینا مکروہ ہے۔ بعض نے اس صورت کو حرام بھی کہا ہے، جب کہ بعض نے مباح کہا ہے (در اصل یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ اصل طلاق میں اباحت ہے یا ممانعت)۔

(۵) حرام.....: حیض میں طلاق دینا یا اس طہر میں طلاق دینا جس میں جماع کیا گیا ہو، حرام ہے۔ (۱)

### طلاق کا رکن:

طلاق کا رکن دو مخصوص الفاظ ہیں، جن سے صراحۃً یا کنایۃً طلاق واقع ہو جائے، تاہم ان الفاظ سے طلاق واقع

ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔

(۱) طلاق کے الفاظ پر تکلم اور بولنے پر قادر شخص یا متعدد متلفظ کرے گا۔ محض اشارے سے یا نیت سے یا زبرد لب بڑبڑانے سے طلاق واقع نہ ہوگی، مثلاً بیوی سے جھگڑتے وقت کچھ بولے بغیر طلاق کی نیت کرتے ہوئے تین پتھر اٹھا کر اس کو دے دیے تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ گوئیے شخص کے لیے واضح اور معروف اشارہ تکلم کے قائم مقام ہے، تاہم یہ تب ہوگا جب وہ کتابت سے عاجز ہو، اگر کتابت کر سکتا ہو تو رائج قول کے مطابق محض اشارے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس طرح واضح خط جو پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہو اور لکھنے والا معلوم ہو، اس کے ذریعے بھی طلاق ہوگی۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ طلاق کے الفاظ استثنائے خالی ہوں جیسے **إِنْ شَاءَ اللَّهُ** یا **إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ** کے الفاظ اس

کے ساتھ نہ ہوں۔ (۲)

(۳) طلاق کے الفاظ سے کسی واقعہ یا قول کی حکایت کرنا مقصود نہ ہو اور نہ ہی اس سے تعلیم و تعلم مقصود ہو، بلکہ انشاءً طلاق مقصود ہو، لہذا حکامیت طلاق اور تعلیم و تعلم کے الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۳)

(۱) المغنی مع الشرح الكبير، کتاب الطلاق، مسئلۃ نمبر: ۸۰۵۸۱۴/۳۶-۲۳۵، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب

الطلاق: ۲۸/۴-۲۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ۴۴۸/۴-۴۳۱/۴

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، فصل فی من یقع طلاقہ: ۳۰۳/۱، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق،

باب الصریح، مطلب فی قول البحر أن الصریح یحتاج فی وقوعہ دیانۃً إلى النسبۃ: ۴۶۱/۴

(۳) طلاق کے لیے جو صیغہ استعمال کیا جائے، وہ ماضی یا حال کا ہونا چاہیے، یعنی اگر یوں کہے کہ ”میں طلاق دوں گا“ تو یہ طلاق دینے کی دھمکی اور اس کا وعدہ ہے اور محض وعدہ و وعید سے طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اگر مضارع کا استعمال کسی عرف میں حال کے معنی میں غالب ہو تو پھر اس سے بھی طلاق واقع ہوگی۔ (۱)

### طلاق کی شرائط :

طلاق واقع ہونے کے لیے بنیادی طور پر دو باتیں ضروری ہیں :

(۱) طلاق دینے والا مرد طلاق دینے کا اہل ہو، طلاق کا اہل بننے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں :

(الف) طلاق دینے والا خود شوہر یا اس کا وکیل بالطلاق ہو۔ کوئی اجنبی (اگر چہ آقا یا باپ کیوں نہ ہو) دوسرے شخص کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا۔

(ب) طلاق دینے والا عاقل ہو، مجنون، معتوہ (قاتر العقل) مدہوش اور بے ہوش نہ ہو، البتہ معصیت پر مبنی نشہ کی حالت میں طلاق واقع ہوگی۔

(ج) طلاق دینے والا بالغ ہو، بچہ یا مراہق نہ ہو۔

(د) طلاق دینے والا نیند کی حالت میں نہ ہو۔

مذکورہ شرائط کے علاوہ اہلیت کے لیے اور کوئی شرط نہیں، کافر، غلام، کسی حرام شے کی وجہ سے نشہ میں مست شخص، مریض، مکروہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) ہازل (بہسی مذاق میں طلاق دینے والے) اور غلطی (بغیر ارادے کے اپنی بیوی کو طلاق دینے والے) کی طلاق حنفیہ کے ہاں واقع ہوگی۔

(۲) عورت طلاق کے لیے محل بن سکتی ہو، یعنی یا تو نکاح صحیح میں ہو یا شوہر سے طلاق رجعی یا طلاق بائن (سوائے طلاق ثلاثہ) کی عدت گزار رہی ہو یا زوجین میں سے کسی ایک کا نکاح قبول اسلام سے انکار یا ارتداد کی وجہ سے فسخ کیا گیا ہو اور عورت اس سے عدت گزار رہی ہو، علامہ ابن نجیمؒ نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ (۲)

### حالاتِ اکراہ، حالتِ ہزل، حالتِ سکر (نشہ) اور خطا کی وضاحت :

حنفیہ کے ہاں اکراہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، بشرط یہ کہ طلاق زبانی دی گئی ہو یا زبانی کسی کو

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصبر، ۴/۴۵۹، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق، ۳/۴۳۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، ۴/۴۳۸، ۴۳۶، البحر الرائق، کتاب الطلاق، ۲/۱۵۰-۱۶۱

۳/۴۲۶، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، فصل فی من یقع طلاقہ و فی من لا یقع طلاقہ، ۱/۵۴-۵۳

وکیل بنا دیا گیا ہو، اگر اکراہ کے ذریعے طلاق لکھوائی گئی، لیکن زبان سے طلاق کے الفاظ ادا نہیں کیے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اگر جبراً طلاق کا اقرار کرایا گیا تو یہ اقرار بھی نافذ نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے ہنسی مذاق میں یا جھوٹ کہہ کر طلاق کا اقرار کیا تو اس سے اگرچہ دیانہ (قائل اور اللہ کے مابین) طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن قاضی اس پر طلاق ہی کا فیصلہ کرے گا، بشرط یہ کہ معاملہ اس تک پہنچ جائے۔ جب کہ مفتی دیانت کا حکم لکھ کر ساتھ یہ بھی لکھے کہ قضاء اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ تاکہ کوئی قاضی فتویٰ دیکھ کر دیانت پر فیصلہ نہ کر دے۔ (۱)

اگر کسی نے ازراہ علاج شراب یا کوئی دوسری نشہ آور چیز پی لی یا اکراہ کی وجہ سے پی لی یا کوئی ایسی چیز پی لی جو عام طور پر غذا کے لیے استعمال ہوتی ہو اور اتفاقاً پینے والے پر نشہ چڑھ گیا تو ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۲)

خطا سے متعلق وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی اور لفظ بولنا چاہتا تھا اور طلاق کا لفظ منہ پر آ گیا اور حالات و قرائن بھی اس کے خطا پر شاہد ہوں تو دیانہ طلاق واقع نہ ہوگی، تاہم قضاء (مفتی یا قاضی کے سامنے) واقع ہوگی۔ (۳)

### حالت غضب کی وضاحت:

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ غضب کی تین حالتیں ہیں جن میں سے ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے

(۱) پہلی حالت .....: غضب غصہ کے آثار ظاہر ہوں، لیکن عقل و حواس پر کوئی اثر نہ ہو، بلکہ اپنے کہے ہوئے الفاظ سے اچھی طرح واقف ہو تو اس کی طلاق بلاشبہ واقع ہوگی۔

(۲) دوسری حالت .....: غیض و غضب کی وجہ سے اتنا مدہوش ہو جائے کہ عقل و حواس کام کرنا چھوڑ دے اور اپنے کہے ہوئے الفاظ سے بے خبر ہو تو بلاشبہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۳) تیسری حالت .....: اگر غیض و غضب اس درجے کی ہو کہ عقل و حواس بالکل معطل نہ ہوں تو یہ صورت محل نظر ہے۔

علامہ شامی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر اس کے اقوال و افعال پر ہدیان اور خلل اتنا غالب ہو جائے کہ اس کے اکثر اقوال و افعال اس کی عام عادات کے مخالف ہو جائیں تو طلاق واقع نہ ہوگی، بصورت دیگر طلاق واقع ہوگی۔ یہی حکم ضعیف العمر، مریض اور مصیبت زدہ شخص کا بھی ہے، یعنی جب تک اس کے عقل اور اقوال و افعال

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۲۹/۳-۴۲۸، رد المحتار، المحظور الإباحة، فرع: بکرة إعطاء سائل المسجد...

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، فصل فی من یقع طلاقه و فی من لا یقع: ۳۵۳/۱

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحران الصریح...: ۴۶۱/۴

میں غلط اور فساد ہو، اس کے اقوال معتبر نہیں ہوں گے۔ (۱)

### تا وقت کو الفاظ طلاق کی تلقین:

اگر کسی شخص نے تلبیس اور دھوکے سے کام لیتے ہوئے ایسے شخص سے کلمہ طلاق کہلوا دیا جو طلاق کے معنی اور اس کے اثرات سے واقف نہیں تھا تو اس سلسلے میں ہمارے فقہاء کا عام رجحان تو یہی ہے کہ قضاء یہ طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن مشائخ اور چند کا فتویٰ اس صورت میں طلاق واقع نہ ہونے کا ہے، تاکہ لوگوں کو تلبیس اور دھوکے سے بچایا جاسکے۔ (۲)

### طلاق بذریعہ وکیل و قاصد و تفویض:

طلاق دینے کا اصل مجاز تو شوہر ہی ہے، لیکن شوہر اپنے اس اختیار میں دوسرے کو بھی نائب بنا سکتا ہے، اس نیابت کی تین صورتیں ہیں: وکالت، رسالۃ اور تفویض۔ (۳)

#### (۱) وکالت:

وکالت سے مراد یہ ہے کہ شوہر کسی اور شخص کو حکم دے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے۔ ایسی صورت میں وکیل اس مجلس میں بھی طلاق دے سکتا ہے اور بعد میں بھی دے سکتا ہے۔ البتہ شوہر وکیل کی قبیل حکم سے پہلے پہلے وکالت سے رجوع کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وکیل اس کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا اور اگر دے دے تو وہ بے اثر ہو گی۔ (۴)

#### (۲) قاصد:

رسالۃ سے مراد یہ ہے کہ شوہر بیوی کے پاس اپنا قاصد بھیجے کہ وہ اسے طلاق دے رہا ہے، گویا وکیل خود انشاء طلاق کرتا ہے اور قاصد صرف اس کے کلام کو بیوی تک پہنچاتا ہے۔ (۵)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدعوں ۴/ ۴۵۲-۴۵۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحر أن الصریح يحتاج فی وقوعه دہانۃ الی النیۃ: ۴/ ۴۶۱

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق: ۴/ ۵۶-۵۵۲

(۴) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق، الفصل الثالث فی المشیئة: ۱/ ۷-۴

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق: ۴/ ۵۶-۵۵۲

## (۳) تفویض:

تفویض کے معنی طلاق کا مالک بنانے کے ہیں، اس لیے تفویض طلاق کی صورت میں جتنی مدت تک اختیار دیا گیا ہو، اتنی مدت تک شوہر اس سے دیا ہوا حق طلاق واپس نہیں لے سکتا۔ تفویض و توکیل کے درمیان یہی بنیادی فرق ہے کہ تفویض میں طلاق کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اختیار سے اس کا استعمال کرتا ہے اور توکیل میں وکیل طلاق کا مالک نہیں بنتا، بلکہ وہ موکل کے حکم کا پابند ہوتا ہے، تاہم ان تینوں صورتوں میں نیابت کے باوجود شوہر کا حق طلاق باقی رہتا ہے، اس کا اختیار ختم نہیں ہوتا۔ (۱)

## تفویض الطلاق سے متعلق بنیادی اصول:

تفویض الطلاق سے متعلق عربی زبان میں تین مختلف تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں۔ تخییر (تجھے طلاق کا اختیار ہے) امر بالید (طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) اور مشیئہ (تو اپنی مرضی یا ارادے سے طلاق دے)۔ مذکورہ الفاظ سے متعلق چند بنیادی اصول یہ ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ ”اگر تم چاہو تو اپنے آپ پر طلاق واقع کرو۔“ تو جس مجلس میں بیوی سے بات کہی ہو یا شوہر کے قاصد نے جس مجلس میں اس کی اطلاع دی ہو، خاص اسی مجلس میں بیوی کو طلاق واقع کرنے کا حق ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی تیسرے شخص سے کہا کہ تم چاہو تو میری بیوی کو طلاق دے دو تو یہ توکیل نہیں، بلکہ تفویض ہوگی اور وہ شخص اسی مجلس کے اندر ہی طلاق واقع کرنے کا مجاز ہوگا۔ تاہم شوہر اس صورت میں اپنے قول سے رجوع نہیں کر سکتا، اس لیے کہ تفویض میں رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ (۲)

(۲) بیوی سے کہا: ”تم اپنے آپ پر طلاق واقع کر لو“ اور اس کی چاہت (اگر تم چاہو) کا ذکر نہیں کیا (پہلی صورت کے برعکس) تو مذکورہ تفویض طلاق بھی صرف مجلس تک محدود رہے گی۔ البتہ اگر اسی عبارت سے (اگر تم چاہو) کے الفاظ کے بغیر کسی اور شخص کو اپنی بیوی کی طلاق کا حق دیا تو یہ توکیل ہوگی۔ طلاق دینے کا اختیار مجلس کے بعد بھی باقی رہے گا، لیکن شوہر اگر چاہے تو اختیار واپس لے سکتا ہے۔ (۳)

(۱) ملخص از قاموس الفقہ، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق: ۵۴/۴-۵۵۶.

الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی تفویض الطلاق الفصل الثالث فی المشیئہ: ۱۰۴/۱۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق، الفصل الثالث فی المشیئہ: ۱۰۲/۱۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق، الفصل الثالث فی المشیئہ: ۱۰۲/۱۔

(۳) بیوی کو تفویض الطلاق دیتے وقت اس طرح کہے کہ: ”تو جب چاہے اپنے آپ پر طلاق واقع کر لے۔“ (مستی، ہستی، اذاما کے الفاظ کے ساتھ) تو یہ تفویض مجلس تک محدود نہیں رہے گی، بلکہ وہ عورت جب چاہے اپنے آپ پر طلاق واقع کر سکتی ہے، لیکن اس تفویض سے وہ عورت صرف ایک مرتبہ فائدہ اٹھا سکے گی تاہم اگر وہ یہ الفاظ استعمال کرے: ”تو جب بھی (کہا) چاہے اپنے آپ پر طلاق واقع کر لے“ تو اس صورت میں عورت ہمیشہ کے لیے طلاق کی مالک بن گئی، جب تک تین طلاق واقع نہ کر لے۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں بھی شوہر کو تفویض سے رجوع کا حق نہیں۔ (۱)

(۴) تفویض الطلاق کے وقت اگر شوہر نے طلاقوں کی تعداد کی بھی تصریح کر دی تو تفویض اسی تعداد تک منحصر ہوگی اور اگر تعداد کی تصریح نہیں کی ہو تو پھر تعداد میں اس (شوہر) کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

(۵) اگر تفویض کے وقت یہ کہے کہ: ”تو جس طرح (کیف) چاہے طلاق واقع کر لے“ تو عورت کو رجعی، بائن، ایک، دو یا تین، تمام قسم طلاقوں کا حق حاصل ہوگا۔ (۲)

(۶) تفویض کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنے کی گنجائش شرعاً موجود ہے، مثلاً: اگر کوئی یہ کہے کہ ”اگر میں تم کو چھوڑ کر اتنے دنوں تک غائب رہوں تو تم کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا حق ہوگا“ وغیرہ تو مذکورہ شرط پائی جانے کی صورت میں عورت کو طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا۔ مذکورہ تفویض میں بھی عورت اور اجنبی شخص کا حکم برابر ہے، جب اس کو اختیار دیا ہو۔ (۳)

### صفت کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

صفت، یعنی طریقہ طلاق کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: طلاق سنت و طلاق بدعت۔ اس کو ہم طلاق مسنون اور طلاق مکروہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

#### (۱) طلاق سنت:

اس کی بھی دو صورتیں ہیں: سنت باعتبار وقت اور سنت باعتبار عدد، یعنی جماع سے خالی طہر میں طلاق دینا سنت باعتبار وقت ہے اور مذکورہ وقت میں ایک طلاق دینا سنت باعتبار عدد ہے۔ پھر ان دونوں صورتوں کی الگ دو قسمیں ہیں: طلاق احسن اور طلاق حسن۔ ہر ایک کا جدا جدا حکم ملاحظہ ہو۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث فی تفویض الطلاق، الفصل الثالث فی المشیئة: ۱/۳ - ۴

(۲) ایضاً

(۳) ملخص فاموس الفقہ ۴۱/۳۳۹

## (۲) طلاق مسنون احسن:

حیض والی عورتوں میں احسن طلاق یہ ہے کہ ان کو ایسی طہر میں طلاق دی جائے جس میں اس سے پہلے طلاق نہیں دی گئی ہو اور نہ ہی جماع کیا گیا ہو۔ پھر طلاق دینے کے بعد اس کو تین حیض گزرنے تک چھوڑ دیا جائے۔ یہ طلاق کا سب سے احسن اور بہترین طریقہ ہے، اس لیے کہ اس میں عدت گزرنے تک بیوی سے نکاح جدید کے بغیر رجوع کا حق ہوتا ہے۔ نیز اس صورت میں حمل کا اندیشہ نہ ہونے کی وجہ سے عورت کی عدت بھی طویل نہیں ہوتی، یہ وقت اور عدد دونوں اعتبار سے احسن ہے، البتہ غیر مدخول بہا عورت کو حیض میں ایک طلاق دینا بھی احسن ہے، تاہم وہ طلاق بائن شمار ہوگی۔ اسی طرح صغیرہ، حاملہ اور آکسہ عورتوں میں بھی طلاق احسن کا یہی طریقہ ہے، ان تین قسم عورتوں کے ساتھ جماع کرنے کے بعد اسی طہر میں ایک طلاق دینا بھی احسن ہے، اس لیے کہ مذکورہ تین قسم کی عورتوں میں حمل ٹھہرنے کا اندیشہ نہیں۔ (۱)

## طلاق مسنون حسن:

طلاق حسن یہ ہے کہ مدخول بہا حائضہ عورت کو تین الگ الگ طہروں میں (جو جماع سے خالی ہوں) تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں۔ نابالغہ، عمر رسیدہ (آکسہ) اور حاملہ کو صحبت کے بعد بھی طلاق حسن دی جاسکتی ہے۔ یہ بیک وقت تین طلاق دینے سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں شوہر کو پہلی اور دوسری طلاق کے بعد مزید غور و فکر کا موقع مل جاتا ہے اور رجعت کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ یہ طلاق بھی اپنی اصل کے اعتبار سے خلافِ سنت اور بدعت ہی ہے، کیونکہ ایک سے زیادہ طلاق دینا بلا حاجت ہے، تاہم بیک وقت تین طلاق دینے سے بہتر ہونے کی بنا پر اس کو طلاق حسن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (۲)

## طلاق بدعی:

اس کی بھی دو صورتیں ہیں: طلاق بدعی بانتہار عدد اور طلاق بدعی بانتہار وقت۔ طلاق بدعی بانتہار وقت یہ ہے کہ حیض میں طلاق دی جائے یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع کر چکا ہو۔ یہ انتہائی سخت گناہ ہے، اس صورت میں رجوع واجب ہے۔ رجوع کے بعد یا تو بیوی کو دوبارہ اپنے ساتھ رکھے یا دوسری طلاق خالص طہر میں دے۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق: ۱۸۶/۴-۱۸۷، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ۳۱/۴-۳۲

(۲) بدائع، کتاب الطلاق: ۱۸۷/۴، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ۳۳/۴-۳۴

طلاق بدنی باعتبار عدد یہ ہے کہ ایک ہی طہر میں تین طلاق دے دے، چاہے ایک کلمے سے ہوں یا جدا جدا کلمات سے یا ایک ہی طہر میں دو طلاق دے دے، ایک ہی کلمے سے ہوں یا متعدد کلمات سے۔ مذکورہ تمام صورتیں اگرچہ معصیت اور گناہ پر مبنی ہیں، لیکن تینوں یا دونوں طلاقوں کے وقوع میں، جہود فقہاء کے ہاں کوئی اختلاف نہیں۔ (۱)

تعطیل و عدم تعطیل کے اعتبار سے طلاق کی اقسام:

صیغہ طلاق کو کسی شرط یا وقت کے ساتھ معلق و مشروط کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں: طلاق منجز (فوری طلاق) طلاق معلق (مشروط) طلاق مضاف (مستقبل کی طرف منسوب طلاق)۔

### (۱) طلاق منجز:

اس سے فوری اور فی الحال طلاق مراد ہے، جیسے کہ: ”تم کو طلاق ہے“ ایسی حالت میں فوراً طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

### (۲) طلاق معلق:

اس سے مراد یہ ہے کہ طلاق کو کسی ممکن الوقوع واقعہ کے ساتھ مشروط کیا جائے، مثلاً: اگر تو میرے چلی گئی تو تجھ کو طلاق ہو۔ ایسی صورت میں شرط پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔

### (۳) طلاق مضاف:

اس سے مراد یہ ہے کہ مستقبل کے کسی متعین وقت کی طرف طلاق کی نسبت کی جائے، جیسا کہ: ”قلاں مہینہ کی پہلی تاریخ کو تجھے طلاق ہوگی“۔ اب جوں ہی وہ تاریخ شروع ہوگی، یہ مشروط طلاق واقع ہو جائے گی۔ ان احکام کے متعلق تقریباً تمام مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے۔ (۲)

### بیوی کی طرف رجوع و عدم رجوع کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

یعنی حکم و اثر کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: رجعی اور بائن۔ پھر بائن کی الگ دو قسمیں ہیں: بائن صغریٰ

(۱) مدائع الصنائع، فصل فی طلاق البدعہ، کتاب الطلاق: ۱/۶، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الاول:

۱/۶، ۳۵۹، المنہج مع المختار، کتاب الطلاق: ۱/۴، ۳۴۱-۳۴۵

(۲) الفقہ الاسلامی وادنیۃ الباب الثانی، الفصل الاول الطلاق، المبحث الخامس، الطلاق وحکم کل نوع، تقسیم

طلاق بانی منجز و معلق و مضاف: ۱/۶، ۶۶۶-۶۶۸، الموسوعة الفقهية مادة طلاق: ۲۹/۳۶-۳۷



اور بائن کبریٰ۔ ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

### (۱) طلاق رجعی:

لفظ صریح (طلاق) یا ایسے الفاظ کنایہ جو کثرت استعمال کی وجہ سے صریح کے درجہ میں آگئے ہوں (جیسے: تو عدت شمار کر، اپنا رحم خالی کر، تو ایک ہے) ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، بشرط یہ کہ شوہر اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔ اس طلاق میں شوہر اپنی بیوی کو عدت کے اندر اندر نکاح کیے بغیر لوٹ سکتا ہے۔ عدت گزرنے کے بعد بھی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر کے گھر بسانے کا اختیار حاصل ہے، البتہ اگر ایک طلاق رجعی دے دی ہو تو شوہر کو آئندہ دو طلاق کا حق باقی رہے گا اور دو طلاقیں دی ہوں تو ایک طلاق کا حق باقی رہے گا۔

### طلاق بائن صغریٰ:

طلاق بائن کے بعد عورت فوراً شوہر کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ عدت کے دوران بھی اس سے رجوع کی گنجائش نہیں، البتہ اگر میاں بیوی نکاح جدید اور مہر جدید کے ذریعے دوبارہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا چاہیں تو اجازت ہے۔ درج ذیل صورتوں میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے:

- (۱) صحبت اور خلوت صحیحہ سے پہلے بیوی کو طلاق دی جائے۔
- (۲) طلاق صریح ہو، لیکن اس کے ساتھ شدت اور سختی کا کوئی ایسا لفظ موجود ہو جس سے بیہوشی کا معنی مفہوم ہو۔
- (۳) طلاق کسی عوض کے بدلے دی جائے یا خلع کی صورت میں طلاق دی جائے۔
- (۴) قاضی میاں بیوی میں تفریق کر دے۔
- (۵) کنائی الفاظ سے طلاق دی جائے اور نیت طلاق دینے کی ہو۔
- (۶) شوہر بیوی کے ساتھ ایلا کر دے۔

### طلاق بائن کبریٰ، یعنی طلاق مغلظہ:

تین طلاق دینے کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں۔ یہ اگرچہ سخت گناہ ہے، لیکن اس کے وقوع میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تین مجلسوں میں الگ الگ طلاق دے، تب تو بہر حال تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اگر تین کے عدد کی صراحت کے ساتھ ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دے، تب بھی تین طلاق پڑ جائیں گی، البتہ اگر ایک ہی مجلس میں تین بار صیغہ طلاق کا تلفظ کرے اور تین کی صراحت نہ کرے، جیسے یوں کہے: ”میں نے

طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی“ تو اس صورت میں اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی، تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور اگر شوہر نے کہا کہ میرا مقصود ایک ہی طلاق دینا ہے، دوسری بار یہ جملہ میں نے محض تاکید کے لیے کہا تھا تو قاضی اور مفتی کے سامنے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور تین طلاق واقع ہو جائیں گی، البتہ دینا اس کے ذیل کا اعتبار ہوگا۔ (۱)

ائمہ مذاہب تین طلاق بیک دفعہ کے وقوع کے قائل ہیں، البتہ لامذہب لوگوں کے نزدیک تین طلاق بیک لفظ واقع نہیں ہوتیں، لیکن لامذہب لوگوں کی رائے کو اعتبار نہیں دیا جاسکتا۔

### دوران عدت دی گئی طلاق کا پہلی طلاق کے ساتھ الحاق اور عدم الحاق کی تفصیل

طلاق کے باب میں یہ انتہائی اہم قاعدہ ہے، لہذا ہر ایک شق کو علی حد ذکر کیا جاتا ہے، تاہم یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ ان شقوں کو سمجھنے کے لیے اولاً طلاق صریح اور طلاق کنائی کی جملہ قسموں کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔

#### (۱) صریح طلاق کا صریح طلاق کے ساتھ ملحق ہونا

یعنی اگر عدت کے دوران طلاق صریح دی اور پہلے سے بھی طلاق صریح دی گئی تھی تو دونوں واقع ہو کر عورت دو طلاق رجعی کے ساتھ مطلقہ ہو جائے گی، جیسے پہلے کہا تھا ”تو طلاق ہے“۔ پھر اسی عدت میں دوبارہ کہا: ”تو طلاق ہے“ تو دو طلاق رجعی واقع ہوں گی۔

#### (۲) صریح کا بائن طلاق کے ساتھ ملحق ہونا

یعنی پہلے طلاق بائن دی تھی، پھر اسی عدت میں طلاق صریح دی تو دونوں واقع ہوں گی، مثلاً: اولاً ”تو مجھ سے جدا ہے“ یا طلع کے ذریعے طلاق بائن دی، پھر عدت کے دوران ”تجھے طلاق ہے“ سے طلاق صریح دے دی۔ مذکورہ صورت میں طلاق صریح بھی بائن بن جائے گی، اس لیے کہ بائن کے بعد ملحق ہونے والا صریح بھی حکم کے اعتبار سے بائن ہی ہوتا ہے۔

(۱) ملخص از الفقہ الاسلامی وادلتہ، الباب الثانی، انحلال الزواج وآثاره، الفصل الاول الطلاق، المبحث

## (۳) بائن کا صریح کے ساتھ ملحق ہونا

یعنی اولاً "تو طلاق ہے" کے ساتھ طلاق صریح رجعی دی، اس کے بعد "تو ہدایت" وغیرہ کے ساتھ طلاق بائن دی۔ یہاں پر صریح سے خاص طور پر صریح رجعی مراد ہے، یعنی صرف صریح رجعی کے ساتھ بائن ملحق ہوگی، صریح بائن کے ساتھ نہیں۔ البتہ بائن عام ہے، صریح بائن ہو یا بائن بالکنایات، دونوں قسمیں صریح رجعی کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہیں، لہذا یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔

طلاق صریح بائن..... طلاق صریح رجعی کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔

اور طلاق بائن بالکنایات..... بھی طلاق صریح رجعی کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔

## (۴) طلاق بائن کا طلاق بائن کے ساتھ ملحق نہ ہونا

شوہر کی طرف سے دی جانے والی پہلی طلاق عام ہے، چاہے صریح بائن ہو یا بائن بالکنایات، لیکن اس کے بعد عدت میں دی جانے والی طلاق بائن سے یہاں مراد صرف بائن بالکنایات ہے۔ یعنی طلاق بائن بالکنایات پہلے سے دی جانے والی طلاق بائن (صریح بائن ہو یا بائن بالکنایات) کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔ جہاں تک صریح بائن کی بات ہے تو وہ ہر قسم بائن کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے، گویا:

طلاق بائن بالکنایات..... طلاق صریح بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔

طلاق بائن بالکنایات..... طلاق بائن بالکنایات کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔

یہاں پر یہی دو صورتیں مراد ہیں۔ درج ذیل دو صورتوں میں ملحق ہو سکتی ہے۔

طلاق صریح بائن..... طلاق صریح بائن کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔

طلاق صریح بائن..... طلاق بائن بالکنایات کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔

## (۵) پانچویں صورت:

برہہ تفریق جو حرمت مصاہرت اور حرمت رضاعت کی وجہ سے حرمت مؤبدہ کو ثابت کرے تو اس کے بعد

تقاضی یا خود شوہر تفریق کے الفاظ کہہ کر جدائی واقع کر سکتا ہے۔ طلاق اس کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔ (۱)

(۱) ملخص از الدر المنثور مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکناہات، مطلب المصروع یلحق المصروع والبائن:

۵۴۰/۴۔ ۵۴۳، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی، الفصل الخامس فی الکناہات: ۱/۳۷۷، ۳۷۸، البحر

الرائق، کتاب الطلاق، باب الکناہات فی الطلاق: ۳/۵۳۱۔ ۵۳۵

## ملاحظہ:

لفظ حرام اور اس جیسے دوسرے کنائی الفاظ جو صرف طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتے ہوں، وہ بھی صریح الفاظ کی طرح اگرچہ نیت کے محتاج نہیں، لیکن ان الفاظ سے طلاق بائن ہی واقع ہوگی۔ نیت کا محتاج نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو ہر جگہ صریح کا حکم دیا جائے، بلکہ جس طرح ان الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوگی، بالکل اسی طرح مذکورہ اصول میں اس جیسے الفاظ، الفاظ کنائی کی طرح شمار ہوں گے، لہذا جہاں طلاق بائن بالکنایات ملحق نہیں ہو سکتی، وہاں یہ بھی ملحق نہیں ہوں گے، اس لیے کہ یہ الفاظ اصل وضع میں صریح نہیں، بلکہ ایک عارض، یعنی عرف کی وجہ سے صریح کے حکم (طلاق واقع ہونے میں نیت کا محتاج نہ ہونے) میں شامل کیے گئے ہیں۔ (۱)

## بیوی کی طرف سے دعوے طلاق، گواہی اور شوہر کی طرف سے مخالفت اور انکار کا حکم:

اگر میاں بیوی کے مابین طلاق کے وقوع یا عدم وقوع یا طلاق کی تعداد وغیرہ میں اختلاف پایا جائے اور عورت طلاق کا دعویٰ کر رہی ہو، جب کہ شوہر اس کے دعوے کا منکر ہو تو ایسی صورت میں عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرا یا ایک مرد اور دو عورتوں کے ذریعے اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے۔ اگر عورت کے پاس مذکورہ نصاب کے مطابق گواہ نہ ہوں تو انکار کرنے والے خاوند کو قسم دی جائے گی۔ قسم کھانے کے بعد طلاق کے وقوع یا عدم وقوع یا تعداد طلاق کی تعیین میں شوہر ہی کا قول معتبر ہوگا، تاہم اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو بیوی کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ (۲)

یہ بات یاد رہے کہ ثبوت طلاق کے لیے قضاوند عادل گواہ شرط ہیں۔ (۳)

دیانہ ثبوت کے لیے ایک عادل گواہ، بلکہ خود عورت کا سنا بھی کافی ہے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ طلاق کے معاملے میں عورت کی مثال قاضی کی سی ہے، لہذا اگر کہیں میاں بیوی کا اختلاف طلاق ثلاثہ یا طلاق بائن کے وقوع و عدم وقوع میں ہو اور عورت کے پاس گواہ نہ ہوں لیکن عورت نے خود شوہر سے تین طلاق کے الفاظ سنے ہوں یا ایک عادل گواہ عورت کا اس کی خبر دے دے تو ایسی صورت میں اگر شوہر کے قسم کھا لینے کی وجہ سے قاضی شوہر کے حق میں فیصلہ دے تو بھی عورت کے لیے جائز نہیں کہ اس مرد کو اپنے

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکنايات، مطلب الصریح بلحق البائن والصریح: ۴/۵۰۰

(۲) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط: ۴/۶۰۹

(۳) الدر المختار، کتاب الشهادات: ۱۱/۹۶، ۹۷ مکہ بیروت

اور قدرت دے۔ (۱)

ایسی صورت میں اس کو چاہیے کہ اول تو شوہر کو اس غلط بیانی پر اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔ اگر اس سے بات نہ بنے تو مہر کی معافی یا کچھ رقم دے کر اس سے جان چھڑائے یا ماں باپ کے گھر بیٹھ جائے۔ غرض ہر ممکن تدبیر سے اس سے علیحدہ رہے اور اگر کوئی بھی صورت کارگر یا ممکن نہ ہو تو پھر چونکہ شوہر کے حلف سے کی وجہ سے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور عورت کے پاس جان چھڑانے کا کوئی طریقہ ممکن یا کارگر نہیں رہا تو اب سارا گناہ مرد پر ہوگا اور عورت معذور سمجھی جائے گی۔ ایسی صورت میں چونکہ نہ تو شوہر طلاق کا اقرار کر رہا ہے اور نہ عورت گواہوں کے ذریعے طلاق ثابت کر سکتی ہے، اس لیے قضاء عورت اسی شوہر کے ہاں مقیم رہے گی، اس کے لیے کسی اور شخص سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

موجودہ دور میں بسا اوقات عائلی قوانین کی رُو سے عورت کو آزادی مل جاتی ہے، جب کہ شرعاً اس کی خلاصی مشکل رہتی ہے۔ ایسی صورت میں عائلی قوانین کے تحت جس عورت کو آزادی ملے اسے شرعی قواعد کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔ جہاں کہیں تعنت ہو تو مجبور عورت کی دادرسی پر کورٹ کے فیصلہ کی تائید کی جاسکتی ہے، لیکن جہاں کہیں خاوند بیوی کے حقوق کی ادائیگی کا پابند ہو تو کسی کذب بیانی سے قانونی سہارا لے کر آزادی مشکل ہے۔ ہاں ایسی صورت میں خاوند سے باقاعدہ طلاق یا خلع لینے کے بعد آزادی ممکن ہے۔

البتہ مذکورہ بالا صورت میں جب کہ دیا گیا طلاق ہو چکی ہو اور عورت کو اس کا یقین ہو تو عورت عدالتی نسخ کے ذریعے خاوند سے جان چھڑانے کی تدبیر اختیار کر سکتی ہے۔



(۱) فتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۲۵۴/۱

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۵۶، ۵۵

## کتاب الطلاق

## (مسائل الطلاق)

(طلاق سے متعلق مسائل کا بیان)

ایک، دو، تین تو مجھ پر تین پتھر طلاق ہے

سوال نمبر (۱):

میں نے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں کہا کہ: "ایک، دو، تین تو مجھ پر تین پتھر طلاق ہے" وضاحت فرمائیں کہ ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے یا تین طلاق؟ اب اس کے ساتھ دوبارہ گھر رہنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

بیٹھواتو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق کا تذکرہ کرتے ہوئے تین پتھر کے لفظ سے مقصود عدد کی وضاحت اور تاکید ہے اور اپنی بیوی کو تین طلاق اکٹھی یا متفرق طور پر دی جائیں تو اس پر تینوں طلاق واقع ہو کر وہ مطلقہ مغلظہ ہو جاتی ہے۔ اب آپ کا اس کے ساتھ گھر رہنا صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ آپ سے عدت گزار کر کسی اور جگہ شادی کرے اور پھر اس دوسرے شوہر سے ہم بستری کے بعد خدا نخواستہ وہ مر جائے یا اس کو اپنی مرضی سے طلاق دے تو اس دوسرے خاوند سے عدت گزارنے کے بعد آپ کے لیے حلال ہو سکتی ہے۔

والمدلل علی ذلک:

لو قرنه بالعدد ابتداء فقال: أنت طالق ثنتين، أو قال ثلاثاً يقع لما سيأتي في الباب الآتي أنه متى

قرن بالعدد كان الوقوع به. (۱)

ترجمہ: اگر شوہر طلاق کے ساتھ شروع ہی سے کوئی عدد لگا کر کہے کہ: "تجھے دو طلاق" یا کہے کہ: "تین طلاق" تو (اتنی ہی) واقع ہو جاتی ہیں، کیونکہ آنے والے باب میں یہ بات آ رہی ہے کہ جب طلاق کو عدد کے ساتھ پوسٹ کیا جائے تو طلاق کا وقوع اسی عدد کے ساتھ ہوتا ہے۔

ایک، دو، تین مجھ پر میری بیوی طلاق ہے

سوال نمبر (2):

ایک شخص گھر آ کر اپنی والدہ کے پاس بیٹھا، اسی دوران اس کو قصہ آیا اور والدہ سے کہنے لگا کہ: ”تجھ پر میری بیوی پسند ہے یا نہیں؟“ والدہ نے کہا کہ: ”نہیں“ تو اس نے کہا کہ: ”ایک، دو، تین مجھ پر میری بیوی طلاق ہے“۔ کیا اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں؟

بیشواؤ جبردا

الجواب وبالله التوفیق:

ایک، دو، تین حقیقتاً اعداد ہیں اور اعداد کسی چیز کی کیت اور مقدار بیان کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، لہذا ان کو طلاق کی تعبیر و اظہار قرار دینا مشکل ہے، تاہم بسا اوقات معاشرتی ارتقا اور عرف فقہی مسائل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ معاشرتی حالات میں کبھی ایک، دو، تین کے عدد کو طلاق کا قائم مقام سمجھ کر استعمال کیا جاتا ہے۔ پس جہاں طلاق کا قرینہ پایا جائے وہاں اعداد سے طلاق واقع ہوگی اور جہاں قرینہ نہ ہو وہاں طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے کہا ہو کہ: ”ایک، دو، تین مجھ پر میری بیوی طلاق ہے“ تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہونے کا احتمال زیادہ ہے، کیونکہ اس نے تین عدد کے ساتھ طلاق کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، اس لیے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اب مذکورہ شخص کے لیے اس کی بیوی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا جائز نہیں ہے۔

والدلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته ”تربایکی وتراسه“ أو قال ”تربایکی ونوسه“ قال أبو القاسم الصفاق: لا يقع شيء، قال الصدر الشهيد: يقع إذا نوى، قال وبه يعني. قال القاضي وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل: إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أو في حال الغضب يقع الطلاق، وإن لم يكن لا يقع إلا بالنية. (۱)

ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تجھے ایک اور تین“ یا تو ایک، تو تین تو ابو القاسم الصفاق فرماتے ہیں کہ: ”کچھ واقع نہیں“۔ اور صدر الشہید فرماتے ہیں کہ: ”نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی“ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضی

فرماتے ہیں کہ: ”جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر یہ نہ ہو (نہ مذاکرہ طلاق ہو اور نہ ہی غصے کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی۔“



## بیوی کو ایک، دو کہنے سے طلاق کا وقوع

سوال نمبر (3):

ایک شخص بیوی کو لڑائی کے دوران ایک، دو کہا اور اس کے ساتھ تین کہنے والا تھا کہ نائب ناظم نے اس کا منہ بند کیا اور وہ تین نہ کہہ سکا اور اس نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ اب اس کی بیوی کو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا و بنو

الجواب وبالله التوفیق:

ایک، دو، تین کہنے سے اگر طلاق کی نیت ہو یا مذاکرہ طلاق ہو یا غصے کی حالت ہو تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ اگر ان میں سے ایک حالت بھی نہ ہو تو پھر طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی خاوند نے، ایک، دو کہا ہو اور طلاق کا لفظ ادا نہیں کیا جیسا کہ مذکور ہے تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نہ مذاکرہ طلاق ہو اور نہ ہی غصے کی حالت تو پھر نیت کو اعتبار ہوگا، اگر طلاق کی نیت تھی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اس صورت میں رجوع کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور خاوند کے لیے آئندہ مزید ایک طلاق کا اختیار باقی رہے گا اور اگر طلاق کی نیت نہیں تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته ”تراہکی و تراہ“ أو قال ”تویکی و توی“ قال أبو القاسم الصفار: لا يقع شيء، قال الصدر الشهيد: يقع إذا نوى، قال وبه بفتی۔ قال القاضي و ينبغي أن يكون الجواب علی التفصیل: إن كان ذلك فی حال مذاکرۃ الطلاق، أو فی حال الغضب يقع الطلاق، وإن لم یکن لا يقع إلا بالنیة. (۱)



ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تجھے ایک اور تین“ یا ”تو ایک، تو تین“ تو اہل القاسم الصفا فرماتے ہیں کہ: ”کچھ واقع نہیں ہوا اور صدر الشہید فرماتے ہیں کہ نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی“ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تاشیٰ فرماتے ہیں کہ: ”جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذکورہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر یہ نہ ہو (مذکورہ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی۔“



### لفظ طلاق پر تلفظ اور اس جملہ کی حکایت نقل کرنا

سوال نمبر (4):

ایک شخص نے دوسرے آدمی کو سمجھانے کے لیے کہا اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تجھے طلاق ہے“ ان الفاظ کے کہتے ہوئے اس کے تصور میں اپنی بیوی تھی، لیکن وہ یہ الفاظ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی غرض سے نہیں کہہ رہا تھا۔ اسی طرح جب مذکورہ شخص تلاوت کرتا ہے یا سبق پڑھتا ہے اور اس میں طلاق کا لفظ آئے تو یہی صورت پیش آتی ہے۔ ایسی صورت میں طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیتواشوہروا

الجواب وبالله التوفیق :

اگرچہ صریح طلاق ان امور میں سے ہے جو قصد اور بلا قصد اپنی بیوی کو کہہ دینے سے واقع ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص طلاق کے مسائل بیان کرتے وقت ایسے جملے استعمال کرے جس طرح کوئی شخص بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اس شخص کی غرض صرف مسئلہ اور صورت مسئلہ بیان کرنا ہو تو اس طرح طلاق کے الفاظ اور جملے مکالم کے نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

صورت مسئلہ میں طلاق کے الفاظ اور جملے محض حکایت ہیں، ان سے مذکورہ شخص کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔ یہ شخص اس شخص کا وسوسہ ہے جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدلیل علی ذلک:

حکسی یسین رجل، فلما بلغ إلى ذكر الطلاق خطر بباله امرأته إن نوى عند ذكر الطلاق عدم الحکایة، واستئناف الطلاق، وكان موصوله بحیث یصلح للإبقاع علی امرأته یقع؛ لأنه أوقع، وإن لم

بنو نسیا لا یقع الا انہ محمول علی الحکایة. (۱)

ترجمہ:

کوئی شخص دوسرے کے قسم کی حکایت نقل کرے، جب طلاق کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اپنی بیوی کا خیال آئے، اگر طلاق کے ذکر کرتے وقت حکایت کی نیت نہیں کی اور ایک نئی طلاق واقع کرنے کی نیت کی اور اس کا یہ کلام اس طور پر ملا ہوا ہو کہ اس کی اپنی بیوی پر واقع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تو طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اس نے خور طلاق واقع کی ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس وقت یہ حکایت پر محمول ہوگا۔



### شکی مزاج شخص کی طلاق

سوال نمبر (5):

ایک شخص کو طلاق کا دوسرہ ہوتا ہے، وہ بار بار وضو کرتا ہے اور ہر دفعہ یہ ذہن میں آتا ہے کہ اگر دوبارہ وضو کیا تو میری بیوی طلاق ہوگی۔ اس طرح کے بہت سے دوسرے اس کے دل میں آتے ہیں۔ اور یہ شخص دوسرہ کا بیمار بھی ہے تو کیا اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہوگی؟

بہنو انؤجر دا

الجواب وبالله التوفیق:

نفس شک و شبہ کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ وقوع طلاق کے لیے یقین مؤثر ہوتا ہے۔ نیز طلاق کے مسئلہ میں محض دوسرہ آنا بھی طلاق کے وقوع کے لیے کافی نہیں۔

صورتِ مسئلہ میں سائل چونکہ دوسرہ کی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے اس کو مختلف قسم کے دوسرے آتے رہتے ہیں، اس لیے ایسے شخص کو اگر طلاق کا دوسرہ بھی آجائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جب تک صاف طور پر زبان سے کہانہ ہو۔ ایسی صورتِ حال میں لفظ طلاق کو زبان پر لانے سے گریز کیا جائے۔

والدلیل علی ذلك:

قال عقبہ بن عامر: لا یحوز طلاق المورسوس، قال المحشی: لأن الوسوسة حدیث النفس،

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فیمن یقع طلاقہ..... ۳۵۲/۱

ولامواخذة به. (۱)

ترجمہ: دوسری آدمی کی طلاق درست نہیں (یعنی واقع نہیں ہوتی)۔ کیونکہ دوسری عیسائی تصور ہے جو قابلِ واخذہ نہیں۔

الیقین لا یزول بالشک. (۲)

ترجمہ: یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔



### دھمکی کی غرض سے تین دفعہ لفظ ”طلاق“ کہنا

سوال نمبر (6):

ایک شخص اپنی بیوی کو محض ڈرانے کے لیے یہ کہتا ہے کہ: ”تجھے طلاق ہو“ یہ الفاظ اس نے تین دفعہ کہے ہوں۔ اور اس میں اس کی نیت طلاق کی نہ ہو، بلکہ محض ڈرانے اور دھمکی دینے کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے ہوں تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیوا نوزجرہ

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق لفظ طلاق بالثاء کا قضاء وہی حکم ہے جو لفظ طلاق بالباء کا ہے، لہذا اگر کسی نے بیوی کو لفظ طلاق تین بار کہا تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، جب کہ نیت اور ارادہ کا اعتبار دیا جائے ہو سکتا ہے لہذا صورت مذکورہ میں جب خاوند نے محض دھمکانے کی غرض سے تین مرتبہ طلاق کہا ہو تو اس سے قضاء تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مغلطہ ہو جائے گی اور خاوند کے لیے عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے جگہ باقاعدہ نکاح کر کے حقوق زوجیت کی تکمیل کے بعد چھٹکارا ملے تو جواز ممکن ہے۔ اگر اس کی نیت طلاق کی نہیں تھی تو دیا جائے واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علمی ذلک:

ہفتا خمسة الفاظ: ذلاق، وتلاخ، وطلاخ، وطلاک، ونلاک. عن الشیخ الإمام الحلیلی ابی مکر

(۱) صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والکفر: ۷۹۳/۲

(۲) سلیم رحمہما، شرح المحلة (المادة: ۴)، ص: ۲



ثلاثاً وإن كانت غير مدعولة طلقت واحدة. (۱)

ترجمہ: اور جب شوہر اپنی بیوی سے کہے: ”تم کو طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے“ اور طلاق کو شرط کے ساتھ معاق نہ کرے۔ اگر بیوی مدخون بہا ہو تو اس کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، ورنہ ایک طلاق واقع ہوگی۔



### طلاق کے ارادہ کا اظہار کرنا

سوال نمبر (8):

ایک شخص کی والدہ اور بیوی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ شوہر نے باہر سے آکر بیوی کو مارا پیٹا اور پھر اس سے کہا خاموش ہو جاؤ، ورنہ میں تمہیں طلاق دوں گا۔ بیوی نے کہا کہ طلاق دے دو، خاوند نے جواب میں کہا کہ جب تمہارا بھائی آئے گا تو میں تمہیں طلاق دوں گا۔ جب اس کا بھائی آیا تو شوہر نے طلاق نہیں دی اور وہ اپنی بہن کو گھر لے گیا۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیشوا توجرو!

الجواب وبالله التوفيق:

کسی شخص کا بیوی کو یہ کہنا کہ: ”میں تجھے طلاق دوں گا“ ”گو یا شوہر ان الفاظ سے فی الحال طلاق نہیں دے رہا، بلکہ ارادہ طلاق کا اظہار کر رہا ہے، اس لیے ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورت مسئلہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شوہر اس کو مستقبل میں طلاق دینے کا کہہ رہا ہے، کیونکہ ان الفاظ کے بعد عورت کے مطالبہ طلاق پر شوہر کا یہ کہنا کہ جب تمہارا بھائی آجائے، تب طلاق دوں گا، اس سے اسی زائے کو تقویت ملتی ہے، لہذا اگر شوہر کی نیت بھی یہی ہو تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس کے بھائی کے آنے کے بعد بھی شوہر نے طلاق نہیں دی تو محض اس تعلیق سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور عورت تا حال شوہر کی بیوی رہے گی۔

والدليل على ذلك:

صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلا إذا غلب في الحال. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق: ۱/۳۵۵

(۲) تنفیح الحامدۃ، کتاب الطلاق: ۱/۳۸

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)



### مجبور شخص کی طلاق کی ایک صورت

سوال نمبر (9):

میری بیوی کے چچا نے مجھے مارا، پیٹا اور پھر مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ بیوی کو طلاق دے دو تو میں نے اپنی سزا اور خوف کی وجہ سے غیر ارادی طور پر منہ سے دودفعہ طلاق کے الفاظ کہے۔ پھر انہوں نے مجھے پتھر پھینکنے پر مجبور کر دیا، میں نے پتھر بھی پھینکے۔ کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے؟ کیونکہ نہ میری بیوی کا مجھ سے طلاق لینے کا ارادہ ہے اور نہ میرا طلاق دینے کا ارادہ تھا۔

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہی رد سے طلاق کے الفاظ ادا کرنے کے ساتھ طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ طلاق کے الفاظ جبر کی حالت میں کہے ہوں یا مذاق میں کہے ہوں۔

صورت مسئلہ میں جبر کی حالت میں طلاق کہہ دینے سے طلاق واقع ہوئی ہے۔ دودفعہ طلاق کہنے سے دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔ اب رجوع کر سکتا ہے، لیکن آئندہ صرف ایک طلاق کا اختیار باقی ہوگا اور پتھر پھینکنے کے ساتھ طلاق کے الفاظ نہ ہوں تو محض پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، خاص کر جب نیت بھی نہ ہو۔ شرعی طور پر تجدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ رجوع کافی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

(ووقع طلاق کل زوج بالغ عاقل، ولو عبداً أو مكرهاً) فإن طلاقه أي المكره صحيح. (۱)

ترجمہ: ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ غلام ہو یا مکرہ (جس کو طلاق پر مجبور کیا جائے) ہو اس لیے کہ اس کی طلاق صحیح ہے۔

وبہ ظہر ان من تشاجر مع زوجته، فأعطاهما ثلاثة أحجار بنوي الطلاق، ولم يذكر لفظاً صريحاً ولا كتاباً، لا يقع عليه. (۱)

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جھگڑا کرے اور اسے طلاق کی نیت سے تین پتھر دے دے اور کوئی لفظ صریح یا کتابی طور پر ذکر نہ کرے، تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔



## دل میں طلاق کا خیال آنا

سوال نمبر (10):

اگر کوئی شخص ایک عالم دین سے مسئلہ پوچھنے کی نیت سے یوں کہے کہ: ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے“ یا ایک کاغذ پر لکھے ہوئے طلاق کے الفاظ پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر طلاق کے یہ الفاظ صرف دل میں دہرائے گئے ہوں تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیمواتوجروا

الجواب وبالله التوفيق:

انسان کے ذہن میں اختیاری اور غیر اختیاری طور پر مختلف قسم کے خیالات اور سو سے آتے رہتے ہیں۔ ان پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہوتا اور طلاق کے وقوع کے لیے تو زبانی تلفظ ضروری ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر مذکورہ جملہ کسی عالم دین کو سنانے کی نیت سے منہ سے بولا ہو اور اس وقت طلاق دینے کا ارادہ بھی نہ ہو تو یہ حکایت طلاق ہے اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح نیت نہ ہو تو کاغذ پر لکھے ہوئے طلاق کے الفاظ صرف پڑھ لینے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یونہی صرف دل میں دہرانے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدلیل علی ذلك:

حکمی یمین رجل، فلما بلغ إلى ذكر الطلاق خطر بباله امرأة إن نوى عند ذكر الطلاق عدم الحکایة، واستئناف الطلاق، وكان موصوله بحیث يصلح للإيقاع علی امرأة تقع لأنه أوقع، وإن لم

بنو شہادۃ واقع الاثم محمول علی الحکایہ. (۱)

ترجمہ: کوئی شخص دوسرے کے قسم کی حکایت نقل کرے، جب طلاق کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اپنی بیوی کا خیال آئے، اگر طلاق کے ذکر کرتے وقت حکایت کی نیت نہیں کی اور ایک نئی طلاق واقع کرنے کی نیت کی اور اس کا یہ کام اس طور پر ملا ہوا ہو کہ اس کی اپنی بیوی پر واقع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تو طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اس نے خود طلاق واقع کی ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس وقت یہ حکایت پر محمول ہوگا۔



### ایک، دو، تین سے طلاق کا وقوع

سوال نمبر (۱۱):

ایک شخص کی اپنی بھابی سے تلخ کلامی ہوئی جس کے دوران اس نے کہا کہ چپ ہو جاؤ ورنہ تمہارا شوہر آکر تمہیں مارے گا۔ وہ چپ نہیں ہوئی اور اس کا خاوند آگیا، خاوند نے اُسے مارا اور بھائی کے ذریعے دھمکی دی کہ اس سے کہو ٹھیک ہو جاؤ، ورنہ میں اسے چھوڑ دوں گا۔ بھائیوں نے کہا چھوڑ دو۔ اس نے غصہ میں کہا ایک، دو، تین۔ کیا شوہر کے ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

بجواب تو جہر و

الجواب وبالله التوفیق :

ایک، دو، تین اعداد ہیں اور عدد کسی چیز کی کیفیت اور مقدار بیان کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، لہذا ان الفاظ کو طلاق کی تعبیر اور اظہار قرار دینا مشکل ہے۔ لیکن بسا اوقات معاشرتی ارتقا اور عرف فقہی مسائل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لیے جہاں کہیں عرف میں ایک، دو، تین کا عدد طلاق کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہو وہاں یہ الفاظ طلاق شمار ہوں گے۔ اور جہاں طلاق کا قرینہ نہ ہو، وہاں نیت کا اعتبار ہوگا۔ صورت مسئلہ میں شوہر نے تنبیہ دیتے ہوئے کہا: ”اس کو کہو ٹھیک ہو جاؤ ورنہ میں اس کو چھوڑ دوں گا“ اور بھائیوں نے کہا: ”چھوڑ دو“ جس کے جواب میں شوہر نے ایک، دو، تین کہا۔ چونکہ یہاں طلاق کا قرینہ پایا جاتا ہے اور وہ بھائیوں کے جملے ”چھوڑ دو“ کے جواب میں شوہر کا ایک، دو، تین کہنا ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں تین طلاق کے وقوع کی جانب راجح ہے، اس لیے تین طلاقیں واقع ہوئی ہیں۔



والدلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته "تربکی وتراسه" أو قال "تربکی ونوسه" قال أبو القاسم الصفار: لا يقع شيء، قال الصدر الشهيد: يقع إذا نوى، قال وبه يفتي. قال القاضي وينبغي أن يكون الحواب على التفصيل: إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أو في الغضب، حال يقع الطلاق، وإن لم يكن لا يقع إلا بالنية. (۱)  
ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: "تجھے ایک اور تین" یا تو ایک، تو تین تو ابوالقاسم الصفار فرماتے ہیں کہ: "کچھ واقع نہیں ہوا"۔ اور صدر الشہید فرماتے ہیں کہ: "نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی"، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضی فرماتے ہیں کہ: "جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو، تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر یہ نہ ہو (نہ مذاکرہ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی"۔



### طلاق حکائی کا نکاح پراثر

سوال نمبر (12):

اگر زید ایک آدمی کو "کلمہ" طلاق سمجھاتے ہوئے یوں کہے کہ: "فرض کیا کہ ایک آدمی ایسا کہے کہ مجھ پر اپنی بیوی کلمہ طلاق سے طلاق ہے تو اس کا نکاح کبھی بھی نہ ہوگا" بعد میں زید کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ شاید یہ مسئلہ سمجھاتے وقت میرے دل میں طلاق کی نیت تھی۔ کیا اس حالت میں طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیٹو! توجہ دوا

الجواب وبالله التوفيق:

انسان کے ذہن میں اختیاری اور غیر اختیاری طور پر مختلف قسم کے خیالات اور دوسے آتے رہتے ہیں۔ ان پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہوتا۔ صرف دل میں طلاق کا خیال آنا یا کلمہ لفظ کے تصور سے نکاح پراثر نہیں پڑتا، جب تک زبان سے اس پر تلفظ نہ کرے۔ دوسرے کو سمجھانے کے لیے مثال کے طور پر کلمہ طلاق کہنے سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ اس سے مراد صرف تفہیم ہے، نہ کہ ایقاع طلاق۔ لہذا صرف تصور یا مثال کو سمجھانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ یہ حکایت طلاق ہے۔

والدلیل علی ذلك:

حکمی یسین رجل، فلما بلغ إلى ذكر الطلاق خطر بباله امرأته إن نوى عند ذكر الطلاق عدم الحکایة، واستئناف الطلاق، وكان موصوله بحيث يصلح للإيقاع علی امرأته يقع، لأنه أوقع، وإن لم ينو شيئاً لا يقع، لأنه محمول علی الحکایة. (۱)

ترجمہ:

کوئی شخص دوسرے کے قسم کی حکایت نقل کرے، جب طلاق کے ذکر پر پہنچے تو اس کے دل میں اپنی بیوی کا خیال آئے، اگر طلاق کے ذکر کرتے وقت حکایت کی نیت نہیں کی اور ایک نئی طلاق واقع کرنے کی نیت کی اور اس کا یہ کلام اس طور پر ملا ہوا ہو کہ اس کی اپنی بیوی پر واقع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو تو طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ اس نے خود طلاق واقع کی ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کی تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس وقت یہ حکایت پر محمول ہوگا۔



تجھے طلاق ہے الفاظ کے ساتھ تین پتھر پھینکنا

سوال نمبر (13):

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو غصہ کی حالت میں کہے: ”تجھے طلاق ہے“ اور ساتھ تین پتھر بھی پھینک دے تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص صریح الفاظ سے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دے تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، خواہ اس کی نیت ایک کی ہو یا زیادہ کی ہو، نیز اگر اس کے ساتھ تین پتھر بھی پھینکے لیکن عدد پر ملاحظہ نہ کرے یا پتھروں کی عدد کے ساتھ تشبیہ نہ دے تو صرف ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگی، محض تین پتھر پھینکنے سے طلاقیں تین نہیں ہو جائیں گی۔

لہذا صورت مسئلہ میں اگر واقعی اس شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا ہو کہ: ”تجھے طلاق ہے“ اور اس کے ساتھ تین پتھر بھی پھینکے ہوں لیکن عدد ذکر نہ کیا ہو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، تین نہیں۔

والذیل علی ذلک:

قوله: (ولم یقل هكذا) ای بان قال: أنت طالق وأشار بذلات أصابع ونوی الثلاث ولم يذكر بلسانه فإنها تطلق واحدة. نحانية (قوله: لفقد التشبيه) ای بالعدد قال القهستاني لأنه كما لا يتحقق الطلاق بدون اللفظ لا يتحقق عدده بدون. (۱)

ترجمہ: اگر حکذا (اس طرح) نہ کہے۔ یعنی ایسا کہے: تمہیں طلاق ہے اور تین انگلیوں سے اشارہ کرے، اور تین کی نیت بھی کرے لیکن زبان سے تین کا عدد نہ کرے، تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ کیونکہ اس میں عدد کے ساتھ تشبیہ نہیں پائی جاتی۔ قہستانی کہتے ہیں: جیسے لفظ کے بغیر طلاق متحقق نہیں ہوتی ایسا ہی طلاق کا عدد بھی لفظ کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔

فلا يقع بلفظ ثلاثة أحجار البياض أو بامرها بحلق شعرها وإن اعتقد الإلقاء والحلق طلاقاً كما قدمناه؛ لأن ركن الطلاق اللفظ، أو ما يقوم مقامه مما ذكره كمامر. (۲)

ترجمہ: یس بیوی کی طرف تین پتھر پھینکنے سے یا اس کو بال منڈانے کا حکم دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اگر چہ وہ پتھر پھینکنے اور سر منڈوانے کو طلاق سمجھتا ہو۔ جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ کیونکہ طلاق کا رکن لفظ ہے یا ما قبل مذکور اشیاء میں سے جو لفظ کے قائم مقام ہو، جیسا کہ گزر گیا۔



### محض پتھر پھینکنے سے طلاق کا وقوع

سوال نمبر (14):

ایک شخص نے غصہ کی حالت میں بیوی سے کہا کہ: ”تم آزاد ہونا چاہتی ہو“، اس نے اقرار کیا۔ خاوند نے تین پتھر لانے کے لیے کہا اور پوچھا کہ آزاد کردوں؟ تو عورت خاموش رہی، بعد میں خاوند کا غصہ ختم ہوا اور پتھر نہیں پھینکے، بلکہ کسی اور جگہ رکھ دیے، آیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیشواتر جروا

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، مطلب الانقلاب والاقتصار: ۴/۱۸۸

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق: ۴/۱۵۷

الجواب وبالله التوفیق :

خاوند کے مذکورہ الفاظ میں طلاق کے وقوع کا تذکرہ نہیں اور نہ خاوند کا اپنی منکوحہ کو طلاق کا اختیار دینے کی نشان دہی ہوتی ہے۔ خاوند کا بیوی سے شخص طلاق کے بارے میں چھٹا طلاق نہیں۔ نیز پتھر پھینکنے یا کسی طرف رکھنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک اس کے ساتھ ہا تا عدہ طلاق کے الفاظ ذکر نہ ہوں۔

والدلیل علی ذلک :

قولہ : (ورکنہ لفظ مخصوص) ..... وہ ظہر ان من تشاجر مع زوجته، فأعطاهما ثلاثة أحجار بنوي الطلاق، ولم يذكر لفظاً صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه. (۱)

ترجمہ :

اور طلاق کا رکن مخصوص لفظ ہے۔۔۔۔۔ اس سے پتہ چلا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جھگڑا کرے اور اسے طلاق کی نیت سے تین پتھر دے دے اور کوئی لفظ صریح یا کنائی طور پر ذکر نہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔



### طلاق کے الفاظ اور نیت کے بغیر تین پتھر پھینکنا

سوال نمبر (15):

اگر ایک شخص غصہ کی حالت میں اپنی منکوحہ (جس کی رخصتی نہیں ہوئی) کے بارے میں ماں کے سامنے ایک، دو، تین، چار پتھر پھینکے، لیکن اس کے ساتھ طلاق کے الفاظ نہ کہے اور نہ ہی طلاق کی نیت تھی اور ماں سے کہا کہ تو جانے اور تیری بہو۔ آیا اس کے ساتھ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کا حکم واضح فرمائیں۔

بیٹھو اتزہروا

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کے وقوع کا ایک رکن یہ ہے کہ طلاق دینے والا یا تو طلاق دیتے وقت صریحی الفاظ استعمال کرے اور یا طلاق کی نیت یا نہ کرے طلاق کے دوران ایسا لفظ استعمال کرے جو کہ معنی کے لحاظ سے طلاق پر دلالت کرتا ہو۔ اگر طلاق دینے والے نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہوں جن میں نہ صریحاً طلاق پائی جاتی ہو اور نہ وہ الفاظ معنی کے لحاظ سے طلاق

پردالت کرتے ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئلہ میں جب خاوند نے حالتِ غصہ میں اپنی ماں کے سامنے چار پتھر پھینکے، تو محض پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ پتھر پھینکانا تو صراحۃً لفظ طلاق پر دلالت کرتا ہے اور مذاں میں طلاق کا معنی پایا جاتا ہے، اس لیے خاوند کے پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدلیل علی ذلك:

فلا يقع بالقاء ثلاثة أحجار إليها أو بأمرها بحلق شعرها وإن اعتقد الإلقاء والحلق طلاقاً كما قدمناه؛ لأن ركن الطلاق اللفظ، أو ما يقوم مقامه مع ذكر كما مر. (۱)

ترجمہ: پس بیوی کی طرف تین پتھر پھینکنے سے یا اس کو بالِ منڈانے کا حکم دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اگرچہ وہ پتھر پھینکنے اور سر منڈوانے کو طلاق سمجھتا ہو۔ جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ کیونکہ طلاق کا رکن لفظ ہے یا ما قبل مذکور اشیا میں سے جو لفظ کے قائم مقام ہو، جیسا کہ گزر گیا۔



### ایک مجلس میں چھ بار لفظ طلاق کہنا

سوال نمبر (16):

ایک شخص نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو چھ بار کہا کہ: ”تجھے طلاق ہے“۔ تو کیا ایسی صورت میں طلاق خلاصہ واقع ہو جاتی ہیں؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین یا اس سے زیادہ مرتبہ طلاق دے دے تو اس سے جمہور صحابہؓ تابعینؓ اور ائمہ اربعہؓ کے مذہب کے موافق تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

صورتِ مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین بار یا اس سے زیادہ طلاقیں دی ہوں تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، لہذا عورت شوہر کے لیے حرام ہو چکی ہے اور دونوں کا میل ملاپ اور

میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارنا حرام رہے گا۔

والدليل على ذلك:

قال الليث حدثني نافع قال: كان ابن عمر إذا سئل عن طلاق ثلاثا قال: لو طلق مرة أو مرتين

فإن النبي ﷺ أمرني بهذا، فإن طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره. (۱)

ترجمہ: حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جاتا جس نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو آپؐ فرماتے: ”اگر تو ایک یا دو طلاق دیتا (تو تجھے رجوع کا حق حاصل ہوتا) کیونکہ نبی کریم ﷺ نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کا حکم فرمایا تھا“ اور اگر تین طلاقیں دی ہوں تو حرام ہو گئی، یہاں تک کہ وہ تمہارے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔



### صیغہ مضارع سے طلاق اور اس میں زوجین کا اختلاف

سوال نمبر (17):

میرے بھائی نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”اگر اس دفعہ تو باپ کے گھر گئی تو میں تجھے طلاق دے دوں گا“، یعنی پشتو میں یوں کہا ”طلاقہ بدے کڑم“ اس کے بعد اس کی بیوی باپ کے گھر چلی گئی اور کہتی ہے کہ خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے، حالانکہ اس نے صرف دھمکی کے طور پر ڈرانے کے لیے کہا تھا۔ آیا اس سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اور زوجین کے مابین اختلاف کی صورت میں کس کے قول کا اعتبار ہوگا؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

خاوند کے مذکورہ الفاظ ”طلاقہ بدے کڑم“ طلاق کی دھمکی یا مستقبل میں ارادہ طلاق کا اظہار ہے، ان الفاظ سے فی الحال طلاق واقع نہیں ہوئی اور بیوی تا حال خاوند کے نکاح میں رہے گی۔

اگر زوجین کا آپس میں طلاق کے وقوع میں اختلاف ہو تو بیوی چونکہ صورت مذکورہ میں طلاق کے وقوع کا دعویٰ کرتی ہے، اس لیے دو عادل گواہ پیش کرنا اس کے ذمے ہے اور اگر عورت کے پاس گواہ موجود نہ ہوں تو خاوند کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

(۱) صحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت علي حرام: ۷۹۲/۲

والدلیل علی ذلك:

صیغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلا إذا غلب في الحال، كما صرح به ابن الهمام، (۱)

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)

وإن اختلفا في وجود الشرط، فالقول له إلا إذا برهنت، (۲)

ترجمہ: اور اگر شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے۔



### بیوی کو بیک وقت دو طلاق دینا

سوال نمبر (18):

ایک شخص کی بیوی نے سسرال والوں سے لڑائی کی، بیوی کی ضد یہ تھی کہ خاوند یہ الفاظ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ دو دفعہ کہہ کر اسے طلاق دے دے، خاوند نے اس کو بعینہ یہ الفاظ دو دفعہ کہے اور کہا کہ: ”تم یہ چاہتی تھی، تمہیں طلاق مل گئی ہے، اب دفع ہو جاؤ“، حالانکہ خاوند کا طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا تو کیا اس طرح طلاق واقع ہو جاتی ہے اور کیا خاوند کے ان الفاظ سے کہ ”تمہیں طلاق مل گئی ہے“ طلاق واقع ہوتی ہے؟

بینوا انو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

صورت مسئلہ میں حسب بیان اگر واقعی خاوند نے اپنی منکوحہ کو دو دفعہ یوں کہا ہو کہ: ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ اور پھر اس کے بعد خاوند نے بیوی سے مخاطب ہو کر یوں کہا کہ: ”تم یہ چاہتی تھی، تمہیں طلاق مل گئی ہے، اب دفع ہو جاؤ“ تو ایسی صورت میں پہلی دو طلاق واقع ہو گئی ہیں، البتہ تیسری دفعہ طلاق کے استعمال میں انشا کی حقیقت کی نشان دہی نہیں ہو رہی، بلکہ منکوحہ کو یہ کہنے: ”تم یہ چاہتی تھی“ کے فریضہ سے گزشتہ طلاق دہرائی جا رہی ہے۔ اگر واقعی یوں ہے تو پھر دو طلاق واقع ہوں گی، اگر عورت کو پہلے طلاق نہیں دی گئی ہو تو منکوحہ سے عدت کے اندر رجوع کر کے نکاح برقرار رکھا جاسکتا ہے تاہم خاوند آئندہ کے لیے ایک طلاق کا مالک رہے گا۔

(۱) تنقیح المحامد، کتاب الطلاق: ۳۸/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۴۲۲/۱

والدلیل علی ذلک:

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية، أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها. (۱)

ترجمہ: اور جب مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دے دے تو مرد کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت سے مراجعت کر لے۔



## ذہنی مریض کی طلاق

سوال نمبر (19):

اگر ایک شخص ذہنی مریض ہو اور ڈاکٹر کے زیر علاج ہو۔ ایک بار سر سے کہتا ہے کہ: ”میں نے اپنی بیوی کو چھ بار طلاق دی ہے“ اور بعد میں میاں بیوی دونوں طلاق کا انکار کریں تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینوا بنو جبروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص ذہنی مریض ہو، یعنی جنون، وہم یا وسوسے کا شکار ہو تو طلاق کے الفاظ استعمال کرنے سے اس کی طلاق کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، بشرطیکہ اس کی بیماری متعارف ہو یا ڈاکٹر اس کی تصدیق کرے۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص ذہنی مریض ہو اور اس حالت میں سر کو کہہ چکا ہو کہ: ”میں نے بیوی کو چھ بار طلاق دی ہے“ لیکن بعد میں طلاق دینے سے انکار کر رہا ہو اور اس کی بیوی کا بیان بھی اس کے موافق ہو کہ اس نے مجھے طلاق نہیں دی اور مذکورہ بیان کے مطابق ماہر ڈاکٹر نے اس کے ذہنی مریض ہونے کی تصدیق بھی کی ہو اور اب بھی اس کے ساتھ زیر علاج ہو تو شرعاً اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدلیل علی ذلک:

لو زال عقله بالصداع أو بمباح لم يقع. (۲)

ترجمہ: جس کی عقل در دبر (بیماری) یا کسی مباح چیز سے زائل ہوئی ہو تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۱) الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۴۰۵

(۲) الدر المختار علی صدر المختار، کتاب الطلاق: ۱/۴۷۶



المجنون اختلاط القوة المعينة بين الأمور المحسنة والسيئة المدركة للعواقب، بأن لا تظهر آثارها. (۱)  
ترجمہ: ایچھے اور برے کاموں کے درمیان تمیز اور نتائج و انجام کا ادراک کرنے والے قوت کا اس طرح بگڑ جانا کہ اس کے آثار ظاہر نہ ہوں، جنون کہلاتا ہے۔



## مجنون کی طلاق

سوال نمبر (20):

ایک شخص پاگل ہے اور ڈاکٹر نے بھی اس کے پاگل پن کی تصدیق کی ہے۔ اس نے دوسری جگہ سے فون پر گفتگو کے دوران دوسرے یہ الفاظ کہے کہ: ”زما خڑہ پہ ما باندے پد درے کا خڑو طلاق دہ“ اس کے علاوہ ایک دفعہ گھر میں بھی تین آدمیوں کے سامنے دودھ پڑنے کی حالت میں مذکورہ الفاظ دہرائے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں اس پاگل شخص کی طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بیشواؤ جہودا

الجواب وبالله التوفيق:

مذکورہ شخص کی حالت سے ہم ناواقف ہیں، اس لیے ہم موصوف کی دیوانگی کا حکم نہیں لگا سکتے، البتہ شریعت کی رو سے طلاق دینے والے کے ہوش و حواس کی بقا ضروری ہے، اگر کہیں ہوش و حواس درست نہ ہوں اور جنون کی حالت میں طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فتبائے کرام کی تصریحات کے مطابق ایک پاگل شخص اگر بار بار طلاق کے الفاظ دہرائے تو پھر بھی اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ اگر ایسی صورت میں طلاق کی ضرورت پڑے تو عدالت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

والدلیل علی ذلک:

لا یقع طلاق المولی..... والمجنون، والصبی، والمعتوه، (۲)

ترجمہ: آقا کا (غلام کی بیوی کو بیوی طلاق)۔۔۔۔۔ مجنون، بچے اور معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، مطلب فی الحیثیۃ والأقبون ۴۰/۴۵

(۲) تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الطلاق: ۱/۴۹۹-۵۰۱

## نافرمان بیوی کو طلاق دینا

سوال نمبر (21):

ایک آدمی کی شادی کو کئی سال ہوئے جس کے بچے بھی ہیں، لیکن شادی کے بعد کئی دفعہ بیوی سے لڑائی ہو کر رہا ہوا، کیونکہ بیوی شوہر کی نافرمان ہے اور وہ بے دینی، بے راہ روی اور بے پردگی جیسے امور کا ارتکاب کرتی ہے، اس کے منفی اثرات بچوں پر بھی پڑتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بھی باپ کی کسی دینی پابندی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، شوہر کے سرے اس کے پیشن سے دس مرلہ کا پلاٹ خرید کر بیٹی کی سازش سے مختلف حربوں کو استعمال کرتے ہوئے اس پر مکان بنا کر قبضہ کر لیا ہے اور خاوند چند مہینوں تک گھر سے باہر رہا۔ حاصل یہ کہ شوہر بیوی سے اپنی زندگی، عزت، دین، مال اور ہر لحاظ سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔ اس صورت میں بیوی کو چھوڑنا خاوند کے لیے جائز ہوگا یا نہیں؟ نیز جو مکان شوہر کے خون پسینے کی کمائی سے تعمیر کیا گیا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق :

زوجین کے مابین جب گھریلو اختلافات اور ناراضگی پیدا ہو کر بیوی خاوند کی نافرمانی بردار نہ رہے تو قرآن میں اصلاح کے تین طریقے بتلائے گئے ہیں:

پہلا طریقہ یہ ہے کہ اگر عورت سے نافرمانی کا صدور یا اس کا اندیشہ ہو تو نرمی سے اس کو سمجھاؤ اور اگر وہ محض سمجھانے سے باز نہ آئے تو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کا بستر علیحدہ کر دو، تاکہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضگی کا احساس کر کے اپنے فعل پر نادم ہو جائے۔ اگر اس سے بھی متاثر نہ ہو تو پھر اس کو معمولی مارنے کی بھی اجازت ہے، جس سے اس کے بدن پر اثر نہ پڑے۔ اگر ان تین طریقوں میں سے کوئی طریقہ کارآمد نہ ہوا تو ٹھیک، ورنہ پھر تفریق کا راستہ اختیار کر کے خاوند کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔

اگر خاوند نے مکان عورت کی ملکیت میں دیا ہو تو پھر مکان اس کی ملکیت ہوگی، ورنہ دوسری صورت میں عورت کے قبضے کا کوئی اعتبار نہیں، مکان خاوند ہی کو واپس دیا جائے گا۔ بچے اگر نابالغ ہوں تو ان کا خرچہ تفریق کی صورت میں بلوغ تک باپ برداشت کرے گا بلکہ سات سال تک اور لڑکی بلوغ تک ماں کے پاس رہے گی۔

والدنبیل علی ذلک :

قال الله تعالى: ﴿وَاللَّائِي فَنَحْنُ نُشَوِّرُهُنَّ فَيَعْطُوهُنَّ وَاهِجُرُهُنَّ فَبِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ

فَإِنْ أَطَعْتُمْ كَفَرَ لَا تَبْغُوا عَلَيْهِمْ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَلِيظًا عَجَبًا (۱)

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو۔ (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کے ادھر سب سے بڑا ہے۔



## طلاق کے عدد میں شک

سوال نمبر (22):

ایک شخص کی ایک جگہ شادی ہوئی، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی بیوی اپنی معذرت ہے، خاوند نے بھائی سے مجبور ہو کر کہا کہ میں نے اپنا نام بیوی کے نام سے جدا کر دیا ہے، یعنی اس سے بھائی کو تو طلاق کا تصور دلانا تھا، جب کہ خاوند کا ارادہ طلاق دینے کا نہیں تھا، پھر دوسری جگہ شادی ہوئی، اس پر بیٹانی میں تھا کہ پہلی بیوی کو طلاق ہوئی تھی یا نہیں؟ تو اس کو طلاق دینے کے لیے اس نے یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے، لیکن یہ یاد نہیں کہ ایک دفعہ کہا ہے یا دو دفعہ؟ دوسری بیوی کے یہ پوچھنے پر کہ: ”تم نے اس کو چھوڑا ہے یا نہیں؟“ اس نے کہا: ”ہاں“۔ اب خاوند دوبارہ پہلی بیوی کو نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو کیا پہلی بیوی کو طلاق ہو چکی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کے بعد شوہر اس خاتون کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

جب کوئی شخص بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ وہ غصہ کی حالت میں ہو یا مذاق کی حالت میں، دونوں صورتوں میں بیوی مطلقہ رہے گی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق تو دی ہو، لیکن یہ یاد نہ ہو کہ دو طلاق دی ہیں یا ایک طلاق اور دونوں جانب برابر ہوں، کسی ایک جانب غالب گمان نہ ہو تو ایسی صورت میں چونکہ ایک طلاق یقینی ہے، اس لیے ایک طلاق واقع ہو جائے گی جس کے بعد عدت کے اندر خاوند کو رجوع بالنفل یا بالتول کا حق ہے، عدت گزرنے کے بعد

تجدید نکاح ضروری ہے۔ اگر شوہر کا غالب گمان کسی ایک جانب ہو تو پھر اس پر عمل کیا جائے گا، اگر دو طلاقیں کا غالب گمان ہو تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر ایک طلاق کا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی، البتہ شوہر نے بیوی کے پوچھنے پر جو یہ کہا ہے کہ: ”ہاں“، چونکہ یہ پہلی طلاق کی تصدیق ہے، اس لیے اس سے مزید طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

الیقین لا یزول بالشک. (۱)

ترجمہ: یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

فی نوادر ابن سماعة عن محمد: إذا شک فی أنه طلق واحدة أو ثلاثاً، فبھی واحدة، حتی یستیقن أو یکون أكبر ظنه علی خلافه. (۲)

ترجمہ:

نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ جب شک ہو کہ ایک طلاق دی ہے یا تین تو یہ ایک طلاق ہے، یہاں تک کہ یقین ہو جائے یا غالب گمان ایک طلاق کے خلاف قائم ہو جائے۔



بیوی کو دو طلاق کے بعد ”طلاق کی بیٹی“ کہنا

سوال نمبر (23):

ایک شخص نے بیوی سے لڑائی کی اور اسی دوران اس نے بیوی کو کہا: ”تہ طلاقہ“ (تجھے طلاق ہے)، تہ طلاقہ ”اور اس کے بعد فوراً کہا ”دطلاق لورے“ (طلاق کی بیٹی) اور اس سے خاوند کا ارادہ دو طلاق دینے کا تھا، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی۔ کیا خاوند اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے؟

جیسو انو جروا۔

الجواب وبالله التوفیق:

اگر ایک عاقل بالغ شخص صریح الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۱) شرح المسئلة سلیم رستم باز: (المادة: ۴): ص: ۲۰

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق: ۳۶۳/۱

صورت مسئلہ میں اگر واقعی خاوند نے بیوی کو یہ کہا ہو کہ: ”یہ طلاق ہے، یہ طلاق ہے،“ (طلاق لورے) ”تو ان الفاظ سے دو طلاق رجعی واقع ہوں گی اور جہاں تک ”وطلاق لورے“ کا جملہ ہے تو اس میں طلاق کی نسبت بیوی کی باپ کی طرف ہے بیوی کی طرف نہیں، اس لیے تیسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ طلاق رجعی میں خاوند کو عدت کے اندر بغیر تجدید نکاح کے رجوع کا حق حاصل ہے، اور اگر عدت میں رجوع نہ کیا تو عدت کے بعد اس عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی استوار کرنے کے لیے از سر نو نکاح ضروری ہوگا۔

والدلیل علی ذلک:

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية، أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها. (۱)  
ترجمہ: اور جب مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دیں تو مرد کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت کو رجوع کرے۔

ولو قال لبيأنت طالق، ثم قال لبيأ يا مطلقه لا تنفع أخرى. (۲)  
ترجمہ: اور اگر کہا کہ تجھے طلاق ہے، پھر اس کو کہا اے مطلقہ تو دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔



### غصہ کی حالت میں طلاق

سوال نمبر (24):

ایک شخص نے بیوی کو مایوس زاد بھائی کے گھر جانے کے لیے تیار ہونے کو کہا بیوی نے انکار کیا تو خاوند نے غصہ بد کر بیوی کو طلاق دی تو کیا اس شخص کا غصہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ آج کل عام لوگ غصہ کی وجہ سے طلاق دیتے ہیں۔

بیٹھو انصروا

الجواب وبالله التوفيق:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دے دے تو اس کی یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ

(۱) إنباء، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۵۰۵

(۲) فتاویٰ عثمانیہ، کتاب المطلاق، باب الثانی فی إيقاع الطلاق: ۱/۳۵۶

طلاق صریحی کے وقوع میں نیت اور ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ طلاق عموماً غصہ کی حالت میں دی جاتی ہے، غصہ طلاق کے وقوع میں مانع نہیں، البتہ حضرات فقہائے کرام اس صورت میں عدم طلاق کا حکم صادر فرماتے ہیں جہاں غصہ کی کیفیت اس حد تک پہنچے کہ خاوند کلام سمجھنے کی طاقت نہ رکھے، ایسی حالت میں مدہوش ہونے کی بنا پر طلاق واقع نہیں ہوتی والدلیل علی ذلک:

قال العلامة ابن عابدین: والذي يظهر لي أن كلام من المدهوش والغضبان لا يلزم فيه أن يكون بحيث لا يعلم ما يقول، بل يكفي فيه بغلبة الهذيان واختلاط الحد بالهزل، كما هو العفتى به في السكران. (۱)

ترجمہ: علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ مدہوش اور غصہ والے کے بارے میں یہ ضروری نہیں کہ وہ جو کہے، اسے نہ سمجھے، بلکہ ہذیان (بکواس) کا غلبہ ہی کافی ہے اور سنجیدہ اور بے معنی کلام خلط ملط ہو جس طرح نشہ آور کے بارے میں فتویٰ دیا گیا ہے۔ ❀❀❀

والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا

سوال نمبر (25):

کیا والدین کے کہنے پر بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، جب کہ عورت حق بجانب ہو اور کوئی شرعی مباحثہ اس میں موجود نہ ہو، ایسی صورت میں خاوند کا بیوی کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا تو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

والدین کے اپنے بچوں پر بے پناہ احسانات ہوتے ہیں، اس لیے ہر انسان کو والدین کی اطاعت گزاری اور فرمان برداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے، تاہم جہاں کسی دوسرے انسان پر ظلم یا باری تعالیٰ کی معصیت لازم آنے کا خطرہ ہو تو ایسے امور میں والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر کے اولاد کے مستقبل کے بارے میں سوچیں۔ صورت مسئولہ میں والدین کی خوشنودی کے لیے بیوی کو قربان کرنا اگرچہ بیٹے کی فرمان برداری کا اعلیٰ مظہر

ہے، لیکن اگر سب کا کوئی شرعی یا اخلاقی ناقابلِ برداشت جرم نہ ہو تو اس عورت کو طلاق دینا اس کی زندگی سے کھیلنے اور اس کو کھائی میں دھکیلنے کے علاوہ اپنے آپ کو بھی اس ناقابلِ برداشت بوجھ کے نیچے دبانا ہے جو کسی بڑے امتحان سے کم نہیں خصوصاً جب زوجین باہمی طور پر ہم آہنگ ہوں تو ایسی صورت میں والدین کا حکم ماننا ضروری نہیں کہ یہ کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ بن سکتا ہے، تاہم اگر عورت کا کوئی ایسا ناقابلِ معافی اخلاقی جرم ہو تو اس میں والدین کا حکم مان کر بیوی کو طلاق دینا جائز ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وعن ابن عمر قال: كانت تحشي امرأة احبها، وكان عمر يكرها، فقال لبي: طلقها، قال

الملاعلي القاري: أمرت بزوج أو حوب إن كان هناك باعث آخر. (۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ: میری بیوی تجھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر اس کو ناپسند کرتے تھے، پس آپؓ نے مجھے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”یہ امر (کہ طلاق دو) نہ تو بوجہ حاسم ہے اگر دوسرا سبب موجود ہو پھر حکم وجوبی ہے۔“

عن معاذ رضي الله عنه قال: أوصاني رسول الله ﷺ بعشر كلمات، قال لا تشرك بالله، قال لا تشرك بالله

وإن قتلت أو حرقت، ولا تعقن والدك وإن أمرك أن تخرج من أهلك ومالك... الخ. قال الملاعلي

القاري: قال ابن حجر: شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضا ..... أما باعتبار أصل الحواز، فلا يلزمه

طلاق زوجة امرأة بغراقها. (۲)

ترجمہ: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ: ”آپ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت (نصیحت) فرمائی، فرمایا: ”کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بناؤ، چاہے تمہیں قتل کیا جائے یا جلادیا جائے۔ اور اپنے والدین کی نافرمانی ہرگز مت کرو، چاہے وہ تمہیں تمہاری بیوی اور مال چھوڑنے کا حکم دیں... الخ“ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ: ”ابن حجر نے فرمایا ہے کہ: ”یہ شرط مبالغہ باعتبار کمال کے ہے۔۔۔ اصل حواز کے لحاظ سے اس پر عورت کو طلاق دینا لازم نہیں۔“



(۱) مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، رقم الحدیث (۴۹۴۰): ۸/۶۷۷

(۲) مرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، رقم الحدیث (۶۱): ۱/۲۳۵

## مستقبل میں طلاق کی دھمکی

سوال نمبر (26):

ایک شخص نے لڑائی کے دوران بیوی سے کہا کہ: ”ٹھیک ہو جاؤ، ورنہ میں تمہیں طلاق دوں گا“ اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی صرف اُس کو دھمکی دینا چاہتا تھا۔ پھر اسی رات اس نے بیوی سے ہم بستری بھی کی، اب پوچھنا یہ ہے کہ ان الفاظ طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیشواؤ جبروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق باضی یا حال پر دلالت کرنے والے الفاظ کے ساتھ واقع ہوتی ہے۔ جن الفاظ میں مستقبل میں طلاق دینے کی صرف دھمکی ہو یا مستقبل میں طلاق دینے کے عزم کا اظہار ہو ان سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ صورتِ مسئلہ میں اگر شوہر نے بیوی کو یہ الفاظ کہے ہوں: ”ٹھیک ہو جاؤ، ورنہ میں تمہیں طلاق دوں گا“ یہ الفاظ چونکہ اردو میں صرف مستقبل کے لیے استعمال ہوتے ہیں، حال کے لیے نہیں، اس لیے ان سے صرف ارادۂ طلاق کا اظہار ہوتا ہے لہذا ان سے طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ اس کی بیوی بدستور نکاح میں ہے۔

والدلیل علی ذلك:

صیغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلا إذا غلب في الحال . (۱)

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)

(و الطلاق يقع بعدد قرن به لا به ) نفسه عند ذكر العدد، وعند عدمه الوقوع بالصيغة. (۲)

ترجمہ:

اور طلاق کے ساتھ جو عدد متصل آئے تو اُس عدد سے طلاق واقع ہوتی ہے، خود لفظ طلاق سے نہیں، اور جب

(۱) تنقیح المحامد، کتاب الطلاق: ۱/۳۸

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، مطلب الطلاق يقع بعدد قرن به: ۱۳/۴۰



عدد ساتھ ذکر نہ ہو تو پھر لفظ طلاق سے طلاق واقع ہوتی ہے۔



## مدہوش شخص کی طلاق

سوال نمبر (27):

ایک شخص کا دماغی توازن درست نہیں، غصہ کی حالت میں اس پر جنونی اثرات ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ اس نے بیوی کو طلاق دے دی، بعد میں کہنے لگا کہ: ”مجھے تو کچھ پتہ نہیں کہ میں نے کتنی طلاقیں دی ہیں اور میں تو بیوی کو طلاق نہیں دیتا، کیونکہ اس کے ساتھ میرا اچھا تعلق ہے۔“ غصہ کی حالت میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا، گالی دینا اور قسم اٹھانا وغیرہ، لیکن جب ٹھیک ہو جاتا ہے تو بعد میں ان باتوں کا احساس تک یا نہیں رہتا۔ اب اس حالت میں طلاق دینے سے اس کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق جائز امور میں سب سے نا پسندیدہ عمل ہے اور حتی الامکان طلاق دینے یا اس پر حلف اٹھانے سے اجتناب و گریز کرنا چاہیے، تاکہ بعد میں پشیمانی نہ ہو، تاہم طلاق کے وقوع کے لیے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص کا دماغی توازن درست نہ ہو اور حالت غضب میں جنونی کیفیت کے اثرات ظاہر ہوتے ہوں جن سے اس کو اپنے اقوال و افعال کا بالکل احساس نہ ہوتا ہو، اور بعد میں اطلاع دینے سے وہ انکار کرتا ہو تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ تاہم اگر غصہ کی حالت ایسی ہو کہ اس میں اقوال و افعال کا احساس و اندازہ ہوتا ہو تو پھر طلاق واقع ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

للمحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان قال فيها: انه على ثلاثة أقسام: أحدها: أن يحصل له مبادئ الغضب بحيث لا يتغير عقله ويعلم ما يقول ويقصده، وهذا لا إشكال فيه، الثاني: أن يبلغ النهاية فلا يعلم ما يقول ولا يريد، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله، الثالث: من توسط بين المرتبتين بحيث لم يصر كالمجنون، فهذا محل النظر، والأدلة تدل على عدم نفوذ أقواله..... وسئل نظاما

فمن طلق زوجته ثلاثاً في مجلس القاضی وهو مغتاظ مدحوش، فأجاب نظاماً لهضابان الدهش من  
أقسام الحنون، فلا يقع. (۱)

ترجمہ:

حافظ ابن قیم حنبلیؒ کا ”غصہ شخص کی طلاق“ کے بارے میں ایک رسالہ ہے، اس میں فرمایا ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں: پہلی یہ کہ طلاق دینے والے کو غصہ کی ابتدائی حالت پیش آئے یا اس طور کہ اس کی عقل متخیر نہ ہوئی ہو اور جو کہ رہا ہو وہ سمجھتا ہو اور اس کا قصد بھی کر رہا ہو تو اس کے وقوع میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ وہ غصہ کی انتہا تک پہنچا جائے، اس طرح کہ جو کہ رہا ہو وہ بالکل نہ سمجھے اور نہ اس کا ارادہ کرے۔ اس کے واقع نہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تیسری یہ کہ جو شخص ان دونوں مراتب کے درمیان ہو، البتہ جنون تک نہ پہنچے، پس یہ کھل نظر ہے اور دلائل اس کے اقوال کے عدم نفاذ کی مؤید ہیں۔۔۔۔۔ اور حافظ ابن قیم سے مجلس قاضی میں عورت کو بے ہوشی اور غضب میں تین طلاقیں دینے کے بارے میں منکوم سوال کیا گیا تو آپ نے منکوم جواب دیا کہ مدحوش ہونا جنون کے اقسام میں سے ہے لہذا اس سے کچھ واقع نہ ہوگا۔



### بغیر نیت کے تین دفعہ لفظ طلاق کہنا

سوال نمبر (28):

ایک شخص کو اس کے بھائی نے نصیحت کے طور پر کہا کہ: ”بیوی کو ڈرانے کے لیے کہو کہ: ”اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھے طلاق ہے“، خاوند نے انکار کیا تو بھائی نے کہا کہ: ”میں کہہ دیتا ہوں تم میرے بعد دہراؤ“، بھائی نے عورت کو مخاطب ہو کر کہا کہ: ”اگر تو فلاں کے گھر گئی“ پھر اس کے بعد خاوند کو کہا کہ تم تین بار کہو: ”طلاق“ تو خاوند نے تین دفعہ کہا: ”طلاق، طلاق، طلاق“۔ اس کے ساتھ نہ کوئی شرط ذکر کی ہے اور نہ بیوی مراد لی ہے۔ اب اس صورت میں اگر بیوی مذکورہ گھر چلی گئی تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

ہجرتو انوار جبرہ

الجراب وبالله التوفیق :

طلاق کے الفاظ کے ساتھ اگر صراحۃً یا دلائل بیوی کی طرف نسبت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔  
صورتِ مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص نے واقعی اپنے بھائی کے ساتھ مکالمہ کے دوران بھائی کے کہنے پر بیوی کی طرف نسبت کیے بغیر تین دفعہ صرف ”طلاق“ کا لفظ کہا ہو اور وہ یہ کہتا ہو کہ میں نے اپنی بیوی مراد نہیں لی تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی تاہم اگر بیوی مراد ہو یا بھائی کے پوچھنے پر اس کے کام کی تائید کی ہو تو مذکورہ گھر میں عورت کے چلے جانے کی صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی اور عورت خاوند کے لیے حرام رہے گی۔

والدلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (۱)

ترجمہ: جب طلاق کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے واقع ہونے کے بعد طلاق واقع ہوگی۔  
وبیئدہ مسافى البحر: لو قال امرأة طالق أو قال طلقت امرأة ثلاثاً وقال لم أعن امرأتي بصدق.

وبفہم منه أنه لو لم يقل ذلك تطلق امرأته. (۲)

ترجمہ: اس کی تائید بحر کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ اگر کہے: ”عورت طلاق ہے“ یا کہے: ”میں نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں“ اور کہے کہ: ”میری مراد اپنی بیوی نہ تھی“ تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ یہ نہ کہے (کہ اس سے میری بیوی مراد نہیں) تو اس کی عورت کو طلاق ہو جائے گی۔



بیوی سے کہا: ”اگر فلاں کام کیا تو میری بیوی نہیں کافر کی بیوی ہوگی“

سوال نمبر (29):

ایک شخص نے غصہ ہو کر بیوی کو یوں کہا کہ: ”اگر فلاں کام کیا تو میری بیوی نہیں کافر کی بیوی ہوگی“ کیا ایسے الفاظ کہنے سے بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بیٹواتر جروا

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۴۲۰

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریع: ۴/۴۵۸

الجواب وبالله التوفيق :

آدی کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ: ”تو میری بیوی نہیں“ کنائی الفاظ میں ہے ہے اور کنائی الفاظ میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے، فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر خاوند کی نیت طلاق کی ہو تو ان الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی خاوند نے اپنی بیوی سے یہ کہا ہو کہ: ”اگر فلاں کام کیا تو میری بیوی نہیں کا فر کی بیوی ہوگی“ اور اس میں طلاق کی نیت بھی کی ہو تو شرط پوری ہونے کی صورت میں اس سے طلاق رجعی کی بجائے طلاق بائن واقع ہو جائے گی کیونکہ اس میں ”کا فر کی بیوی ہوگی“ کے الفاظ کا اضافہ ہے جو تشدید پر دلالت کرتے ہیں۔ لہذا خاوند کے لیے تجدید نکاح ضروری ہوگا اور اگر نیت طلاق کی نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن آئندہ کے لیے ایسے کہنے سے اجتناب کرے۔

والدلیل علی ذلك:

إذا اضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“

ولو قال لامرأته لست لي بامراة، أو قال لها ما أنا بزوجهك، أو سئل، فقيل هل لك امرأة؟ فقال: لا،

فإن قال أردت به الكذب بصدق في الرضا والغضب جميعاً، ولا يقع الطلاق، وإن قال نويت الطلاق يقع

الطلاق في قول أبي حنيفة. (۲)

ترجمہ: اور اگر اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تو میری بیوی نہیں ہے“ یا اس کو کہے کہ: ”میں تیرا شوہر نہیں ہوں“ یا اس سے پوچھا گیا، پس اس سے کہا گیا کہ: ”کیا تیری بیوی ہے؟“ تو وہ کہے: ”نہیں“۔ پس اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا تو حالت رضا اور غصہ دونوں میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر کہے کہ میں نے طلاق کی نیت کی تھی تو امام صاحب کے نزدیک طلاق واقع ہوگی۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق: ۱/۲۰

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثاني فی إيقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الكتابات: ۱/۳۷۵

## نشر کی حالت میں طلاق

سوال نمبر (30):

ایک شخص نشر کی حالت میں گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی نے اس کو ٹوکا کہ اس نے دوبارہ نشر کیا ہے جس پر دونوں کی لڑائی ہوئی تو خاوند نے تین دلہہ کہا: ”تجھے طلاق ہے“ کیا اس طرح نشر کی حالت میں تین طلاقیں دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بیتنا نوجھرو

الجواب وبالله التوفیق:

نشر کی حالت میں اگر چہ انسان کو اس کھو بیٹھتا ہے، لیکن نشر بذات خود غیر مشروع ہے۔ نشر کی حالت میں طلاق کا عدم وقوع نشر اور اشیا کے استعمال کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے، اس لیے اس میں دی ہوئی طلاق زجر واقع ہوتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں شوہر نے اگر حرام نشر کیا ہو اور اسی حالت میں اس نے بیوی کو یہ الفاظ ”تجھے طلاق ہے“ تین دفعہ کہے ہوں تو اس کی یہ طلاق واقع ہوگئی ہے اور اس کی بیوی تین طلاقیں کے ساتھ مطلقہ مغلطہ ہو کر خاوند کے لیے حرام ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً لمکرها.....أو سکران) ولو بنیذ أو حشیش أو افیون أو بنج زجراً به یفتی، وفي رد المحتار تحت قوله: (ولو بنیذ) أي سواء كان سکره من الخمر أو الأشرية الأربعة المحرمة أو غیرها من الأشرية المتخذة من الحبوب والعسل عند محمد، قال فی الفتح: وبقوله یفتی: لأن السكر من کل شراب محرم. (۱)

ترجمہ:

اور ہر عاقل، بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر چہ غلام ہو یا مکہ (جس کو طلاق پر مجبور کیا جائے) یا نشر میں ہو، اگر چہ بنیذ سے ہو یا حشیش (چرس)، افیون اور بھنگ سے، اس پر زجر طلاق واقع ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے۔ اور

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، مطلب فی تعریف السکران وحکمہ: ۱/۲۳۸-۲۳۷

رد المحتار میں ”ولو بنیذ“ کے تحت لکھا ہے کہ چاہے اس کا یہ نشہ شراب کی وجہ سے ہو یا دیگر چار حرام شرابوں سے ہو، یا چاہے اس کے علاوہ اناج یا شہد سے بنے ہوئے شراب کی وجہ سے ہو۔ یہ امام محمد کا قول ہے۔ فتح میں کہا ہے کہ انہی کے قول پر فتویٰ ہے کیونکہ ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ ❀❀❀

”دطلاقى بجه“ (طلاق کے بچے) کہنے سے طلاق

سوال نمبر (31):

ایک آدمی نے بیٹے کو غصہ میں اس طرح کے الفاظ کہے: دطلاقى بجه (طلاق کے بچے) کیا اس کے ساتھ بیٹے کی ماں، یعنی شوہر کی بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

بینوا و بنوا

الجواب وبالله التوفيق:

کسی بچے کو دطلاقى بجه (طلاق کے بچے) یعنی طلاق دینے والے کے بیٹے کے نام سے پکارنا عرف میں گالی گلوچ میں شمار ہوتا ہے، اس میں نہ تو بیوی کو لفظ طلاق سے خطاب ہے اور نہ بیوی کی طلاق کا تذکرہ ہے، تاہم اس میں بچے کے والد کو طلاق دہندہ کی صفت سے یاد کیا جاتا ہے، اس لیے اگر کسی اجنبی بچے کو یوں کہا جائے تو یہ صرف الفاظ سب و شتم ہیں، لیکن خود اپنے بچے کو ”طلاق کے بچے“ سے پکارنا محل نظر ہے۔

اس سے خود قائل کا اپنے آپ کو طلاق دہندہ کے وصف سے یاد کرنے کی نشان دہی ہوتی ہے، اب اگر یہ شخص پہلے اپنی کسی بیوی کو طلاق دے چکا ہو تو ان الفاظ سے مزید کوئی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس طلاق کی وجہ سے یہ ’طلاق‘ ہے اور اس کا مینا طلاق کا بیٹا۔ اور اگر پہلے کسی بیوی کو طلاق نہ دے چکا ہو لیکن یہ الفاظ صرف سب و شتم کے طور پر استعمال کیے ہوں جیسا کہ اکثر پٹھانوں کے عرف میں اسی نیت سے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں تو بھی اس سے طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ الفاظ خبر کے ہیں انشاء کے نہیں۔ اور اگر سب و شتم کی بجائے اس سے اپنی طلاق کی خبر دینا مقصود ہو تو پھر قضاء ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ دیا تھا اگر یہ پہلے طلاق نہ دے چکا ہو تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدليل على ذلك:

لو أقر بالطلاق كاذباً، أو حازلاً وقع قضاءً لا دياناً. (۱)

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الاكراه على التوكيل بالطلاق ۴/ ۱۴۰

ترجمہ: اگر کوئی شخص طلاق کا بعد نایا مذاق میں اقرار کرے تو وہ قضاء واقع ہوتی ہے۔ ویسا واقع نہیں ہوتی (یعنی نیا پیشہ و بین اللہ طلاق نہیں ہوتی)

من المصريح: بما طلق أو بما مطلقه بالشهد ولو قال: أردت الشتم لم يصدق قضاء ودين معلامة ولو كان لها زوج مطلقها قبل فقال: أردت ذلك الطلاق صدق ديانة باتفاق الروايات وقضاء في رواية أبي سليمان وهو حسن كما في الفتح وهو الصحيح كما في الخانية. (۱)

ترجمہ: صریح الفاظ میں سے "اے طالق" یا "اے مطلقہ" کے الفاظ بھی ہیں۔ اگر (یہ الفاظ بولنے والا) کہے کہ میرا ارادہ ان الفاظ سے گالی دینے کا تھا تو قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی البتہ ویسا تصدیق ہوگی۔ اور اگر اس صورت کا اس شوہر سے پہلے دوسرا شوہر تھا جس نے اس کو طلاق دیا تھا، اور (یہ الفاظ بولنے والا) کہے کہ میرا مقصود وہ پچھلا طلاق تھا، تو روایات کا اتفاق ہے کہ ویسا اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اور ابوسلیمان کی روایت میں قضاء بھی اس کی تصدیق کی جائے گی۔ یہ روایت اچھا ہے۔ جیسا کہ فتح میں ہے۔ اور یہ روایت صحیح ہے جیسا کہ خانہ میں ہے۔



## مجنون کی طلاق کی ایک صورت

سوال نمبر (32):

ایک شخص کی شادی کے ایک مہینہ بعد اس کے ذہن نے کام چھوڑ دیا، لیکن علاج کے بعد دوبارہ صحت یاب ہوا اور اس کے دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ پھر وہ دماغی مریض ہوا اور گھر والوں اور بیوی کو غصہ کیا کرتا تھا اور باپ کو گالیاں دیتا تھا، رمضان کے مہینہ میں ایک دن بیوی کو کہا کہ: "افطاری کے بعد تمہیں طلاق دوں گا"، افطاری کے بعد کمرے میں داخل ہوا اور بیوی کو طلاق دیتے ہوئے تین دفعہ کہا کہ: "تو میرے اوپر اپنی ماں، بہن اور بھائی کی بیوی ہے" اور گھر سے بھاگ کر چلا گیا، اس کو واپس لا کر ہم ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ یہ تین سال سے ذہنی مریض ہے، بہر حال پھر علاج کیا گیا جس سے اس کا کچھ اتفاق ہوا ہے۔ اب وہ بیوی اور بچوں کو رکھنے کے لیے راضی ہے تو کیا ایسی صورت میں اس کی ماقبل طلاق واقع ہوئی ہے؟ اور بیوی بچوں کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

بیشمار اتوجہ روا

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کے وقوع میں طلاق دہندہ کے لیے اہلیت کا ہونا شرط ہے کہ وہ شخص عاقل اور بالغ ہو۔ چنانچہ جہاں کہیں جنون کی کیفیت سے اہلیت متاثر ہو تو طلاق کے وقوع کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص ذہنی مریض ہو اور ڈاکٹروں نے اس کے ذہنی مریض ہونے کی تصدیق کی ہو اور اس پر ایسی جنونی کیفیت طاری ہوتی ہو جس سے اس کو اپنے افعال و اقوال کا احساس تک نہ ہو تو ایسی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور عورت اس کی بیوی رہے گی۔

والدلیل علی ذلك:

فمنہا ان یكون عاقلًا حقيقة أو تقديرًا، فلا يقع طلاق المحنون والصبی الذي لا یعقل؛ لأن العقل شرط أهلية التصرف؛ لأن به يعرف كون التصرف مصلحة، وهذه التصرفات ما شرعت إلا لمصالح العباد. (۱)

ترجمہ: ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ حقیقتاً یا تقدیراً عاقل ہو، پس مجنون اور غیر عاقل بچے کی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اہلیت تصرف کے لیے عقل شرط ہے، کیونکہ تصرف کی مصلحت عقل سے پہچانی جاتی ہے اور یہ تصرفات صرف لوگوں کے مصالح کے لیے جائز کیے گئے ہیں۔



### بدحواس کی طلاق

سوال نمبر (33):

ایک شخص پانچ دنوں سے ایسا بدحواس ہے کہ اس کا ذہن و عقل متاثر ہے، اسی حال میں وہ اس طرح کہہ رہا تھا کہ: ”مجھ پر میری بیوی طلاق ہے“، پھر کہتا ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، دوبارہ طلاق کے یہی الفاظ کہتا ہے اور یہ الفاظ اس نے سینکڑوں دفعہ کہے ہیں، اس کے بعد اس کا باقاعدہ علاج کیا گیا جس کی بنا پر وہ مکمل صحت یاب ہو گیا۔ اب وہ نادام ہے، اس طرح بدحواسی کی حالت میں طلاق دینے کا کیا حکم ہے؟



الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کے وقوع کے لیے ضروری ہے کہ آدمی عاقل بالغ ہو، اگر کسی کا دماغی توازن برقرار نہ ہو تو اس شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح حواس باختہ شخص کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، تاہم اگر حواس باختگی سے غصہ کی حالت مراد ہو تو اس میں طلاق واقع ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر مدہوشی سے مراد غصہ کی حالت ہو اور جان بچانے کی کوشش ہو تو یہ مفید نہیں اور غصہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی، اگرچہ خاندان کا طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو۔ جہاں تک مدہوشی کی طلاق کے عدم وقوع کے بارے میں فقہائے کرام کا قول ہے تو اس سے مراد وہ مدہوش ہے جس میں انسان کو اپنی قویٰ پر کنٹرول نہ رہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

ولا يقع طلاق المصبی، وإن كان یعقل، والمجنون، والنائم، والمبرسم، والمغمی علیہ و

المدهوش۔ (۱)

ترجمہ: بچے اگرچہ سمجھ دار ہو اور مجنون، اور سوئے ہوئے شخص، اور سرسام کے مریض، اور بے ہوش اور مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔



## دل میں طلاق معلق کا خیال آنا

سوال نمبر (34):

ایک شخص اپنے بھائیوں سے جدا ہونا چاہتا تھا اور اس نے ارادہ کر لیا تو اس نے دل میں سوچا کہ اگر کسی نے بھائیوں کی جدائی سے منع کیا تو وہ اس سے کہے گا کہ اب میں ضرور جدا ہوں گا، کیونکہ میں نے طلاق کی قسم اٹھائی ہے کہ جدا ہوں گا، یہ تصور صرف دل میں تھا، زبان سے کسی کے سامنے اس کا اظہار بھی نہیں کیا تھا، اب ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کے وقوع کے لیے زبان سے تلفظ کرنا ضروری ہے۔ طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی، جب تک زبان سے لفظ طلاق پر تلفظ نہ ہو یا نیت کر کے تحریری طور پر طلاق نہ دی جائے، خواہ طلاق منجھ (نوری طلاق) ہو یا طلاق معلق (وہ طلاق جو کسی شرط پر موقوف کی جائے) بہر صورت صرف دل میں طلاق کی نیت کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی لہذا صورت مسئلہ میں جب صرف دل میں یہ آیا ہے کہ ”میں لوگوں سے یہ کہوں گا کہ میں نے طلاق کی قسم اٹھائی ہے، اس لیے میں جدا ہوتا ہوں“ دوسرے لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا ہے تو دل میں صرف اس طرح کا خیال آنا طلاق کی قسم نہیں، لہذا بھائیوں سے جدا ہونے کے بعد یا جدا نہ ہونے پر بیوی کو کسی قسم کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

شرعاً: (رفع قيد النكاح في الحال) بالیائین (أو المال) بالرجعی (بلفظ مخصوص). (۱)

ترجمہ:

شریعت میں (طلاق) لفظ مخصوص کے ساتھ قید نکاح کو ختم کرنا ہے، فوری طور پر طلاق یا نیک کے ساتھ یا انجام کے طور پر طلاق رجعی کے ساتھ۔



### مجبور شخص کا حالت نشہ میں طلاق دینا

سوال نمبر (35):

ایک شخص کے سرے اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر داماد سے نشہ کی حالت میں بیٹی کے لیے جبراً طلاق لی، نشہ کی حالت میں جبراً طلاق کا کیا حکم ہے؟ اور اگر ایک طلاق لی ہو یا دو طلاق صریحی لی ہوں یا تین طلاقیں لی ہوں تو ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ کیا حکم ہوگا؟ شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

بیٹھواتو جردا

الجواب وبالله التوفیق :

سکرہ کی طلاق، یعنی اس شخص کی طلاق جس سے زبردستی اور جبراً طلاق دلوائی گئی ہو واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح

جو شخص شریعت کی حدود کو پائے مال کرتے ہوئے کوئی نشہ آور چیز استعمال کرے اور اس کی وجہ سے نشہ میں آکر بیوی کو طلاق دے تو زجر و توبیخ کے لیے شریعت نے اس کی طلاق کو بھی اعتبار دیا ہے۔

اس لیے صورتِ مسئلہ میں شوہر اگر نشہ کر کے حرام کا مرتکب ہوا ہو اور پھر اسی حالت میں اس سے جبراً طلاق لی گئی ہو تو اس کی یہ طلاق شرعاً واقع ہو جائے گی۔

ایک یا دو طلاق رجعی دینے کی صورت میں رجوع کرنا خاوند کے لیے جائز ہے، البتہ تین طلاق دینے کی صورت میں تجدیدِ نکاح یا رجوع مؤثر نہیں رہتا، بلکہ یہ عورت اب اس شوہر پر حرام ہو چکی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

(وینق طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً..... أو سکران) ولو بنیذ أو حشیش أو افیون أو بنج زحراً به یفتی. وفي رد المحتار تحت قوله: (ولو بنیذ) أي سواء كان سکره من الخمر، أو الأشرية الأربعة المحرمة أو غيرها من الأشرية المتخذة من الحبوب، والعل عند محمد قال فی الفتح: ویقوله یفتی: لأن السکر من کل شراب محرم. (۱)

ترجمہ:

اور ہر عاقل، بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ غلام ہو یا مکرمہ (جس کو طلاق پر مجبور کیا جائے) یا نشہ میں ہو، اگرچہ بنیذ سے ہو یا حشیش (جس)، افیون اور بھنگ سے، اس پر زجر طلاق واقع ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے۔ اور رد المحتار میں ”ولو بنیذ“ کے تحت لکھا ہے کہ چاہے اس کا یہ نشہ شراب کی وجہ سے ہو یا دیگر چار حرام شرابوں سے ہو، یا چاہے اس کے علاوہ اناج یا شہد سے بنے ہوئے شراب کی وجہ سے ہو۔ یہ امام محمد کا قول ہے۔ فقہ میں کہا ہے کہ انہی کے قول پر فتویٰ ہے کیونکہ ہر مشروب سے نشہ حرام ہے۔



غیند کی حالت میں طلاق دینا

سوال نمبر (36):

مجھے بیوی نے بتلایا کہ پچھلی رات جب میں سویا: داتا تھا تو غیند میں بیوی سے میں مخاطب ہوا اور اس کو کہہ دیا کہ: ”تو

بیٹواتو جروا

مجھ پر طلاق ہے، کیا ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی ہے؟

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق ہر اس حالت میں واقع نہیں ہوتا، جس میں منکلم کو اپنے کہے جانے والے الفاظ کی کچھ تمیز نہ ہوتی ہو، جیسا کہ جنون، مدہوشی یا سونے کی حالت۔

اگر واقعی آپ نے نیند میں یا تیس کرتے ہوئے بیوی کو مذکورہ الفاظ کہے ہیں تو آپ کی بیوی پر ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدلیل علی ذلك:

ولا یتبع طلاق النصبی، وإن كان یعقل، والمجنون، والنائم، والمبرسم، والمغمی علیہ و المدہوش. (۱)

ترجمہ: بچے اگرچہ سمجھ دار ہو اور مجنون، اور سونے ہوئے شخص، اور مرسام کے مریض، اور بے ہوش اور مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔



### طلاق کی جھوٹی خبر دینا

سوال نمبر (37):

ایک شخص نے دوستوں کو کسی بات میں جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، حالانکہ حقیقت میں اس نے طلاق نہیں دی تو کیا اس شخص کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی ہے؟ یہ شخص قسم کھاتا ہے کہ اس نے حقیقت میں بیوی کو طلاق نہیں دی، بلکہ دوستوں کو محض جھوٹ کہا ہے۔

بیٹواتو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

کوئی شخص اگر طلاق کی جھوٹی خبر دے تو اس جھوٹی خبر کے دینے سے قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ تاہم اللہ اور اس کا معاملہ نگ ہے۔ اگر واقعی طلاق دی ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ واقع نہ ہوگی۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اور دوستوں کو جھوٹ کہا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو اس جھوٹی خبر سے اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ دیا متا واقع نہ ہوئی۔

والدلیل علی ذلك:

لو أقر بالطلاق كاذباً، أو هازلاً وقع قضاءً لا دياناً. (۱)

ترجمہ: اگر کوئی شخص طلاق کا جھوٹا یا مذاق میں اقرار کرے تو وہ قضاء واقع ہوتی ہے، نہ کہ دیانہ (فیما بینہ و بین اللہ طلاق نہیں ہوتی)۔

لو أراد به الخبر عن الماضي كذباً لا يقع دياناً، وإن أشهد قبل ذلك لا يقع قضاءً أيضاً. (۲)

ترجمہ:

اگر اس کا ارادہ اس سے ماضی کے بارے میں جھوٹی خبر دینے کا ہو تو دیانہ طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اس نے (اس بات پر) خبر دینے سے پہلے گواہ قائم کیے ہوں تو قضاء بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔



## بیوی سے بد فعلی کرنے سے طلاق

سوال نمبر (38):

عام لوگ سمجھتے ہیں کہ بیوی سے پچھلے شرم گاہ میں خواہش پوری کرنے سے طلاق ہو جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

بیِّنُوا تَوْجِہَہَا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق کا رکن طلاق کے صریح یا کنائی الفاظ پر تلفظ کرنا ہے، جب تک ان الفاظ پر تلفظ نہ ہو، طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بیوی سے بد فعلی کرنا ایک حرام فعل ہے، احادیث مبارکہ میں اس پر بڑی سخت وعیدیں وارد ہیں اور ایسے شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے، البتہ ایسا کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الاکراہ علی التوکیل بالطلاق ۴/ ۴۴۰

(۲) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التي تصح مع الاکراہ ۴/ ۴۴۳

والدلیل علی ذلك:

قال رسول الله ﷺ: ملعون من اتى امرأة في دبرها. (۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے پاس پیچھے کی شرم گاہ سے آئے۔

والفاظہ: صریح، وملحق بہ، وکناية..... وركنه لفظ مخصوص بحال عن الاستثناء. (۲)

ترجمہ: اور طلاق کے الفاظ صریح یا اس کے ملحق الفاظ ہیں اور کنائی ہیں۔۔۔۔۔ اور طلاق کا رکن وہ خاص لفظ ہے، جو انشائی سے خالی ہو۔



### حالت نفاس میں طلاق دینا

سوال نمبر (39):

جھگڑے کے دوران میری بیوی نے مجھے ماں کی گالی دی جس کی وجہ سے مجھے غصہ آیا اور میں نے بیوی کو کٹھی تین طلاقیں دے دیں، لیکن میری بیوی حالت نفاس میں تھی، کیا بیوی پر حالت نفاس میں طلاق واقع ہوتی ہے؟ اگر واقع ہوتی ہے تو کیا وہ مزید تین حیض بطور عدت گزارے گی؟ یا اس نفاس سے پاکی پر اس کی عدت ختم ہو جائے گی؟

بیشواتو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق دیتے وقت بیوی کا حالت نفاس میں یا حالت حیض میں ہونا طلاق واقع ہونے سے مانع نہیں، آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں اور نفاس سے پاکی کے بعد اس پر تین حیض بطور عدت گزارنا لازم ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(و البعد عی) من حیث الوقت: أن يطلق المدخول بها وهي من ذوات الأقراء في حالة الحيض

أو في طهر جامعها فيه، و كان الطلاق واقعاً. (۳)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح: ۱/۲۱۱

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق: ۴/۴۳۱

(۳) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/۳۹۹

ترجمہ:

طلاق بدی وقت کے اعتبار سے یہ ہے کہ شوہر دخول بہا بیوی کو حیض کی حالت میں یا ایسے لمہ میں جس میں جماع کیا ہو طلاق دیدے، یہ طلاق واقع ہوگی۔



### بیوی کو حکایت طلاق سے طلاق ہونا

سوال نمبر (40):

ایک شخص نے بیوی سے پچھلی شرم گاہ میں خواہش پوری کی۔ محلے کے مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ تمہاری بیوی کو طلاق ہوگئی ہے، لہذا اس سے جدائی اختیار کر دو، چنانچہ وہ گھر آگیا اور بیوی سے کہا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے اس فعل سے تجھے طلاق ہو چکی ہے، لیکن پھر ایک دوسرے مولوی صاحب سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بات درست نہیں، آپ سے یہ دریافت کرنا مقصود ہے کہ کیا اس آدمی کا اپنی بیوی کو یہ کہنے سے کہ "مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تجھے طلاق ہو چکی ہے"، طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ جب کہ اس شخص کا خیال بیوی کو طلاق دینا نہیں تھا، صرف مولوی صاحب کا خیال بیان کرنا تھا۔

بینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفیق:

بیوی سے پچھلی شرم گاہ میں خواہش پوری کرنا حرام ہے۔ احادیث مبارکہ میں ایسے شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے، لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صورت مسئلہ میں شوہر کا بیوی سے یہ کہنا کہ "مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تجھے طلاق ہوگئی ہے"، ایک حکایت کے درجہ میں ہے جس سے بغیر قصد و ارادہ کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حکایت میں طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے، جب طلاق کا ارادہ اور قصد پایا جائے۔

والدلیل علی ذلک:

قال رسول اللہ ﷺ: ملعون من اتى امرأة في دبرها. (۱)

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح: ۳۱۱/۱

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے پاس پیچھے کی شرم گاہ سے آئے۔“

کتاب نافلاً من کتاب امراتی طالق مع التلفظ أو حکمی یعین غیرہ، فإنہ لا یقع أصلاً ما لم یقصد

زوجتہ. (۱)

ترجمہ:

کوئی شخص کسی کتاب سے نقل کرتے ہوئے یہ لکھے کہ: ”میری بیوی طلاق ہے“ اور (ان الفاظ پر) تلفظ بھی کر لے یا کسی اور شخص کی یمین کی حکایت کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک یہ شخص اپنی بیوی کا قصد و ارادہ نہ کرے۔



## ارباب حکومت کا عورت کو طلاق کا اختیار دینا

سوال نمبر (41):

حکومت امریکہ نے عورت کو بھی طلاق دینے کا اختیار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہاں مسلمان مرد و عورت نکاح کر لیں تو کیا وہاں بیوی اپنے شوہر کو طلاق دے کر دوسری شادی کر سکتی ہے؟ اگر وہ طلاق دے سکتی ہو تو عدت کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر نہیں دے سکتی تو کیا یہ ظلم نہیں کہ خاوند اس کا گھر بھی نہ بساتا ہو اور اس کو کوئی اختیار بھی حاصل نہ ہو۔

بینوا اتوا جروا

الجبواب وبالله التوفیق:

قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور فقہائے امت کی تصریحات کے مطابق طلاق دینے کا اختیار صرف اور صرف شوہر کو حاصل ہے۔ عورت اپنی سادگی، جلد بازی، حالات کا صحیح ادراک نہ کر سکتے اور بہت جلد جذبات کی زد میں بہہ جانے کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ اس کو طلاق کا اختیار سونپا جائے، ہاں اگر خاوند اپنا یہ اختیار بیوی کو بھی دے دے کہ وہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے تو ایسی صورت میں عورت بھی اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے، چونکہ نہ صرف اسلام، بلکہ تمام ادیان ساویہ میں طلاق دینا صرف اور صرف شوہر کے دائرہ اختیار میں آتا ہے، لہذا کسی ملک کے ارباب اقتدار کا عورت کو یہ حق دینا صحیح نہیں۔ کسی حکومت کا عورت کو یہ اختیار دینے کے باوجود مسلمان عورت اپنے آپ یا اپنے شوہر کو طلاق دینے کی قطعاً مجاز نہیں، عورت کا اس اختیار کو استعمال کر کے طلاق دے کر دوسری جگہ نکاح کرنا،



نکاح باطل اور حرام ہے، الہتہ عورت کو کوئی یقینی شرعی عذر ہو تو وہ طلاق کے ذریعے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے اور اگر شوہر طلاق کر لے کے لیے تیار نہ ہو اور واقعی بیوی پر ظلم کر کے اس کے شرعی حقوق کی بھی ادائیگی نہیں کرتا اور نہ ہی طلاق دیتا ہو تو ایسی صورت میں بیوی عدالت میں مقدمہ دائر کر سکتی ہے اور مسلم عدالت تحقیق کے بعد بیوی کا دعویٰ صحیح ثابت ہونے پر تنسیخ نکاح کی جوڑا کری عورت کو دے، اس سے عورت علیحدہ ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ حکومت کا عورت کو طلاق کا اختیار مطاقاً دینا قطعاً درست نہیں اور اس اختیار کی بنا پر عورت طلاق واقع نہیں کر سکتی۔

والدلیل علی ذلک:

عن عطاء الخراسانی: أن علیاً وابن عباس سئلا عن رجل تزوج امرأة، وشرطت علیه أن یبدها الفرقة، والجماع، وعليها الصداق، فقالا: نعمیت عن السنة، وولیت الأمر غیر اھله علیک الصداق، و یدک الفراق، والجماع. (۱)

ترجمہ:

حضرت عطاء خراسانیؒ سے روایت ہے کہ: ”حضرت علیؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے شادی کی اور اس عورت نے اس پر یہ شرط عائد کی کہ جدائی اور ہم بستری کا اختیار عورت کو حاصل ہوگا اور مہر بھی عورت پر لازم ہوگا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ: ”سنت طریقے سے اندھا ہو گیا (بہک گیا ہے) اور غیر اہل کو کام سونپ دیا، مہر دینا تجھ ہی پر لازم ہے اور جدائی و ہم بستری کا اختیار بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔“



## شراب کے نشہ میں بیوی کو طلاق دینا

سوال نمبر (42):

میں نے رات کو شراب کے تین گلاس پیے اور اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تجھے والدین کے گھر ایک رات گزارنے کی اجازت دی تھی تو نے وہاں دو راتیں کیوں گزاریں؟ اور اسی نشے کی حالت میں، میں نے اس کو تین دفعہ کہا کہ: ”تو مجھ پر طلاق ہے“ لیکن مجھے یہ سارے الفاظ یاد نہیں۔ میری بیوی کہتی ہے کہ تو نے یہ الفاظ

استعمال کیے ہیں، کیا ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیشواؤں نے فرمایا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے بعض احکامات ایسے ہیں جو کہ ہر حالت میں واقع ہوتے ہیں، جب تک انسان عاقل بالغ ہو، ان میں سے ایک طلاق بھی ہے۔ اگرچہ نشہ کی حالت میں عقل فتور کا شکار ہو جاتی ہے، لیکن پھر بھی زجر اس کی طلاق واقع ہوتی ہے۔

صورت مسئلہ کے مطابق نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوئی ہے، لہذا آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں، اب آپ اس کے ساتھ دوبارہ ازدواجی تعلقات صرف اسی صورت میں ہی قائم کر سکتے ہیں کہ وہ عدت گزارنے کے بعد کسی اور جگہ نکاح کر لے اور نکاح کے بعد دوسرے خاوند سے ہم بستری ہونے کے بعد خدا نخواستہ اس کو طلاق ہو جائے یا خاوند فوت ہو جائے تو ایسی صورت میں عدت گزارنے کے بعد آپ کا اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکراً أو هانزلاً أو سفیہاً أو سکراناً)۔ (۱)

ترجمہ:

ہر عاقل، بالغ شوہر کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو یا اس پر زبردستی کی گئی ہو یا بیوقوف ہو یا مزاح کر رہا ہو یا نشہ کی حالت میں ہو۔



اندھیرے میں ایک غیر متعین بیوی کو طلاق کی صورت

سوال نمبر (43):

میری دو بیویاں ہیں۔ ایک رات ہم تینوں کمرے میں سوئے ہوئے تھے، مجھے نیند میں شدید پیاس لگی تو میں نے اٹھ کر آواز دی کہ کوئی پانی پلا دے، ان میں سے ایک بیوی نے اٹھ کر مجھے خالی برتن تھما دیا جس کی وجہ سے مجھے سخت

غصہ آیا اور میں نے اس کو تین طلاقیں دے دیں، لیکن اندھیرے میں یہ پہچان نہ ہو سکی کہ یہ کون سی بیوی ہے؟ جب صبح ہوئی تو ہر ایک رات کے اس واقعہ سے لاعلمی کا اظہار کرنے لگی، ایسی صورت میں کون سی بیوی پر طلاق واقع ہوئی ہے؟ سوچ بچار سے بھی کسی ایک کی تعین نہیں ہو پا رہی۔

بیتوا تضرعوا

الجواب وبالله التوفیق:

اتنی بات تو یقینی ہے کہ آپ نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، لیکن نہ آپ کو یقینی طور پر وہ بیوی معلوم ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی حقیقت کا اظہار کرتی ہے تو ایسی صورت میں فی الحال آپ کے لیے دونوں بیویوں کے پاس جانا جائز نہیں۔ اس معاملہ میں تحریر اور سوچ سے کام لینا جائز نہیں، جب تک کسی ایک بیوی کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ اسی کو طلاق دی گئی ہے، اس وقت تک ان دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کے بھی قریب جانا جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

ولو طلق إحدى نسائه الأربع ثلاثاً، ثم اشتبهت، وأنكرت كل واحدة أن تكون هي المطلقة، لا يقرب واحدة منهن؛ لأنه حرمت عليه إحداهن، ويجوز أن تكون كل واحدة. وقد قال أصحابنا: كل ما لا يباح عند الضرورة، لا يجوز التحري فيه، والفروج من هذا الباب. (۱)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص اپنی چار بیویوں میں سے ایک کو تین طلاقیں دے دے، پھر وہ (مطلقہ) مشتبه ہو جائے اور ہر بیوی اس بات سے انکار کرے کہ اس کو طلاق دی گئی ہے تو یہ شخص ان میں سے کسی کے قریب نہیں جائے گا، کیونکہ ان میں سے ایک عورت اس پر حرام ہو چکی ہے اور وہ ان میں سے ہر ایک کا ہونا ممکن ہے۔ اور ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ ہر وہ کام جو ضرورت کے وقت مباح نہیں ہوتا، اس میں سوچ اور تحریر کرنا جائز نہیں اور شرم گاہ اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔



## ذہنی طور پر متاثر شخص کی طلاق کی ایک صورت

سوال نمبر (44):

ایک شخص بہت عرصہ سے چرس کا نشہ کرتا ہے۔ اب اس کی شادی ہوئی ہے، لیکن معمولی بات پر غصہ ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ماں باپ کو بھی مارتا ہے، کبھی بیوی کو مارتا ہے اور خود الماریوں سے ٹکر مار کر لہو لہان ہو جاتا ہے، جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تجھے پتہ چلتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کبھی کسی کو گھر میں دیکھتا ہے تو ماں سے کہتا ہے کہ یہ تمہارا اجاسوس ہے۔ باپ نے اپنی رقم سے اس کے لیے دکان کھولی تو اس کو آگ لگائی۔ ایک مرتبہ اپنی بیوی کو در مرتبہ صرف "طلاق، طلاق" کا لفظ کہا۔ جس کا خود اقرار کرتا ہے کہ دو دفعہ زبان سے طلاق کا لفظ نکلا ہے۔ مذکورہ شخص تاحال علاقہ کے مشہور ماہر دماغی ڈاکٹر کے پاس زیر علاج ہے اور ڈاکٹر نے اس کے ذہنی مریض ہونے کی تصدیق بھی کی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے طلاق کے الفاظ کہنے سے طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بیشواؤ صردا

الجواب وبالله التوفیق :

شرعی اصول کی روشنی میں نکاح اور طلاق کا تعلق ان امور سے ہے جن کے لیے بلوغ کے ساتھ ساتھ صحیح عقل کا ہونا بھی ضروری ہے، اس لیے جو شخص ذہنی توازن کھو بیٹھا ہو اور یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ شخص مجنونوں میں شمار ہوتا ہے تو پھر اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورت مسئلہ میں مذکورہ شخص کی حرکات و سکنات میں غور و فکر کرنے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مذکورہ شخص کا ذہنی توازن درست نہیں ہے، اگرچہ ابتداءً چرس کے نشہ کی وجہ سے اس کا دماغ متاثر ہوا ہے اور جو شخص کوئی حرام نشہ کرے اور اس کی وجہ سے ذہنی توازن بگڑ جائے اور نشہ کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لیکن مذکورہ شخص کی یہ بیماری مستقل شکل اختیار کر چکی ہے اور ہیٹنگی کے ساتھ ذہنی مرض میں مبتلا ہو چکا ہے، جب کہ دماغی امراض کے ماہر ڈاکٹر نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے اور باقاعدہ علاج بھی کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس شخص کے ظاہری حالات اور ماہر ڈاکٹر کی تصدیق کو بنیاد بنا کر اس شخص پر مجنون کا حکم لگایا جاسکتا ہے اور جب یہ شخص مجنونوں کے زمرہ میں شمار ہوگا، تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی، لہذا اس شخص نے طلاق کے جو الفاظ بیوی کو مخاطب کر کے استعمال کیے ہیں، ان سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والذلیل علی ذلک:

ربیع طلاق کل زوج إذا كان عاقلاً بالغاً، ولا يقع طلاق الصبي، والمجنون، والنائم لقوله عليه السلام: كل طلاق جائز الا طلاق الصبي، والمجنون؛ ولأن الأهلية بالعقل المميز، وهما عديم العقل. (۱)

ترجمہ:

اور ہر شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے، جب کہ وہ عاقل، بالغ ہو اور بچے اور دیوانے اور سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر طلاق نافذ ہے، مگر بچے اور دیوانے کی طلاق نافذ نہیں، اس لیے کہ اہلیت عقل میسر سے ہے اور وہ دونوں عديم العقل ہیں۔



### بیٹے کی جگہ باپ کا طلاق دینا

سوال نمبر (45):

ایک شخص کے باپ نے اپنے بیٹے کا نکاح کر دیا۔ دونوں زوجین ابھی چھوٹے تھے۔ بعد میں اختلافات کی بنا پر باپ نے بیٹے کی طرف سے لڑکی کو طلاق دی۔ آیا اس صورت میں باپ کی یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیٹو اتڑھرو!

الجواب وبالله التوفيق:

باپ کی انتہائی شفقت اور محبت کی وجہ سے شریعت نے نابالغ بچوں کی شادی کرانے کا حق باپ کو دے رکھا ہے، لیکن طلاق کی صورت میں شریعت اس کو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے طلاق دے۔ جیسا کہ نابالغ بیٹے نے اس کو وکیل بنا دیا تو ایسی صورت میں بھی باپ کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ نابالغ بچے کسی کو اپنا وکیل نہیں بنا سکتا۔

صورت مسئلہ میں گھریلو اختلافات و تنازعات کی صورت میں اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے اس کی بیوی کو طلاق دی، تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اگرچہ نابالغ بیٹے نے اس کو وکیل بنا دیا ہو، لہذا وہ لڑکی اب بھی اس بچے کے نکاح میں رہے گی۔

والدلیل علی ذلك:

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا طلاق إلا بيمين  
تعلک ولا ینق إلا بيمين تعلک ولا یبع إلا بيمين تعلک. (۱)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: طلاق درست نہیں مگر اُس کو جس کا تو مالک ہو (یعنی منکوحہ)، اور آزاد کرنا درست نہیں مگر اُس کو جس کا تو مالک ہو، اور بیچنا درست نہیں مگر اُس کا جس کا تو مالک ہو۔

فلا یصح توکیل محنون، وصی لا یعقل مطلقاً. (۱)

ترجمہ:

محنون اور نہ سمجھ چھوٹے بچے کا کسی کو وکیل بنانا مطلقاً صحیح نہیں۔



## طلاق کی تعداد میں زوجین کا اختلاف

سوال نمبر (46):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے لڑائی کے دوران غصہ میں آ کر کہا: ”تجھے طلاق دیتا ہوں“ یہ لفظ اس نے دوسرے  
کہا اور ساتھ ہی ایک عورت نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور تیسری بار کہنے سے رک گیا۔ اب عورت یہ کہتی ہے کہ خاوند  
نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں، حالانکہ شوہر تین طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، یہاں تک کہ قسم اٹھانے کے لیے بھی تیار  
ہے۔ کیا شرعاً اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟

بینوا وبنو جبروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص بیوی سے یوں کہے کہ ”تجھے طلاق دیتا ہوں“ یہ الفاظ صریح ہیں۔ اس سے طلاق رجعی واقع  
ہو جاتی ہے۔ جہاں تک تعداد طلاق میں اختلاف کا مسئلہ ہے تو اس میں شوہر کا قول معتبر ہوگا، البتہ اگر عورت زیادہ  
طلاق کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس گواہ موجود ہوں تو اس کے قول کا اعتبار ہوگا۔

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق قبل النکاح، ۶۰/۲۹۸

(۲) تنویر البصار مع الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب النکاح، ۸/۲۴۲

صورت مسئلہ میں جب خاوند نے غصہ میں بیوی کو یہ الفاظ دو مرتبہ کہے ہیں تو اس سے دو طلاق رجعی واقع ہوگئی ہیں اور شوہر کو عدت کے دوران رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اب اگر شوہر دو مرتبہ کہنے کا اقرار کرتا ہے اور تین مرتبہ کہنے سے انکاری ہے اور عورت تین مرتبہ کہنے کا دعویٰ کرتی ہے تو ایسی صورت میں اس عورت کے لیے گواہ پیش کرنے ہوں گے، دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ اگر گواہ پیش نہ کر سکی تو پھر شوہر کو قسم دی جائے گی۔ اگر وہ قسم اٹھائے تو دو طلاق ثابت ہو کر عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، تاہم اگر اس عورت کو تین طلاق کا یقین ہو، لیکن وہ اس کو ثابت کرنے سے قاصر رہے تو ایسی حالت میں عورت حسب استطاعت شوہر کو اپنے نفس پر قادر ہونے کا موقع نہ دے۔ اور کسی طرح اس سے علیحدگی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

والدلیل علی ذلك:

الطلاق علی ضربین: صریح و کتابی، فالصریح: قوله أنت طالق، ومطلقاً، وطلقتک، فهذا يقع به الطلاق الرجعی؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل فی الطلاق، ولا تستعمل فی غیره. (۱)  
ترجمہ: طلاق دو قسم پر ہے: صریح اور کتابی۔ پس شوہر کا یہ کہنا صریح ہی ہے: تجھے طلاق ہے تو مطلق ہے یا میں نے تجھے طلاق دی۔ یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہوگی، کیونکہ یہ الفاظ طلاق میں استعمال ہوتے ہیں اور غیر طلاق میں استعمال نہیں ہوتے۔

(و) نصابها (لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا، أو غیره كنفکاح و طلاق.....) (رجلان  
أورجل وامرأتان). (۲)

ترجمہ: اور اس (شہادت) کا نصاب دیگر حقوق کے لیے بھی، چاہے وہ حق مال ہو یا غیر مال، جیسے نکاح اور طلاق۔  
--- دو آدمی یا ایک آدمی اور دو عورتیں ہیں۔



(۱) الهدایہ، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۲/۳۷۸

(۲) الدر المختار علی صمدرد المحتار، کتاب الشہادات: ۱۱/۹۷، ۹۶

## عورت کا دعوائے طلاق

سوال نمبر (47):

ایک عورت یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ خاوند نے مجھے فون کیا اور کہا کہ: "اگر تم ملاں جگہ نہیں پہنچی تو تم مجھ پر طلاق دو" اور یہ الفاظ اس نے تین دہرائے اور فون بند کر دیا۔ جب کہ خاوند کہتا ہے کہ میرے الفاظ یہ ہیں کہ "اگر تو ملاں جگہ نہیں پہنچی تو میں انسان کا بچہ نہیں ہوں گا" اور میں نے بیوی کو طلاق نہیں دی ہے۔ اب اس صورت میں جب عورت وہاں نہیں پہنچی تو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ جب کہ عورت تین طلاق کا دعویٰ کر رہی ہے اور خاوند اس سے منکر ہے۔

بیٹھو انزہرو

الجواب وبالله التوفیق:

جب زوجین کے مابین طلاق میں اختلاف پایا جائے اور عورت طلاق کا دعویٰ کرے تو اس کے لیے دو گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے، اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور خاوند انکار کرے تو اس کو قسم دی جائے گی۔ صورتِ مسئلہ میں جب بیوی خاوند کے بارے میں طلاق کا دعویٰ کرتی ہے تو اگر عورت اپنے دعوائے طلاق پر دو گواہ پیش کر دے یا خاوند طلاق کا اقرار کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ اگر خاوند اس سے انکاری ہو اور بیوی کے پاس طلاق دینے کے گواہ بھی نہ ہوں تو صرف عورت کے دعویٰ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور نہ اس کے کہنے سے طلاق واقع ہوتی ہے، لہذا جب خاوند قسم اٹھا کر ہر قسم کی تسلی کے لیے تیار ہو تو اس صورت میں بیوی کا نکاح قائم رہے گا اور عورت خاوند کی بیوی رہے گی۔ تاہم اگر اس عورت کو تین طلاق کا یقین ہو، لیکن وہ اس کو ثابت کرنے سے قاصر رہے تو ایسی حالت میں عورت حسب استطاعت شوہر کو اپنے نفس پر قادر ہونے کا موقع نہ دے اور کسی طرح اس سے علیحدگی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

والدلیل علی ذلک:

وإن اختلفا فی وجود الشرط، فالقول له إلا باذہنت. (۱)

ترجمہ: اور اگر شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے۔



## عورت کا دعویٰ طلاق کے باوجود ازدواجی تعلقات برقرار رکھنا

سوال نمبر (48):

اگر ایک عورت بغیر کسی گواہ کے یہ دعویٰ کرے کہ مجھے کچھ عرصہ یعنی سال، دو سال پہلے خاوند نے تین طلاق دی ہے، جب کہ اس عرصہ کے دوران گھریلو معاملات بالکل درست رہے اور اس سے میری اولاد بھی ہوئی ہے جب کہ شوہر اس سے انکاری ہے تو شریعت کی روشنی میں اس دعویٰ کی حیثیت کیا ہے؟ بینوا تنویر

الجواب وبالله التوفیق:

جب عورت یہ کہے کہ مجھے میرے خاوند نے طلاق دی ہے تو یہ ایک دعویٰ ہے اور مدعی کا دعویٰ تب ثابت ہوتا ہے، جب وہ دو گواہ پیش کر لے یا مدعی علیہ اقرار کر لے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر عورت اپنے دعویٰ پر دو گواہ پیش کر دے یا اس کا خاوند طلاق کا اقرار کر لے تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ واقع نہیں ہوگی۔ لیکن اگر بیوی کو یقین ہو کہ شوہر نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں مگر وہ ثبوت فراہم کرنے سے قاصر ہو تو خاوند کو حتیٰ الوسع اپنے نزدیک ہونے کا موقع نہ دے، بلکہ ہر ممکن طریقے سے شوہر سے جان چھڑانے کی کوشش کرے۔ پہلے اُسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔ اگر اس سے شوہر نہ مانے تو مہر یا کچھ رقم دے کر۔ اگر یہ بھی کارگر نہ ہو تو ماں باپ کے گھر بیٹھ جائے۔ اور اگر کسی طرح بھی جان چھڑانہ سکے تو پھر وہ عند اللہ معذور ہوگی۔ سارا گناہ شوہر پر ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

و كذلك إن سمعت أنه طلقها ثلاثاً وحده الزوج ذلك وحلف فردها عليه القاضي لم يسعها

المقام معه وينبغي لها أن تفتدي بمالها أو تهرب منه. (۱)

ترجمہ: اسی طرح اگر عورت نے یہ سنا ہو کہ شوہر نے اُسے تین طلاقیں دی ہیں اور شوہر اس کا انکار کرے، اور اس پر قسم کھائے جس کی بنیاد پر قاضی عورت کو شوہر کے پاس لوٹا دے۔ تو عورت کے لیے جائز نہیں کہ اُس کے ساتھ ٹھہرے۔ اُسے چاہیے کہ اُسے کچھ مال دے کر اپنے آپ کو چھڑائے یا پھر اُس سے بھاگ جائے۔

وقال الأوزجندی ترفع الأمر للقاضي، فإن حلف ولا يئنه فالإثم عليه. (۲)

ترجمہ: اوزجندی کہتے ہیں کہ قاضی کے پاس معاملہ لے جائے۔ اگر شوہر قسم کھائے اور عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو گناہ شوہر پر ہوگا۔

## دعاے طلاق میں ناقص گواہ

سوال نمبر (49):

ایک شخص معمولی حکمران پر اپنی بیوی کو بار بار طلاق دیتا ہے، جب عورت اپنے بھائیوں سے کہتی ہے تو شوہر طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، لیکن جب بیوی کو واپس گھر لے جاتا ہے تو پھر طلاق دیتا ہے اور ساتھ ہی موت کی دھمکیاں بھی دیتا ہے۔ اس عورت کے پاس سوائے ایک عورت کے اور کوئی گواہ نہیں اور وہ بھی عدالت جانے کے لیے تیار نہیں، بلکہ کہتی ہے کہ میں یہاں شہادت دوں گی۔ تو اس صورت میں بیوی کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

پیشوا توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کہیں میاں بیوی کا آپس میں اختلاف ہو جائے بایں طور کہ عورت کہتی ہے کہ شوہر نے مجھے طلاق دی ہے اور شوہر انکاری ہو تو اس صورت میں عورت گواہ (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں) پیش کرے گی، جو یہ گواہی دیں کہ واقعی شوہر نے عورت کو طلاق دی ہے، ایسی صورت میں پھر شوہر کے انکار کو اعتبار نہیں دیا جائے گا، لیکن اگر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو پھر شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا، بشرط یہ کہ وہ قسم اٹھائے، تاہم اگر عورت اپنے دعویٰ میں صادق ہو، لیکن اس کے پاس شرعی گواہ نہ ہوں اور شوہر نے جھوٹی قسم اٹھائی ہو تو شوہر کو چاہیے کہ جھوٹ سے باز آ کر توبہ کرے، تاکہ حرام کاری میں مبتلا نہ ہو اور اس صورت میں حقیقت حال چونکہ عورت کو معلوم ہے کہ واقعی شوہر نے طلاق دی ہے، اس لیے وہ شوہر کو حتی الوسع اپنے آپ پر قدرت نہ دے، اور کسی طرح اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، البتہ اگر شوہر زبردستی کرتا ہو تو سارا گناہ اور وبال شوہر کے ذمہ ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

وإن اختلفا في الشرط، فالتول قول الزوج إلا أن تقيم المرأة البينة؛ لأنه متمسك بالأصل وهو عدم

الشرط؛ ولأنه منكر وقوع الطلاق، وزوال الملك، والمرأة تدعيه. (۱)

ترجمہ: اگر دونوں شرط کے وقوع میں اختلاف کریں تو خاوند کا قول معتبر ہے، مگر یہ کہ عورت گواہ قائم کر دے، کیونکہ شوہر اصل سے دلیل پیش کرنے والا ہے جو عدم شرط ہے اور اس لیے کہ شوہر وقوع طلاق اور زوال ملک کا منکر ہے اور خاتون ملک کے زوال کا دعویٰ کرتی ہے۔

(۱) الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب الأیمان فی الطلاق: ۳۹۹/۲

## باب الطلاق الصریح

### (مباحث ابتدائیہ)

#### تعارف:

پہلے گزر چکا ہے کہ طلاق کے وقوع کے لیے الفاظ طلاق پر تلفظ اور تکلم ضروری ہے، لہذا تلفظ اور تکلم کے بغیر طلاق واقع نہ ہوگی۔ پھر لفظ اور تعبیر کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: صریحی اور کنائی۔ کنائی کی بحث باب الکنایات میں آئے گی، مذکورہ باب میں صرف طلاق صریحی کے الفاظ کا تذکرہ کیا جائے گا۔

#### صریح کا لغوی معنی:

صریح لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو خالص ہو، جس کے ساتھ کسی اور شے کا تعلق نہ ہو اور وہ کسی تفسیر اور تاریل کا محتاج نہ ہو۔ اس کا ایک اور معنی اظہار بھی ہے۔ (۱)

#### اصطلاحی معنی:

فقہاء کی اصطلاح میں صریح سے مراد وہ الفاظ ہیں، جو طلاق ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

”صریحہ مالم يستعمل إلا فیہ“۔

بعض فقہاء نے صریح کی تعریف یہ کی ہے:

”ما یثبت حکمہ الشرعی بلائیة“۔

صریح وہ لفظ ہے، جس کا حکم شرعی نیت کے بغیر ہی ثابت ہو جائے۔ (۲)

#### طلاق صریح کے الفاظ:

حنفیہ کے ہاں طلاق اور طلاق سے مشتق الفاظ صریح سمجھے جاتے ہیں، جیسے تجھے طلاق ہے، تو طلاق ہے، تو مطلقہ ہے، تو طالقہ ہے، میں آپ کو طلاق دیتا ہوں وغیرہ کے الفاظ ہمارے عرف میں طلاق صریحی کے الفاظ ہیں۔ (۳)

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب فضلاء: ۳/۴۷۲

(۲) البحر الرائق حوالہ بالا، منہل المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۴/۴۷۲

(۳) منہل المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۴/۴۷۲، ۴۸۰، ۴۸۱

اسی طرح حنفیہ کے ہاں مصحف، یعنی وہ الفاظ جن پر تلفظ کرتے وقت ان کی ہیئت بدل گئی ہو (جیسے، طلاق، طلاق طلاق، طلاق، طلاق یا "ط ل ق") لیکن عرف میں لوگ اس کو طلاق کے لیے ہی بولتے ہوں تو ان الفاظ مصحف سے بھی طلاق واقع ہوگی اور یہ بھی طلاق صریحی کے الفاظ سمجھے جائیں گے۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے طلاق واقع ہونے میں عالم اور جاہل کا کوئی فرق نہیں، بلکہ ان الفاظ میں دوسرے صریح الفاظ کی طرح بلا نیت ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں ان الفاظ سے محض اپنی بیوی کو ڈرا رہا تھا اور میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو قضاء اس کے قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی، البتہ اگر طلاق دینے سے پہلے اس نے کسی کو اس بات پر گواہ بنایا تھا کہ میں اپنی بیوی کو سدھارنے کے لیے ان الفاظ سے ڈرا رہا چاہتا ہوں اور طلاق نہیں دینا چاہتا تو اس صورت میں "الفاظ مصحف" سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۱)

### صریح الفاظ کا حکم:

حنفیہ کے ہاں طلاق صریحی کے تین احکام ہیں جن میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) پہلا حکم.....: طلاق صریحی سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اگرچہ شوہر نے ان الفاظ سے طلاق بائن کی نیت کی ہو، تاہم یہ حکم تب ہے، جب صریح الفاظ کسی دوسرے عارض سے خالی ہوں۔ اگر کوئی دوسرا عارض موجود ہو تو اس وقت اس صریح لفظ سے بھی طلاق بائن واقع ہوگی۔ گویا طلاق صریحی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) صریحی رجعی (۲) صریحی بائن

(۱).....: صریحی رجعی وہ طلاق ہے جو مدخول بہا عورت کو دی جائے بشرطیکہ کوئی ایسا عارض موجود نہ ہو جو بائن واقع ہونے کا قضا کرے۔

(۲).....: صریحی بائن وہ صریح طلاق ہے جو عورت کو دی جائے لیکن کوئی ایسا عارض ہو جو اس بائن واقع ہونے کا متقاض ہو مثلاً جس عورت کو طلاق کے صریح الفاظ کہے ہوں وہ غیر مدخول بہا ہو یا اس کو اس طلاق صریحی سے پہلے طلاق بائن دی ہو یا صریح لفظ کے ساتھ ثلاث کا لفظ ذکر کیا جائے یا اشارے اور کتابت سے تین کا عدد ظاہر کر دے یا کوئی ایسا وصف اس کے ساتھ ذکر کرے جو اس کے معنی میں سختی اور بینونت پیدا کر دے۔ (۲)

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۴/۵۹، ۴۶۰، البحر الرئی، کتاب الطلاق: ۳/۳۷-۳۹۔

(۲) البحر الرئی، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۴۴، ۴۶۰، الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح،

مطلب الصریح نوعان رجعی و بائن: ۴/۴۶۰، ۴۶۱۔

## طلاق صریح رجعی کا حکم:

طلاق صریح رجعی کا پہلا حکم یہ ہے کہ: اس میں شوہر کو عدت کے اندر اندر اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے، یعنی طلاق رجعی سے جماع اور دوائی جماع حرام نہیں ہوتے، بلکہ یہ افعال دوبارہ رجوع کے لیے دلیل سمجھے جاتے ہیں اور اگر رجوع کیے بغیر بیوی کی عدت ختم ہو جائے تو طلاق بائن بن جاتی ہے، لہذا طرفین کی رضا و مندی سے صرف تجدید نکاح کر لینے سے دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں۔ (۱)

حنفیہ کے ہاں رجوع قول سے بھی ہو سکتا ہے، مثلاً: یہ کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع کر لیا (سنت یہ ہے کہ قول کے ذریعے رجوع کیا جائے اور اس پر گواہ بنا دیے جائیں) یا تو میری بیوی ہے یا تو میرے ساتھ ہی رہو وغیرہ کے الفاظ سے رجوع کرنا سنت ہے۔ فعل یعنی دہلی، بوس و کنار وغیرہ سے بھی رجوع کرنا درست ہے۔ (۲)

(۲) دوسرا حکم.....: حنفیہ کے ہاں طلاق صریح رجعی سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، دو یا تین کی نیت کرنا طلاق صریح رجعی میں درست نہیں۔ (۳)

(۳) تیسرا حکم.....: فقہائے کرام کے ہاں بالا جماع طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں، بلکہ بلا نیت بھی طلاق واقع ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جس لفظ میں طلاق کے علاوہ کسی دوسرے معنی کا احتمال ہی نہ ہو، اس سے طلاق واقع ہونے میں نیت کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ ریائے وقضاء دونوں اعتبار سے طلاق کے وقوع کے لیے ضروری ہے کہ طلاق کی نسبت عورت کی طرف ہو اور خارجی قرائن کی بنا پر کسی دوسرے معنی کا یقین نہ ہو، بلکہ اس سے انشاء طلاق ہی مقصود ہو۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام کے ہاں طلاق صریحی الفاظ بولنے کے باوجود بعض صورتیں ایسی ہیں، جہاں پر مذکورہ شرط کی عدم موجودگی کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی، مثلاً: بیوی کے ساتھ تعلیم و تعلم کرتے وقت یا کسی کی حکایت نقل کرتے وقت "انت طالق" وغیرہ کے الفاظ کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اسی طرح کسی کے ساتھ تلخی اور دھوکہ دہی میں اس سے الفاظ طلاق کہلوانے سے (بشرط یہ کہ وہ ان الفاظ کے معانی اور اثرات سے ناواقف ہو) بھی طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ مذکورہ صورتوں میں وہ اپنی بیوی کی طرف طلاق کی نسبت نہیں کر رہا ہے اور نہ ہی اس کی مراد انشاء عقد ہے۔

ان صورتوں کے علاوہ دوسری جتنی بھی صورتیں ہیں، وہاں اگر شوہر یہ کہہ دے کہ ان الفاظ سے میرا مقصد

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة فصل فی تحلیل بہ المختلفہ: ۱/ ۱۷۲، ۱۷۳

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۱/ ۱۶۸، ۱۶۹

(۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/ ۴۴۶

طلاق نہیں تھا تو قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور قاضی و مفتی اس کے الفاظ کو دیکھ کر طلاق کا فیصلہ دینے سے۔  
 فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ عورت بھی قاضی کی طرح ہے، اگر وہ طلاق کے الفاظ خود سن لے یا کوئی عادل  
 شخص اس کو خبر دے تو طلاق بائن کی صورت میں وہ شوہر کو اپنے اوپر قدرت دینے سے منع کرے۔ اگر شوہر پھر بھی اس  
 سے دست درازی کرتا رہے تو وہ مال و بے کر خود کو چھڑالے یا کوئی باعزت طریقہ اختیار کرے۔ (۱)

### عرف کی وجہ سے کنائی الفاظ کا صریح بننا:

طلاق کے الفاظ چونکہ ہر عرف میں طلاق کے لیے متعین ہیں، اس لیے طلاق کے الفاظ کے علاوہ بقیہ الفاظ  
 میں عرف کو بھی مد نظر رکھا جائے گا۔ اگر کوئی لفظ طلاق کے لیے کنائی ہو، لیکن کسی خاص عرف میں اس کا استعمال طلاق  
 کے لیے اس کثرت سے ہونے لگے کہ اس لفظ سے طلاق ہی کی طرف ذہن جاتا ہو تو اس کو لفظ صریح کا درجہ حاصل ہوگا،  
 لہذا اگر شوہر یہ کہے کہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اور طلاق واقع ہو جائے  
 گی۔ چنانچہ لفظ حرام اگرچہ طلاق کے لیے لفظ کنائی ہے، لیکن طلاق کے لیے کثرت استعمال کی وجہ سے فقہانے اس  
 سے بلا نیت طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

البتہ اس سے طلاق بائن واقع ہوگی یا رجعی تو اس بارے میں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگرچہ لفظ حرام سے  
 طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے، اس لیے کہ صریح الفاظ سے بھی کبھی طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔ (صریح بائن کی صورت  
 میں) لیکن اس سے طلاق بائن واقع ہونے میں کچھ بحث ہے۔ (۲)

گویا علامہ شامی اس موقف سے مکمل طور پر مطمئن نہیں، اس لیے باب الکنايات میں آگے جا کر انہوں نے  
 طلاق رجعی واقع ہونے پر کافی دلائل بھی دیے ہیں۔ تاہم بحث کے آخر میں لفظ حرام سے بائن واقع ہونے کے قول کی  
 توجیہ اور دلیل بیان کی ہے۔ (۳)

(۱) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحران الصریح يحتاج فی وقوعه دہانۃ الی النیۃ

۴۶۳/۴-۴۶۶/۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ۴۶۴/۴

(۳) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنايات، ۵۲۹/۴-۵۳۱

## علامہ ہسکٹی کی رائے:

علامہ ہسکٹی نے غلبہ عرف کی وجہ سے اس پر طلاق بائن کا حکم لگا دیا ہے، اگرچہ طلاق کی نیت بھی نہ ہو:  
 "قال لأمرانہ أنت علی حرام..... ویفتنی بأنه طلاق بائن وإن لم ینوہ لغلبة  
 العرف". (۱)

کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "تو مجھ پر حرام ہے"۔۔۔ تو عرف کے غلبہ کی وجہ سے فتویٰ دیا جائے  
 گا کہ یہ طلاق بائن ہے، اگرچہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔

## راج قول:

چونکہ متون کی عبارت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور اکثر متون میں اس کا قول طلاق بائن کا ہے، اس لیے احتیاط  
 بھی اسی میں ہے کہ اس سے بلا نیت طلاق بائن واقع ہو جائے اور میاں بیوی نکاح جدید اور عقیدہ جدید کے ذریعے دوبارہ  
 رجوع کر لیں۔

## لفظ "اعتدی، استبرأ، و حملک اور أنت واحدة" کا حکم:

مذکورہ تین الفاظ (تو عدت گزارے، تو اپنا رحم پاک کر، تو ایک ہے) اگرچہ کنائی الفاظ ہیں، لیکن ان الفاظ  
 سے طلاق رجعی واقع ہوگی، بشرط یہ کہ طلاق کی نیت کی ہو یا دلالت حال (غضب و غصہ اور مذاکرہ طلاق) سے طلاق کی  
 نیت معلوم ہو۔ (۲)



(۱) النور المختار، کتاب الطلاق، باب الإہلاء، مطلب فی قولہم "أنت علی حرام" ۵: ۷۴-۷۶

(۲) النور المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب الکتاہات، ۴: ۵۳۴

## مسائل الطلاق الصریح

غصہ میں تین بار کہنا ”تجھے طلاق دیتا ہوں“

سوال نمبر (50):

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بغیر نیت کے غصہ کی حالت میں دو دفعہ کہا کہ: ”میں تجھے طلاق دیتا ہوں“ کچھ عرصہ بعد بیوی کو یہی مذکورہ الفاظ دوبارہ کہے۔ یہ شخص مذکورہ خاتون کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے یا اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو گئی ہیں؟

بینوا اتوا جرداً

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کا وقوع جن الفاظ سے ہوتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم کے الفاظ ”الفاظ صریحی“ ہیں۔ صریحی کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال طلاق ہی کے معنی میں ہوتا ہو اور ان صریحی الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ دوسری قسم کے الفاظ ”الفاظ کنائی“ ہیں جو کہ طلاق کے معنی کے علاوہ دیگر معنی میں بھی مستعمل ہوتے ہوں، لیکن مذکورہ الفاظ ”تجھے طلاق دیتا ہوں“ طلاق کے معنی میں صریح ہیں۔

لہذا صورت مسئلہ میں دو دفعہ الفاظ مذکورہ کہنے سے بیوی کو دو طلاق واقع ہوئی ہیں، اور کچھ عرصہ بعد تیسری مرتبہ یہ الفاظ کہنے سے تیسری طلاق واقع ہو کر یہ عورت مطلقہ مغلطہ ہو گئی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(صریحہ مسلم يستعمل إلیه) ولو بالفارسیة. قال ابن عابدین: فما لا يستعمل فیہا إلی فی الطلاق

فہو صریح یقع بلانیة. (۱)

ترجمہ: صریحی الفاظ وہ ہیں جو صرف طلاق ہی میں استعمال ہوتے ہیں، اگرچہ فارسی میں ہوں۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ: ”جو صرف طلاق کے لیے استعمال ہوں تو ان سے بلانیت طلاق واقع ہو جاتی ہے۔“

(و یقع بہا) أي بہذہ الألفاظ وما بمعناہما من الصریح. قال ابن عابدین: أي مثل ما سید کرہ من

نحو: کونی طالقاً، وأطلقنی ویامطلقۃ بالتشدید، وكذا المضارع إذا غلب فی الحال مثل أطلقک. (۲)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۴/ ۵۷

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۴/ ۵۸



ترجمہ: اور ان الفاظ اور ان کے ہم معنی صریحی الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ: ہم معنی صریحی الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کو عنقریب مصنف ذکر کریں گے جیسے: تو مطلق ہو جاؤ، اے مطلقہ اور اسی طرح وہ مضارع کے الفاظ جن کا اکثر استعمال حال کے لیے ہو، جیسے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔



### تو مجھ پر طلاق ہے

سوال نمبر (51):

ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ میرے لیے صبح دفتر جانے کے لیے نئے کپڑے استری کرو۔ بیوی نے سستی کی وجہ سے کپڑے تیار نہیں کیے جس کی وجہ سے خاوند نے غصہ ہو کر بیوی کے ساتھ ٹکرا کر تے ہوئے کہا: ”تو مجھ پر طلاق ہے“ ایسی صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی ہے؟

پسوانتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر خاوند بیوی کو مخاطب کر کے طلاق کے الفاظ استعمال کرے تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، لہذا صورت مسئلہ میں اگر شوہر نے عورت سے یوں کہا ہو کہ: ”تو مجھ پر طلاق ہے“ تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے، شوہر کو عدت کے گزرنے سے پہلے رجوع کا حق حاصل ہے۔ دوبارہ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، تاہم عدت گزرنے کے بعد باہمی رضامندی سے تجدید نکاح ضروری ہے۔

والذیل علی ذلک:

وعلى هذا لو قال أنت طلاق يقع الطلاق به أيضا، ولا يحتاج فيه إلى النية، ويكون رجعيا لما

بيناه صريح الطلاق لغلبة الاستعمال فيه. (۱)

ترجمہ: اسی بنیاد پر اگر تو طلاق ہے کہا تو اس کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس میں نیت کا محتاج نہیں ہوگا اور طلاق رجعی ہوگی، اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ (طلاق کے سستی میں) اکثر استعمال کی وجہ سے یہ صریح طلاق ہے۔

## بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق، طلاق کہنا

سوال نمبر (52):

ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھڑا ہوا۔ لڑائی کے دوران اس کی بیوی نے کہا کہ: ”مجھے نارغ کر دے۔“ اس نے جواب میں کہا کہ: ”طلاق، طلاق، طلاق، طلاق“ اس وقت نہ طلاق کا ارادہ تھا اور نہ اس نے بیوی کا نام پکارا تھا اور نہ ہی خاوند کو معلوم تھا کہ اتنی دفعہ کہنے سے طلاق واقع ہوتی ہے۔ کیا ایسے حالات میں طلاق واقع ہوگئی ہے؟

بینوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق ہر حالت میں واقع ہو جاتی ہے، چاہے کوئی شخص برضا اور غیبت دے یا غصہ کی حالت میں، ہر صورت میں وقوع کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں عورت کے مطالبہ پر خاوند کا جواب میں: ”طلاق، طلاق، طلاق، طلاق“ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور عورت مطلقہ مغلظہ ہو کر خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

وإذا قال لامرأته أنت طالق و طالق و طالق، ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً. (۱)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے: ”تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے“ اور طلاق کو شرط کے ساتھ مطلق نہیں کیا تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔



## بیوی کو ”طلاقہ دی دی“ تین بار کہنا

سوال نمبر (53):

ایک شخص بھائیوں اور سرس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ گھریلو معاملات میں کسی معاملہ پر بات بڑھ گئی یہاں تک کہ

سرسے الچھ گئے اور سرسے لے غصہ میں کہا کہ اگر میری بیٹی کو نہیں رکھ سکتے تو طلاق دے دو اور چھوڑ دو، خاوند بھی غصہ میں تھا اور بھائیوں نے بھی کہا کہ طلاق دے دو تو اس نے تین دفعہ کہا: ”طلاق دی دی“۔ کیا خاوندان الفاظ کے کہنے کے بعد بیوی کو دوبارہ رکھ سکتا ہے؟

بیٹواتر جہودا

الجواب وبالله التوفیق :

انتہائی ضرورت کی بنا پر اگر چہ خاوند کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے، لیکن پھر بھی طلاق دینے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے اور شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بوقت ضرورت ایک طلاق دینی چاہیے، تاکہ ندامت کے وقت پھر رجوع ممکن ہو۔

صورت مسئلہ میں خاوند کا سرسے لے ان الفاظ کہ: ”اگر میری بیٹی کو نہیں رکھ سکتے تو طلاق دے دو اور چھوڑ دو“ کے جواب میں تین دفعہ ”طلاق دی دی“ (طلاق ہو) کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلطہ ہو چکی ہے اور خاوند کے نکاح سے مکمل طور پر آزاد ہو گئی ہے، لہذا جب تک وہ عدت کے بعد کسی دوسرے کے نکاح میں نہ آئے اور اس سے ہمبستری کے بعد طلاق لے کر دوبارہ عدت نہ گزارے، تب تک پہلے شوہر کے لیے عورت حلال نہ ہوگی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

(البدعی ثلاث متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالاولی..... وذهب جمهور الصحابة والتابعین

ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث، (۱)

ترجمہ: اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاق بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بد رجوع اولیٰ بدعی ہے..... جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کا بر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔



”تو مجھ پر طلاق ہے“ تین بار سے زیادہ کہا

سوال نمبر (54):

ایک شخص کی بیوی کے ساتھ ہر وقت لڑائی اور بحث و مباحثہ رہتا ہے جس کی وجہ سے شوہر نے بیوی کو ایک

سال میں تین دفعہ سے زائد "تو مجھ پر طلاق ہے" کہا ہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہونے کا کیا حکم ہے؟  
بیشواتؤجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کے صریح الفاظ کہے تو یہ طلاق ہر حال میں واقع ہو جاتی ہے، چاہے اس نے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

صورتِ مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص نے بیوی سے یوں کہا ہو کہ: "تو مجھ پر طلاق ہے" تو اس سے طلاق واقع ہو گئی ہے۔ اگر تین یا تین سے زائد مرتبہ اس طرح کہا ہو اور ہر بار کہنے سے نئی طلاق مراد لی ہو تو اس کی بیوی کو طلاقِ مفظظ واقع ہو کر شوہر کے لیے حرام ہو چکی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

وإذا قال لامرأته أنت طالق و طالق و طالق، ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً. (۱)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے: "تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے" اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا، تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔



طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق کہنا

سوال نمبر (55):

ایک آدمی نے گھر میں بیوی سے لڑائی کی اور اس کو مارا پیٹا۔ اس کے بعد بھائی نے اسے باہر نکالا تو بھائی سے کہا کہ میں اس کو طلاق دوں گا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب وہ گھر آیا تو بیوی کو کہا "طلاق دیتا ہوں اور پھر کہا طلاق طلاق، طلاق"۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

بیشواتؤجروا

الجواب وبالله التوفیق :

جب صریح الفاظ کے ساتھ کوئی آدمی بیوی کو طلاق دے دے تو بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔  
 صورتِ مسئلہ میں اگر خاوند نے واقعی طلاق کا لفظ استعمال کیا ہے اور بیوی کو کہا ہے ”طلاق دیتا ہوں طلاق، طلاق، طلاق“ تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو کر بیوی مطلقہ مغلظہ ہو کر اس کے نکاح سے نکل چکی ہے۔ اب اس سے کسی قسم کا تعلق باقی رکھنا شرعاً جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك :

وإذا قال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدحولة طلقت ثلاثاً. (۱)

ترجمہ :

اور جب اپنی بیوی سے کہے ”تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے“ اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا، تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔



”تو مجھ پر طلاق ہے“ الفاظ کہنے کا حکم

سوال نمبر (56):

ایک شخص کی بیوی نے خاوند کے لیے انڈے ابا لے، جب وہ شوہر کے پاس انڈے لا رہی تھی تو اس وقت ایک بچہ بھی موجود تھا اور انڈے بیوی کے ہاتھ میں تھے، جب خاوند نے یہ دیکھا تو بیوی سے کہا کہ ”تمہارا مقصد یہ تھا کہ یہ انڈے بچہ دیکھ کر کھالے، لہذا تو مجھ پر طلاق ہے“ جب کہ بیوی اس سے انکار کر رہی ہے کہ میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیشواتو جروا

الجواب وبالله التوفیق :

اگر کوئی شخص طلاق کے الفاظ کہتا ہے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، چاہے برضا و رغبت طلاق دے یا

بغیر نیت طلاق کے یا غصہ کی حالت میں تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں خاوند نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان میں تعلیق کا معنی نہیں پایا جاتا اس لیے چاہے عورت کا مقصد بچہ کو انڈہ دکھانا ہو یا نہ ہو بہر حال ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے، خاوند کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنے کا اختیار ہے، البتہ عدت گزرنے کے بعد تجدیدِ نکاح ضروری ہوگا اور خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

الطلاق الصریح: وهو كانت طالق، ومطلقة، وطلقتك، وتقع واحدة رجعية وإن نوى الأكثر (۱)  
ترجمہ: طلاق صریح یہ ہے کہ طالق، مطلقہ اور طلقتك وغیرہ الفاظ کے ساتھ ہو۔ ان سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگی، اگرچہ زیادہ کی نیت کرے۔



### متعدد جملوں سے طلاق دینا

سوال نمبر (57):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج سے سنو "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں" اور آج سے تم میری ماں، بہن اور خالہ ہو، آج سے تیرا میرا کوئی تعلق نہیں ہے، میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے، میری طرف سے تم آزاد ہو، میری طرف سے تم آزاد ہو، میرا تیرا آج سے کوئی رشتہ نہیں، ان الفاظ کے کہنے سے خاوند کی نیت طلاق کی تھی، اب ان الفاظ کا شرعی حکم کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

بینوا تو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

صریح طلاق میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، طلاق صریح بلا نیت و ارادہ واقع ہو جاتی ہے، جب کہ طلاق کنائی میں نیت معتبر ہوتی ہے، ان دونوں میں قاعدہ ہے کہ طلاق بائن کے بعد طلاق صریح اور صریح کے بعد صریح اور بائن واقع ہوں گی، لیکن بائن کے بعد بائن واقع نہ ہوگی۔

پس صورتِ مسئلہ میں کل چھ طلاقیں مذکور ہیں، ان میں سے بعض کنائی ہیں اور بعض صریح ہیں:

(۱) میں تمہیں طلاق دیتا ہوں صریح ہے۔

(۲) آج سے تم میری ماں، بہن اور خالہ ہو، نیت یا عرف کی صورت میں بائن طلاق شمار ہوگی۔

(۳) آج سے تیرا میرا کوئی تعلق نہیں، نیت کی صورت میں طلاق بائن شمار ہوگی۔

(۴) میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے طلاق صریح ہے۔

(۵) میری طرف سے تم آزاد ہو، طلاق صریح ہے۔

(۶) میرا تیرا آج سے کوئی رشتہ نہیں، اس میں بھی اگر نیت ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی۔

مذکورہ بالا قاعدے کی بنیاد پر پہلی طلاق رجعی ہوگی، دوسری طلاق بشرط نیت بائن ہوگی، تیسری طلاق بائن ہے جو بائن نہ ہونے کی وجہ سے لغو ہو جائے گی۔ چوتھی طلاق صریح ہے اس کے ساتھ تین طلاقیں پوری ہو جائیں گی اور اگر ماحول طلاق کا ہو تو کنائی بھی صریح شمار ہوگی، لہذا خاوند کے بیان کے مطابق کہ اس کی نیت طلاق کی تھی تو ایسی صورت میں تین طلاق کا وقوع ثابت ہو کر بیوی طلاق مغلظہ کے ساتھ مغلظہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

لم یبق بینی وینک عمل ونوی یقع..... ولو قال لھا اذھبی ائی طریق شئت، لا یقع بدون النية. (۱)

ترجمہ: (مرد نے کہا) میرے اور تمہارے درمیان کوئی تعلق باقی نہیں رہا اور اس میں طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی۔۔۔ اور اگر عورت سے کہا: ”جس راستے پر جانا چاہو، اس پر چلی جاؤ“ تو بغیر نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی۔

فإذا قال ”رھا کزدم“ ائی سرحتک یقع به الرحمة. (۲)

ترجمہ: پس جب کہے سرحتک، یعنی میں نے رہا کر دیا تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے۔

(وإن نوى بآنت علی مثل أمی براء أو ظہار أو طلاق صحت تبته)..... لأنه كناية. (۳)

ترجمہ: اور اگر کوئی ”آنت علی مثل أمی“ کے الفاظ سے اس کی بزرگی یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے، کیونکہ یہ کنایہ ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ابتاع الطلاق: ۱/۲۷۶

(۲) مرد المسختر علی الدر المسختر، کتاب الطلاق، باب الکتابات: ۱/۵۳۰

(۳) الدر المسختر علی صدر رد المسختر، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۵/۱۳۱

(الصریح يلحق الصریح ويلحق البائن) کما لو قال لبائنت يائنه، أو خالعتها على مال سـ ورجا

لحق الصریح البائن كان بائنا؛ لأن البينة السابقة عليه تمنع الرجعة. (۱)

ترجمہ: صریح صریح کے ساتھ اور بائن کے ساتھ ملتی ہوتی ہے، جیسا کہ اگر کہے تو بائن ہے یا اس سے مال پر منع کر لے۔۔۔۔۔ اور جب صریح بائن کے ساتھ ملے تو وہ بھی بائن ہوگی، کیونکہ سابقہ بینۃ کی وجہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے۔



### بیوی پر جنات ہوں اور اس کو طلاق دے دی جائے

سوال نمبر (58):

میری شادی کو پچیس سال ہو چکے ہیں اور میرے دس بچے ہیں، کل میری بیوی پر حسب معمول جنات آئے اور مجھے کہا کہ: ”ہم کو آزاد کر دو“ میں نے جواب میں کہا کہ: ”میں تم جنات کو طلاق دیتا ہوں، نہ کہ زور سا لگے بنت فلاں کو“ اس نے کہا: ”میں وہی زور سا لگے بنت فلاں ہوں، طلاق دو“ میں نے زور کے مارے کہ اسے بھی طلاق ہے اس وقت میرے دل میں جنات ہی کا خیال تھا، کیا میری بیوی کو طلاق ہوئی ہے؟

بیٹو انڈیا جردا

الجواب وبالله التوفیق:

جب کوئی شخص طلاق کے الفاظ کی اضافت بیوی کی طرف کرے، خواہ یہ اضافت لغتاً ہو یا معنایاً تو طلاق واقع ہوتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں آپ کا یہ کہنا تو لغو ہے کہ میں تم جنات کو طلاق دیتا ہوں، نہ کہ زور سا لگے بنت فلاں کو، البتہ جب اس نے کہا کہ میں وہی زور سا لگے بنت فلاں ہوں اور آپ نے بیوی کا نام سن کر کہا کہ اسے بھی طلاق ہے تو آپ کی بیوی پر طلاق واقع ہو گئی، اب یہ کہنا کہ میری نیت نیکہی کو طلاق دینے کی نہیں تھی، بے معنی ہے، چونکہ ایک طلاق دی گئی ہے، لہذا عدت کے اندر آپ کو تجدیدِ نکاح کے بغیر رجوع کا حق حاصل ہے اور آئندہ کے لیے آپ کے پاس دو طلاق کا اختیار باقی رہے گا۔



والدلیل علی ذلک:

(وإذا أضاف الطلاق إليها) کانت طالق قال العلامة ابن عابدین: قوله: (کانت طالق) وكذلك أتى بالضمير الغائب، أو اسم الإشارة العائد إليها، أو باسمها العلمي، ونحو ذلك، ..... (وقع)۔ (۱)

ترجمہ: جب شوہر طلاق کی نسبت بیوی کی طرف کرے جیسے کہے کہ تجھے طلاق ہے۔۔۔۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں: ”تجھے طلاق ہے“ کی طرح اگر شوہر غائب کی ضمیر یا ایسا اسم اشارہ ذکر کرے جو بیوی کی طرف عائد ہو یا اس کا نام ذکر کرے (تو طلاق واقع ہو جائے گی)۔



غیر مدخول بہا کو خلوتِ صحیحہ کے بعد تین متفرق طلاق دینا

سوال نمبر (59):

میرا نکاح ایک عورت سے ہوا ہے، لیکن ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی۔ ہم دونوں نکاح کے بعد کئی مرتبہ تنہائی میں گھنٹوں تک بیٹھتے رہے ہیں، بعض دفعہ میں نے ہم بستر بھی کرنی چاہی، لیکن اس کے انکار کی وجہ سے نوبت نہیں آئی، پچھلے دنوں میں نے غلطی سے اس کو کہا کہ: ”تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے“ کیا اس پر ایک طلاق واقع ہوئی ہے یا تینوں واقع ہو چکی ہیں؟

بینواتؤجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نکاح ہو جانے کے بعد بیوی سے ایسی جگہ تنہائی میں ملاقات ہونا، جہاں اس کے ساتھ ہم بستر کرنے سے کوئی حسی یا شرعی امر مانع نہ ہو، خلوتِ صحیحہ کہلاتا ہے، اگر خلوتِ صحیحہ ہونے کے بعد غیر مدخول بہا عورت (جس سے ہم بستر نہیں ہوئی) کو تین متفرق طلاق دی جائیں تو تینوں طلاق اس پر واقع ہو جاتی ہیں۔

مذکورہ بیان کے مطابق آپ کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہو چکی ہیں۔ نیز اس پر عدت اور آپ پر مکمل مہر کی

ادائیگی لازم ہے۔

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب المصريح، مطلب فی قوله: علی الطلاق من ذواعی: ۴/۴۶۹-۴۷۱

والدلیل علی ذلك:

(وإن فرق بانت بالأولی) لا إلى عدة (و) لذا (لم تقع الثانية) بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل. وقال العلامة ابن عابدین بقوله: (بخلاف الموطوءة) أي ولو حکما كالمختلی بها، فإنها كالموطوءة فی لزوم العدة، وكذا فی وقوع طلاق بآئن أعرفی عدتها. (۱)

ترجمہ:

اور اگر شوہر نے (غیر مدخول بہایوی کو) تین متفرق طلاقیں دے دیں تو بیوی عدت کے لازم ہونے کے بغیر ہی پہلی طلاق سے جدا ہو جائے گی اور اسی (عدت کے لازم نہ ہونے کی) وجہ سے دوسری طلاق واقع نہ ہوگی، بخلاف مدخول بہایوی کے (یعنی جس سے ہم بستری کی گئی ہو) کہ اس پر تینوں طلاق واقع ہوتی ہیں۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: "ما تن کے قول "بخلاف الموطوءة" کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بیوی حکما موطوءة ہو جیسے وہ بیوی جس سے خلوت صحیح کی گئی ہو تو وہ بھی عدت کے لازم ہونے اور عدت میں دوسری طلاق بائن کے واقع ہونے میں عین موطوءة کی طرح ہے۔"



### لفظ "طلاق مال" بہ طور تکلیف کلام

سوال نمبر (60):

ایک آدمی کی عادت ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ اپنی گفتگو میں "طلاق مال" کا لفظ استعمال کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے بھی یہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے؟ بالخصوص جب کہ بیوی سے ہم کلام ہوتے وقت یہ الفاظ کہے۔

بیِّنُوا تَجِدُوا

الجواب وبالله التوفیق:

لفظ طلاق سے طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے، جب شوہر لفظ یا معنا اس کی نسبت بیوی کی طرف کرے، ورنہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔

بعض پشمالوں عرف میں "طلاق مال" کا لفظ بعض لوگوں کا تکیہ کلام بن چکا ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا اس

لفظ سے طلاق واقع کرنے کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اور اس لفظ کے استعمال کے وقت نہ تو وہ اس کی نسبت لفظی طور پر بیوی کی طرف کرتے ہیں اور نہ ہی معنوی طور پر، لہذا عام حالات میں طلاق مال بطور کیا یہ کلام استعمال کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، ہاں اگر کوئی اس لفظ کی نسبت بیوی کی طرف کرتے ہوئے طلاق کی نیت سے استعمال کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ ایک مسلمان کو ایسے بے ہودہ، بے معنی اور لغو الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

والدلیل علی ذلک:

إن الصریح لا یحتاج إلى النیة، ولكن لا بد فی وقوعه قضاء و دہانۃ من قصد إضافة لفظ الطلاق  
إلیہما عالمًا بمعناہ، ولم یصرفہ إلی ما یحتملہ، (۱)

ترجمہ:

صریح لفظ (دفع طلاق کے سلسلے میں) نیت کا محتاج نہیں ہوتا، لیکن قضاء و دہانۃ وقوع طلاق کے لیے لفظ طلاق کی (لفظی یا معنوی) نسبت بیوی کی طرف کرنا ضروری ہے، ورنہ حال یہ کہ یہ شخص اس کے معنی کو بھی جانتا ہو اور اس کو کسی دوسرے محتمل معنی کی طرف بھی نہ پھیرے۔



### محض ڈرانے کی نیت سے طلاق دینا

سوال نمبر (61):

آج سے کوئی دو ماہ پہلے کسی تازہ کے دوران میں نے اپنی بیوی کو صرف اور صرف ڈرانے و دھمکانے کے لیے کہا ”زہ تاتہ طلاق درکوم، زہ تاتہ طلاق درکوم“ (میں تجھے طلاق دیتا ہوں، میں تجھے طلاق دیتا ہوں) جس سے وہ ڈر گئی اور جھگڑا ختم ہو گیا، کیا ڈرانے کی نیت سے کہے گئے ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے؟

بیٹو اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق کے صریح الفاظ چاہے بیوی کو ڈرانے ہی کی نیت سے کہے جائیں، تب بھی ان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مسئلہ صورت میں آپ کی بیوی کو دو طلاق رجعی ہوگئی ہیں، عدت کے دوران آپ کو بغیر نکاح کیے اس سے رجوع کرنے کا حق ہے اور آئندہ کے لیے آپ کے پاس صرف ایک طلاق کا اختیار ہوگا، عدت کے دوران رجوع نہ کرنے کی صورت میں باہمی رضامندی سے دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے لیے مہر جدید کے ساتھ تجدید نکاح ضروری ہے، تاہم پھر بھی آپ کو صرف ایک ہی طلاق کا اختیار حاصل ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

فالصریح قوله: أنت طالق، ومطلقة، وطلقت، فهذا يقع به الطلاق الرجعي؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق، ولا تستعمل في غيره، فكان صريحاً، وإنه يعقب الرجعة بالنص، ولا يفتقر إلى النية؛ لأنه صريح فيه لغلبة الاستعمال. (۱)

ترجمہ:

صریح الفاظ کسی کا (بیوی کو) یہ کہنا ہے کہ: ”تو طلاق ہے تو مطلقہ ہے، میں نے تجھے طلاق دی ہے“ پس ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، کیونکہ یہ الفاظ (عرف میں) طلاق کے لیے ہی استعمال کیے جاتے ہیں اور طلاق کے علاوہ کسی مقصد کے لیے استعمال نہیں کیے جاتے، پس یہ صریح ہو اور اس کے بعد رجوع کرنا از روئے نص صحیح ہے اور ان الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں، کیونکہ غلبہ استعمال کی وجہ سے یہ طلاق کے سلسلہ میں صریح ہیں۔



## ”ایک، دو، تین“ سے وقوع طلاق کا مسئلہ

سوال نمبر (62):

میں نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے فون پر کہا کہ میرے پاس تین پتھر موجود ہیں، بیوی نے تین مرتبہ کہا ڈال دو، میں نے کہہ دیا ”ایک، دو، تین“ کیا میری بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی ہیں؟

بیتواتواصرہا

الجواب وبالله التوفيق:

”ایک، دو، تین“ دراصل طلاق کے لیے وضع نہیں، بلکہ گنتی کے لیے موضوع ہیں جس سے طلاق کی گنتی بھی

مراد لی جاسکتی ہے اور کسی اور چیز کی بھی، عادیہ اس کا معدود بھی ذکر کیا جاتا ہے، لیکن کبھی کبھی قرینہ مقام کے پیش نظر صرف عدو کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے اور معدود کو مخاطب سمجھ جاتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ یہ الفاظ بذات خود طلاق کے نہیں، پھر بھی غصہ اور مذاکرہ طلاق کے وقت اگر ان الفاظ پر تکیہ ہو تو اس سے طلاق مراد لی جاسکتی ہے اور معدود (طلاق) کے ذکر نہ ہونے کے باوجود غصہ اور مذاکرہ طلاق کے قرینہ سے مخاطب خود اس سے طلاق سمجھ لیتا ہے۔ نیز آج کل عرف عام میں بھی "ایک، دو، تین" کے الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے استعمال ہونے لگے ہیں اور وقوع طلاق کے سلسلے میں استعمال ہونے والے الفاظ میں بھی عرف کا دخل ہوتا ہے۔

صورتِ مسئلہ میں جب کہ آپ نے طلاق کے مذاکرہ اور غصہ کی حالت میں "ایک، دو، تین" کے الفاظ بیوی کو استعمال کیے ہیں تو اس سے آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں۔

والدلیل علی ذلک:

ولو قال أنت بذلات، وقعت ثلاث، إن نوى، ولو قال لم أنو، لا يصدق إذا كان في حال مذاكرة  
الطلاق، والإصدق، ومثله بالفارسية "توبہ" علی ما هو المختار للفتویٰ (۱)  
ترجمہ: اور اگر شوہر (بیوی سے) کہے کہ تو تین کی نیت طلاق کی ہو تو تین طلاق واقع ہو جاتی  
ہیں اور اگر شوہر کہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو اگر یہ الفاظ طلاق کے مذاکرہ کی حالت میں کہے گئے تو اس کی  
تصدیق نہیں کی جائے گی، ورنہ اس کی تصدیق کر دی جائے گی اور اسی طرح تخم فارسی کے الفاظ تومہ (تو تین کے ساتھ  
ہے) کا ہے، بنا براس قول کے جو فتویٰ کے لیے مختار ہے۔



قبل از رخصتی منکوحہ کو تین متفرق طلاق دینا

سوال نمبر (63):

میرا نکاح ایک لڑکی سے ہو چکا ہے، لیکن رخصتی نہیں ہوئی، پچھلے دنوں گھر میں کسی بات پر میں نے اپنی بیوی  
کے بارے میں کہہ دیا کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں، اسے طلاق ہے، اسے طلاق ہے، میں خود بھی اور سارے گھر والے  
اس بات سے سخت پریشان ہیں، ازراہ کرم کوئی ایسا راستہ نکالیں کہ سسرال والوں کو خبر بھی نہ ہو۔

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہابیوی (جس سے ہم بستری نہ ہوئی ہو) کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دے دے کہ تجھے تین طلاق ہیں تو اس پر تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں، البتہ ایسی بیوی کو تین طلاق متفرق طور پر دینے کی صورت میں پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہو جاتی ہے، جب کہ دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورت مسئلہ میں جب کہ آپ نے اپنی غیر مدخول بہابیوی کو تین متفرق طلاق دی ہیں تو اگر آپ کی اس سے خلوت صحیحہ بھی نہ ہوئی ہو تو اس پر صرف ایک طلاق بائن واقع ہو گئی ہے، لہذا اب باہمی رضا مندی اور جدید مہر کے ساتھ صرف تجدید نکاح سے ازدواجی تعلقات استوار کیے جاسکتے ہیں، جس کی یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ بوقت رخصتی سرال والوں سے از سر نو نکاح باندھنے کی درخواست کر کے تجدید نکاح کر لیا جائے، آئندہ کے لیے آپ کے پاس اس بیوی کو فقط دو طلاق دینے کا اختیار باقی رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

قال لزوجه غير المدخول بها أنت طالق ثلاثاً، وفعن، وإن فرق بابت بالاولی، ولم تقع

الثانية. (۱)

ترجمہ:

شوہر اپنی غیر مدخول بہابیوی سے کہے کہ تجھے تین طلاق ہیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر جدا جدا کر کے تین طلاق دی ہوں تو پہلی طلاق سے بائنہ (جدا) ہو جاتی ہے اور دوسری (لغو ہو کر) واقع نہیں ہوتی۔



## طلاق قبل الدخول میں تجدید نکاح کی ضرورت پر دلیل

سوال نمبر (64):

ہمارے علاقے میں ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو رخصتی ہونے سے پہلے ہی ایک طلاق دے دی تو علاقے کے مولوی صاحب نے کہا کہ اگر یہ شخص اسی لڑکی سے شادی کرنا چاہے تو اب تجدید نکاح ضروری ہے، جس پر علاقے کے ایک غیر مقلد عالم نے کہا کہ بیوی کو ایک طلاق دینے کے بعد دوبارہ نکاح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، در نہ دلیل لاؤ

(۱) تنویر الأبصار علی صدور المختارہ کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا: ۱/۹-۵۰۹-۵۱۲

آپ سے گزارش ہے کہ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور اس کی کوئی دلیل ہو تو ضرور ارشاد فرمائیں۔

بینوا بنو جبرہ

الجواب وبالله التوفیق:

در اصل جس بیوی سے ہم بستی نہ ہوئی ہو، اس کو ایک طلاق دینے سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور طلاق بائن واقع ہونے کے بعد دوبارہ گھر بسانے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے، ہاں اگر بیوی سے ہم بستی ہونے کے بعد اس کو ایک بار صریح طلاق دی جائے تو ہمیں بھی تسلیم ہے کہ ایسی بیوی سے دوبارہ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے لیے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، کیونکہ ایسی بیوی کو ایک بار صریح طلاق دینے سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور طلاق رجعی واقع ہونے کے بعد عدت کے اندر اندر دوبارہ گھر بسانے کے لیے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ صرف قولاً یا فعلاً رجوع کر لینا کافی ہوتا ہے۔

لہذا مسئلہ صورت میں چونکہ دخول یا خلوت صحیح نہیں ہوئی، اس لیے ایک صریح طلاق دینے سے بیوی مطلقہ بننے ہو جائے گی۔ اگر یہ دونوں دوبارہ گھر آباد کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

عن معاوية بن أبي عياش الأنصاري: أنه كان جالساً مع عبد الله بن الزبير، وعاصم بن عمر قال: ف جاءهما محمد بن إياس بن البكير فقال: إن رجلاً من أهل البادية طلق امرأته ثلاثاً قبل أن يدخل بها، فماذا تريدان، فقال عبد الله بن الزبير: إن هذا الأمر مبالغ لنا فيه قول، فاذهب إلى عبد الله بن عباس وأبي هريرة فأنني تركتهما عند عائشة، فسلهما ثم اتنا، فأخبرنا، فذهب، فسالهما، فقال ابن عباس لأبي هريرة: أنه باها هريرة، فقد جاءك معضلة، فقال أبو هريرة: الواحدة بينهما، والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجاً غيره، وقال ابن عباس مثل ذلك، قال مالك وعلي ذلك الأمر عندنا. (۱)

ترجمہ:

معاویہ بن ابی عیاش انصاری سے روایت ہے کہ: ”وہ عبد اللہ بن زبیر اور عاصم بن عمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس محمد بن ایاس بن بکیر آیا اور کہا کہ: ”ایک دیہاتی کا اپنی بیوی سے ہم بستی کرنے سے پہلے تین طلاق

(۱) مالک بن انس، الموطاء، کتاب الطلاق، باب طلاق البکر، ص ۵۲۱، قدیمی کتب خانہ کراچی

دینے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“ عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا: ”اس بارے میں ہمیں کوئی بات نہیں چننی، البتہ تم عبداللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کے پاس جا کر پوچھ لو، پھر آکر ہمیں بھی مطلع کر دینا، ہم ان دونوں حضرات کو حضرت عائشہؓ کے پاس چھوڑ آئے ہیں، پس محمد بن ایاس گئے اور ان دونوں حضرات سے اس مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا: ”اے ابو ہریرہ! آپ کے پاس سخت مسئلہ آیا ہے، اس کا جواب دیں تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ”ایک طلاق اس کو بائن اور ثمن اس کو حرام کر دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر لے“ حضرت ابن عباسؓ نے بھی اسی طرح فرمایا، امام مالکؒ فرماتے ہیں: ”ہمارے نزدیک بھی یہی حکم ہے۔“

﴿﴾﴿﴾﴿﴾

### بیوی کی عدم موجودگی میں اس کا نام لے کر طلاق دینا

سوال نمبر (65):

میری بیوی کا نام رابعہ ہے۔ ایک دن ایک گھریلو مسئلے پر سخت غصہ ہو جانے کی وجہ سے میں نے نام بھی میں تین مرتبہ یہ کہہ دیا کہ میں نے رابعہ کو طلاق دی، حالانکہ میری بیوی (رابعہ) اس وقت موجود نہیں تھی، بلکہ والدین کے گھر گئی ہوئی تھی، اس کی غیر موجودگی میں ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ اپنے کیے پر سخت نارام ہوں، اگر طلاق ہو چکی ہے تو دوبارہ گھر بسانے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جب شوہر لفظاً یا معناً طلاق کی نسبت اپنی بیوی کی طرف کر لے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، چاہے طلاق دینے وقت بیوی سامنے موجود ہو یا نہ ہو، بیوی کی عدم موجودگی سے طلاق کے وقوع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صورتِ مسئلہ میں آپ کی بیوی پر ثمن طلاق واقع ہو چکی ہیں، اب صرف رجوع یا تجدیدِ نکاح کرنے سے دوبارہ گھر بسانا ممکن نہیں، ہاں اگر یہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور سے نکاح کر لے اور اس دوسرے شوہر سے کم از کم ایک مرتبہ ہم بستری ہونے کے بعد وہاں سے طلاق ہو جائے یا بالفرض وہ دوسرا شوہر مرجائے تو پھر اس سے عدت گزارنے کے بعد آپ کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔



والدلیل علی ذلك:

(وإذا أضاف الطلاق إليها) كانت طالق... (وقع). قال العلامة ابن عابدین بقوله: (كانت طالق) وكذا لو أتى بالضمير الغائب، أو اسم الإشارة العائد إليها ولو باسمها المسمى... (۱) ترجمہ:

جب شوہر طلاق کی نسبت بیوی کی طرف کرے کہ تجھے طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔۔۔ علامہ عابدین نابدین: ”کانت طالق“ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: (اسی طرح اگر شوہر غائب کی ضمیر یا ایسا اسم اشارہ ذکر کرے جو بیوی کی طرف تاکہ ہو یا اس کا نام ذکر کرے تو طلاق واقع ہوگی۔



میں ابھی پتھراٹھا کر ایک، دو، تین کرتا ہوں

سوال نمبر (66):

ایک دن بیوی سے جھگڑے کے دوران میں نے اس سے کہا کہ میرا دل میں ابھی پتھراٹھا کر تم کو ایک، دو، تین کرتا ہوں، اس کے علاوہ میں نے کچھ کیا، نہ کچھ کہا اور اس پر میری والدہ نے مجھے خوب ڈانٹا۔ کیا ان الفاظ سے میری بیوی کو طلاق ہوئی ہے؟

بیٹھو انٹرویو

الجواب وبالله التوفيق:

بیوی کو مذکورہ الفاظ کہنے سے طلاق نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں بیوی کو طلاق نہیں دی گئی، بلکہ آئندہ کے لمحات میں طلاق دینے کی دھمکی ہے اور مستقبل پر دلالت کرنے والے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدلیل علی ذلك:

وفي المحيط: لو قال بالعربية أطلق، لا يكون طلاقاً إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً. (۲)

ترجمہ: محیط میں ہے کہ اگر ایک شخص عربی میں ”أطلق“ کہے تو یہ طلاق نہیں، ہاں جب اس لفظ کا غالب استعمال حال

(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قوله: علی الطلاق من خراعی: ۴/۴۶۹-۴۷۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، باب الثانی، الفصل السابع: ۱/۳۸۴

کے معنی کے لیے ہو جائے تو پھر طلاق ہوگی۔



بیوی کو ”میں تمہیں ابھی طلاق دیتا ہوں، تم میری طرف سے طلاق ہو“ کہنا  
سوال نمبر (67):

میری بیوی نے میری والدہ کو برا بھلا کہا تو میں نے غصے میں آ کر اس کو کہا: ”صبر اوکڑ، زہ تالہ اس طلاق درکوم  
زہ، زما د طرفہ طلاقتہ ہے“ (صبر کر! میں تجھے ابھی طلاق دیتا ہوں، جاؤ تم میری طرف سے طلاق ہو) پھر انتہائی غصے میں  
میں ”زہ بہتہ، زہ بہتہ“ (میں تم کو، میں تم کو) کے الفاظ کہہ کر خاموش ہو گیا، اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟  
بینوا انھو جردا

الجواب وبالله التوفیق:

ایسے جملے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی جس میں صرف آئندہ طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا گیا، اور طلاق  
کے صریح الفاظ ایک یا دو مرتبہ کہنے سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

صورت مسئلہ میں شوہر کے الفاظ ”صبر اوکڑ، زہ تالہ اس طلاق درکوم، زہ، زما د طرفہ طلاقتہ ہے“ میں سے  
پہلے جملے میں تو بیوی کو طلاق دینے کے ارادے کا اظہار کیا گیا ہے، جب کہ دوسرے جملے میں اس ارادے کی تکمیل کی گئی  
نہے، لہذا پہلے جملے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور دوسرے جملے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی ہے اور بعد کے الفاظ  
”زہ بہتہ، زہ بہتہ“ سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ لہذا بیوی کو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

فانصریح قوله: انت طالق، ومطلقة، وطلقتك، فهذا يقع به الطلاق الرجعی، لان هذه الألفاظ

تستعمل فی الطلاق، ولا تستعمل فی غیره، فكان صریحاً. (۱)

ترجمہ: صریح الفاظ کسی کا (بیوی کو) یہ کہنا ہے کہ تو طلاق ہے، تو طلاق ہے، میں نے تجھے طلاق دی ہے، پس ان الفاظ  
سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، کیونکہ یہ الفاظ طلاق کے لیے ہی استعمال کیے جاتے ہیں اور طلاق کے عاودہ کسی مقصد  
کے لیے استعمال نہیں کیے جاتے، پس یہ صریحی ہوئے۔

## بیوی کو طلاق دینے کی لوگوں کو بار بار خبر دینا

سوال نمبر (68):

زید اپنی بیوی سے جھگڑ رہا تھا، اچانک اس نے رشتہ داروں کے سامنے صرف ایک مرتبہ بیوی کو کہا: ”جاؤ! میں نے تجھے طلاق دے دی“ جھگڑے نے طول پکڑا تو بیوی کے رشتہ داروں نے اس کو کہا: ”بس طلاق دے دو“ اس نے کہا ”میں نے دے دی ہے“ پھر مزید تکرار ہوا تو بیوی کے بھائی نے کہا: ”طلاق دے دو، تاکہ میں اپنی بہن کو لے جاؤں“ اس نے جواباً کہا کہ میں نے تو اس کو طلاق دے دی ہے، مذکورہ بیان کے مطابق کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟

بَيِّنُوا تَوَجُّهًا

الجواب وبالله التوفيق:

واضح رہے کہ صریح الفاظ کے ساتھ طلاق دینے سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور طلاق دینے کی بار بار خبر و حکایت بیان کرنے سے مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئلہ میں شوہر کے ان الفاظ کہ ”جاؤ! میں نے تجھے طلاق دے دی“ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے، باقی عام رشتہ داروں اور سائل کے مطالبہ طلاق پر شوہر نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں، ان سے بظاہر شوہر کا مقصود بیوی کو دی جانے والی اسی سابقہ طلاق کی طرف اشارہ کرنا اور اس کی طرف توجہ مبذول کرنا ہے جس سے مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، لہذا تحریر کردہ بیان کے مطابق بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ہے، شوہر عدت کے اندر تجدید نکاح کے بغیر تو لا یا فعلاً رجوع کر سکتا ہے اور اب اس کے پاس صرف دو طلاقیں کا اختیار باقی رہ گیا ہے۔

والدليل على ذلك:

لَوْ قَالَ لَا مِرَاتَهُ: أَنْتَ طَالِقٌ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ: طَلَقْتُهَا، أَوْ قَالَ قُلْتُ هِيَ طَالِقٌ، فَهِيَ

وَاحِدَةٌ فِي الْقَضَاءِ؛ لِأَنَّ كَلَامَهُ انْتَصَرَفَ إِلَى الْإِخْبَارِ بِقَرِينَةِ الِاسْتِخْبَارِ. (۱)

ترجمہ: اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تو طلاق ہے“ اور پھر کوئی شخص اس سے پوچھے کہ: ”تو نے بیوی کو کیا کہا؟“ اور وہ جواب میں کہے کہ: ”میں نے اس کو طلاق دی ہے“ یا یہ کہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ: ”اسے طلاق ہے“ تو قضاء یہ ایک ہی طلاق ہے، کیونکہ یہاں خبر پوچھنے کے قرینہ کے سبب اس کے کلام کو اخبار کی طرف پھیرا جائے گا۔

## تیسری طلاق سے خاموشی کی ایک صورت

سوال نمبر (69):

ایک شخص نے بیوی کے ساتھ جھگڑا کیا اور غصہ میں بیوی کو دو دفعہ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ کے الفاظ کہے۔ بے قابو ہونے کی وجہ سے تیسری بار کہتے کہتے خاموش ہو گیا اور طلاق کے الفاظ ادا نہیں کیے۔ ہو سکتا ہے کہ نیم الفاظ ادا ہوئے ہوں، لیکن پورے یقین کے ساتھ یا نہیں ہے۔ آیا اب یہ شخص اس عورت کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا وبنوا

الجواب وبالله التوفیق :

مذکورہ حالت میں اگر واقعی خاوند نے بیوی کو دو دفعہ یہ الفاظ کہے ہوں کہ: ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ اور تیسری دفعہ طلاق نہیں دی ہو اور نہ اس سے قبل کبھی بیوی کو طلاق دی ہو تو ایسی صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی، بیوی کی طرف عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔ تیسری بار طلاق نہ دینے کے بارے میں یقین ہو تو شک سے طلاق ثابت نہیں ہوتی، لہذا ایسی صورت میں دو طلاق واقع ہو کر آئندہ کے لیے ایک طلاق کا مالک رہے گا، البتہ ایک اور طلاق دینے سے بیوی مستقل طور پر علیحدہ ہو جائے گی۔

صورتِ مسئلہ میں جب دو طلاق واقع ہوئیں تو میاں بیوی کے دوبارہ تعلقات بحال رکھنے کے لیے بالفعل یا بالقول رجوع کافی ہے، تاہم یہ ضروری ہے کہ رجوع عدت کے اندر ہو اور عدت گزرنے کے بعد تجدید نکاح کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

والدليل على ذلك:

(صريحه مالم يستعمل إلفيه) ولو بالفارسية. قال ابن عابدین: فما لا يستعمل فيها إلفي الطلاق

فهو صريح يقع بلانية. (۱)

ترجمہ: پس وہ الفاظ جو صرف طلاق ہی میں استعمال ہوتے ہیں تو وہ صریح ہیں، اگرچہ فارسی میں ہوں۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ: ”وہ الفاظ جو فارسی میں صرف طلاق کے لیے استعمال ہوں تو وہ صریح الفاظ ہیں ان سے بلانیت طلاق واقع ہو جاتی ہے۔“

بیوی کی غلطی پر اس سے کہنا ”میرے اوپر طلاق ہے“

سوال نمبر (70):

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اور وہ گھر میں داخل ہوا تو اس کی نظر گند پر پڑی جو صفائی کے باوجود پڑا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ ”جس بیوی نے اس جگہ کی صفائی کی ہے، وہ گھر سے نکل جائے میرے اوپر طلاق ہے“ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان الفاظ کے کہنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

بیتوانو جردا

الجواب وبالله التوفیق :

شریعت مطہرہ کی رو سے اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دے تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے، لیکن اس میں خاوند عدت کے اندر رجوع کر کے بیوی کے ساتھ دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کر سکتا ہے اور شوہر کو دو طلاق کا اختیار باقی ہوگا۔

صورت مسئلہ میں جب خاوند نے یہ الفاظ کہے ہیں کہ: ”جس بیوی نے اس جگہ کی صفائی کی ہے، وہ گھر سے نکل جائے، میرے اوپر طلاق ہے“ تو جس بیوی نے بھی اس جگہ کو صاف کیا ہو، اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، لیکن شوہر عدت کے اندر قولاً یا فعلاً بغیر تجدید نکاح کے رجوع کر سکتا ہے۔ عدت کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے، البتہ خاوند کے پاس مزید دو طلاقوں کا اختیار رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

(الطلاق علی ضربین صریح و کنایہ، فالصریح قوله: أنت طالق، ومطلقة، وطلقتك، فهذا يقع

به الطلاق الرجعی) لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق، ولا تستعمل في غيره. (۱)

ترجمہ:

طلاق دو قسم پر ہے: صریح اور کنایہ۔ پس صریح اس کا قول تجھے طلاق ہے تو مطلقہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی، یہ ایسے الفاظ ہیں جن کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہوگی، کیونکہ یہ الفاظ طلاق میں مستعمل ہوتے ہیں اور غیر طلاق میں مستعمل نہیں ہوتے۔

إذا طلق الرجل تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها. (۱)

ترجمہ:

اور جب مرد ایک طلاق رجعی یا دو طلاق دے دے تو شوہر کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت کو رجوع کر لے۔



”میں نے طلاق دی ہے“ ایک مرتبہ کہنا

سوال نمبر (71):

ایک شخص کی بیوی کو اس کا بھائی اپنے گھر لے گیا۔ جب خاوند گھر آیا تو اس نے بیٹی کو ان کے گھر سے منع کرنے کے لیے تنبیہ اور زجر کے طور پر بدوں نیت طلاق کے یہ الفاظ کہے کہ: ”وہ تو مجھ سے بخوشی طلاق مانگ رہی تھی“۔ اس کے جواب میں اس کی بیٹی نے کہا نہیں، طلاق نہیں مانگی، بلکہ وہ اس کو زبردستی لے گئے۔ اس نے بیٹی سے کہا کہ میں نے اسے طلاق دی۔ جب بیٹے نے فون پر اس سے پوچھا تو خاوند نے کہا کہ میں نے تمہاری امی کو طلاق دی ہے۔ اب اس صورت میں خاوند کی طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اور اس میں خاوند کے لیے رجوع کی کوئی صورت بن سکتی ہے؟

بیشوا انزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جو الفاظ عام عرف میں طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں، ان کے کہنے سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ الفاظ کتناہی میں خاوند کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر دلالت الحال، غصہ کی حالت یا مذاکرہ طلاق نہ ہو۔ اسی طرح طلاق کی حکایت کرنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورت مسئلہ میں خاوند کے الفاظ ”وہ تو مجھ سے بخوشی طلاق مانگ رہی تھی“ چونکہ انشاء طلاق پر دلالت نہیں کرتے، اس لیے ان الفاظ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ دوسرا جملہ ”میں نے اسے طلاق دی ہے“ چونکہ انشاء طلاق صریحی ہے، اس لیے اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی۔

اس کے بعد خاوند نے بیٹے کو طلاق کی خبر دی ہے جو کہ حکایت طلاق ہے، جس کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہذا عدت کے دوران رجوع جائز ہے، اور اگر عدت بغیر رجوع کے گزر گئی تو پھر تجدید نکاح ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

إذا طلق الرجل تطليقة رجعية أو نكاحيتين، فله أن يراجعها في عدتها. (۱)

ترجمہ:

اور جب مرد ایک طلاق رجعی یا دو طلاق دے دے تو شوہر کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت کو رجوع کر لے۔

لو قال لامرأته: أنت طالق، فقال له رجل: ما قلت؟ فقال: طلقته، أو قال قلت هي طالق، فهي

واحدة في القضاء لأن كلامه انصرف إلى الإخبار بقرينة الاستخبار. (۲)

ترجمہ: اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تو طلاق ہے“ اور پھر کوئی شخص اس سے پوچھے کہ: ”تو نے بیوی کو کیا کہا

؟“ اور وہ جواب میں کہے کہ: ”میں نے اس کو طلاق دی ہے“ یا یہ کہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ: ”اسے طلاق ہے“ تو قضاء

”یہ ایک ہی طلاق ہے، کیونکہ یہاں خبر پوچھنے کے قرینہ کے سبب اس کے کلام کو اخبار کی طرف پھیرا جائے گا۔



”تو مجھ پر طلاق ہے“ دو مرتبہ کہنے کے بعد رجوع

سوال نمبر (72):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکلو گی۔ اس کے باوجود بھی وہ بغیر اجازت کے گھر سے نکلی تو خاوند نے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی ہو لہذا تو مجھ پر طلاق ہے، تو مجھ پر طلاق ہے۔ اس کے بعد خاوند بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان الفاظ سے کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں اور کیا وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا نؤمرؤ

الجواب وبالله التوفيق:

اگر خاوند بیوی کو طلاق دینے کے لیے صریح الفاظ استعمال کرے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ

خاوند نے یہ الفاظ غصہ کی حالت میں کہے ہوں یا اس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔

(۱) الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۱۰۵

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النية فی الکتابۃ: ۲۲۱/۱

صورتِ مسئلہ میں اگر خاوند نے واقعی بیوی کو دوسرے یوں کہا ہو کہ ”تو مجھ پر طلاق ہے“ تو اس سے دو طلاق رجعی واقع ہوگئی ہیں۔ عدت گزرنے سے پہلے اگر خاوند رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر سکتا ہے، البتہ عدت گزرنے کے بعد تجدید نکاح ضروری ہوگا۔

والدلیل علی ذلک:

إذا طلق الرجل تطلقه رجعية أو تطلقین، فله أن يراجعها في عدتها. (۱)

ترجمہ:

اور جب مرد ایک طلاق رجعی یا دو طلاق دے دے تو شوہر کو اختیار ہے کہ عدت میں عورت کو رجوع کر لے۔



مذکرہ طلاق کی حالت میں بیوی کو ”تجھے طلاق ہے“ کہنا

سوال نمبر (73):

ایک شخص کا بیوی کے ساتھ کسی شرعی مسئلہ پر تکرار ہوا، خاوند نے طیش میں آکر اپنی بیوی سے تکرار کے ساتھ کہا کہ اگر تم اس طرح رہی اور اپنا رویہ نہ بدلاتو میں پھر طلاق دوں گا۔ اس کی بیوی نے کہا مجھے طلاق ہی دے دو تو خاوند نے کہا تجھے طلاق ہے اور اس کے بعد کوئی تعلق نہ رہا، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

جینواتنوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو یہ کہے کہ اگر تم ٹھیک نہ ہوئی تو میں طلاق دوں گا، یہ صرف طلاق کی دھمکی ہے، طلاق نہیں، البتہ اگر آدمی صاف طور پر بیوی کو کہے کہ تجھے طلاق ہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہو جاتی ہے اور عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے۔

صورتِ مسئلہ میں جب بیوی نے کہا کہ مجھے طلاق ہی دے دو اور خاوند نے کہا کہ تجھے طلاق ہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگئی، پس خاوند کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، اگر عدت گزر جائے تو پھر تجدید نکاح ضروری ہے، البتہ خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقیں کا مالک رہے گا۔



والدلیل علی ذلك:

والطلاق الصریح: وهو كانت طالق، ومطلقة، وطلقتک، وتقع واحدة رجعية، وإن نوى الأکثر  
لواحدة، أولم ينو شيئا. (۱)

ترجمہ:

اور صریحی الفاظ ”تجھے طلاق ہے اور تو مطلقہ ہے اور میں نے تجھے طلاق دی“ کے ساتھ طلاق رجعی واقع ہوگی،  
اگرچہ مرد ایک سے زیادہ کی نیت کرے یا طلاق بائن کی یا کسی بھی چیز کی نیت نہ کرے۔



### غصہ کی حالت میں تین طلاق دینا

سوال نمبر (74):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو بھائی کے گھر جانے سے منع کیا، لیکن اس کے باوجود وہ بھائی کے گھر چلی گئی، جب وہ  
گھر واپس آئی تو خاوند نے طیش میں آ کر بیوی کو یہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے طلاق دی ”میں محمد آصف تمہیں طلاق دیتا  
ہوں، طلاق، طلاق، طلاق۔ ایسی صورت میں بیوی کو کون سی طلاق واقع ہوگی؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نقہ بے کرام نے لکھا ہے کہ عاقل، بالغ کی طلاق ہر حال میں واقع ہوتی ہے، چاہے اس نے غصہ میں یا کسی  
حرام چیز سے نشے کی حالت میں دی ہو، طلاق بہر صورت واقع ہو جاتی ہے۔

صورت مسئلہ میں محررہ حالات اور خود طلاق دینے والے کا بیان سننے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ  
طلاق دینے والے نے مذکورہ الفاظ بتائے ہوش و حواس میں کہے ہیں۔ نیز وہ تین مرتبہ طلاق کا لفظ دہرانے سے بیوی  
کے مغالطہ باندہ ہونے سے بھی باخبر تھا لہذا نقبائے کرام کی تصریح کے مطابق مذکورہ الفاظ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو کر  
عورت مغالطہ باندہ ہو گئی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وإذا قال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلفت ثلاثاً..... وكذا إذا قال أنت طالق فطالق فطالق، أو ثم طالق ثم طالق أو طالق طالق. (۱)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے: ”تجھے طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے“ اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہ کرے تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو اس کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اسی طرح جب کہے: ”تجھے طلاق ہے، پس طلاق ہے، طلاق ہے، یا یوں کہے کہ پھر طلاق ہے، پھر طلاق ہے یا یہ کہے: طلاق ہے، طلاق ہے۔“

متی کمر لفظ الطلاق بحرف الواو، أو بغير حرف الواو يتعدد الطلاق، وإن عني بالثاني الأول لم يصدق في القضاء. (۲)

ترجمہ: جب طلاق کا لفظ مکرر ذکر کرے۔ واو کے ساتھ ہو یا واو کے بغیر تو طلاق متعدد ہوگی۔ اگر وہ دوسرے لفظ طلاق کے ساتھ پہلے کی نیت کرے تو قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔



”میں نے تجھے طلاق دی“ تین بار کہنا

سوال نمبر (75):

ایک آدمی نے بیوی کو تین بار یہ الفاظ کہے ”میں نے تجھے طلاق دی“ آیا ان الفاظ سے تین طلاق واقع ہوئی ہیں؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق کی ایک قسم طلاق مغلظ ہے کہ شوہر بیوی کو الگ کلموں سے یا ایک ہی کلمہ سے تین بار صراحتاً طلاق دے دے تو عورت اگر مدخول بہا ہو یا خاندان سے خلوت صحیحہ کر چکا ہو تو اس صورت میں عورت کو تین طلاقیں واقع ہو کر شوہر پر حرام ہوگی۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق: ۳۵۵/۱

(۲) أرضاء: ۳۵۶/۱

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی شوہر نے اپنی بیوی کو تین بار یہ الفاظ کہے ہوں: "میں نے تجھے طلاق دی" تو ان الفاظ سے اس کی بیوی اس پر حرام ہو چکی ہے اور شوہر کے لیے اس کے ساتھ ازواجی تعلقات قائم کرنا درست نہیں۔  
والدلیل علی ذلك:

وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، أو ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تفكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها. (۱)

ترجمہ: اور اگر آزاد عورت کو تین طلاق اور کنیز کو دو طلاق دی گئیں تو دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کے بغیر پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی کہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ ہم بستری کرے اور پھر طلاق دے۔



ایک، دو، تین مجھ پر طلاق ہے

سوال نمبر (76):

ایک شخص نے سسر کے گھر میں بیوی سے کہا کہ میرے ساتھ چلو، ورنہ تم ہمیشہ کے لیے یہاں بیٹھی رہو گی تو سسر نے کہا کہ یہاں میرے گھر میں بیٹھی رہے گی، خاوند نے کہا: "ایک، دو، تین یہاں پکی بیٹھی رہو" پھر اس کے بعد کہا: "مجھ پر طلاق ہے" کیا ایسی صورت میں بیوی کو ایک طلاق ہوگی یا تین؟ وضاحت فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

مذکورہ الفاظ فقہائے کرام کی اصطلاح میں کنایات سے تعبیر کیے جاتے ہیں اور ان کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے کہے ہوں یا مذاکرہ طلاق میں یہ کام صادر ہوا ہو تو پھر اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔  
صورتِ مسئلہ کے مطابق یہ الفاظ مذاکرہ طلاق میں صادر ہوئے ہیں، اس لیے ان سے تین طلاق واقع ہو کر بیوی مطلقہ مغلطہ شمار ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته "ترايكي وتراسه" أو قال "توميكي وتوسه" قال أبو القاسم الصفار: لا يقع شيء

وقال الصدر الشهيد: يقع إذناوی قال وبه یفتی. قال القاضي یربغی أن یكون الحواب علی التفصیل إن كان ذلك فی حال مذاکرة الطلاق أو فی حال الغصب یقع الطلاق، وإن لم یکن لا یقع إلا بالنیة، كما قال فی العریة أنت واحدة. (۱)

ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تجھے ایک اور تین یا تو ایک تو تین“ تو ابوالقاسم الصفا فرماتے ہیں کہ: ”کچھ واقع نہیں ہوا“ اور صدر الشہید فرماتے ہیں کہ: ”نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی“۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضی فرماتے ہیں کہ: ”جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذاکرة طلاق یا غصب کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر یہ (مذاکرة طلاق یا غصب کی حالت) نہ ہو تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی، جس طرح کہ عربی میں کہے انت واحدة (تو ایک ہے)۔



### دو طلاق رجعی کے بعد ایک بائن طلاق دینا

سوال نمبر (77):

ایک لڑکے کی شادی اسے مجبور کر کے کی گئی اور اب اس کی دو بیٹیاں بھی ہیں، لیکن از دو اہل تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے بیوی کو دو طلاق رجعی دے چکا ہے اور کئی مرتبہ یہ الفاظ بھی کہے ہیں: ”میں آپ کو بیوی نہیں بناتا“ جس سے طلاق کا ارادہ بھی تھا۔ کیا اس سے طلاق واقع ہوئی ہے؟ نیز طلاق واقع ہونے کی صورت میں بچیوں کے پرورش کا حق کس کو حاصل ہوگا؟

بیٹوں اور جڑوا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ جب خاوند نے بیوی کو دو مرتبہ طلاق رجعی دے دی اور اس کے بعد رجوع کر لیا تو یہ صحیح تھا، مگر شریعت نے شوہر کو صرف تین طلاق کا حق دیا ہے، اس لیے ان دو طلاقیوں سے رجوع کر لینے کے بعد شوہر کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی تھا، جب شوہر نے تیسری مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ: ”میں آپ کو بیوی نہیں بناتا“ تو یہ الفاظ کفائی ہیں، لہذا ارادہ طلاق کے ساتھ اس سے بھی ایک طلاق پڑ سکتی ہے، ایسی صورت میں پھر تو رجوع کا حق بھی باقی نہیں

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الطلاق، الفصل الثانی فی الکتابات: ۹۸/۲

رہتا، اس لیے یہ عورت مطاقہ مغلطہ ہوئی ہے اور خاندان اب اس کو بیوی کی حیثیت سے نہیں رکھ سکتا۔ طلاق کے بعد بچیوں کا حق پرورش والدہ کو حاصل ہے، لڑکیوں کو ماں ان کے جوان ہونے تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے، جوان ہونے کے بعد باپ کے پاس رہے گی، البتہ اگر ماں کی اخلاقی حالت خراب ہو یا وہ ایسے مرد سے شادی کر لے جو اس بچی کے لیے غیر محرم ہو تو اس کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا اور پرورش کے اخراجات بہر حال باپ کے ذمہ ہوں گے۔

والد لیل علی ذلک:

لست لك بزواج، اولست لي بامراة او قالت له لست لي بزواج فقال صدقت طلاق إن نواه (۱)  
ترجمہ: میں تیرا شوہر نہیں ہوں یا تو میری بیوی نہیں ہے یا بیوی کہے کہ تو میرا شوہر نہیں تو شوہر کہے کہ تو نے سچ کہا۔۔۔۔۔  
تو اگر اس نے نیت کی ہو تو یہ طلاق ہے۔

ثبت للأُم ولو بعد الفرقة إلا أن تكون مرتدة، أو فاجرة، أو غير مأمونة.....أو متزوجة بغير محرم (۲)  
ترجمہ: اور یہ حق (پرورش) ماں کے لیے ثابت ہوتا ہے، اگرچہ تفریق کے بعد ہو، مگر یہ کہ وہ ماں مرتدہ ہو یا فاجرہ ہو یا اس پر اعتماد نہ کیا جاسکتا ہو۔۔۔۔۔ یا اس نے ایسی جگہ شادی کر لی ہو جو بچی کے لیے غیر محرم ہو۔



ایک ہی مجلس میں تین بار کہنا ”هغه به ما طلاقه ده“

سوال نمبر (78):

اگر کوئی شخص بیوی کی غیر موجودگی میں اس طرح کہے: ”هغه به ما طلاقه ده، هغه به ما طلاقه ده، هغه به ما طلاقه ده“ (وہ مجھ پر طلاق ہے) اب اگر یہ مذکورہ شخص اپنے گھر کو دوبارہ آباد کرنا چاہتا ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟  
بیہوش ہو کر

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص اپنی مدخول بہا بیوی (جس کے ساتھ ہم بستری کی ہو) کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیدے تو وہ تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں، چاہے اس کی بیوی موجود ہو یا نہ ہو۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۵۰۷/۴

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانه: ۲۵۲/۵-۲۵۵

مذکورہ صورت میں شوہر کا یہ کہنا کہ ”مغفہ پہ ما طلاقہ دہ“ اس سے طلاق صریحی واقع ہوئی ہے اور تین بار کہنے سے بیوی مطلقہ مغلطہ ہو کر شوہر کے لیے حرام متصور ہوگی، تاہم اگر وہ عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح و ہمبستری کرنے کے بعد طلاق ملنے کی صورت میں عدت گزار کر پہلے شوہر کی زوجیت میں آنا چاہتی ہو تو یہ جائز ہے۔

واللہ لیل علی ذلک:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

ترجمہ: پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔



بیوی کے ہنسنے پر متعدد بار طلاق دینا

سوال نمبر (79):

ایک شخص کا بھائیوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہوا، بھائیوں نے اس کو مارا اور زد و کوب کیا، اس کی بیوی خاوند پر ہنس رہی تھی، کئی مرتبہ خاوند نے منع کیا، لیکن خاموش نہ ہوئی تو اس نے تین مرتبہ بیوی سے کہا: ”تو مجھ پر طلاق ہے“۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کہنے کے بعد خاوند کا اس کو بیوی رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا وجرؤا

الجواب وبالله التوفیق:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے تو رجوع یا تجدید نکاح سے رشتہ ازدواج کو جوڑا جاسکتا ہے، لیکن تین مرتبہ طلاق کے الفاظ دہرانے سے رجوع اور دوبارہ نکاح سے اس کا تدارک ممکن نہیں رہتا، بلکہ عورت مطلقہ مغلطہ ہو کر بغیر حلالہ کے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ ”تو مجھ پر طلاق ہے“ کہا ہو تو طلاق مغلطہ واقع ہونے کی وجہ سے اس پر بیوی حرام ہوگئی ہے اور اب دونوں کا آپس میں ازدواجی تعلقات رکھنا جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

وإذا قال لامرأته أنت طالق و طالق و طالق، ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً. (۱)  
ترجمہ: اور جب اپنی بیوی سے کہے: "تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے" اور طلاق کو شرط کے ساتھ طلاق نہیں کیا،  
تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔



## طلاق مغلظ کی صورت میں غیر مذہب کے فتویٰ پر عمل کرنا

سوال نمبر (80):

ایک شخص نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ اب دونوں اکٹھے ایک گھر میں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا اس شوہر کے لیے بیوی بغیر حلالہ کے جائز ہے؟ اور کیا اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ کسی اور امام کی تقلید جائز ہے یا نہیں؟

بیٹھو اور جواب دو

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور تین طلاق کے وقوع کے بعد عورت شوہر پر حرام ہوگی۔ بدون حلالہ کے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو اب دونوں کا اکٹھا رہنا اور میاں بیوی جیسی زندگی گزارنا حرام ہے۔

اور اس صورت میں چاروں آئمہ فقہ کے ہاں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اس لیے ذاتی مفاد کی خاطر فقہ حنفی کو چھوڑ کر کسی اور امام کا مقلد بن جانا جائز ہونے کے ساتھ بے سود بھی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(والبدعي ثلاث متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالاولى ..... وذهب جمهور الصحابة

والثابعتین ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث، (۱)

ترجمہ:

اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاق بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بدرجہ اولیٰ بدعی ہے..... جبہ و صحابہؓ، تابعینؒ اور ان کے بعد اکابر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔



### طلاق مغاظ کے بعد زوجین کا اکٹھے رہنا

سوال نمبر (81):

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں تین دفعہ کہا ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“۔ خاندان الفاظ پر قائم ہے۔ اب دونوں اکٹھے رہنا چاہتے ہیں۔ لڑکی کے خاندان والے باپ دادا اور بھائی وغیرہ دوسرے مذہب کے فیصلہ کے مطابق عدم وقوع پر راضی ہو کر دونوں کے اکٹھے رہنے پر راضی ہیں۔ ایسی صورت میں مذکورہ زوجین کا اکٹھے رہنا شرعاً کیسا ہے؟

بینوا اتوا جہودا

الجواب وبالله التوفیق :

عورت کو ایک ساتھ تین طلاق دینے کی صورت میں بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے، چاہے تینوں طلاق ایک ہی مجلس میں دی ہوں یا مختلف مجالس میں، حیض میں ہوں یا طہر میں۔ تین طلاق دینے کی صورت میں دوسرے خاندان سے باقاعدہ نکاح و ہمبستری کیے بغیر مذکورہ عورت کا نکاح پہلے شوہر سے حلال نہیں۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی خاندان نے مذکورہ الفاظ کہے ہوں تو عورت تین طلاق لینے کی وجہ سے شوہر سے فوراً الگ ہو جائے، کیونکہ تین طلاقوں سے ان کی زوجیت ختم ہو چکی ہے اور اب ان کا ایک ساتھ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا جائز نہیں اور نہ ہی شریعت اس کی اجازت دیتی ہے، تاہم عدت گزارنے کے بعد اگر یہ عورت دوسری جگہ شادی کر لے اور ہمبستری کے بعد وہاں سے طلاق مل جائے تو عدت گزارنے کے بعد دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

چونکہ تین طلاق دینے کی وجہ سے مذکورہ شخص پر بیوی حرام ہو گئی ہے، لہذا عورت کے خاندان والے باپ،



واو اور بھائی وغیرہ کا اس کے شوہر کے ساتھ تین طلاق دینے کے بعد بھی عدم وقوع طلاق پر راضی رہا" معاونت علی الاثم" ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدة- ۲)

لہذا عورت کے اہل خاندان پر مذکورہ صورت میں ان کے مابین جدائی لازم ہے اور اہل خاندان راضی ہیں یا نہ ہوں، عورت بہر حال مطلقہ ہے، وہ اب کسی بھی صورت میں بددن طلاقہ شوہر کے لیے جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

(والبدعي ثلاث متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالاولى ..... وذهب جمهور الصحابة والتابعين

ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. (۱)

ترجمہ:

اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاق بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بدرجہ اولیٰ بدعی ہے..... جمہور صحابہؓ، تابعینؓ اور ان کے بعد اکابر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔  
وإذا قل لا امرأته أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً. (۲)

ترجمہ:

اور جب اپنی بیوی سے کہے، تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہیں کیا، تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔



## تین طلاق کی صورت میں شوہر کا انکار کرنا

سوال نمبر (82):

ایک شخص کی بیوی میکے چلی گئی تھی، خاوند نے بیوی سے صندوق کی چابی منگوائی تو اس نے نہیں بھیجی، جس پر خاوند نے قسم ہو کر اپنی بہن کی موجودگی میں یہ الفاظ کہے کہ: "میرے اوپر بیوی طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے"۔ اب

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق المدور: ۴/ ۴۲۵

(۲) النشاوی الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إتمام الطلاق: ۱/ ۳۵۵

اس صورت میں طلاق کے وقوع کا کیا حکم ہے، جب کہ خاوند طلاق کے الفاظ سے انکار کرتا ہے؟

بیشوا تہجر ما

الجواب وبالله التوفیق :

اگر کوئی شخص طلاق کے الفاظ استعمال کرے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ اس کی بیوی سامنے موجود

ہو یا نہ ہو۔

صورت مسئلہ میں جب خاوند نے غصہ کی حالت میں تین دفعہ طلاق کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو اس سے اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ ہو گئی ہے۔ اور اب یہ عورت خاوند کے لیے حرام ہو چکی ہے، لیکن اس صورت میں اگر شوہر ان الفاظ کے ادا کرنے سے انکار کرے تو بیوی اس پر بیشہ، یعنی دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کے طور پر پیش کرے گی۔ اگر عورت کے پاس اس معیار کے گواہ موجود نہ ہوں تو خاوند کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ چونکہ یہ معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، اس لیے غلط بیانی سے کام لے کر جھوٹی قسم سے ناجائز تعلق جوڑ کر مستفید ہونے کا گناہ شوہر پر لازم ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

وإن اختلفا في وجود الشرط فالقول له إلا إذا برهنت. (۱)

ترجمہ: اور اگر شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے۔

(ومما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين سواء كان الحق مالا

أو غير مال) مثل النكاح والطلاق. (۲)

ترجمہ:

اور حدود و قصاص کے علاوہ دوسرے حقوق میں دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے برابر ہے کہ وہ حق مال ہو یا غیر مال، جیسے نکاح اور طلاق۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۲۲۲

(۲) الہدایہ، کتاب الشہادۃ: ۳/۱۶۱

## غصہ میں ”طلاق، طلاق، طلاق“ کہنا

سوال نمبر (83):

ایک شخص نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا: ”طلاق، طلاق، طلاق“۔ تھوڑی دیر بعد پھر کہا ”طلاق، طلاق“۔ ان الفاظ کے ساتھ عورت ایک طلاق سے مطلقہ ہو جاتی ہے یا عورت کو تین طلاق واقع ہوں گی؟

بہنو! سناؤ جسرہ!

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق کے صریح الفاظ کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، چاہے غصہ کی حالت میں ہو یا سنجیدگی کی حالت میں، پھر ان الفاظ میں تکرار سے غرض اگر تاکید ہو تو سب ایک ہی طلاق سمجھی جاتی ہے، ورنہ متعدد طلاق واقع ہوں گی۔ صورت مسئلہ میں بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ موجب طلاق ثلاثہ ہیں، اس لیے قضاء تین طلاق ہوں گی، البتہ اگر متکلم کی نیت اور مقصد تکرار سے تاکید ہو، تو اس سے دیا نسا (فیما بینہ و بین اللہ) ایک طلاق واقع ہوگی، لیکن قضاء تینوں طلاق الگ الگ شمار ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ رہے گی۔

والدلیل علی ذلک:

کرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التأكيدین قال ابن عابدین: لأن الأصل عدم التأكيد. (۱)

ترجمہ:

اگر لفظ طلاق بار بار دہرایا تو سب واقع ہوں گی اور اگر اس نے تاکید کی نیت کی ہو تو دیا نسا صحیح ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ سب اس لیے واقع ہوں گی کہ اصل عدم تاکید ہے۔



## حالت غضب میں طلاق ثلاثہ

سوال نمبر (84):

ایک شخص کے دوست کا فون آیا، فون کے بعد اس کی بیوی نے کہا کہ کس لڑکی سے بات کی ہے؟ اسی اصرار کی

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدعول بہا: ۴/۵۲۱، ۵۲۲

وجہ سے بیوی نے قسم دلانے کی کوشش کی تو شوہر نے بیوی کو مارتے ہوئے غصہ میں کہا: ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں طلاق طلاق“ شوہر کو طلاق کے الفاظ میں شک ہے، جب کہ گھر والے تین مرتبہ سے زائد کہنے کا اقرار کرتے ہیں، بعد میں شوہر نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ایک ہی سانس، ایک جگہ اور ایک ہی قدم میں یہ الفاظ کہے ہیں۔ اس صورت میں ان الفاظ سے طلاق کے وقوع کا کیا حکم ہوگا؟ خاوند کی ذہنی حالت غصہ کی وجہ سے پوری درست نہیں تھی۔

ہجنتو اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

بنیادی طور پر طلاق کا دار و مدار طلاق و ہند کے الفاظ پر ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر گھر کے افراد کے بیان پر طلاق و ہند کا اعتقاد ہو کہ اس نے واقعی بیوی کو اس لڑائی کے دوران یوں کہا: ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق“ اور طلاق کا لفظ تین بار یا اس سے زائد استعمال کیا، تو پھر تین طلاق واقع ہو کر بیوی مطلقہ مغلطہ ہو کر خاوند کے لیے حرام ہوگی اور خاوند کا یہ کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ میں طلاق دیتے وقت کچھ سمجھ نہیں رہا تھا، کیونکہ جب اس وقت کے پورے احوال کا بیان خود دیتا ہے تو طلاق سے بے خبری کا دعویٰ بے سود ہے۔ ہاں اگر طلاق دیتے وقت غصہ تھا تو یہ طلاق کے وقوع پر اثر انداز نہیں، کیونکہ طلاق عموماً غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

(والبدعی ثلاث متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالاولی ..... وذهب جمهور الصحابة والتابعین

ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. (۱)

ترجمہ:

اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاق بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق دینا تو بدرجہ اولیٰ بدعی ہے..... جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کا بر سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

وإذا قال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً. (۲)

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی سے کہے: ”تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے“ اور طلاق کو شرط کے ساتھ مطلق نہیں کیا تو اگر یہ بیوی مدخول رہا، تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

(۱) بردالمسحار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق البدوی: ۴/۳۴

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق: ۱/۳۵۵

## ”ایک، دو، تین کر دوں گا“ کے ساتھ دھمکی

سوال نمبر (85):

ایک شخص کے گھر میں روزانہ لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، ایک دن خاوند بھی گھر پر موجود تھا، لہذا بیوی کو ڈرانے دھمکانے کی خاطر اس نے بیوی سے کہا کہ اگر آئندہ میرے والدین یا بھائی کے ساتھ گستاخی کی تو میں ایک، دو، تین کر دوں گا۔ اگرچہ بیوی کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں تھا تو ایسی صورت میں بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینواتؤ صروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق ماضی یا حال پر دلالت کرنے والے الفاظ کے ساتھ واقع ہوتی ہے۔ جن الفاظ میں مستقبل میں طلاق دینے کی صرف دھمکی ہو یا مستقبل میں طلاق دینے کے عزم کا اظہار ہو ان سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ صورت مسئلہ میں شوہر نے جو جملہ کہا ہے کہ ”آئندہ میرے والدین یا بھائی کے ساتھ گستاخی کی تو میں ایک، دو، تین کر دوں گا“ اس میں ”کر دوں گا“ کے الفاظ مستقبل کے ہیں لہذا ان سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ نیز چونکہ اس میں تعلیق کا معنی بھی نہیں اس لیے گستاخی کرنے کی صورت میں بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

صیغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلا إذا غلب في الحال. (۱)

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)



## بغیر نیت کے بیوی کو تین بار ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ کہنا

سوال نمبر (86):

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بغیر نیت کے غصہ کی حالت میں دو دفعہ کہا کہ: ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ کچھ عرصہ بعد بیوی کو یہی مذکورہ الفاظ دوبارہ کہے۔ کیا یہ شخص مذکورہ خاتون کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے یا تین طلاق ہو گئی ہیں؟

(۱) تنقیح الحامد، کتاب الطلاق: ۳۸/۱

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کا وقوع جن الفاظ سے ہوتا ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم کے الفاظ ”الفاظ صریحہ“ ہیں۔ صریحی کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال طلاق ہی کے معنی میں ہوتا ہو۔ ان صریحی الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ صورتِ مسئلہ میں شوہر کے الفاظ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ صریح الفاظ ہیں۔ لہذا تین دفعہ الفاظ مذکورہ کہنے سے بیوی مطلقہ ہو کر شوہر پر حرام ہو چکی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

فما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق، فهو صريح يقع بلانية. (۱)

ترجمہ: پس وہ الفاظ جو صرف طلاق ہی میں استعمال ہوتے ہیں، وہ صریح ہیں جن سے طلاق بلا نیت واقع ہو جاتی ہے۔ (و یقع بها) أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح. قال ابن عابدین: أي مثل ما سید کرہ من نحو: کونی طالقاً، أطلاقي ویا مطلقۃ بالتشديد، و کذا المضارع إذا غلب في الحال مثل أطلقك. (۲)

ترجمہ: اور ان الفاظ اور ان کے ہم معنی صریحی الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ: ہم معنی صریحی الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کو عنقریب مصنف ذکر کریں گے جیسے: تو مطلقہ ہو جاؤ، اے مطلقہ اور اسی طرح وہ مضارع کے الفاظ جن کا اکثر استعمال حال کے لیے ہو، جیسے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔



تین طلاقیں دینے کے بعد انکار

سوال نمبر (87):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو گھر والوں اور خاندان کے سامنے تین طلاقیں دے دیں، کچھ عرصہ بعد بیوی کہتی ہے کہ اس نے مجھ کو طلاق دی ہے، جب کہ بیوی کا شوہر اور سب گھر والے اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے طلاق نہیں دی۔ اب اگر شوہر اپنی بیوی کو گھر لے جائے تو اس صورت میں کیا اس کی بیوی اس کے لیے حلال ہے اور اس مسئلہ میں عورت کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۴/۵۷

(۲) ایضاً: ۴/۵۸

الجواب وبالله التوفیق :

اگر زوجین کے مابین ناچا تیاں اور اختلافات پیدا ہوں اور ان کے ازالہ کی ماسوائے تفریق کے اور کوئی صورت نہ ہو تو ایسی شدید ضرورت کے وقت شریعت نے طلاق مباح قرار دی ہے، البتہ طلاق دینے کے سلسلہ میں انتہائی ہوش و حزم سے کام لینا چاہیے اور انتہائی ضرورت کے وقت صرف ایک طلاق پر اکتفا کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

صورتہ مسئلہ میں عورت دو گواہ قائم کر کے تفریق حاصل کر سکتی ہے، تاہم اگر شوہر طلاق دینے کے بعد انکار کرے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو اس صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا، بشرط یہ کہ وہ قسم اٹھائے، مگر حیوٹی قسم اور ناجائز تعلق کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔ ایسی صورت میں عورت کو چاہیے کہ اگر اسے طلاق دے جانے کا یقینی علم ہے تو شوہر کو اپنے آپ پر قدرت نہ دے اور اس سے کسی طرح مستقل علیحدگی حاصل کرے۔

والفعل علی ذلک :

وإن اختلفا فی الشرط، فالقول قول الزوج إلا أن تقبم المرأة البينة. (۱)

ترجمہ :

اگر دونوں (میاں بیوی) شرط میں اختلاف کریں تو خاوند کا قول معتبر ہے۔ ہاں اگر عورت شرعی گواہ پیش کرے تو پھر اس کی بات مانی جائے گی۔



بیوی کو ”یو، دو، درے ما پر بخودے“ کہنا

سوال نمبر (88):

ایک شخص نے بیوی سے لڑائی کے دوران کہا کہ: ”یو، دو، درے ما پر بخودے“ (ایک، دو، تین میں نے تجھے چھوڑ دیا) اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا یہ طلاق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کون سی طلاق ہے، رجعی، بائن یا مطلق؟ اس کی وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب وبالله التوفيق:

”ہو، دوہ، درے ما پر بخودے“ اس جملے کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فقہانے ان الفاظ کو عرف پر محمول کر کے طلاق کے وقوع میں موثر بتایا ہے کیونکہ طلاق کے وقوع میں عرف کا بڑا دخل ہے۔ کنائی ہونے کے باوجود فقہانے لکھا ہے کہ عرف کی وجہ سے یہ صریح طلاق شمار ہوگی۔ اور یہ کنائی صریح بن کر ”انت طالق ثلاثا“ کے حکم میں ہے، لہذا ”یر، دوہ، درے ما پر بخودے“ کے کہنے سے مذکورہ شخص کی بیوی طلاق مغلطہ کے ساتھ مطلقہ ہوگی اور خاوند اس عورت سے دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم نہیں کر سکتا۔

والدلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته ”تراہکی و تراہ“ أو قال ”تو ہکی و ترسہ“ قال أبو القاسم الصفار: لا يقع شيء وقال الصدر الشهيد: يقع إذا نوى قال وبه يفتي. قال القاضي وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أو في حال الغضب يقع الطلاق، وإن لم يكن لا يقع إلا بالنية، كما قال في العربية أنت واحدة. (۱)

ترجمہ:

اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تجھے ایک اور تین“ یا ”تو ایک، تو تین“ تو ابو القاسم الصفار فرماتے ہیں کہ: ”کچھ واقع نہیں ہوا“ اور صدر الشہید فرماتے ہیں کہ: ”نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی“۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضی فرماتے ہیں کہ: ”جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر مذاکرہ طلاق یا غصہ کی حالت نہ ہو تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی، جس طرح کہ عربی میں کہے: ”انت واحدة“۔

فإذا قال ”رہا کردم“ أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية. (۲)

ترجمہ: پس جب کہے سرحتك یعنی رہا کر دیا تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ درحقیقت کنایات میں سے ہے۔



(۱) خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الطلاق، الفصل الثانی فی الکناہیات: ۹۸/۲

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکناہیات: ۴/۵۳۰



## صرف ایک، دو، تین کہنا

سوال نمبر (89):

ایک شخص کی بیوی سے گھریلو تعلقات خراب ہو گئے اور دن بدن مزید خراب ہوتے چلے گئے، پھر ایک دن شوہر کا ماموں آیا اور اس سے بیوی زبردستی لے جا رہا تھا اور خاندان کو روک رہا تھا تو شوہر نے صرف "ایک، دو، تین" کے الفاظ بغیر طلاق کے کہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینوا وبنوا

الجواب وبالله التوفیق :

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک، دو، تین اعداد ہیں اور اعداد کسی چیز کی کمیت اور مقدار بیان کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، لہذا ان کو طلاق کی تعبیر و اظہار قرار دینا مشکل ہے، تاہم بسا اوقات معاشرتی ارتقا اور عرف فقہی مسائل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرتی عرف میں ایک، دو، تین کا عدد طلاق کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، پس جہاں طلاق کا قرینہ پایا جائے، وہاں اعداد سے طلاق واقع ہوگی اور جہاں طلاق کا قرینہ نہ ہو، وہاں شکوک کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ چونکہ صورت مسئلہ میں ماموں کے ساتھ لڑائی جھگڑے کی صورت سے غصہ کی نشاندہی ہوتی ہے، اس لیے اس سے تین طلاقیں واقع ہو کر شوہر اس سے ازدواجی تعلقات نہیں رکھ سکتا۔

والدلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته "تبرایکی وترامہ" ارفال "تو بکی و تومہ" قال ابو القاسم الصفار: لا يقع شيء وقال الصدر الشهيد: يقع إذا نوى قال وبه يفتی. قال القاضي وبنی أن يكون الجواب علی التفصیل إن كان ذلك فی حال منكرة الطلاق ماوفی النصب يقع الطلاق، وإن لم یکن لا يقع إلا بالنیة، كما قال فی العربیة أنت واحدة. (۱) ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: "تجھے ایک اور تین" یا: "تو ایک، تو تین" تو ابو القاسم الصفار فرماتے ہیں کہ: "کچھ واقع نہیں ہوا اور صدر الشہید فرماتے ہیں کہ: "نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی" اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضی فرماتے ہیں کہ: "جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذکورہ طلاق یا غصہ کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر مذکورہ طلاق یا غصہ کی حالت نہ ہو تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی، جس طرح کہ عربی میں کہے: أنت واحدة۔"

## بار بار طلاق اور رجوع

سوال نمبر (90):

۱ ایک شخص نے اپنی بیوی سے مختلف اوقات میں یوں کہا کہ: ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ ہر بار کہنے کے بعد دونوں رجوع کی صورت میں ازدواجی زندگی دوبارہ برقرار رکھتے ہیں اور یہ طلاق گھڑیلو، جھگڑوں اور فساد کی وجہ سے تھی اب کچھ عرصہ بعد یہ جھگڑے دوبارہ شروع ہوئے تو خاوند نے بیوی کو گھر جاتے وقت کہا کہ: ”تم میری طرف سے آزاد ہو، جہاں جاتی ہو، جاؤ“ اس نیت سے کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، لیکن خاوندان الفاظ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ کے ساتھ تین دفعہ سے زائد طلاق دے چکا ہے۔ اب خاوند کے لیے رجوع کی کوئی صورت بن سکتی ہے یا نہیں؟

بیشواؤ جہا

الجواب وبالله التوفیق :

شوہر کا اپنی بیوی کو جس طرح بیک لفظ یا مختلف الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو کر بیوی مغلظہ بن جاتی ہے، اسی طرح مختلف اوقات میں وقفے وقفے سے رجوع کرنے کے بعد تین طلاقیں دینے سے بھی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

صورت مسئلہ میں اگر شوہر نے بیوی کو مختلف اوقات میں تین یا اس سے زائد طلاقیں دی ہوں تو اس سے اس کی بیوی مطلقہ مغلظہ ہو کر خاوند پر حرام ہوگئی، جس کے بعد ان کا آپس میں قطع تعلقی کر کے تجدید نکاح اور رجوع کا رآمد نہیں۔ البتہ اگر عدت گزرنے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح و مہبستری کرے، پھر اگر وہ دوسرا شوہر اسے طلاق دے تو عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

ترجمہ: پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔

## الگ الگ تین طلاقیں دینا

سوال نمبر (91):

ایک خاتون نے اپنی ساس کے ساتھ جھگڑا کیا، جب خاوند دکان سے واپس آیا تو اس نے بیوی اور والدہ کو مارا، انتہائی غصہ کی وجہ سے اس نے اپنے کپڑے بھی پھاڑے، اس کی والدہ نے کہا کہ بیوی کو کیوں مارتے ہو، طلاق کیوں نہیں دیتے؟ تو اس نے کہا ٹھیک ہے "یہ مجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے" اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟ اور خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

بینوا وبنو صروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق انقضائے البہاحات ہے، حتی الامکان اس سے اجتناب کرنا چاہیے، لیکن ضرورت کے وقت شریعت نے خاوند کو طلاق دینے کا حق دیا ہے۔ تاہم ایسی ضرورت کے وقت شوہر کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ بیوی کو ایسے طہر میں صرف ایک طلاق دے جس میں اُس سے ہم بستری نہ کی ہو، تاکہ اگر عدت میں پشیمان ہو تو رجوع کر سکے۔ اگر کوئی اس تعلیم کو نظر انداز کر کے تین طلاقیں بیک وقت دے دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت طلاق مغلطہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔

صورت مسئلہ میں جب خاوند نے یہ کہا کہ: "یہ مجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے" تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلطہ ہو گئی۔ اب شوہر کے لیے اسے رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

ترجمہ:

پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کر لے۔



## فون پر طلاق مغلط دینا

سوال نمبر (92):

ایک شخص نے بیوی سے لڑائی کی وجہ سے غصہ میں اپنی ساس کو فون کر کے کہا کہ ”تمہاری بیٹی مجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے“ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی ہے؟ اور کیا خاوند دوبارہ اس کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے؟

بینوا انتو صروا

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کے صریح الفاظ کہنے سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر طلاق کے الفاظ متعدد ہوں تو طلاق بھی متعدد واقع ہوگی۔

صورت مسئلہ میں اگر شوہر نے واقعی ٹیلی فون پر ساس سے کہا ہو کہ: ”تمہاری بیٹی مجھ پر طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے“ اور اس کو یہ یقین ہو کہ طلاق دینے والا شوہر ہی ہے تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلطہ ہوگئی اور بدوں حلالہ کے پہلے شوہر کے لیے اس سے نکاح جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

ترجمہ:

پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لیے اُس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔



تین بار ”تو طلاق ہے“ کہنا

سوال نمبر (93):

ایک شخص کی بیوی نافرمان ہے، وہ اس کی بات نہیں مانتی، ایک دن اس نے غصہ میں آ کر بیوی سے کہا

(۱) البقرة ۲۳۰

”نہ طلاقہ ہے، نہ طلاقہ ہے، نہ طلاقہ ہے“ (تو طلاق ہے، تو طلاق ہے، تو طلاق ہے) کیا ان الفاظ سے بیوی خاوند سے جدا ہو جائیگی؟ اور کیا خاوند رجوع کر سکتا ہے؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کے صریحی الفاظ کے وقوع میں نیت اور دلالت الحال کا اعتبار نہیں۔ اور اگر ایک شخص بیوی کو بیک وقت یا متفرق تین طلاقیں دیتا ہے تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

صورتِ مسئلہ میں جب خاوند نے بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ: ”نہ طلاقہ ہے، نہ طلاقہ ہے، نہ طلاقہ ہے“ (تو طلاق ہے، تو طلاق ہے، تو طلاق ہے) تو ان الفاظ سے تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور تین بار کہنے سے بیوی مطلقہ مغضظہ ہو کر شوہر کے لیے حرام تصور ہوگی، تاہم اگر وہ عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح و ہمسٹری کرنے کے بعد طلاق ملنے کی صورت میں پہلے شوہر کی زوجیت میں آنا چاہتی ہو تو جائز ہے۔

والدلیل علی ذلک:

(والبدعی ثلاث متفرقة) وكذا بكلمة واحدة بالاولی ..... وذهب جمهور الصحابة والتابعین

ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. (۱)

ترجمہ:

اور تین متفرق کلمات کے ساتھ دی جانے والی طلاق، طلاقِ بدعی ہے اور اسی طرح ایک ہی کلمہ میں تین طلاق

دینا تو بدرجہ اولیٰ بدعی ہے۔۔۔۔۔ جمہور صحابہؓ، تابعینؓ اور ان کے بعد ائمہ سلف کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔



”تجھے طلاق ہے“ متعدد بار کہنے میں شک ہونا

سوال نمبر (94):

ایک شخص نے بیوی سے لڑائی کے وقت کہا: ”ایک، دو، تین تجھے طلاق ہے“ لیکن اس نے ایک، دو، تین تو مکمل

کر کے کہا لیکن ”تجھے طلاق ہے“ میں خاوند متردد ہے کہ دو دفعہ کہا ہے یا تین دفعہ، حاضرین بھی کہتے ہیں کہ اس نے دو دفعہ یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس سلسلے میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں کہ ان الفاظ سے اس کی بیوی مطلقہ ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق :

آدمی کا اپنی بیوی سے مذاکرہ طلاق یا حالت غضب میں یوں کہنا ”ایک، دو، تین تجھے طلاق ہے“ تین طلاقیں شمار ہوتی ہیں۔ اگرچہ ایک، دو، تین کے الفاظ کثرت عدد کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن عدد ذکر کرنے کے بعد آخر میں اس کے ساتھ متصل طلاق صریح ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ معدود طلاق ہے، اس لیے اس سے تین طلاق واقع ہو کر بیوی شوہر کے لیے مغلظہ ہو چکی ہے۔

والدلیل علی ذلك :

(والطلاق يقع بعدد قرن به لا به) نفسه عن ذکر العدد وعند عدمه الوقوع بالصيغة. (۱)

ترجمہ:

اور طلاق کے ساتھ جو عدد متصل آئے تو اس عدد سے طلاق واقع ہوتی ہے، خود لفظ طلاق سے نہیں، اور جب عدد ساتھ ذکر نہ ہو تو پھر لفظ طلاق سے طلاق واقع ہوتی ہے۔



جس بیوی سے ہم بستری نہ ہوئی ہو اس کو تین دفعہ لفظ طلاق کہنا

سوال نمبر (95):

ایک آدمی کا نکاح ایک عورت سے ہوا ہے، لیکن ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی۔ اس کی اپنے سالے کے ساتھ اپنی منکوحہ کی کسی بات پر بحث و تکرار ہوئی تو اس نے کہا کہ جب بات ایسی ہے تو طلاق، طلاق، طلاق۔ آیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا اتوجروا

الجراب وبالله التوفیق :

جس طرح الفاظ صریحہ سے طلاق کے وقوع کے لیے نیت ضروری نہیں ہوتی، اسی طرح جب کوئی عورت معتد نکاح میں ہو تو طلاق دینے میں اس کی طرف صراحت نسبت کرنا بھی ضروری نہیں ہوتا۔

صورت مسئلہ میں دورانِ خصوصت جب خاوند نے تین دفعہ طلاق کے الفاظ کہے ہیں تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، چونکہ یہ عورت غیر مدخول بہا ہے، اس لیے صرف ایک طلاق سے بیوی بائند ہو جائے گی اور بقیہ طلاق لغو ہوں گے، اگر خاوند دوبارہ اس کو بیوی کی حیثیت سے رکھنا چاہتا ہو تو تجدید نکاح ضروری ہے، البتہ بعد میں خاوند مزید دو طلاقیں کا مالک ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

(قال لزوجه غیر المدخول بها أنت طالق ثلاثا وقعن وإن فرق بابت بالأولی) لا إلی عدة (و)

لذا لم تقع الثانية بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل. (۱)

ترجمہ: آدمی اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے کہے کہ تجھے تین طلاق ہے تو سب واقع ہوں گی اور اگر الگ الگ تین طلاق واقع کرے تو پہلی طلاق سے بائند ہو جائے گی اور اس پر کوئی عدت نہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہ حکم مدخول بہا کے علاوہ کے لیے ہے، کیونکہ اس (مدخول بہا) پر تمام طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔



متعدد بار کہنا ”میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں“

سوال نمبر (96):

ایک شخص کی بیوی کے ساتھ پیسوں کی وجہ سے لڑائی ہوئی۔ اس نے بیوی کو مارا تو اس نے بھی ہاتھ اٹھایا اور گالی گلوچ ہوئی جس میں بیوی بار بار خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتی رہی، جس پر شوہر نے کہا: ”میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں“۔ چند روز بعد وہ مرتبہ خاوند نے اس طرح کہا۔ اس کے بعد وہ نیچے چلا گیا۔ از روئے شریعت مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق کا کیا حکم ہے؟ اس سے بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینوا تزوجوا

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا: ۴/۵۰۹-۵۱۲

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کے صریح الفاظ کہنے سے بظہریت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر طلاق کے الفاظ متعدد ہوں اور طلاق بھی متعدد واقع ہوگی۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں خاوند کا بیوی کو یہ الفاظ ”میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں“ کہنے سے طلاق واقع ہو گئی ہے، اب جب کہ شوہر نے تین سے زائد دفعہ یہ الفاظ کہے ہیں تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور عورت مطلقہ معطل ہو کر شوہر کے لیے جائز نہیں رہی۔

والترک علی ذلک :

وإذا قال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلق ثلاثاً..... وكذا إذا قال أنت طالق فطالق فطالق، أو ثم طالق ثم طالق أو طالق طالق. (۱)

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی سے کہے: ”تجھے طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے“ اور طلاق کو شرط کے ساتھ معلق نہ کرے تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو اس کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اسی طرح جب کہے: ”تجھے طلاق ہے، پس طلاق ہے، طلاق ہے، یا یوں کہے کہ پھر طلاق ہے، پھر طلاق ہے یا یہ کہے: طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔“



### حاملہ عورت کو طلاق دینا

سوال نمبر (97):

ایک شخص کی بیوی حاملہ ہے اور اس کے شوہر نے اس سے کہا کہ: ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق، طلاق، اس کے بعد وہ خاوند کے پاؤں میں گر گئی اور اس کی منت سماجت کرنے لگی کہ میں یہ طلاق نہیں لیتی۔ خاوند کا یہ خیال تھا کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوتی۔ بیوی کے اصرار پر خاوند نے اسے گھر میں رہنے دیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا خاوند کے درج بالا الفاظ سے بیوی کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیتناؤ جبراً

الجواب وبالله التوفیق :

حمل کا ہونا طلاق کے وقوع کے لیے مانع نہیں اور نہ لاعلمی وقوع طلاق سے مانع ہے، اس لیے خاوند جب ہوش نہ ہو اس کے ساتھ اپنی منکوحہ کو خطاب کر کے طلاق کے الفاظ استعمال کرے تو اس سے طلاق واقع ہوگی، اگرچہ خاوند غصہ



میں ہو۔

صورتِ مسئلہ میں خاوند کا اپنی منکوحہ کو "میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، طلاق، طلاق، طلاق، طلاق" کے الفاظ کہنا بظاہر متعدد طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، اس لیے تین طلاق واقع ہونے کے بعد بیوی خاوند کے لیے جائز نہیں، کیونکہ طلاقِ مغلظ کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان دوبارہ نکاح کی غیبت باقی نہیں رہتی، جب تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح و بہتری کر کے وہ اسے طلاق نہ دے دے۔

والدلیل علی ذلك:

وإذا قال لامرأته أنت طالق وطالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة خلقت

ثلاثاً..... وكذا إذا قال أنت طالق فطالق فطالق، أو ثم طالق ثم طالق أو طالق طالق. (۱)

ترجمہ: اور جب اپنی بیوی سے کہے: "تجھے طلاق ہے اور طلاق ہے اور طلاق ہے" اور طلاق کو شرط کے ساتھ ملحق نہ کرے تو اگر یہ بیوی مدخول بہا ہو تو اس کو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اسی طرح جب کہے: "تجھے طلاق ہے، نہیں طلاق ہے، طلاق ہے، یا یوں کہے کہ پھر طلاق ہے، پھر طلاق ہے یا یہ کہے: طلاق ہے، طلاق ہے۔"

متی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو، أو بغير حرف الواو يتعدد الطلاق، وإن عني بالثاني الأول ثم

يصدق في القضاء. (۲)

ترجمہ:

ترجمہ: جب طلاق کا لفظ کرر ذکر کرے۔ واو کے ساتھ ہو یا واو کے بغیر تو طلاق متعدد ہوگی۔ اگر دوسرے لفظ طلاق کے ساتھ پہلے کی نیت کرے تو نساء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔



غیر مدخول بہا کو ایک لفظ سے تین طلاق دینا

سوال نمبر (98):

ایک آدمی جس کا عادی تھا، اسے چھوڑنے کی کوشش کی، لیکن نہ ہو سکا۔ ایک دن قسم اٹھائی کہ "اگر آئندہ اس

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق: ۱/۳۵۵

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق: ۱/۳۵۶

نے جس پتی تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق ہو۔ لیکن اس کے بعد بھی وہ برابر پیتا رہا۔ مذکورہ شخص کا نکاح ہو چکا ہے لیکن رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس عورت کو طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ اور دوبارہ اس سے نکاح کی کوئی صورت بن سکتی ہے یا نہیں؟

بینوا انو جروا

الجواب وبالله التوفیق :

جب کوئی آدمی اپنی منکوحہ کو ایک لفظ سے تین طلاق دیتا ہے تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے، چاہے عورت مدخول بہا ہو یا نہ ہو، البتہ اگر تین طلاق تین لفظوں سے دی ہوں، یعنی لفظ طلاق تین دفعہ الگ الگ کہا ہو تو غیر مدخول بہا ہونے کی صورت میں اول طلاق سے ہائے ہو جائے گی اور باقی دو لغو ہو جائیں گی، لہذا طلاق مغلظہ نہ ہوگی، جب کہ مدخول بہا ہر صورت میں مغلظہ ہو جاتی ہے۔

صورت مسئلہ میں جب خاوند نے رخصتی سے قبل یہ الفاظ کہے کہ ”اگر میں نے پھر جس پتی تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق ہو“ اور پھر اس شرط کو تو ذکر جس پیتا رہا تو اس کی بیوی کو طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے، کیونکہ اس نے تین طلاق کو ایک ہی لفظ میں مشروط کیا ہے۔ اب دوبارہ نکاح کی گنجائش باقی نہیں، البتہ اگر وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح دہستری کر کے وہ اسے طلاق دے دے، تو عدت گزارنے کے بعد اس شخص سے از سر نو نکاح کر سکتی ہے۔

والدلیل علی ذلک :

(قال لزوجه غیر المدخول بها أنت طالق ثلاثاً واقع، وإن فرق بانتم بالاولی لا إلی عدة (و) لذا (لم تقع الثانیة) بخلاف الموطوءة حیث يقع الكل. (۱) ترجمہ :

آدمی نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاق ہے تو سب واقع ہوں گی اور اگر تین طلاق الگ الگ ذکر کرے تو پہلی طلاق سے ہائے ہو جائے گی اور اس پر کوئی عدت نہ ہوگی۔ لہذا دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ جب کہ مدخول بہا کا حکم اس سے الگ ہے، کیونکہ اس (مدخول بہا) کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔



## لا علمی میں طلاق دینا

سوال نمبر (99):

ایک آدمی نے اس خیال پر کہ جو عورت اپنے خاوند سے لڑتی ہو تو اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے، اس وجہ سے اس نے بیوی سے یہ الفاظ تین دفعہ کہے ”طلاق دے طلاق دے طلاق دے“ (تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے، تو طلاق والی ہے) آیا ان الفاظ کے ساتھ بدوں نیت طلاق بیوی مطلقہ ہو جاتی ہے؟  
بیتوا شوہرہا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق کے صریح الفاظ کے وقوع میں نیت اور دلالت الحال کا اعتبار نہیں۔ طلاق بہر صورت واقع ہو جاتی ہے۔ صورت مسئلہ میں بیوی کے سابقہ کردار کو سامنے رکھتے ہوئے خاوند کے الفاظ میں لفظ طلاق کی صورت میں خبر دینے کا احتمال ہے، لیکن اخبار نہ ہونے کی صورت میں انشاء کے بغیر کوئی چارہ نہیں، لہذا اگر عورت کو اس سے پہلے اسی خاوند نے یا سابقہ کسی شوہر نے طلاق دی ہو تو یہ کلمات اخبار کے سمجھے جائیں گے اور اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن اگر یہ عورت پہلے سے کسی طلاق سے موصوفہ نہ ہو تو بجز طلاق واقع ہوگی، تاہم اگر ان الفاظ کے کہنے سے تاکید کی نیت ہو تو پہلی دفعہ سے طلاق واقع ہو کر دوسری اور تیسری دفعہ لغو تصور ہوں گے، لیکن اگر تاکید کی نیت نہ ہو تو تینوں طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلطہ ہو جائے گی۔

والد لیل علی ذلک:

رجل قال لامرأته یا مطلقۃ ان لم یکن لہا زوج قبل، أو کان لہا زوج لکن مات ذلک الزوج ولم یطلق، ورفع الطلاق علیہا، وإن کان لہا زوج قبلہ، وقد کان طلقہا ذلک الزوج إن لم ینو بکلامہ الإخبار طلق، وإن قال: عنیت بہ الإخبار دین فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ، (۱)

ترجمہ: ایک شخص نے بیوی سے کہا ”اے طلاق شدہ“، اگر اس سے پہلے اس عورت کا شوہر نہ تھا یا اس کا شوہر تھا اور وہ مر گیا تھا اور اس نے اس عورت کو طلاق نہیں دی تھی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا پہلے شوہر تھا اور اس نے طلاق دے دی تھی تو اگر اس شخص نے اخبار (طلاق اول کی خبر دینے) کی نیت نہیں کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر وہ کہے کہ میری مراد خبر دینا تھا تو بینہ و بین اللہ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

## باب الکنايات

### (مباحث ابتدائيه)

#### تعارف:

یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لیے طلاق ہی کے الفاظ وضع ہوئے ہیں، ہم فقہی معاشرتی، سماجی اور علاقائی روایات اور بول چال میں اس کی تعبیرات مختلف ہونے سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ دور نبوی ﷺ میں بھی طلاق کے علاوہ الفاظ، مثلاً: البتہ وغیرہ سے طلاق واقع ہوئی ہے۔ لیکن جب ہے کہ ائمہ اربعہ نے اپنے اپنے زمانے، عرف اور بول چال کے اعتبار سے ہر اس تعبیر کو طلاق کے لیے درست قرار دیا ہے جس سے اس عرف کے مطابق طلاق مراد لینا درست ہو۔ فقہائے کرام کے ہاں ایسی تعبیرات کو الفاظ کناہ کہتے ہیں۔ چنانچہ تقریباً تمام فقہائے کرام نے فقہ کی کتابوں میں طلاق صریح کے ساتھ ساتھ ”باب الکنايات“ پر بھی مستقل بحثیں کی ہیں۔

#### کناہ کی لغوی تعریف:

یہ ”کئی یکنو“ سے چھپانے کے معنی میں ہے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں کہ: ”کسی معین لفظ یا معین شے سے کسی ایسے لفظ کے ساتھ تعبیر کرنا جو اس پر صراحتاً دلالت نہ کر سکے، کناہ کہلاتا ہے۔ صراحتاً دلالت نہ کرنے کا بیج چاہے ما معین پر بات کو سبھم کرنا ہو یا معر عنہ کی شاعت مقصود ہو یا فساحت کی رعایت کے لیے جو ہر سورت کناہ کہلاتا ہے“ (۱)

#### کناہ کی اصطلاحی تعریف:

علامہ حنفیؒ فرماتے ہیں:

”کناہ عند الفقہاء ما لم یوضع لہ ای الطلاق واختملہ وغیرہ“۔ (۲)

فقہائے کرام کے ہاں کناہ سے وہ لفظ مراد ہے جو طلاق کے لیے موضوع نہ ہو، بلکہ وہ طلاق اور غیر طلاق دونوں معنوں کا احتمال رکھتا ہو۔

گویا کناہ سے ایسے الفاظ مراد ہیں جو طلاق کے لیے بھی استعمال کیے جاتے ہیں اور دوسرے معنی میں بھی ان کا استعمال ہو سکتا ہے۔

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکنايات فی الطلاق: ۱۸/۳

(۲) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۲۶/۴

## کنائی الفاظ کی قسمیں:

کنائی الفاظ کا حکم جاننے سے قبل ان الفاظ کی اقسام کا تذکرہ کرنا ضروری ہے، ان کی تین قسمیں ہیں:

- (۱) وہ الفاظ جو مطالبہ طلاق کا مثبت جواب بن سکے۔ انکار اور ڈانٹ ڈپٹ کے معنی کا اس میں احتمال نہ ہو، جیسے بیوی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر اس سے کہے: ”تو اپنی عدت شمار کر، اپنا رحم صاف کر، تو ایک (طلاق) ہے، تو آزاد ہے، اپنے نفس کو اختیار کر، میں نے تم کو آزاد کر دیا، میں نے تم کو جدا کر دیا“۔ ان تمام الفاظ میں صرف اور صرف مطالبہ طلاق کا جواب بننے کی صلاحیت ہے، کسی اور معنی کا احتمال اس میں نہیں۔
- (۲) وہ الفاظ جو مطالبہ طلاق کے لیے مثبت جواب بھی بن سکتے ہیں اور انکار بھی، مثلاً: عورت طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کے جواب میں ”نکل جا، دور ہو جا، اٹھ جا، چادر اوڑھ لو، پردہ کر لو وغیرہ کے الفاظ استعمال کرے۔ ان الفاظ میں یہ احتمال بھی ہے کہ شوہر نے عورت کے مطالبہ پر عمل کرتے ہوئے طلاق دے دی اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ بیوی کی اس بات پر غصہ ہو گیا اور اس نے بیوی کی بات کو رد کرتے ہوئے اور اس سے انکار کرتے ہوئے مذکورہ الفاظ کہہ ڈالے۔
- (۳) تیسرے وہ الفاظ ہیں جو مطالبہ طلاق کے لیے مثبت جواب بھی بن سکتے ہیں اور ڈانٹ ڈپٹ اور سب و شتم بھی بن سکتے ہیں، جیسے: بیوی کے مطالبہ طلاق کے جواب میں شوہر ”تو بری ہے، تو خالی ہے، تو حرام ہے، تو جدا ہے وغیرہ“ کے الفاظ کہے۔ ان الفاظ میں طلاق کا بھی احتمال ہے اور ڈانٹ ڈپٹ کا بھی، مثلاً: تو بری ہے، خالی ہے سے یہ معنی مراد ہو کہ تم حیا اور حسن معاشرت سے بری اور خالی ہو یا خیر جیسی چیز تم پر حرام ہے۔ (۱)

## کنائی الفاظ بولتے وقت میاں بیوی کی مختلف حالتیں:

یہ حالتیں بھی تین ہیں:

- (۱) رضا کی حالت: یعنی میاں بیوی معتدل حالت میں ہوں اور کوئی بحث و تکرار اور طلاق کی بات چیت نہ ہو۔
- (۲) مذاکرہ طلاق کی حالت: یعنی بیوی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہو یا کوئی اور شخص اس سے یہ مطالبہ کر رہا ہو کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو یا شوہر کسی اور کے سامنے بیوی کو طلاق دینے کی بات چیت کر رہا ہو۔
- (۳) غصہ کی حالت: شوہر کسی بھی وجہ سے غصہ ہو اور غیض و غضب کی حالت میں ہو۔ (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکناہات: ۱/۳۷۴، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکناہات: ۴/۵۲۸-۵۲۲

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکناہات: ۱/۳۷۵

### مذکورہ صورتوں میں طلاق واقع ہونے کا حکم:

(۱) رضا اور اعتدال کی حالت میں کسی بھی لفظ کناہ سے اس وقت تک طلاق واقع نہ ہوگی، جب تک طلاق کی نیت نہ ہو۔  
(۲) مذاکرہ طلاق کی حالت میں سوائے ان الفاظ کے، جن میں جواب کے ساتھ انکار اور تردید کے معنی کی بھی گنجائش ہو، بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی اور شوہر کی عدم نیت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

(۳) غصب کی حالت میں ان الفاظ میں نیت کا اعتبار نہ ہوگا جن میں نہ انکار کا معنی پایا جاتا ہو اور نہ ڈانٹ ڈپٹ اور گالی گلوچ کا، لہذا ایسے الفاظ سے بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی اور شوہر کے عدم نیت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ (۱)  
مذکورہ اقسام کا تفصیلی نقشہ:

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے مذکورہ اقسام کو سمجھانے کے لیے انتہائی آسان نقشہ مرتب فرمایا ہے۔ اقادے کی نیت سے پیش خدمت ہے۔ (۲)

الفاظ کناہ کی تین اقسام اور ان کا حکم

حالت	وہ الفاظ جو رضا اور اعتدال کی حالت میں طلاق کے لیے کافی ہیں	وہ الفاظ جو غصب کی حالت میں طلاق کے لیے کافی ہیں	وہ الفاظ جو غصب کی حالت میں طلاق کے لیے کافی ہیں
رضا	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی
غصب	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی
مذاکرہ طلاق	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی	نیت لازم ہوگی

### کناہی الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

کناہی الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ان میں سوائے تین الفاظ کے (اعتدسی) (تو عدت شمار کر) (استبرائی رحمک) (تو اپنا رحم خالی کر) اور نیت واحدہ (تو ایک ہے) بقیہ تمام الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، یعنی الفاظ کناہی پر تکلم کرتے ہی بیوی شوہر سے جدا ہو جائے گی، بشرط یہ کہ یا تو شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا دلالت حال (مذاکرہ طلاق یا حالت غصب

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکناہات: ۳۷۵/۱، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکناہات: ۵۳۳، ۵۳۲/۴

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکناہات: ۵۳۴/۴

سے یہ معلوم ہو کہ شوہر نے یہ لفظ طلاق کی نیت سے استعمال کیا ہے، لہذا اگر کنائی الفاظ سے نہ تو شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو اور نہ ہی طلاق کی نیت پر حالت دلالت کرتی ہو تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۱)

### کنائی الفاظ میں کتنی طلاقیں کی نیت درست ہوتی ہے؟

اگر کنائی الفاظ سے کسی آزاد عورت کو طلاق دینے کی نیت ہو تو اس میں ایک طلاق کی نیت کرنا بھی درست ہے اور تین طلاقیں کی نیت کرنا بھی درست ہے، جس طرح نیت ہو اسی طرح طلاق واقع ہو جائے گی، البتہ اگر دو طلاقیں کی نیت کر لے تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ دو کا عدد آزاد عورت کے لیے نہ فرد حقیقی ہے اور نہ فرد حکمی ہے (۲)

### اگر شوہر نیت طلاق سے منکر ہو تو کیا ہوگا؟

جن صورتوں میں وقوع طلاق شوہر کی نیت پر موقوف ہو، وہاں پر اگر شوہر کہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو اس کی تصدیق کی جائے گی، تاہم اگر عورت طلاق کا دعویٰ کر رہی ہو اور وہ اس کو طلاق سمجھ رہی ہو تو شوہر پر یہ قسم کھانا لازم ہے کہ اس نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی۔ بیوی اس سے یہ قسم گھر میں بھی لے سکتی ہے، البتہ اگر شوہر انکار کرے تو بیوی اس کو قاضی یا مشتی کے پاس بھی لے جاسکتی ہے، اگر شوہر نے وہاں بھی قسم کھانے سے انکار کیا تو دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی۔ (۳)

### چند متفرق ضروری احکام:

(۱) لفظ حرام اگر چہ اصل کے اعتبار سے کنائی لفظ ہے، لیکن عرف میں چونکہ بیوی کے حق میں اس کا استعمال صرف طلاق دینے کے لیے ہوتا ہے، اس لیے فقہائے کرام نے لفظ حرام سے بلا نیت طلاق واقع ہو جانے کا حکم ذکر فرمایا ہے۔ حنفیہ کے راجح قول کے مطابق لفظ حرام سے طلاق بائن واقع ہوگی۔ (۴)

(۲) لفظ ”تو عدت شمار کر، تو اپنا رحم خالی کر، تو ایک ہے“ اگرچہ کنائی الفاظ ہیں، لیکن ان سے طلاق رجعی واقع ہوگی، بشرطیکہ شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا دلالت حال (غضب اور مذاکرہ طلاق) سے طلاق کی نیت معلوم ہو۔ (۵)



(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۴/۵۲۸، ۵۳۶۔ (۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۴/۵۳۶۔ (۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۴/۵۳۳۔ (۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۴/۵۳۴۔ (۵) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۴/۵۳۴۔

## مسائل کنایات

(کنایات سے متعلق مسائل کا بیان)

”تیرا کام کر دوں گا“ سے طلاق

سوال نمبر (100):

ایک عورت اپنے میکے سے تاخیر سے گھر پہنچی تو اس کے خاوند نے اس سے کہا کہ: ”آئندہ اگر تو گئی تو تیرا کام کر دوں گا“ اور اس میں نیت طلاق کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد خاوند نے بیوی کو خود والدین کے گھر (میکے) جانے کی اجازت دی۔ اب اگر وہ میکے چلی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

بیٹو! تو جھڑو

الجواب وبالله التوفیق:

مذکورہ صورت میں شوہر کا بیوی سے یہ کہنا کہ: ”تیرا کام کر دوں گا“ اگرچہ اس میں نیت بھی طلاق کی ہو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ یہ طلاق نہیں، وعدہ طلاق ہے جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہذا بیوی کے لیے میکے جانے میں کوئی حرج نہیں، اس کے ساتھ طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدليل على ذلك:

مسئل نعم الدين عن رجل قال لامرأته اذهبي إلى بيت أمك، فقالت: طالق ده تا بروم. فقال: تو برو من طلاق دما دم فرستم. قال: لا تطلق؛ لأنه وعد. (۱)

ترجمہ:

نعم الدين سے اُس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنی ماں کے گھر چلی جا تو اس نے کہا کہ طلاق دے دو تا کہ میں چلی جاؤں تو وہ کہے کہ چلی جا، میں تمہیں ہمیشہ کے لیے طلاق بھیج دوں گا۔ جواب دیا کہ طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ یہ وعدہ طلاق ہے۔





## دو طلاق کے بعد بلا نیت کنائی الفاظ استعمال کرنا

سوال نمبر (101):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں ان الفاظ سے دیں کہ ”تو طلاق ہے“ پھر تیسری مرتبہ یہ کہا کہ ”دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ“ تو کیا ایسی صورت میں عورت کو طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ واضح رہے کہ ان الفاظ کے ساتھ شوہر کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔

بیٹھو اتھو صبرو

الجواب وبالله التوفیق:

جب خاوند عورت کو صراحتاً دو دفعہ طلاق دے دے تو اس سے دو طلاق واقع ہو کر خاوند آئندہ کے لیے ایک طلاق کا مالک رہے گا۔ اگر اس کے بعد ایک طلاق اور دے دے تو عورت مطلقہ مغالطہ ہو جائے گی۔ صورتِ مسئلہ میں اگر آدمی نے اپنی بیوی کو ”تم طلاق ہو“ دو دفعہ صراحتاً کہا ہو تو اس سے دو طلاق واقع ہو گئی ہیں۔ اس کے بعد جب یہ الفاظ کہے کہ ”دفع ہو جاؤ، میرے سامنے سے ہٹ جاؤ“ تو یہ الفاظ کنائی ہیں، اس میں نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیت طلاق کی ہو تو پھر تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی، ورنہ تیسری طلاق واقع نہ ہوگی اور شوہر بدستور ایک طلاق کا مالک رہے گا۔

والمدلل علی ذلك:

وانتقلی وانطلق فی الحال حقہ. وفي البرازية وفي الحقی برقتك يقع إذ نوى. (۱)

ترجمہ: انتقلی اور انطلقی دونوں الفاظ الحقی کی طرح ہیں، برازیہ میں ہے کہ الحقی برقتك کہنے میں اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

لو قال ابعدي عني، ونوى الطلاق يقع..... لو قال لها ذهبي أي طريق شئت لا يقع بدون النية. (۲)

ترجمہ: اگر کہا مجھ سے دور ہو جا اور اس میں طلاق کی نیت کی تو واقع ہو جائے گی اور اگر کہا کہ جاؤ جس راستے پر چاہو تو ایسی صورت میں بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوگی۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۱/۳۷۰

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۱/۳۷۶

## ”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں“ سے طلاق

سوال نمبر (102):

اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے“ اور پھر یوں کہے کہ: ”میں نے آزاد کیا ہے۔“ اس کے بعد اس نے رجوع بھی نہیں کیا اور پھر چھ سال گزرنے کے بعد اس عورت نے دوسری شادی کر لی۔ کیا شرعاً عورت کے لیے دوسری شادی جائز ہے اور اس سے طلاق واقع ہو گئی ہے۔

بینہما تزوجا

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق رجعی میں جب شوہر دورانِ عدت رجوع نہیں کرتا تو عدت گزرنے سے وہ طلاق بائن بن جاتی ہے۔ لہذا پھر عورت کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

مسئلہ صورت میں مذکورہ شخص کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ: ”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں“ یہ کنائی لفظ ہے، اگر یہ لفظ استعمال کر کے شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا دلالتِ حال سے یہ معلوم ہو کہ اس نے طلاق کی نیت سے یہ کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی۔ اس کے بعد جب اس نے کہا کہ ”میں نے اس کو آزاد کیا ہے“ تو دوسری طلاق بھی واقع ہو گئی، البتہ اگر ”تیرے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں“ کے لفظ سے شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو اور دلالتِ حال سے بھی معلوم نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں ”میں نے آزاد کیا ہے“ کے لفظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ بیان کے مطابق اگر واقعی شوہر نے دورانِ عدت رجوع نہیں کیا تھا اور چھ سال گزر چکے ہیں تو اب اس عورت کے لیے دوسری شادی کرنا شرعاً صحیح اور درست ہے۔

والدلیل علی ذلك:

لم یبق بیني وبينك عمل ونوى الطلاق يقع. (۱)

ترجمہ: (شوہر نے کہا: ”میرے تمہارے درمیان کوئی کام باقی نہیں رہا“ اور اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی۔

(الصریح یلحق الصریح و) یلحق (البائن) ..... وفی الشامیة: وإذ الحق الصریح البائن كان باناً

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، الطلاق، الفصل الخامس فی الکناہات ۳۷۶/۱

بان البینونة السابقة عليه تمنع الرجعة. كعائى الخلاصة . (۱)

ترجمہ: صریح صریح کے ساتھ اور بائن کے ساتھ ملحق ہوتا ہے..... شامی میں لکھا ہے: جب صریح بائن کے ساتھ ملے تو وہ بھی بائن ہوگا، کیونکہ سابقہ بینونت کی وجہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے۔



”تو مجھ سے فارغ ہے“ کا حکم

سوال نمبر (103):

ایک شخص نے بیوی کے ساتھ جھگڑا کیا۔ بیوی کہتی ہے کہ: ”اس نے مجھے کہا کہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا ہے“ اور پھر ایک دفعہ کہا: ”تو اپنے میکے چلی جا“ اس موقع پر میاں بیوی کے علاوہ کوئی شخص موجود نہ تھا۔ خاوند ان الفاظ سے انکار کر کے کہتا ہے کہ میں نے گھر پہنچ کر بیوی سے کہا کہ: ”تم مجھ سے فارغ ہو، بیٹھ تیری مرضی، نہ بیٹھ تیری مرضی“۔ پھر دوبارہ کہا کہ: ”تو مجھ سے فارغ ہے“ واضح رہے کہ خاوند نے یہ اقرار دوسرے لوگوں کے سامنے بھی کیا ہے۔ یعنی پھر یہ الفاظ لوگوں کے سامنے بھی کہے ہیں۔

بیتہ و تیرہ مرضی

الجواب وبالله التوفیق :

جب طلاق کے الفاظ میں خاوند اور بیوی کا اختلاف ہو اور بیوی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اعتبار خاوند کے قول کا ہوتا ہے، لہذا صورت مذکورہ میں خاوند کا قول معتبر ہوگا۔ چنانچہ جب اس نے ”تو مجھ سے فارغ ہے“ کے الفاظ کہے ہیں تو دونوں کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اس کے بعد خاوند کے یہ الفاظ کہ ”بیٹھ تیری مرضی، نہ بیٹھ تیری مرضی“ اور دوبارہ ”تو مجھ سے فارغ ہے“ کہنا لغو ہے، اسی طرح خاوند کا دوسرے لوگوں کے سامنے اقرار کرنا ان کو اپنے طلاق کے بارے میں اطلاع دینا ہے، لہذا ان کے سامنے یہ الفاظ کہنے سے مزید طلاق واقع نہ ہوگی۔ اب اگر میاں بیوی دونوں اپنا رشتہ دوبارہ استوار کرنا چاہتے تو دونوں کی رضامندی سے تجدید نکاح ضروری ہے۔ تجدید کے بعد خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقیوں کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

البائن لا يلحق البائن إذا أمكن جعله خبراً عن الأول ..... والمراد بالباين الذي لا يلحق البائن

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکنايات، مطلب: الصریح يلحق الصریح والباين: ۴/ ۵۱۰

الکتاب المفیدة للبینونة بكل لفظ كان..... وفي الحاروي القدسی: إذا طلق المبیانة فی العدة، فإن كان

بصریح الطلاق ونع، ولا یقع بکتابات الطلاق شیء وإن نوى. (۱)

ترجمہ: بائن طلاق کو جب پہلے بائن سے خبر نہ ملتا ہو، تو وہ بائن کے ساتھ نہیں ملتی..... اور جو بائن بائن سے نہیں ملتی، اس سے مراد وہ کنائی لفظ ہے جو بینونت کا فائدہ دیتا ہو، خواہ جس لفظ سے بھی ہو..... حاروی قدسی میں ہے کہ: "جب بائنہ عورت کو عدت میں طلاق دے تو اگر صریح لفظ طلاق سے ہو تو واقع ہوگی اور کنائی طلاق سے کچھ بھی واقع نہ ہوگی، اگرچہ نیت بھی کرے۔"



منکوہہ کے بارے میں کہتا: "کسی اور کو دے دو"

سوال نمبر (104):

ایک شخص کا نکاح ہو چکا ہے اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی، باتوں باتوں میں والد نے کہا کہ اگر تو اس پر راضی نہیں تو کوئی بات نہیں لڑکی کسی اور کو دے دیں گے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، کسی اور کو دے دیں۔ کیا اس سے طلاق واقع ہوگی؟ اگر طلاق واقع ہوگی تو خاوند رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا انوہرہا

الجواب وبالله التوفیق:

کنائی الفاظ کے ساتھ طلاق کے وقوع کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے، بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ صورت مسئلہ میں خاوند کے الفاظ "کسی اور کو دے دیں" کنائی ہیں۔ اگر ان سے بیوی کو چھوڑنے کا ارادہ ہو تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی، البتہ خاوند دوبارہ تجدید نکاح کے ذریعے رشتہ ازدواج کو بحال کر سکتا ہے، آئندہ مزید دو طلاقیں کا مالک رہے گا۔ اور اگر بیوی چھوڑنے کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

الکتابات (لاتطلق بیا) قضاء (بالبنیة أو دلالة الحال). (۲)

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکتابات فی الطلاق، تحت قوله: (لا البائن): ۵۲۴/۳

(۲) الدر المختار علی صمدیہ المختار، کتاب الطلاق، باب الکتابات: ۵۲۸/۴

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور ولایت حال کے بغیر قضاء طلاق واقع نہیں ہوتی۔

وإذا كان الطلاق بالنار دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضاءها، (۱)

ترجمہ: اور جب تین سے کم طلاق ہائے نر ہو تو شوہر کو اختیار ہے کہ اس عورت سے عدت کے دوران یا عدت گزر جانے کے بعد نکاح کرے۔



### ”جاتو اپنے گھر چلی جا“

سوال نمبر (105):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو گھر سے باہر نکال دیا اور کہا: ”جاتو اپنے گھر چلی جا“، لیکن یہ الفاظ کہتے وقت اس کی نیت طلاق کی نہیں تھی، بلکہ اس کا مقصد بیوی کو گھر بھیج کر معاملہ ختم کرنا تھا، جب کہ عورت اپنے والدین کے گھر بیٹھ گئی ہے، حالانکہ خاوند نے اس کے سامنے حلفاً قرآن اٹھا کر یہ کہا ہے کہ میں نے تمہیں طلاق نہیں دی ہے۔ اب اس صورت میں اس کی یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بینوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص طلاق میں صریح الفاظ استعمال کرے تو طلاق کے وقوع میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے، جب کہ الفاظ کنائی سے طلاق واقع ہونے کے لیے شوہر کی نیت کا ہونا ضروری ہے۔

صورت مسئلہ میں شوہر کے یہ کہنے سے کہ ”جاتو اپنے گھر چلی جا“ طلاق کا وقوع شوہر کی نیت پر موقوف ہے کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے۔ اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوئی اور جب شوہر نے قرآن اٹھا کر حلفاً کہا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے تو طلاق کا وقوع نہیں ہوگا اور بیوی خاوند کے نکاح میں رہے گی۔

والدلیل علی ذلك:

وقوله الحق باهلك يحتمل الطلاق لأن المرأة تلحق بأهلها إذا صارت مطلقة ويحتمل الطرد والإبعاد عن نفسه مع بقاء النكاح وإذا احتملت هذه الألفاظ الطلاق وغير الطلاق فقد استمر المراد منها

(۱) للهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما نحل به المطلقة: ۲/۴۰۹

عند السامع فانفقرت إلى النية لتعيين المراء. (۱)

ترجمہ: اور شوہر کا یہ کہنا: ”اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا“ طلاق کا احتمال بھی رکھتا ہے کیونکہ عورت کو جب طلاق ملتی ہے تو وہ اپنے گھر والوں کے پاس جاتی ہے۔ اور اس میں نکاح کے باقی ہوتے ہوئے دھکے مارنے اور اپنے آپ سے دور کرنے کا احتمال بھی ہے! چنانچہ جب ان الفاظ میں طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہے تو سننے والے کے لیے اس کا مراد سمجھنا مخفی ہو گیا۔ لہذا مراد کی تعیین کے لیے نیت ضروری ہے۔

”نکاح سے نکل جاؤ گی“

سوال نمبر (106):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ: ”جب گھر سے باہر جاؤ تو مجھے بتانا، ورنہ تم نکاح سے نکل جاؤ گی۔“ اس کے بعد بیوی نے بتایا کہ تمہارے کہنے کے بعد میں ایک دو دفعہ بتائے بغیر گھر سے باہر گئی ہوں۔ اس صورت میں عورت کو طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں؟

بینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق کو اگر شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور طلاق کنائی میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔

صورت مسئلہ میں خاوند کا یہ کہنا کہ ”جب گھر سے باہر جاؤ تو مجھے بتانا، ورنہ تم نکاح سے نکل جاؤ گی“ یہ الفاظ کنائی ہیں۔ اگر مذکورہ شخص نے تعلیق کے وقت طلاق کی نیت نہیں کی تو عورت کے بلا اجازت گھر سے نکلنے پر کچھ بھی واقع نہیں ہوگا اور اگر بوقت تعلیق طلاق کی نیت کی ہو تو پھر طلاق بائن واقع ہوگی جس کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے، البتہ خاوند کے پاس آئندہ دو طلاقیوں کا اختیار ہوگا۔

والدلیل علی ذلک:

الکتابات (لا تطلق بها) قضاء (إلّا بنية أو دلالة الحال). (۲)

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاء طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۱) ہدایہ العنان، فصل فی الکتابۃ فی الطلاق: ۲۳۴/۴

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکتابات: ۵۲۸/۴

وفي البحر عن الوهبانية: أنت بالن كناية معلقا كان أو منجزا، فيفتقر للنية. (۱)

ترجمہ: اور بحر میں وہبانیہ نائی کتاب سے نقل کیا گیا ہے کہ ”اَنْت بائن“ کنائی لفظ ہے۔ چاہے معلق ہو یا منجز، نیت پہنچ ہوتا ہے۔



## طلاق کنائی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (107):

ایک آدمی کی سالے سے لڑائی ہوئی اور غصہ میں گھرا آیا تو اپنی بیوی سے کہا کہ: ”اگر تو اپنے بھائی سے ملی تو میری طرف سے فارغ ہوگی۔“ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ نیز اس میں طلاق کی نیت ہونے یا نہ ہونے سے کچھ اثر پڑتا ہے؟

بیٹو اتوجروا

الجواب وبالله التوفيق :

اگر ایک شخص اپنی بیوی کو صریح الفاظ کی بجائے ایسے محتمل الفاظ کہے، جن میں طلاق اور طلاق کے علاوہ دوسرے مفہوم کا احتمال ہو، تو ایسے الفاظ کنائیہ کہلاتے ہیں، اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی یا نہ کرہ طلاق ہو یا حالت غضب میں ایسا کلام صادر ہوا ہو تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔

صورت مسئلہ میں خاوند کے الفاظ ”اگر تو اپنے بھائی سے ملی تو میری طرف سے فارغ ہوگی“ کنائی الفاظ ہیں اور غصہ کی حالت میں کہے ہیں، اس لیے جب بھی شرط پائی جائے، یعنی ”اس کی بیوی اپنے اس بھائی سے ملے“ تو اسے ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی جس کے بعد تجدید نکاح ناگزیر ہے، چاہے عدت گزرنے سے قبل ہو یا عدت گزرنے کے بعد، تجدید کے بعد خاوند کے پاس مزید دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

الکنايات (لا تطلق بها) قضاء (الإبنية أو دلالة الحال). (۲)

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاء طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۱/۲۷۵

(۲) بیضا: ۱/۲۸۵

وفي البحر عن الوهبانية: أنت بائن كناية معلقا كان أو منجزا، فيفتقر للنية. (۱)

ترجمہ:

اور بحر میں وہبانیہ نامی کتاب سے نقل کیا گیا ہے کہ ”أنت بائن“ کنائی لفظ ہے۔ چاہے معلق ہو یا منجزیت کا محتاج ہوتا ہے۔



## بلا نیت طلاق کنائی جملے کہنا

سوال نمبر (108):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ: ”جاؤ! چلی جاؤ یہاں سے، ماں باپ کے گھریا جہاں مرضی ہو، ادھر کس لیے بیٹھی ہو تیرا ادھر کیا رشتہ ہے؟“ یہ الفاظ خاندان نے کئی مرتبہ لڑائی کے دوران بیوی کو کہے ہیں، جب کہ اس میں خاندان کی نیت طلاق کی نہیں تھی، بلکہ بیوی کو ڈرانے کے لیے یہ الفاظ دہرائے ہیں۔ کیا اس صورت میں بیوی کو طلاق واقع ہوگئی ہے؟

بیٹنوا تنو جردا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق صریحی میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، جب کہ کنائی الفاظ میں نیت یا دلالت الحال کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر کنائی الفاظ میں شوہر طلاق کی نیت کرے تو اس سے طلاق واقع ہوگی، تاہم اگر نیت نہ ہو، بلکہ دھمکی اور ڈرانا مقصود ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

صورت مسئلہ میں جب کہ مذکورہ شخص نے لڑائی کی حالت میں کہا ہے کہ: ”جاؤ! چلی جاؤ یہاں سے، اپنے ماں باپ کے گھریا جہاں مرضی ہو، ادھر کس لیے بیٹھی ہو، تیرا ادھر کیا رشتہ ہے؟“ تو مذکورہ الفاظ کنائی ہیں جن میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اور حسب بیان شوہر کی نیت طلاق کی بجائے دھمکی اور ڈرانا تھا، لہذا ان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدليل على ذلك:

(وأما الضرب الثاني وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال..... وبقية الكنايات

إذا سوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة..... وهذا مثل قوله أنت بائن..... الحقي بأهلك..... وأمرك

(۱) الدر المختار علی صدور المختار، کتاب الطلاق، باب الكنايات: ۵/۷/۴



یہ کہ ..... وانحر حی، واذہبی، وقومی)..... لانہا تحتمل الطلاق وغیرہ، فلا یدمن النیۃ..... وفی حالۃ الغضب یرد فی جمیع ذلک لاحتمال الرد والسب إلا فیما یصلح للطلاق، ولا یصلح للرد والشم (۱) زجر: طلاق کی دوسری قسم کنایات ہیں جس کے ذریعہ طلاق واقع نہیں ہوتی، مگر نیت کے ساتھ یا دلالت حال کے ساتھ۔۔۔ باقی کنائی الفاظ سے جب طلاق کی نیت کی تو ایک بائند ہوگی۔۔۔۔۔ جیسے یہ کہے: تم بائند ہو۔۔۔ اور تو اپنے گھر والوں کے ساتھ مل جا۔۔۔ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔۔۔ نکل جا، تو چلی جا، کھڑی ہو جا۔۔۔ کیونکہ یہ الفاظ طلاق اور غیر طلاق کا احتمال رکھتے ہیں، لہذا نیت ضروری ہے۔۔۔ اور غصہ کی حالت میں ان تمام کنایات میں رد کالی گالی کا احتمال ہونے کی وجہ سے تصدیق کی جائے گی، مگر ان الفاظ میں تصدیق نہیں کی جائے گی جو رد اور گالی کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں، صرف طلاق کی صلاحیت رکھتے ہوں۔



”میں تم سے پیدا ہوں گا“ سے وقوع طلاق

سوال نمبر (109):

ایک آدمی کی بیوی کے ساتھ کسی بات پر ناراضگی ہوئی جس کی وجہ سے بیوی خاوند سے باتیں نہیں کرتی تھی۔ ایک دن جب خاوند گھر آیا تو بیوی نے بات نہیں کی اور منہ پھیر لیا تو خاوند نے غصہ میں اس سے کہہ دیا کہ ”اگر میں نے تیرے ساتھ بات کی تو میں تم سے پیدا ہوں گا“ کچھ دن بعد اس سے باتیں کرنے لگا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیتوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق :

ظہار کے ثبوت کے لیے حروف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے، جس کلام میں اداۃ تشبیہ نہ ہوں اس سے ظہار نہیں ہوتا اور کنائی الفاظ سے طلاق تب واقع ہوتی ہے، جب وہ عرف میں طلاق کے لیے بھی استعمال ہوتے ہوں۔ صورت مسئلہ میں خاوند کا اپنی بیوی سے یہ کہنا: ”اگر میں نے تیرے ساتھ بات کی تو میں تم سے پیدا ہوں گا“ تقویۃ الفاظ ظہار میں سے ہیں اور نہ عرف میں طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے اس طرح کہنا نہ ظہار ہوگا اور

۱۲ نہ اس سے طلاق واقع ہوگی، البتہ بیوی سے اس طرح کے الفاظ کہنا یحکین متصور ہوگا۔ لہذا بیوی کے ساتھ باتیں کرنے کی صورت میں حادث ہو کر یحکین کا کفارہ لازم آئے گا۔

والدلیل علی ذلك:

(وان نوى بآنت علي مثل امي)..... (برا او ظہار، او طلاقاً صحت نیتہ)..... لانه كناية (والا)

بنو شيبان، أو حذف الكاف (لغاً) وتعين الأدنى: أي البر، یعنی الكرامة. (۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی "آنت علی مثل امی" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔



### طلاق معلق میں کنائی الفاظ کہنا

سوال نمبر (110):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ: "اگر تو والدین کے گھر چلی گئی تو تو میری بیوی نہیں ہوگی، کافر کی بیوی ہوگی۔" اس کے بعد وہ والدین کے گھر چلی گئی۔ لائسی کی وجہ سے زوجین آپس میں بغیر تجدید نکاح کے زندگی گزارتے رہے اور پھر چھ ماہ بعد خاوند نے بیوی سے پھر کہا کہ: "اگر تو والدین یا بھائیوں کے ہاں چلی گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے۔"

بیشواتو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق کسی شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو شرط موجود ہونے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس نے کنائی الفاظ سے طلاق کی تعلیق کی ہو تو اس میں طلاق کی نیت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ صورت مسئلہ میں مذکورہ الفاظ "اگر تو والدین کے گھر چلی گئی تو تو میری بیوی نہیں ہوگی، کافر کی بیوی ہوگی" سے بلا نیت طلاق واقع نہیں ہوتی، تاہم ان الفاظ سے اگر طلاق کی نیت کی ہو تو پھر اس سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ بعد میں دوسری شرط "اگر تو والدین یا بھائیوں کے ہاں چلی گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے" نکاح موجود نہ ہونے کی وجہ سے لغو ہوگی اور اگر پہلی شرط سے

طلاق کی نیت نہ کی ہو تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، اور بعد میں دوسری شرط کہ "اگر تو والدین یا بھائیوں کے ہاں چلی گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے" صحیح رہے گی، لہذا اگر وہ والدین یا بھائیوں کے ہاں چلی گئی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور عدت کے اندر خاوند کو رجوع کا حق حاصل رہے گا، تاہم خاوند آئندہ دو طلاقیوں کا مالک ہوگا۔

والدليل على ذلك:

ولو قال ما أنت لي بامراة، أولست لك بزوجة، ونوى الطلاق يقع عند أبي حنيفة. (۲)

ترجمہ:

اور اگر شوہر بیوی کو کہے: "تو میری بیوی نہیں" یا "میں تمہارا شوہر نہیں"، اور اس سے طلاق کی نیت کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طلاق واقع ہوگی۔



### بیوی سے کہنا "فلاں سے شادی کرؤ"

سوال نمبر (۱۱۱):

ایک شخص بیوی سے گفتگو کر رہا تھا، مذاق میں وہ کسی دوسرے آدمی کی تعریف کر رہی تھی، خاوند نے کہا کہ "ھتھ اوکڑہ" (اس سے شادی کر لو) لیکن ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بیٹو انو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور طلاق کنائی میں عموماً نیت کا اعتبار ہوتا ہے، اگر نیت ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

صورت مسئلہ میں خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "ھتھ اوکڑہ" یہ صریح نہیں، لہذا ان الفاظ میں کہنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا اور جب خاوند خود کہتا ہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی، تو اگر واقعی ایسا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی،

۱۱۱۔ الدر المختار علی صد رد المحتار۔ کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۵۲۸/۴

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الذانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات: ۳۷۵/۶

لیکن اس طرح کی باتیں مذاق میں بھی نہیں کہنی چاہیے۔

والدلیل علی ذلك:

ولو قال لها اذهبي فتزوجي تقع واحدة إذا لوی. (۱)

ترجمہ:

اگر شوہر بیوی سے کہے: ”جاؤ، شادی کرو“ اگر اس میں طلاق کی نیت کی ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی۔



”تو مجھ پر بہن ہے، اگر میں اس کے ساتھ تعلق رکھوں“

سوال نمبر (112):

ایک آدمی کا بیٹے کے ساتھ بوجہ نافرمانی تعلقات خراب ہیں جس کی وجہ سے باپ اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔ ایک مرتبہ اس کی بیوی نے کہا کہ تم اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور تم ہر معاملے میں اس کی طرف داری کرتے ہو تو خاوند نے کہا: ”تو مجھ پر بہن ہے، اگر میں اس کے ساتھ تعلق رکھوں“۔ ان الفاظ سے کیا طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں، جب کہ باپ نے ابھی تک اپنے بیٹے کے ساتھ تعلقات نہیں رکھے ہیں اور نہ رکھنے کا ارادہ ہے؟

بیشواؤ جبروا

الجواب وبالله التوفیق:

ظہار کے ثبوت کے لیے حرف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے، جس کلام میں ادات تشبیہ نہ ہوں اس سے ظہار نہیں ہوتا۔ صورت مسئلہ میں خاوند کے مذکورہ الفاظ ”تو مجھ پر بہن ہے“ سے ظہار کا ثبوت نہیں ہوتا اس لیے کہ اس میں ادات تشبیہ نہیں ہیں، تاہم اگر علاقائی سطح پر عرف و عادت میں بیوی کو ماں بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق دیتے ہوں تو پھر خاوند کے حائث ہونے کی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگی جس میں تجدید نکاح ضروری ہے اور اگر عرف میں یہ الفاظ طلاق کے لیے مستعمل نہ ہوتے ہوں تو پھر ایسے الفاظ کہنا مکروہ ہے، لیکن اگر باپ بیٹے سے تعلق رکھے پھر بھی نکاح پر اثر نہیں پڑے گا، بیوی بدستور خاوند کے نکاح ہی میں رہے گی۔

والدلیل علی ذالک:

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي)..... (برأ وظہاراً أو طلاقاً صحت نيته)..... لأنه كناية (والا) بنو شيبان، أو حذف الكاف (لغا) وتعين الأدنى إي البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي وبها بتي وبها أخشي، (۱) ترجمہ: اور اگر کوئی "انت علی مثل امی" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ معنی، یعنی احترام کا معنی متعین ہوگا اور اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ "تو میری ماں ہے" اور "اے میری بیٹی" اور "اے میری بہن" مکروہ ہے۔



قبل از رخصتی یوں کہنا کہ "قلاں کام کروں تو نکاح ٹوٹ جائے"

سوال نمبر (113):

میرا نکاح ہو چکا ہے، لیکن رخصتی نہیں ہوئی، پچھلے دنوں میں نے یوں کہا کہ: "قلاں کام کروں تو نکاح ٹوٹ جائے" پھر مجھ سے وہ کام ہو گیا تو اس کا حکم کیا ہے؟ حالانکہ میرا مقصد طلاق دینا نہیں تھا، ایک ادارے سے میں نے سوال کیا تو انہوں نے درج ذیل جواب دیا:

اگر واقعی اس جملہ سے مقصد طلاق دینا نہیں تھا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ اگر طلاق کی نیت تھی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، جس میں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، بلکہ عدت کے اندر قولی یا فعلی رجوع کافی ہے۔ قال فی الہندیۃ: ولو قال لانکاح بینی و بینک، أو قال لم یبق بینی و بینک نکاح، یقع الطلاق إذا نوى. وأيضاً: ولو قال لامرأته لست لی بامرأة..... وإن قال نويت الطلاق، یقع الطلاق فی قول أبي حنيفة.

مذکورہ سوال و جواب کے بارے میں اپنی رائے تحریر فرما کر تشفی کا سامان بہم پہنچائیں۔

بیشواتر جبراً

الجواب وبالله التوفیق:

ہم بستی یا خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے بیوی کو طلاق دینے سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، چاہے طلاق

صریحی دی گئی ہو یا کنائی اور طلاق بائن ہونے کے بعد دوبارہ گھر سامنے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے۔  
سوال میں مذکورہ الفاظ سے اگر آپ کی نیت بیوی کو طلاق دینے کی تھی تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور اب باہمی رضامندی سے دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے اور اگر واقعی ان الفاظ سے طلاق دینا مقصود نہ تھا تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اس مسئلہ میں طلاق رجعی کے وقوع کا جواب دینا درست نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

وفي السراجية: صريح الطلاق قبل الدخول يكون بائناً. (۱)

ترجمہ: مراجعہ میں ہے کہ طلاق صریحی ہم بستری سے پہلے بائن ہوتی ہے۔



طلاق بائن کی عدت کے بعد طلاق رجعی دینا

سوال نمبر (۱۱۴):

خالد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دی، پھر عدت گزرنے کے بعد دوستوں سے گفتگو کے دوران اس کو مزید ایک صریحی لفظ کے ساتھ طلاق دے دی۔ اب خالد دوبارہ اس بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ سرال والے بھی راضی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ نکاح کرنے کے بعد خالد کو کتنے طلاق دینے کا اختیار ہوگا؟

ببینوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق ہونے کے بعد عدت گزر جائے تو بیوی بالکل اجنبی ہو جاتی ہے، لہذا ایسی حالت میں اس کو طلاق دینا لغو اور بے فائدہ ہوتا ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر خالد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دی ہو، پھر عدت گزرنے کے بعد اسے صریح الفاظ سے ایک طلاق دی ہو تو محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ دوسری طلاق لغو ہے۔ لہذا اس عورت نے اگر کسی دوسری جگہ نکاح نہ کیا، تو خالد کو اس سے نکاح کر لینے کی گنجائش ہے۔ اور اسے مزید دو طلاقیں کا اختیار حاصل ہوگا، یعنی نکاح کرنے کے بعد اگر خالد نے اس کو مزید دو طلاقیں دے دیں تو مطلقہ مغفلہ ہو جائے گی۔

والدلیل علی ذلك:

(الصریح یلحق الصریح و) یلحق (البائن) بشرط العدة (والبائن یلحق الصریح). قال العلامة

ابن عابدین قوله: (بشرط العدة) هذا الشرط لا بد منه في جميع صور اللحاق، فالأولى تأخيره عنها. (۱)

ترجمہ: صریح طلاق صریح سے بھی ملتی ہوتا ہے اور اور بائن سے بھی۔ بشرط یہ کہ مطلقہ عدت میں ہو اور طلاق بائن صرف طلاق صریح کے ساتھ ملتی ہوتا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ: ”طلاقوں کے آپس میں ملتی ہونے کی تمام صورتوں میں عدت کی موجودگی کی شرط ضروری ہے۔ پس بہتر یہ ہے کہ اس شرط کو تمام صورتوں سے مؤخر کر دیا جائے۔“



”تو مجھ پر حرام ہے“

سوال نمبر (115):

گمریلڑائی جھگڑے کے دوران میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”تو مجھ پر حرام ہے“ لیکن میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، کیا اس سے طلاق واقع ہوئی ہے؟

بیٹھو انو جھرو

الجواب وبالله التوفیق:

”تو مجھ پر حرام ہے“ کے الفاظ عرف میں بیوی کو طلاق دینے کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں لہذا یہ الفاظ طلاق صریح بائن کے ہیں، جس سے بغیر نیت کے بھی طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں آپ کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے۔ اب اس کے ساتھ دوبارہ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے لیے باہمی رضامندی اور جدید مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے۔ اور تجدید کے بعد آپ کے پاس دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

ومن الألفاظ المستعملة ..... وعلى الحرام، فيقع بلانية للعرف. قال العلامة الشامي: قوله:

(فیقع بلانیه للعرف) أي فيكون صريحاً لا كناية بدليل عدم اشتراط النية، وإن كان الواقع في لفظ الحرام  
البائن لأن الصريح قد يقع به البائن. (۱)

ترجمہ:

طلاق کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ میں سے (شوہر کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ) ”مجھ پر حرام ہے“، پس  
اس سے عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ”فیقع بلانیه للعرف“  
کا مطلب یہ ہے کہ نیت کا شرط نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حرام کا لفظ صریح ہے، نہ کہ کنائی، اگرچہ لفظ حرام سے  
طلاق بائن واقع ہوتی ہے، کیونکہ بعض اوقات صریح الفاظ سے بھی طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔



بیوی کو ”تو مجھ پر ماں، بہن ہے“ تین مرتبہ کہنا

سوال نمبر (116):

گھریلو ناچاقی کی وجہ سے میں نے فون پر اپنی بیوی کو کہا کہ: ”تو مجھ پر ماں، بہن ہے“ دوسرے دن دوبارہ  
فون کر کے میں نے یہی الفاظ مزید دو مرتبہ اس کو کہہ دیے، جب کہ ہمارے علاقے (خیبر ایجنسی) میں بیوی کو یہ الفاظ  
طلاق دینے کے لیے ہی استعمال کیے جاتے ہیں، اب بعض حضرات کہتے ہیں کہ میری بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی  
ہے، جب کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ تین طلاق واقع ہو گئی ہیں۔ براہ کرم آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

بیشواتؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

عام عرف میں حروف تشبیہ ذکر کیے بغیر بیوی کو ماں، بہن کہنے سے اگرچہ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن یہ فعل  
مکروہ ضرور ہے، البتہ اگر کسی علاقے کے عرف اور محاورہ میں بیوی کو ماں، بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور وہاں لوگ  
بیوی کو یہ الفاظ طلاق دینے کے لیے ہی استعمال کرتے ہوں تو اس خاص عرف کے لحاظ سے یہ الفاظ طلاق صریح بائن  
شمار ہو کر اس سے طلاق بائن واقع ہوگی، پھر بیوی کو تین مرتبہ مذکورہ الفاظ کہنے سے بظاہر تینوں طلاق واقع ہو جانی چاہئیں،  
لیکن واضح رہے کہ بائن کے ساتھ صریح تب ملحق ہوتی ہے، جب کہ وہ اصل وضع کے اعتبار سے صریح ہو۔



جب کہ بیوی کو ماں، بہن کہنا اصل وضع کے اعتبار سے صریح نہیں، بلکہ ایک عارض (عرف) کی وجہ سے ہے اور اصل وضع میں یہ الفاظ طلاق کے لیے نہیں ہیں اس لیے یہ بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی۔

لہذا صورت مسئلہ میں تین طلاقیں واقع نہیں ہوئیں، بلکہ پہلی مرتبہ بیوی کو ماں، بہن کہنے سے وہ باندھ ہو گئی اور دیگر دو طلاقیں کے لیے محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ واقع نہیں ہوئیں۔

والدلیل علی ذلک:

قال العلماء: لا بد فی الظہار من التثبیہ، وإذا قال أنت أمی لا یکون ظہاراً بل لغواً. أقول: لا بد من أن یکون طلاقاً بانئاً عند النیة، وقد روی عن أمی یوسف، کما فی العمدۃ. (۱)

ترجمہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظہار میں تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور جب شوہر (بیوی کو تشبیہ کے الفاظ ذکر کیے بغیر) کہے کہ ”تو میری ماں ہے“ تو یہ ظہار نہیں، بلکہ لغو ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیت کے وقت (اور جہاں عرف ہو، وہاں عرف نیت کے قائم مقام ہوتا ہے) ان الفاظ سے طلاق بائن کا واقع ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی بھی ہے جیسا کہ عمدہ میں ہے۔

ولا یرد أنت علی حرام علی المفتی بہ من عدم توقفہ علی النیة مع أنه لا یلحق البائن، ولا یلحقہ البائن؛ لکونه بانئاً لمان عدم توقفہ علی النیة أمر عرض له، لا بحسب أصل وضعه. (۲)

ترجمہ:

اور یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ مفتی یہ قول کے مطابق تو ”انت علی حرام“ سے وقوع طلاق نیت پر موقوف نہیں، باوجود اس کے کہ یہ طلاق بائن سے ملحق نہیں ہوتا اور نہ ہی طلاق بائن اس کے ساتھ ملحق ہوتا ہے (تو اس کی کیا وجہ ہے؟) دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ ”انت علی حرام“ اصل وضع کے اعتبار سے بائن ہے، البتہ اس کا نیت پر موقوف نہ ہونا ایک عارض کی وجہ سے ہے، نہ کہ اصل وضع کے اعتبار سے۔



(۱) العرف السنی علی حاشی النرمذی، باب الطلاق والرضاع، باب ما جاء فی کفارة الظہار: ۱/۳۵۷

(۲) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکناہات: ۱/۵۴۰

بیوی کو "اپنی ماں اور بھائیوں کے گھر چلی جا" کہنا

سوال نمبر (۱۱۷):

میں نے اپنی بیوی کو جھگڑے کے دوران غصے میں کہا "اپنی ماں اور بھائیوں کے گھر چلی جا" لیکن میری نیت یہ تھی کہ وہ اپنی ماں کے گھر چلی جائے تاکہ وہ اس کو نصیحت کر کے سمجھا دیں، طلاق کی نیت ہرگز نہیں تھی، کیا ان الفاظ سے میری بیوی کو طلاق ہوئی ہے؟

پیشوا انور احمد

الجواب وبالله التوفیق:

جھگڑے کے دوران بیوی کو کہے جانے والے مذکورہ جملے سے اگر آپ کی نیت طلاق دینے کی تھی تو ایک طلاق بائن واقع ہو چکی ہے اور اگر واقعی آپ کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی جیسا کہ آپ کا بیان ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

واللہ اعلم:

وعن أبي يوسف في الإماء: إنه الحق بهذه الخمسة أربعة أخرى: لا ملك لي عليك، لا مبيع لي عليك، خلعت سبيلك، الحضي بأهلك، لو قال ذلك في حال مذاكرة للطلاق، أو في الغضب، وقال لم أتو به لطلاق، بصدق قضاء في قول أبي حنيفة (۱)۔

ترجمہ:

امام ابو یوسفؒ سے الاماء میں منقول ہے کہ انہوں نے مذکورہ پانچ کنائی الفاظ کے ساتھ مزید چار مثال کیے ہیں جو کہ یہ ہیں: میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں، میرا تجھ پر کوئی راستہ نہیں، میں نے تیرا راستہ خالی کر دیا ہے، اپنے گھر والوں سے مل جا۔ مگر شوہر مذکورہ جملے ذکر طلاق یا غصے کی حالت میں استعمال کرے اور کہے کہ اس سے میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق قضا ہمس کی تہدیت کی جائے گی۔



”دفع ہو جاؤ، چلی جاؤ، میرے گھر سے نکل جاؤ“ کہنا

سوال نمبر (118):

میں نے غصے میں بیوی سے کہا ”دفع ہو جاؤ، چلی جاؤ، میرے گھر سے نکل جاؤ“ لیکن اللہ گواہ ہے کہ ان الفاظ کے کہتے وقت میرا طلاق وغیرہ دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بیوی کو ایسے الفاظ کہنے کا کیا حکم ہے؟ جب کہ طلاق دینے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام نے ”چلی جاؤ، گھر سے نکل جاؤ“ کے الفاظ طلاق کے کنائی الفاظ میں شمار فرمائے ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر بیوی کو یہ الفاظ طلاق دینے کی نیت سے کہے جائیں تو ان سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، لہذا سوال میں ذکر کردہ الفاظ بیوی کو کہتے وقت اگر واقعی آپ کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو آپ کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدلیل علی ذلک:

الکنايات (لا تطلق بها) قضاء (إلانية، أو دلالة الحال، فنحو أخرجي، وأذهبني وفومي).....

(وفي الغضب) توقف (الأولان) إن نوى وقع، وإلا لا (وفي مذاكرة الطلاق) يتوقف (الأول فقط). (۱)

ترجمہ:

الفاظ کنائی سے نیت یا دلالت حال کے ہوتے ہوئے قضاء طلاق واقع ہوتی ہے، اس کے بغیر نہیں۔ پس نکل جاؤ، چلی جاؤ اور کھڑی ہو جاؤ۔۔۔۔۔ اور غضب و غصہ میں پہلی دو تسمیں نیت پر موقوف ہوتی ہیں، ان میں اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع ہوتی ہے، ورنہ نہیں اور مذاکرہ طلاق میں فقط پہلی قسم (یعنی اخرجی وغیرہ) نیت پر موقوف ہوگی۔



بیوی کو ”زہ خلاصہ سے کٹے“ کہنا

سوال نمبر (119):

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو لڑائی کے دوران اس کے مطالبہ طلاق پر کہا: ”زہ خلاصہ سے کٹے“ (جائے رہا کر دیا) تو اس کا کیا حکم ہے؟

بیشواتو جردا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام نے ”خلاصہ سے کٹے“ (تجھے رہا کر دیا) جیسے الفاظ کو الفاظ کُنائی میں شمار کیا ہے، لیکن چونکہ اب عرف میں یہ الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں، اس لیے علامہ شامیؒ اور دوسرے حضرات نے ان کو طلاق کے صریح الفاظ قرار دے کر اس سے طلاق رجعی کے واقع ہونے کو ذکر فرمایا ہے۔

لہذا مسئلہ صورت میں اس شخص کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی ہے۔ عدت کے اندر اندر وہ اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے اور عدت میں تو لایا نعلاً رجوع نہ کرنے کی صورت میں عدت کے بعد یہ طلاق بائن ہو جائے گی۔ پھر اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کے لیے تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی، بہرہ دو صورت آئندہ کے لیے شوہر کے پاس دو طلاؤں کا اختیار باقی رہ جائے گا۔

والدلیل علی ذلک:

فإذا قال رها کردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أبيض، وما ذاك إلا لأنه غلب

فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق. (۱)

ترجمہ: پس جب کہے رہا کردم یعنی ”سرحتک“ (رہا کر دیا) تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ بھی اصل میں کنایات میں سے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل فارس کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں غالب ہو چکا ہے۔



”اگر یہ کام دوبارہ کیا تو فارغ کر دوں گا“

سوال نمبر (120):

میں نے گھر میں ایک کام پر غصہ ہو کر اپنی بیوی سے کہا: ”اگر یہ کام دوبارہ کیا تو فارغ کر دوں گا“ بعد میں اپنے الفاظ پر بڑا ایشیاں ہوا۔ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

مستقبل کے فیصلہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، ”فارغ کر دوں گا“ کا جملہ مستقبل پر دلالت کرنے کی وجہ سے وعدہ طلاق ہے، نہ کہ طلاق۔ اور وعدہ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لہذا چاہے آپ کی بیوی وہ کام کرے یا نہ کرے بہر صورت ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

فقال الزوج: ”طلاق میکنم“ وكرر ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: ”کنم“ لأنه استقبال، (۱) ترجمہ: پس خاوند کہے کہ: ”میں طلاق دیتا ہوں“، یہ جملہ تین مرتبہ دہرائے تو بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی، بخلاف یہ کہ خاوند کہے کہ: ”میں طلاق دوں گا“ (اس سے طلاق نہیں ہوتی) کیونکہ یہ مستقبل کے الفاظ ہیں۔



بیوی سے ”تو میری بیوی نہیں“ کہنا

سوال نمبر (121):

میں اپنے شوہر کی دوسری بیوی ہوں، ایک دن کسی گھریلو بات پر تنازعہ کے دوران میرے شوہر نے غصے میں آ کر مجھے کہا: ”تو میری بیوی نہیں“ اور پھر تین پتھر اٹھا کر کہا کہ جب ان کو پھینک دوں تو تجھے پتہ چل جائے گا۔ میں یہ سن کر فوراً خاموش ہو گئی، چنانچہ اس نے پتھر پھینکے نہیں۔ کیا ان مذکورہ الفاظ سے مجھے طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

”تو میری بیوی نہیں“ کے الفاظ سے طلاق واقع ہونے یا نہ ہونے کا دار و مدار خاوند کی نیت پر ہے، اگر یہ الفاظ کبے وقت آپ کے شوہر کی نیت طلاق دینے کی تھی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے۔ عدت کے اندر اندر بغیر تجدید نکاح کے وہ آپ سے رجوع کر سکتا ہے اور آئندہ کے لیے اسے دو طلاقیں کا اختیار باقی رہے گا اور اگر یہ الفاظ کبے وقت اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدلیل علی ذلك:

لست لك زوج، اولست لي بامرأة ..... طلاق إن نواه. قال العلامة ابن عابدین: بقوله: (طلاق إن نواه) ..... وأشار بقوله طلاق إلى أن الواقع بهذه الکتابة رجعی، کذا فی البحر من باب الکتابات. (۱) ترجمہ:

میں تمہارا شوہر نہیں یا تو میری بیوی نہیں۔۔۔۔۔۔ طلاق ہے، اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو۔ علامہ ابن عابدین ”طلاق إن نواه“ کے تحت فرماتے ہیں: ”لفظ طلاق کہہ کر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کنا یہ جملہ سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے“، اسی طرح البحر الرائق کے باب الکتابات میں بھی ہے۔



بیوی کو ”ایک، دو، تین تو مجھ سے آزاد ہے“ کہنا

سوال نمبر (122):

بیوی سے بھگڑے کے دوران میں نے انتہائی غصہ میں آکر اس سے کہا: ”ایک، دو، تین تو مجھ سے آزاد ہے“ اس کا کیا حکم ہے؟

بیٹواتو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

ایک، دو، تین اعداد ہیں۔ عام طور پر اس کے ساتھ معدود بھی ذکر کیا جاتا ہے، لیکن بعض اوقات عرف میں

ان اعداد کو ذکر کر کے معدود کو دلالتِ حال کی بنیاد پر حذف کر دیا جاتا ہے چنانچہ دلالتِ حال سے اسے سمجھا جاتا ہے۔  
پہلی دقت جب کہ کلام کے شروع یا اختتام میں سر اٹھایا کنا یا طلاق کا ذکر نہ ہو، اور جہاں کہیں طلاق کا ذکر سر اٹھایا  
کنا یا طلاق ہو تو وہاں پر طلاق ہی متعین ہوتی ہے۔

صورتِ مسئلہ کے مطابق غصے کی حالت میں عام طور سے بیوی کو ایک، دو، تین کہنے سے طلاق کی تین ہی صورتیں  
ہوتی ہیں اور صورتِ مسئلہ میں تو بعد کے الفاظ ”تو مجھ سے آزاد ہے“ بھی اسی بات کی نشان دہی کرتے ہیں، لہذا آپ کی  
بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں۔

والدلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته "تربکی و ترمه" ارقال "تربکی و ترمه" قال ابو القاسم الصغار  
لا يقع شيء، قال الصدر الشهيد: يقع إذا نوى، قال ربه يفتي قال القاضي وينبغي أن يكون  
الحوار على التفصيل: إن كان ذلك في حال مذاكرة الطلاق، أو في حال الغضب يقع الطلاق،  
وإن لم يكن لا يقع إلا بالنية. (۱)

ترجمہ:

اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تجھے ایک اور تین“ یا ”تو ایک، تو تین“ تو ابو القاسم الصغار فرماتے ہیں  
کہ: ”کچھ واقع نہیں ہوا“۔ صدر الشہید فرماتے ہیں کہ: ”نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی“ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضی  
فرماتے ہیں کہ: ”جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالتِ مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو، تو طلاق واقع  
ہوگی، اور اگر یہ نہ ہو (نہ مذکرہ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی۔“



”میں نے اسے آزاد کر دیا ہے“ کا جھوٹا اقرار

سوال نمبر (123):

ایک ہفتہ پہلے میرے دوست نے مجھ سے پوچھا: ”کیا تم نے اپنی بیوی کو آزاد کر دیا ہے؟“ میں نے کہا:  
”جہاں میں نے اسے آزاد کر دیا ہے“ حالانکہ میں اللہ کی ذات کو حاضر ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ میں نے ایسا کوئی جملہ

اپنی بیوی کے بارے میں نہیں کہا ہے، یعنی دوست کو محض جھوٹ کہا ہے۔ کیا اس سے میری بیوی کو طلاق ہو گئی ہے؟  
بیٹو! تو جبردا

الجواب وبالله التوفیق:

بیوی کو آزاد کرنے کے الفاظ عرف میں صرف طلاق دینے کے لیے ہی استعمال ہونے کی وجہ سے الفاظ مرعی کے حکم میں ہیں، لہذا ان سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، لیکن دوست کے استفسار پر یہ کہنا کہ ”میں نے اسے آزاد کر دیا ہے“ جب کہ حقیقت میں ایسا کوئی جملہ اپنی بیوی کے بارے میں نہیں کہا ہو جس سے طلاق واقع ہو جاتی ہو، تو یہ طلاق دینے کا جھوٹا اقرار ہے اور بیوی کو طلاق دینے کا جھوٹا اقرار کرنے سے قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ دیانہ (اللہ اور اس کے درمیان) جھوٹی خبر دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

والدلیل علی ذلك:

لو أراد به الخبر عن المعاصي كذباً لا يقع ديانة، وإن أشهد قبل ذلك، لا يقع قضاء أيضاً. (۱)  
ترجمہ: اگر (طلاق کے اقرار سے) اس کی مراد ماضی کی جھوٹی خبر دینا ہو تو دینا طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اس سے پہلے (اس بات پر کہ میں جھوٹا اقرار کروں گا) گواہ بھی بنا لیے تو قضاء بھی واقع نہیں ہوتی۔



بیوی کو یہ کہنا کہ ”تجھ سے پیدا اولاد مجھ سے نہیں“

سوال نمبر (124):

ایک شخص نے غصے میں بیوی کو برا بھلا کہتے ہوئے کہا کہ: ”تجھ سے پیدا شدہ اولاد مجھ سے نہیں“، کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو گئی؟ اگر ہوئی ہے تو اب اس بیوی کو ساتھ رکھنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

بیٹو! تو جبردا

الجواب وبالله التوفیق:

بیوی سے پیدا شدہ اپنی اولاد کے بارے میں یہ کہنا کہ: ”تجھ سے پیدا اولاد مجھ سے نہیں“، دراصل اس پر زنا کی تہمت لگانا ہے، ان الفاظ سے براہ راست طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ اگر بیوی عدالت میں کیس دائر کر لے کہ



میرے خاوند نے مجھ پر ان الفاظ سے زنا کی تہمت لگائی ہے اور اس کی بنیاد پر میاں بیوی کے درمیان احسان ہو کر قاضی ان کے درمیان جدائی کا فیصلہ کر دے تو یہ جدائی طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔ لہذا صورت مسئولہ میں بھی ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی، لیکن کسی پاک دامن عورت پر ایسی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، لہذا ایسے الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب:

إذا قذف الرجل امرأته بالزنا..... أو نفى نسب ولدها، وطالبته بموجب القذف، فعليه اللعان..... وإذا اتعنا لاتقع الفرقة، حتى يفرق القاضي بينهما..... وتكون الفرقة تطليقة بالثقة. (۱)

ترجمہ:

جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے۔۔۔۔۔ یا اس کے بچے کے نسب کی نفی کرے اور عورت بموجب قذف کا مطالبہ کرے تو مرد پر لعان کرنا واجب ہوگا۔۔۔۔۔ اور جب میاں بیوی لعان کر لیں تو جدائی واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ دونوں کے درمیان قاضی تفریق کرے۔۔۔۔۔ اور یہ تفریق طلاق بائن ہوگی۔



بیوی کو ”میں تیرے قریب نہیں ہوں گا“ کہنا

سوال نمبر (125):

میں بیوی سے ہم بستری کے لیے کہہ رہا تھا، لیکن وہ تیار نہیں ہو رہی تھی تو میں نے غصے میں اس کو کہا: ”میں تیرے قریب نہیں ہوں گا“ اب کچھ دن ہوئے ایک دوست سے معلوم ہوا کہ بیوی کو اس طرح کے الفاظ کہنے سے ایسا ہوتا ہے، براہ کرم اس کی وضاحت فرمائیں۔

بیشواتو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

ایسا کہ منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ شوہر چار ماہ یا اس سے زیادہ بیوی کے قریب نہ ہونے پر قسم

کھائے یا وہ اس کو ایسے فعل کے ساتھ معلق کر لے جس کا کرنا اس پر گراں گزرتا ہو۔

صورتِ مسئلہ میں بیوی کے قریب نہ جانے پر قسم نہیں کھائی گئی ہے، نہ ہی اس کو کسی دشوار کام پر معلق کیا گیا ہے اور نہ ہی مدت کو ذکر کیا گیا ہے اس لیے ان الفاظ سے ایسا نہیں ہوئی۔

والدليل على ذلك:

وفي الشرع هو اليمين على ترك قربان الزوجة أربعة أشهر فصاعداً بالله تعالى، أو تعليق ما يستشفه على القربان. (۱)

ترجمہ: اور اصطلاح شریعت میں ایسا یہ ہے کہ چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک بیوی کے ساتھ ہم بستری ترک کرنے پر اللہ کی ذات کی قسم کھائے یا اس قربت کو ایسے کام پر معلق کرے جو قربت کرنے کی صورت میں اس شخص کو مشقت میں ڈال دے۔

لو قال: لا أقربك، ولم يقل والله لا يكون مولياً. (۲)

ترجمہ: اگر یوں کہے کہ تیرے قریب نہیں آؤں گا اور یہ نہ کہے کہ اللہ کی قسم! تو یہ شخص ایسا کرنے والا نہیں۔



”میں نے آزاد کیا“ تین مرتبہ کہنا

سوال نمبر (126):

ایک شخص کو سسر نے کہا کہ میرے گھر سے نکل جاؤ اور میری بیٹی کو بھی چھوڑ دو۔ اس نے غصہ میں کہا کہ تمہارے کہنے پر میں نے آزاد کیا، آزاد کیا، آزاد کیا۔ لیکن اس کا ارادہ آزاد کرنے کا نہیں تھا۔ اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیٹو! انزہروا

الجواب وبالله التوفيق:

بیوی کے بارے میں یہ کہنا کہ میں نے آزاد کر لیا ہے، جس کی تعبیر پشتو میں ”ما خلاصہ کترہ دہ“ سے ہوتی ہے

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الاہلاء: ۵/۵۸

(۲) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الاہلاء، تحت قوله: والله لا أقربك: ۱۰۶/۴

یہ لفظ بذاتِ خود اگرچہ طلاق کنائی ہے اور اس سے طلاق کا وقوع نیت پر مبنی ہے، لیکن عرف میں یہ الفاظ طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے فقہائے کرام نے اس کو طلاقِ صریحی میں شمار کر کے نیت کے بغیر بھی اس سے طلاق کے وقوع کا قول کیا ہے۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں خاوند کا تین دفعہ ”میں نے آزاد کیا“ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور عورت

مطلقہ منطلقہ ہے۔

والدلیل علی ذلك:

فلذا قال رہا کردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا، وما ذاك إلا لأنه غلب

في عرف الفرس استعماله في الطلاق. (۱)

ترجمہ: پس جب کہ رہا کردم یعنی ”سرحتک“ (رہا کر دیا) تو اس سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہو جاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ بھی اصل میں کنایات میں سے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل فارس کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں غالب ہو چکا ہے۔



بیوی کو ”میں نے آپ کو آج کے بعد آزاد کیا“ کہنا

سوال نمبر (127):

ایک شخص نے بیوی کو والدین کے گھر سے بار بار منع کیا، لیکن و منع نہ ہوئی۔ آخر کار اس نے اپنی بیوی کو آزادانہ کے لیے کہا کہ: ”میں نے آپ کو آج کے بعد آزاد کیا ہے“۔ اب شوہر کہتا ہے کہ اس وقت میری نیت طلاق کی نہیں تھی۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائیگی؟

بیٹھاؤ تھرو

الجواب وبالله التوفيق:

”میں نے تمہیں آزاد کیا“ کے الفاظ ہمارے معاشرے میں طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ سننے والا اس سے یہی سمجھتا ہے کہ شوہر نے یہ الفاظ بول کر اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، اس لیے مذکورہ الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص نے واقعی بیوی سے یہ الفاظ کہے ہوں کہ: "میں نے آپ کو آج کے بعد آزاد کیا ہے۔" تو ایک طلاق واقع ہوگئی ہے۔ اب بیوی کی عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے، لیکن اگر دورانِ عدت رجوع نہ کیا تو عدت گزرنے کے بعد ازدواجی تعلق استوار کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہوگی اور آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

فإذا قال رها كرم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق. (۱)

ترجمہ: پس جب کہے رہا کرم یعنی "سرحتک" (رہا کر دیا) تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ بھی اصل میں کنایات میں سے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل فارس کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں غالب ہو چکا ہے۔



### طلاق بائن اور تجدیدِ نکاح

سوال نمبر (128):

طلاق بائن کن الفاظ سے اور کب واقع ہوتی ہے۔ ایک عالم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی تجدیدِ نکاح کرنا چاہیے تاکہ شکوک و شبہات پیدا نہ ہوں۔ مذکورہ مسئلہ کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کی وضاحت فرمائیں۔

بیشواتو ہر وَا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کے صریح الفاظ کی بجائے ایسے الفاظ کہے جن سے طلاق کا مطلب بھی لیا جاسکتا ہو اور طلاق کے علاوہ مفہوم پر بھی دلالت کرتے ہوں، مثلاً: یوں کہہ دیا کہ میں نے تجھے دور کر دیا یا اپنے گھر چلی جا یا مجھ کو تجھ سے کوئی واسطہ نہیں وغیرہ تو ایسے الفاظ کہنے سے اگر شوہر نے طلاق دینے کی نیت کی ہو یا نہ کرہ طلاق یا حالتِ غضب میں ایسا کلام منہ سے نکالا ہو تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اور اگر طلاق دینے کی نیت، حالت

غضب اور مذاکرہ طلاق نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاق بائن کی صورت میں تجدید نکاح ضروری ہوتی ہے۔ چاہے عدت سے پہلے ہو یا عدت کے بعد۔ نیز ایک طلاق بائن کے بعد اگر دوسرا طلاق بائن دے دے تو وہ پہلے کے ساتھ جمع نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی طلاق شمار ہوگی۔ اگر طلاق بائن کا وقوع یقینی طور پر معلوم ہو تو تجدید نکاح ضروری ہے، صرف شکوک و شبہات کی بنا پر تجدید نکاح صحیح نہیں۔  
والدلیل علی ذلك:

الطلاق الصریح یلحق الطلاق الصریح ..... ویلحق البائن أیضاً ..... والطلاق البائن یلحق الطلاق الصریح ..... ولا یلحق البائن البائن بأن قال لها: أنت بائن، ثم قال لها أنت بائن، لا یقع إلا طلاق واحدة بالثمة. (۱)

ترجمہ:

طلاق صریح، صریح کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ اور بائن کے ساتھ بھی۔۔۔۔۔ اور بائن طلاق صریح کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے اور بائن بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہوتی۔ بایں طور کہ آدمی بیوی سے کہے تو بائن ہے، پھر اس سے کہے تو بائن ہے تو ایک بائن طلاق واقع ہوگی۔

الکنايات (لا تطلق بها) قضاء (إلا بالنية أو دلالة الحال). (۲)

ترجمہ: کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاء طلاق واقع نہیں ہوتی۔



غصہ میں بیوی کو ”تو مجھ سے فارغ ہے، گھر سے نکل جاؤ“ کہنا

سوال نمبر (129):

ایک شوہر بیوی کو غصے کی حالت میں یہ الفاظ کہے: ”تو مجھ سے فارغ ہے، گھر سے نکل جا“ ان الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوگی اور کیا شوہر بیوی کو نکاح میں رکھ سکتا ہے؟

بیواتوجروا

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات: ۱/۳۷۷

(۲) الدر المختار علی صد رد المحتار۔ کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۴/۵۲۸

الجواب وبالله التوفیق :

صریح الفاظ کی طرح اُن کنائی الفاظ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے جو طلاق کے معنی کے علاوہ دیگر معانی میں بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ ان الفاظ سے اُس وقت طلاق ہوگی جب ان کے کہنے سے شوہر طلاق کی نیت بھی کرے یا حالت غضب میں کہے۔ اگر ان الفاظ کے ساتھ شوہر کی نیت طلاق کی نہ ہو اور نہ ہی مذاکرہ طلاق یا غصہ کی حالت ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں شوہر نے اگر مذکورہ الفاظ طلاق دینے کی نیت سے کہے ہوں تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور شوہر تجدیدِ نکاح کے بغیر رجوع نہیں کر سکتا۔ اگر تجدید کرے تو آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

الکنايات (لا تطلق بها) قضاء (الإبالية أو دلالة الحال). (۱)

ترجمہ:

کنائی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاء طلاق واقع نہیں ہوتی۔



بیوی کو بہن کہنا

سوال نمبر (130):

ایک شخص کی چچازاد بھائیوں سے تلخ کلامی ہوئی تو اس نے کہا کہ: ”مجھ پر میری بیوی بہن ہو، اگر میں آئندہ کبھی تمہارے گھر آؤں“ ان جیسے الفاظ کہنے سے ظہار ثابت ہوگا یا ان سے بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بیشواہن جروا

الجواب وبالله التوفیق :

ظہار کے ثبوت کے لیے اداتِ تشبیہ کا ہونا ضروری ہے، جہاں کسی کلام میں اداتِ تشبیہ نہ ہوں تو وہاں پر ظہار نہیں ہوگا۔

صورتِ مسئلہ میں مذکورہ الفاظ ”مجھ پر میری بیوی بہن ہو، اگر میں آئندہ کبھی تمہارے گھر آؤں“ سے ظہار

کا ثبوت نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس میں اداۃ تشبیہ نہیں ہیں، تاہم اگر علاقائی سطح پر عرف و عادت میں بیوی کو بہن یا ماں کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق دیتے ہوں تو پھر خاوند کا اس مذکورہ گھر جانے کی صورت میں طلاق بائن واقع ہو جائے گی جس کے لیے تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور آئندہ خاوند کو دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر عرف میں یہ الفاظ طلاق کے لیے مستعمل نہ ہوں پھر بھی ایسے الفاظ کہنا مکروہ ہے، تاہم نکاح پر اثر نہیں پڑے گا۔

والدلیل علی ذلك:

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي)..... (برأ وظهاراً أو طلاقاً صحت نيته)..... لأنه كناية (والا)

ينرشيناً، أو حذف الكاف (لغاً) وتعين الأدنى إي البريعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي وبأنتني وبأنتني ونحوه. (۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی "آنت علی مثل امی" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔ اور اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ "تو میری ماں ہے"، "اے میری بیٹی" اور "اے میری بہن" وغیرہ مکروہ ہے۔

والحاصل أن المتأخرين خالفوا المتقدمين في وقوع البائن بالحرام بلائيه حتى لا يصدق إذا قال لم أنول أجل العرف الحادث في زمان المتأخرين، فيتوقف الآن وقوع البائن به على وجود العرف كمافي زمانهم، وأما إذا تعورف استعماله في مجرد الطلاق لا بقيد كونه بائناً يتعين وقوع الرجعي به. (۲)

ترجمہ:

اور حاصل یہ کہ متأخرین نے متقدمین کی اس بات میں مخالفت کی ہے کہ حرام کے لفظ سے طلاق بائن بغیر نیت کے واقع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کہے کہ میری نیت نہیں تھی تو اس کی تصدیق بھی نہ کی جائے گی۔ اس کی وجہ تاخرین کے زمانے میں نئے عرف کا بن جانا ہے، لہذا اس دور میں اس سے بائن طلاق کا وقوع عرف پر موقوف رہے گا، جیسا کہ ان کے زمانے میں عرف تھا۔ اور اگر اس کا استعمال بائن وغیرہ کی قید کے بغیر محض طلاق میں ہی متعارف ہو جائے تو اس سے رجعی طلاق واقع ہوگی۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۳۱/۵

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، نان الکنايات: ۵۳۰/۴

”اگر چلی گئی تو واپس نہ آئے“

سوال نمبر (131):

ایک عورت نے اپنے خاوند سے میکے جانے کے لیے آٹھ سالہ بچے کے ذریعے اجازت طلب کی تو خاوند نے اس سے کہا کہ ”اجازت نہیں ہے، وہ نہ جائے، اگر چلی گئی تو واپس نہ آئے۔“ یہ الفاظ خاوند نے ڈرانے دھمکانے کے لیے استعمال کیے ہیں، اس کے باوجود بھی عورت باپ کے گھر چلی گئی تو اس سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیٹنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

توقع طلاق کے لیے صریحی الفاظ یا کنائی الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کلام میں صریحی الفاظ یا ایسے الفاظ جو کہ کنایہ طلاق پر دلالت کرتے ہوں، موجود نہ ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی شوہر نے صرف یہی الفاظ ”اجازت نہیں ہے، وہ نہ جائے، اگر چلی گئی تو واپس نہ آئے“ کہے ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ اس میں نہ صراحۃً طلاق کا لفظ استعمال ہوا ہے اور نہ کنائی الفاظ موجود ہیں بلکہ یہ الفاظ ڈانٹ اور دھمکی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں کہ میری اجازت کے بغیر والدین کے گھر نہ جائے اور بغیر اجازت کے والدین کے گھر جانے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک اس میں طلاق کے صریحی یا کنائی الفاظ استعمال نہ ہوں۔

والدلیل علی ذلک:

والأصل الذي عليه الفتوى في زماننا هذا في الطلاق بالفارسية أنه إذا كان فيها لفظ لا يستعمل إلا في الطلاق، فذلك اللفظ صريح يقع به الطلاق من غير نية إذا أضيف إلى المرأة، وما كان بالفارسية من الألفاظ ما يستعمل في الطلاق وفي غيره، فهو من كنايات الفارسية، فيكون حكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام، (۱)

ترجمہ:

فارسی زبان میں طلاق دینے کے بارے میں جس قاعدہ پر ہمارے اس زمانے میں فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسية: ۱/۲۷۹



اگر فارسی زبان کا کوئی لفظ ایسا ہو جو صرف طلاق میں استعمال ہوتا ہو تو یہ لفظ صریح ہے، اس سے طلاق بغیر نیت کے واقع ہوتی، جب کہ اس کی نسبت بیوی کی طرف کرے اور فارسی کے وہ الفاظ جو طلاق اور غیر طلاق دونوں میں استعمال ہوتے ہوں وہ فارسی کے کنائی الفاظ ہیں پس تمام احکام میں عربی کے کنائی الفاظ کی طرح ہوں گے۔



بیوی کو ”اپنے باپ کے گھر چلی جا، تجھے طلاق ہے“ کہنا

سوال نمبر (132):

ایک شخص کی شادی کے دس مہینے بعد بیٹی پیدا ہوئی تو اس نے بیوی سے کہا کہ یہ میری بیٹی نہیں ہے اور اس کے بعد ایک دن غصہ میں آکر بیوی سے کہنے لگا کہ: ”تو اپنے باپ کے گھر چلی جا، تجھے طلاق ہے“ اور یہ الفاظ دو دفعہ دہرائے اور کئی سال سے بیوی سے جدا ہو چکا ہے۔ کیا اس بیٹی کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی ہے؟ واضح رہے کہ تو ”اپنے باپ کے گھر چلی جا“ کے الفاظ سے مستقل طلاق دینا مقصود نہیں تھا۔

بینوا ونزہروا

الجواب وبالله التوفیق :

نکاح میں نسب کے ثبوت کے لیے نفس نکاح کا موجود ہونا کافی ہے۔ اس میں بچے کے نسب کے ثبوت کے لیے خاوند کا اقرار ضروری نہیں۔ اگر خاوند کو یقین ہو کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ لعان کرے، بغیر لعان کے صرف انکار سے بچے کا نسب منقح نہیں ہوگا۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں خاوند کے انکار سے نسب منقح نہیں ہوا اس بچی کا نسب اس سے ثابت ہے۔

جہاں تک طلاق کا تعلق ہے تو طلاق کے صریح الفاظ استعمال کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ طلاق کا ارادہ نہ ہو، لہذا صورتِ مسئلہ میں ”باپ کے گھر چلی جا“ اگرچہ کنائی الفاظ ہیں لیکن اس کے بعد متصل ”تجھے طلاق ہے“ کہنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صریح الفاظ سے طلاق دینا چاہتا ہے اور ”باپ کے گھر چلی جا“ کے الفاظ بطور تمہید ذکر کیے ہیں، اس سے مستقل الگ طلاق کا ارادہ نہیں جیسا کہ سوال میں وضاحت بھی کی ہے۔ لہذا اس پورے کلام ”باپ کے گھر چلی جا، تجھے طلاق ہے“ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور دوبارہ یہی الفاظ دہرانے سے دوسری طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ عدت کے دوران رجوع کا اختیار تھا لیکن اگر دورانِ عدت رجوع نہ کیا ہو تو عدت گزرنے کے

ساتھ دو طلاق بائن ہو چکی ہیں، جس کے بعد تجدید نکاح کے بغیر بیوی سے ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتا۔

والدلیل علی ذلك:

قوله: (الفراش علی أربع مراتب)..... وقوي، وهو فراش المنكوحة ومعتدة الرجعي، فإنه فيه

لا یتفی إلا باللعان. (۱)

ترجمہ: مصنف کا قول کہ ”فراش“ کے چار مراتب ہیں۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک قوی ہے، جو منکوحہ اور طلاق رجعی کی وجہ سے عدت گزارنے والی بیوی کا فراش ہے، اس میں لعان کے بغیر نسب کی نفی نہیں ہوتی۔

الطلاق الصریح يلحق الطلاق البائن..... الطلاق البائن يلحق الطلاق الصریح بان قال

لہانت طالق، ثم قال لہانت بائن تقع طلاقه أخرى، ولا يلحق البائن البائن. (۲)

ترجمہ: صریح طلاق صریح طلاق کے ساتھ ملحق ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اور طلاق بائن طلاق صریح کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جیسا کہ کہے: ”انت طالق“ پھر کہے: ”انت بائن“ تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور طلاق بائن طلاق بائن کے ساتھ ملحق نہیں ہو سکتی۔



”ایک، دو، تین تو مجھ پر بہن ہے“

سوال نمبر (133):

ایک شخص نے گھریلو لڑائی کی وجہ سے غصہ میں اپنی بیوی کو کہا: ”ایک، دو، تین تو مجھ پر بہن ہے“ اور دوبارہ بھی ان الفاظ کا تکرار کیا۔ ایسی صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہوگی یا نہیں؟

بیٹو اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

علاقائی طور پر جو الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، غصہ یا مطالبہ طلاق کے وقت جب وہ الفاظ استعمال کیے جائیں تو ان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب الفراش علی أربع مراتب: ۵/۲۱۵

(۲) الفناوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق: ۱/۳۷۷

صورت مسئلہ کے الفاظ "ایک، دو، تین تو مجھ پر بہن ہے" میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر عاتقانی طہ پر عرف و عادت میں بیوی کو ماں بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق دیتے ہوں تو مذکورہ الفاظ سے تین طلاقات واقع ہو گئیں اور عورت مطلقہ مغضظہ ہو کر بغیر حلالہ کے شوہر کے لیے جائز نہیں اور اگر عرف میں یہ الفاظ طلاق میں مستعمل نہ ہوتے ہوں تو بیوی کو اس جیسے الفاظ کہنا مکروہ ضرور ہے، لیکن اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا۔

والدلیل علی ذالک:

قال العلماء: لا بد فی الظہار من التشبیہ، وإذا قال أنت أمی لا یكون ظہاراً بل لغواً. أقول: لا بد من أن یكون طلاقاً باناً عند النبی، وقد روی عن أبی یوسف، کما فی العمدة. (۱)

ترجمہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظہار میں تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور جب شوہر (بیوی کو تشبیہ کے الفاظ ذکر کیے بغیر) کہے کہ "تو میری ماں ہے" تو یہ ظہار نہیں، بلکہ لغو ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیت کے وقت (اور جہاں عرف ہو، وہاں عرف نیت کے قائم مقام ہوتا ہے) ان الفاظ سے طلاق بائن کا واقع ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی بھی ہے جیسا کہ عمدہ میں ہے۔

والحاصل أن المتأخرین مخالفوا المتقدمین فی وقوع البائن بالحرام بلانیة حتی لا یصدق إذا قال لم أنزل العرف الحادث فی زمان المتأخرین، فیتوقف الآن وقوع البائن بہ علی وجود العرف کما فی زمانہم، وأما إذا تعارف استعمالہ فی مجرد الطلاق لا بقید کونه بائناً بتعین وقوع الرجعی بہ. (۲)

ترجمہ: اور حاصل یہ کہ متاخرین نے متقدمین کی اس بات میں مخالفت کی ہے کہ حرام کے لفظ سے طلاق بائن بغیر نیت کے واقع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کہے کہ میری نیت نہیں تھی تو اس کی تصدیق بھی نہ کی جائے گی۔ اس کی وجہ متاخرین کے زمانے میں نئے عرف کا بن جانا ہے، لہذا اس دور میں اس سے بائن طلاق کا وقوع عرف پر موقوف رہے گا، جیسا کہ ان کے زمانے میں عرف تھا۔ اور اگر اس کا استعمال بائن وغیرہ کی قید کے بغیر محض طلاق میں ہی متعارف ہو جائے تو اس سے رجعی طلاق واقع ہوگی۔



(۱) المعروف الشذی علی هامش الترمذی، ابواب الطلاق والرضاع، باب ما جاء فی کفارة الظہار: ۱/۳۵۷

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکتابات: ۴/۵۳۰

”تو میری ماں، بہن ہے، تو مجھ پر طلاق ہے، مجھے تمہاری ضرورت نہیں“

سوال نمبر (134):

ایک شخص نے بیوی کو لڑائی کے دوران قتل کی دھمکی دی اور غصہ میں بیوی سے کہا: ”تو میری ماں، بہن ہے، تو مجھ پر طلاق ہے، مجھے تمہاری ضرورت نہیں“ خاوند نے یہ الفاظ بیوی کو ایک مرتبہ کہے ہیں۔ شریعت کی رو سے ان کا کیا حکم ہے؟

بیتنا تو جھروا

الجواب وبالله التوفیق:

مذکورہ بیان میں تین قسم کے الفاظ خاوند نے استعمال کیے ہیں: (۱) تو میری ماں، بہن ہے (۲) تو مجھ پر طلاق ہے (۲) مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔

پہلا جملہ: ”تو میری ماں، بہن ہے“ اس میں اداۃ تشبیہ نہ ہونے کی وجہ سے ظہار واقع نہیں ہوتا، لیکن پٹھانوں کے معاشرہ میں خصوصاً آفریدی قوم کے ہاں یہ الفاظ عموماً طلاق کی نیت سے بولے جاتے ہیں، اس لیے سائل کے معاشرتی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے، ان سے ایک طلاق واقع ہوگئی، جب کہ ”تو مجھ پر طلاق ہے“ کے الفاظ طلاق کے وقوع میں صریحی ہیں، اس لیے دوسری طلاق بھی واقع ہوئی۔ تیسرا جملہ ”مجھے تمہاری ضرورت نہیں“ ایسے الفاظ ہیں جن سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ اس میں طلاق کی نیت کیوں نہ ہو۔

لہذا صورت مسئلہ میں ایک دفعہ مذکورہ الفاظ کہنے سے دو طلاقیں واقع ہوئی ہیں۔ چونکہ پہلا جملہ کنائی ہے اس لیے طلاق بائن ہے جس میں دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لیے طرفین کی رضامندی سے تجدید نکاح ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(وبان نری بأنت علی مثل امی)..... (برالو ظہار، او طلاقا صحت نیت)..... لانہ کنایۃ (والا)

بنو شیبہ، او حذف الکاف (لغا) وتعين الأدنى: أي البر، یعنی الکرامة. (۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی ”اُنت علی مثل امی“ کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرنے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی عزت و احترام متعین ہوگا۔

ولو قال: لا حاجة لي فبطل بنوي الطلاق، فليس بطلاق. (۱)

اور اگر یہ کہے کہ: ”مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں“ اور اس سے طلاق کی نیت کرے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

”بیوی میری اخروی اور دنیوی بہن ہے“

سوال نمبر (135):

ایک شخص کی شادی کے کئی سال ہو چکے ہیں، لیکن جب بھی بیوی حقوق زوجیت پورا کرنے کا مطالبہ کرتی ہے تو وہ انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مرد نہیں ہوں اور تم کو ضرورت ہو تو کسی اور سے اپنی ضرورت پوری کر لیا کرو، جب کہ بیوی کے مطالبہ پر خاوند طلاق دینے کے لیے بھی تیار نہیں اور یہ قسم اٹھاتا ہے کہ ”بیوی میری دنیوی اور اخروی بہن ہے“۔ اب ایسی صورت میں ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اور کیا بیوی کو اپنا نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے؟

بہنو انو جردا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی اپنی بیوی کو اپنی بہن کہے تو اس کی نیت پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر نیت عزت و احترام کی ہو تو شوہر پر کچھ ہاں نہیں ہوتا اور اگر نیت ظہار کی ہو تو ظہار بھی واقع واقع نہیں ہوتا کیونکہ تشبیہ کے حذف اس میں نہیں ہیں اور اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی، گویا ان تینوں حالتوں میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

اگر شوہر بیوی کے معاشی یا جنسی حقوق پورا کرنے پر قادر نہ ہو اور عورت اس کے پاس رہنا پسند نہ کرے تو عورت کو آزاد کرانے کے لیے طلاق یا خلع کی صورت اختیار کرنے کی اجازت ہے اور اگر شوہر انکار کرے تو ایسی عورت کے لیے عدالت میں رجوع کر کے اپنا نکاح فسخ کرانا بھی مریض ہے، بشرط یہ کہ عدالت خاوند کے صحت ہونے کی تحدید کر دے۔

عمین (نامرد) شخص کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عمین ہونے کی خبر ہوگئی ہے، اسی وقت سے اگر عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو، مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ ”جیسا بھی ہے، اب تو میں اسی کے ساتھ زندگی بسر کروں گی“ تو اسے عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرانے کا حق ہے لیکن اگر ایک مرتبہ رضا مندی کا اظہار کر چکی ہو تو پھر اس کو تغریق کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں، ہاں محض سکوت سے اس کی رضا نہیں سمجھی جاسکتی۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الكتابات: ۱/۲۷۵

صورتِ مسئلہ میں اگر عورت اپنی رضا کی تصریح کر چکی ہو تو اس کو تفریق کے طالب کا حق حاصل نہیں ہوتا۔  
اگر حال اس نے بھی تصریح نہیں کی تو اس صورت میں اگر شوہر کسی طور پر علیحدہ کرنے کے لیے راضی نہیں ہے تو عورت کو عدالت سے رجوع کر کے خلاصی حاصل کرنے کا اختیار ہے۔

والدلیل علی ذالک:

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي)..... (برأ أو ظهارة أو طلاقاً صحت نيته)..... لأنه كناية (وإن)  
ينوشباً، أو حذف الكاف (لغا) وتعين الأدنى: أي البر، بمعنى الكرامة. (۱)  
ترجمہ:

اور اگر کوئی "آنت علی مثل امی" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ، یعنی عزت متعین ہوگا۔

إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عتین لا یصل إلى النساء لا یكون لها حق الخصومة. (۲)

ترجمہ:

اگر نکاح کے وقت عورت کو معلوم ہو کہ وہ نامرد ہے اور عورت کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا (اور اس وقت اس نے رضا مندی ظاہر کی تھی) تو پھر اس کو بھگڑنے کا حق نہیں۔



”اگر میں اس گھر میں رہا تو میری بیوی میری بہن ہوگی“

سوال نمبر (136):

ایک شخص نے باپ کے ساتھ لڑائی کی اور غصہ میں آ کر کہا کہ: ”میں اس گھر میں نہیں رہوں گا، اگر میں اس گھر میں رہا تو میری بیوی میری بہن ہوگی“ جب کہ اس نے ایک رات لڑائی کے بعد بھی باپ کے گھر میں گزاری اور پھر اس گھر

(۱) لنبر المسحور علی صرود مسحور، کتاب الطلاق، باب الطیار: ۱۳۱/۵

(۲) فتاویٰ عثمانیہ، کتاب طلاق، باب الثاني عشر فی العین: ۵۲۴/۱

سے نکل گیا۔ اب وہ باپ کے گھر آنے کی خواہش رکھتا ہے۔ کیا اس شخص کے باپ کے گھر آنے کی وجہ سے بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بینوا بنو جبرہ

الحجرات وباللہ التوفیق :

طلاق اگر شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو شرط کے موجود ہونے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ صورت مسئلہ میں خاوند کے یہ الفاظ کہ ”میں اس گھر میں نہیں رہوں گا، اگر میں اس گھر میں رہا تو میری بیوی میری بہن ہوگی“ کہنے سے ظہار واقع نہیں ہوا، کیونکہ اداۃ تشبیہ نہیں پائے جاتے، تاہم اگر بنا تاقی سطح پر عرف میں بیوی کو ماں بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق دیتے ہوں تو پھر مذکورہ شخص باپ کے گھر رہنے کی صورت میں حادث ہو کر اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، جس میں تجدید نکاح ضروری ہے اور اگر عرف میں یہ الفاظ طلاق میں مستعمل نہ ہوتے ہوں تو پھر ایسے الفاظ کہنا مکروہ ہے، تاہم اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑے گا۔

والدلیل علی ذالک:

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي)..... (مرفأ وظہار، أو طلاقاً صحت نيته)..... لأنه كناية (ولا) بنو شيبأ، أو حذف الكاف (لغا) وتعین الأدنی إي البر یعنی الكرامة، ويكره قوله أنت أمي وبآنتني وبأ أنتي ونحوه. (۱)

ترجمہ:

اور اگر کوئی ”آنت علی مثل امی“ کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہے کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ معنی، یعنی احترام کا معنی متعین ہوگا اور اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ: ”تو میری ماں ہے“ اور ”اے میری بیٹی“ اور ”اے میری بہن وغیرہ“ مکروہ ہے۔



## بیوی کو تین پتھر دے کر ”ماں کے گھر چلی جا“ کہنا

سوال نمبر (137):

ایک شخص اپنی بیوی کی نافرمانی، بدکلامی اور بار بار میسجے جانے سے بہت تنگ ہوا۔ ایک دن اس نے اعنٹ کو توڑ کر اس کے تین ٹکڑے بنائے اور بیوی کے ہاتھ پر رکھ کر اس سے کہا کہ: ”ماں کے گھر چلی جا“، خاوند کہتا ہے کہ اس سے میرا مقصد بیوی کو فرمان برداری اور گھر میں باقاعدہ رہنے کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور یہ عمل محض میں نے بیوی کو پابند کرنے کے لیے کیا تھا۔ اب اس صورت میں اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی ہے تو کتنی طلاقیں شمار ہوں گی؟

بیشواتو جبروا

الجواب وبالله التوفیق:

توقع طلاق کے لیے رکن زبان سے طلاق کے صریحی یا کنائی الفاظ ادا کرنا ہے۔ محض کسی فعل یا اشارہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورت مسئلہ میں اگر خاوند نے غصہ میں آکر صرف ڈرانے، دھمکانے کی نیت سے اپنی بیوی کے ہاتھ پر اعنٹ کے تین ٹکڑے رکھ دیے اور اس سے کہا کہ ”ماں کے گھر چلی جا“، اور ان الفاظ سے حسب بیان طلاق دینے کی نیت نہیں تھی اور نہ ہی طلاق کا کوئی اور لفظ زبان سے نکالا تو طلاق کا رکن موجود نہ ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

اور اگر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہوں تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے جس میں تجدید نکاح ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

فلا یصح بإلقاء أحجار إليها أو بأمرها بحلق شعرها وإن اعتقد الإلقاء والحلق طلاقاً كما قدمناه؛ لأن ركن الطلاق اللفظ، أو ما يقوم مقامه مما ذكر كما مر. (۱)



ترجمہ:

پس بیوی کی طرف تین پتھر پھینکنے سے یا اس کو بال منڈانے کا حکم دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اگرچہ وہ پتھر پھینکنے اور سر منڈوانے کو طلاق سمجھتا ہو۔ جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ کیونکہ طلاق کا ترکن لفظ ہے یا ما قبل مذکور اشیاء میں سے جو لفظ کے قائم مقام ہو، جیسا کہ گزر گیا۔

الکنايات (لا تطلق بها) قضاء (إلا بالنية أو دلالة الحال) (۱)

ترجمہ:

کتابی الفاظ سے نیت اور دلالت حال کے بغیر قضاء طلاق واقع نہیں ہوتی۔



### طلاق بائن کے بعد خاوند کے پاس طلاق کا اختیار

سوال نمبر (138):

اگر کوئی شخص بیوی کو طلاق بائن دینے کے بعد تجدید نکاح کرے تو کتنی طلاقیں کا مالک رہ جاتا ہے؟

بیشوا نوزہرا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر شوہر ایک طلاق بائن کے بعد تجدید نکاح کرے تو اس کے پاس دو طلاقیں کا اختیار باقی رہے گا اور

اگر وہ طلاق بائن کے بعد تجدید کرے تو آئندہ صرف ایک طلاق کا اختیار رکھتا ہے۔

والدليل على ذلك:

ولو تزوجها قبل التزوج أو قبل إصا بة الزوج الثاني كانت عنده بما بقي من التطليقات. (۲)

ترجمہ:

اگر مطلقہ (رجعہ یا بائنہ) سے اس کے دوسرے نکاح کرنے، یا دوسرے نکاح میں شوہر کے لئے سے پہلے

نکاح کرے، تو اس کو باقی ماندہ طلاقیں کا اختیار ہوگا۔

(۱) الدر المختار علی صد رد المحتار۔ کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۴/۲۸۱

(۲) البسوط للسرخسي، باب من الطلاق: ۶/۹۵

## کسی کے گھر جانے پر طلاق کی تعلیق

سوال نمبر (139):

ایک شخص نے غصہ کی حالت میں بیوی سے کہا: ”اگر تو میرے چچا زاد بھائیوں کے گھر گئی یا میں ان کے گھر گیا تو تو مجھ پر بہن ہے۔“ مذکورہ الفاظ کے ساتھ خاوند کی نیت طلاق کی تھی۔ اب خاوند اگر چچا زاد بھائیوں سے گھر کے باہر بات چیت وغیرہ کرتا ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا ونؤجروا

الجواب وبالله التوفیق :

اپنی بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کے الفاظ سے پکارنا ممنوع ہے لیکن ان سے طلاق یا ظہار واقع نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی علاقہ کے عرف و محاورہ میں یہ الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے مستعمل ہوتے ہوں تو وہاں ان الفاظ کے استعمال سے طلاق بائن واقع ہوگی۔

صورت مسئلہ میں جس شخص نے اپنی بیوی سے غصہ کی حالت میں یہ کہا ہے کہ: ”اگر تو میرے چچا زاد بھائی کے گھر گئی یا میں ان کے گھر گیا تو تو مجھ پر بہن ہے“ اگر یہ شخص ایسے علاقے یا قوم سے تعلق رکھتا ہو جس میں بیوی کو ماں بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو تو میاں بیوی میں سے کسی ایک کا شوہر کے چچا زاد بھائیوں کے گھر جانے سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی، جس کے بعد تجدید نکاح ضروری ہوگی اور خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقیں کا مالک رہے گا۔

لیکن اگر گھر سے باہر ان کے ساتھ بات چیت کی جائے تو چونکہ تعلیق طلاق محض گھر جانے کے ساتھ ہے، قطع تعلقی کے ساتھ نہیں، اس لیے گھر سے باہر بات چیت کرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

قال العلماء: لا بد في الظهار من التشبيه، وإن قال أنت أمي لا يكون ظهاراً بل لغواً. أقول: لا بد من أن يكون طلاقاً بانناً عند النية، وقد روي عن أبي يوسف، كما في المعتمد (۱) ترجمہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظہار میں تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور جب شوہر (بیوی کو تشبیہ کے الفاظ ذکر کیے

بغیر) کہے کہ ”تو میری ماں ہے“ تو یہ ظہار نہیں، بلکہ لغو ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیت کے وقت (اور جہاں عرف ہو، وہاں عرف نیت کے قائم مقام ہوتا ہے) ان الفاظ سے طلاق بائن کا واقع ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی بھی ہے جیسا کہ عمدۃ میں ہے۔



### بیوی کو مختلف الفاظ کنائی استعمال کرنا

سوال نمبر (140):

ایک شخص کی شادی کو کئی سال ہو چکے ہیں، اس نے بیوی کو کہا کہ ”تم میری ماں، بہن کی طرح ہو، جس طرح میری ماں بہن وقت گزار رہی ہیں، اسی طرح تم بھی گزارو، نہ میں تم کو بیوی کہوں گا اور نہ تم مجھے خاوند کہو گی“۔ اس کے چند دن بعد عدت کے اندر ہی خاوند نے بیوی کو تین دفعہ کہا کہ: ”میں نے تجھے آزاد کیا“ اور یہ تمام الفاظ شوہر نے غصہ کی حالت میں کہے ہیں، جب کہ اس کی ماں بھی وہاں موجود تھی، اب اس کے لیے اس بیوی کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا ان الفاظ سے بیوی کو طلاق واقع ہو گئی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق :

اپنی بیوی کو ماں، بہن یا بیٹی کے الفاظ سے پکارنا ممنوع ہے لیکن ان سے طلاق یا ظہار واقع نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی علاقہ کے عرف و معاد میں یہ الفاظ بیوی کو طلاق دینے کے لیے مستعمل ہوتے ہوں تو وہاں ان الفاظ کے استعمال سے طلاق بائن واقع ہوگی۔ اور اگر اپنی بیوی کو ماں یا بہن سے تشبیہ دی جائے تو اس میں کہنے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا، اس کی نیت کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

صورتِ مسئلہ میں ”تم میری ماں بہن کی طرح ہو“ کے الفاظ سے اگر خاوند کی نیت طلاق کی ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر ظہار کی نیت ہو تو ظہار ہوگا۔

اور شوہر کے الفاظ ”جس طرح میری ماں بہن وقت گزار رہی ہیں، اسی طرح تم بھی گزارو“ میں طلاق کا احتمال زیادہ رائج ہے، کیونکہ اس کے بعد متصل یہ کہہ دیا ہے کہ: ”نہ میں تم کو بیوی کہوں گا اور نہ تم مجھے خاوند کہو گی“ اگر گزشتہ الفاظ سے نیت طلاق کی تھی تو چونکہ وہ طلاق بائن ہے اور بائن کے بعد بائن ملحق نہیں ہوتا اس لیے یہ الفاظ لغو ہوں گے

لیکن اگر ان الفاظ سے نیت ظہار کی تھی تو ان الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوگئی۔

اس کے بعد عدت کے دوران شوہر کا تین بار قصد کی حالت میں "میں نے تجھے آزاد کیا" کہنے سے بقرہ و طلاق بھی واقع ہو گئیں کیونکہ ہمارے معاشرے میں "آزاد کرنا" طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سننے والا بھی اس سے یہی سمجھتا ہے کہ شوہر نے یہ الفاظ بول کر اپنی بیوی کو طلاق دے دی، لہذا جب شوہر نے بیوی کو مذکورہ الفاظ تین مرتبہ کہے تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہو کر بیوی خاوند کے لیے حرام ہو چکی ہے، اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، کیونکہ طلاق صریح میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

والدلیل علی ذلك:

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي)..... (برأ أو ظهاراً، أو طلاقاً فصحت نيته)..... لأنه كناية (وإلا)

بنو شيبان، أو حذف الكاف (لغاً) وتعين الأدنى إي البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي وبآنتي وبآنتي ونحوه. (۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی "اُنت علی مثل امی" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کناہیہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔ اور اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ "تو میری ماں ہے"، "اے میری بیٹی" اور "اے میری بہن" وغیرہ مکروہ ہے۔

فإذا قال رها كردم أي سرحتك يفغ به الرجعي مع أن أصله كناية أبيضاً وما ذاك إلا لأنه غلب

في عرف الناس استعماله في الطلاق. (۲)

ترجمہ:

پس جب کہے: "سرحتک" یعنی رہا کر دیا تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے باوجود اس کے کہ یہ درحقیقت کنایات میں سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں ہوتا ہے۔



(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۳۱/۵

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب المکنایات: ۵۳۰/۴

## طلاق رجعی کے بعد ”تو مجھ پر حرام ہے“ کہنا

سوال نمبر (141):

زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی۔ اس کے چند سال بعد اس نے بیوی کو غصہ کی حالت میں کہا کہ ”تو مجھ پر حرام ہے“ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی اور مذکورہ شخص کو آئندہ کتنی طلاقیں کا اختیار ہوگا؟  
بیٹو! تو جھوٹا

الجواب وبالله التوفیق :

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تو مجھ پر حرام ہے“ تو اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے جس میں تجدید نکاح کے سوا چارہ نہیں۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی زید نے ایک طلاق دے کر رجوع کیا اور اس کے کئی سال بعد بیوی کو غصہ کی حالت میں کہا کہ: ”تو مجھ پر حرام ہے“ تو ایسے الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور اب اس کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے اور آئندہ کے لیے صرف ایک طلاق دینے کا حق دار ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وعلی الحرام فیقع بلانیة للعرف. وقال ابن عابدین تحت قوله: کما أفنی المتأخرون فی أنت

علی حرام، بانه طلاق بائن للعرف بلانیة. (۱)

ترجمہ:

اور مجھ پر حرام ہے تو عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی۔ ابن عابدین اس قول کے تحت فرماتے ہیں کہ: ”جس طرح متاخرین نے ”أنت علی حرام“ کے بارے میں طلاق بائن کا فتویٰ دیا ہے کہ عرف کی وجہ سے بلانیة واقع ہوگی۔“



(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحر: إن الصریح یحتاج فی: ۴/۴۶۴

## طلاق بائن کے بعد مزید دو طلاقوں کا وقوع

سوال نمبر (142):

ایک شخص نے بیوی کو ایک طلاق بائن دی ہے۔ اب خاوند کے پاس مزید طلاق دینے کا اختیار ہے تو تجدید نکاح سے قبل اگر خاوند بقیہ دو طلاق دینا چاہتا ہو تو اس کا کون سا طریقہ اختیار کرے؟

بینوا ونبؤا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت میں شوہر کو تین طلاق دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ لیکن بلا ضرورت شدیدہ طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے اور اگر ضرورت ہو تو ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق پر اکتفا کرے۔ تاہم اگر کوئی تین طلاق دینا چاہے تو ایک طہر میں تین طلاق نہ دے بلکہ ایک طہر میں ایک، دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔

صورتی مسئلہ میں جس شخص نے بیوی کو ایک طلاق بائن دی ہے، اسے دوسرے طلاقوں سے احتراز کرنا چاہیے تاہم اگر وہ خواہ مخواہ مزید دو طلاقوں کے وقوع پر مصر ہو تو دوران عدت ایک حیض گزرنے کے بعد طہر میں صریح لفظ سے دوسری طلاق دے اور پھر دوسرا حیض گزرنے کے بعد طہر میں صریح الفاظ سے تیسری طلاق دے۔

والدلیل علی ذلك:

(الصریح يلحق الصریح ويلحق البائن) كما لو قال لها انت بائن، أو خالعتها علی مالي ..... وإذا

لحق الصریح البائن كان بائناً لأن البينة السابقة عليه تمنع الرجعة. (۱)

ترجمہ: صریح صریح کے ساتھ اور بائن کے ساتھ ملحق ہوتی ہے، جیسا کہ اگر کہے تو بائن ہے یا اس سے مال پر خلع کر لے..... اور جب صریح بائن کے ساتھ ملے تو وہ بھی بائن ہوگی، کیونکہ سابقہ بینوت کی وجہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے۔

وإذا طلق المبانة في العدة، فإن كان بصريح الطلاق وقع، ولا يقع بكتابات الطلاق شيء، وإن نوى. (۲)

ترجمہ: جب بائن کو عدت میں صریح طلاق دے تو واقع ہوگی، اور کتابی الفاظ سے طلاق نہیں ہوگی اگرچہ شوہر نیت کرے

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الكتابات، مطلب: الصریح يلحق الصریح والبائن: ۴/۵۴۰

(۲) البحر لا رائق، کتاب الطلاق، باب الكتابات، تحت قوله (لا البائن): ۳/۵۳۴

## (باب الطلاق بالکتابۃ)

## (مباحث ابتدائیہ)

تعارف:

اپنے مدعا کے اظہار کے لیے زبان کی طرح ایک ذریعہ کتابت، یعنی تحریر بھی ہے۔ کتابت کے بارے میں فقہ

پیشورۃ عدو ہے:

”الکتاب کالعطاب“

ترجمہ: تحریر بالمشافہ گفتگو کی طرح ہے۔ (۱)

جس طرح بیچ، کالج اور اقرار میں کتابت کا اعتبار کیا گیا ہے، اسی طرح طلاق کے باب میں کتابت معتبر ہے، یعنی تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں علامہ شامی رحمہ اللہ اور فتاویٰ ہندیہ کی ایماٹ کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

## کتابت مستینہ اور غیر مستینہ کی تعریف:

تحریر کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ ایک تحریر تو وہ ہے جس کا پڑھنا اور سمجھنا ممکن ہو، یعنی ایسی تحریر جو کسی ٹھوس چیز، مانند دیوار یا زمین وغیرہ پر لکھی جائے۔ فقہائے کرام کے ہاں اس قسم کی تحریر کو ”کتابت مستینہ“ کہتے ہیں۔ اس کی پچراگ دو قسمیں ہیں جن میں سے ہر ایک کی تعریف اور حکم کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

دوسری قسم کی تحریر وہ ہے جس کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن نہ ہو، یعنی یہ تحریر کسی ایسی چیز پر لکھی گئی ہو جس میں ٹھہراؤ اور قرار نہ ہو، جیسے ہوا اور پانی وغیرہ پر لکھی گئی تحریر ہو۔ فقہائے کرام اس قسم کی تحریر کو ”کتابت غیر مستینہ“ کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔

## کتابت غیر مستینہ کا حکم:

فقہائے کرام کے ہاں کتابت غیر مستینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ شوہر نے اس کتابت سے طلاق کی نیت نہیں کی ہو۔

## کتابت مستقیمہ، یعنی قابل فہم تحریر کی قسمیں:

کتابت مستقیمہ، یعنی قابل فہم تحریر کی بھی دو قسمیں ہیں: کتابت مرسومہ اور کتابت غیر مرسومہ

### (۱) کتابت مرسومہ:

کتابت مرسومہ اس تحریر کو کہتے ہیں جس پر باضابطہ طلاق نامہ کا عنوان دیا گیا ہو اور بیوی کو مخاطب کر کے یا صراحتاً اس کا نام ذکر کر کے طلاق دی گئی ہو یا صراحت کے ساتھ کسی شرط وغیرہ سے طلاق معلق کی گئی ہو، مثلاً: یہ کہا ہو کہ جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو تم پر طلاق ہے تو فقہائے کرام کے ہاں کتابت کی اس قسم سے بہر صورت طلاق واقع ہوگی، چاہے شوہر نے اس سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

### (۲) کتابت غیر مرسومہ:

جو تحریر طلاق نامہ کے مضمون و عنوان وغیرہ پر مشتمل نہ ہو، جیسے: ”طلاق“ ”طلاق ہے“ یا ”طلاق دیا“ جیسے الفاظ اس میں لکھے گئے ہوں تو ایسی صورت میں لکھنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر اس کی نیت طلاق دینے کی ہو تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ نہیں ہوگی۔

### طلاق بالکتابۃ کے چند دیگر احکام:

پھر اگر تحریر طلاق میں یہ لکھا ہو کہ تم کو طلاق ہے تو لکھتے وقت ہی طلاق پڑ جائے گی اور اسی وقت سے عورت عدت گزارنے لگی۔ اس صورت میں یہ الفاظ لکھتے ہی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے یہ خط اس عورت تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

اور اگر یہ لکھا ہو کہ جب یہ تحریر تم کو پہنچے تب تم پر طلاق ہے تو تحریر پہنچنے ہی طلاق واقع ہوگی اور عدت بھی اسی وقت سے شمار ہوگی۔ مذکورہ صورت میں اگر یہ تحریر اس عورت کے پاس پہنچنے سے پہلے ضائع ہو جائے یا شوہر خود یا کوئی اور شخص ضائع کر دے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (۱)



(۱) رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ: ۴/۴۵۵، ۴۵۶، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب

الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ: ۱/۳۷۸



## (مسائل الطلاق بالکتابہ)

(خط و کتابت کے ذریعے طلاق کا بیان)

## طلاق بالکتابہ کی تفصیل

سوال نمبر (143):

میں وکالت کی خدمت سرانجام دے رہا ہوں۔ آپ سے یہ عرض ہے کہ خط و کتابت کے ذریعے دی جانے والی طلاق کی تفصیل سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

بینوا و بنو

الجواب وبالله التوفیہ:

بنیادی طور پر طلاق بالکتابہ کی دو قسمیں ہیں: ایک تو یہ کہ کوئی شخص بیوی کو طلاق رسمی طور پر خط کے ذریعے لکھے۔ دوسری یہ کہ غیر رسمی طریقے سے یوں ہی طلاق کے الفاظ لکھ دے۔ پہلی قسم کو کتابت مرسومہ، جب کہ دوسری قسم کو کتابت غیر مرسومہ کہتے ہیں، پھر رسمی طور پر خط لکھ کر طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں: اس خط میں لکھی گئی طلاق کو خط پہنچنے یا کسی اور شرط پر معلق کیا گیا ہو گا یا مطلق طلاق لکھی گئی ہوگی، اگر معلق کی گئی ہو تو شرط کے پائے جاتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، مثلاً اگر یوں لکھا ہو کہ جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو تجھے طلاق۔ تو ایسی صورت میں خط پہنچتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے بیوی اس کو پڑھ لے یا نہ پڑھے اور جب تک خط نہ پہنچے طلاق واقع نہ ہوگی، جب کہ دوسری صورت میں (جب مطلق طلاق لکھی ہو) طلاق کے الفاظ لکھتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، کتابت مرسومہ کی مذکورہ دو نوں قسموں میں چاہے شوہر طلاق کی نیت سے لکھے یا بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جائے گی۔

کتابت غیر مرسومہ میں تفصیل یہ ہے کہ شوہر نے طلاق کے الفاظ یا تو کسی ایسی چیز پر ایسی چیز کے ساتھ لکھے ہوں گے کہ اسے پڑھا اور سمجھا جاسکتا ہوگا، مثلاً دیوار یا کاغذ وغیرہ پر کوئلے یا پن وغیرہ کے ذریعے اور یا ایسی چیز پر لکھے ہوں گے جو پڑھے اور دکھائی نہ دیتے ہوں، مثلاً پانی یا ہوا وغیرہ پر، پہلی قسم کو کتابت غیر مرسومہ مستینہ، جب کہ دوسری قسم کو کتابت غیر مرسومہ غیر مستینہ کہا جاتا ہے۔ کتابت غیر مرسومہ مستینہ میں اگر طلاق دینے کی نیت سے لکھے تو طلاق واقع ہوگی اور نہ نہیں، جب کہ غیر مستینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، چاہے طلاق کی نیت سے ہی لکھے۔

والدلیل علی ذلك:

قال فی الجندیة: الكتابة علی نوعین: مرسومة، وغیر مرسومة..... وهو علی وجهین: مستبينة، وغیر مستبينة... ففی غیر المستبينة لا يقع الطلاق وإن نوى، وإن كانت مستبينة لكنها غیر مرسومة إن نوى الطلاق، يقع والإلا، وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أولم ينو. (۱)

ترجمہ: فتاویٰ ہندیہ میں کہا ہے کہ کتابت (دستخط پر ہے) مرسومہ اور غیر مرسومہ۔۔۔ پھر غیر مرسومہ کی دو قسمیں ہیں: مستبينة اور غیر مستبينة۔۔۔ غیر مستبينة سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ شوہر نیت کرے اور اگر کتابت مستبينة ہو، لیکن غیر مرسومہ ہو تو اگر طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوگی ورنہ نہیں اور اگر مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی چاہے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔



## تحریری طلاق نامہ جس میں گواہ جھوٹے ہوں

سوال نمبر (144):

ایک شخص نے وثیقہ نویس سے طلاق نامہ تحریر کرایا جس میں طلاق ثلاثہ لکھا گیا ہے۔ بعد میں یہ شخص اس سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے وثیقہ نویس سے طلاق نامہ تحریر کرنے کو کہا ہے، لیکن لکھنے کے بعد میں نے بغیر پڑھے اس پر دستخط کر دیا ہے۔ طلاق نامہ کے گواہ بھی جھوٹے ہیں۔ ان کو اس تحریر اور طلاق وغیرہ کا کوئی علم ہی نہیں ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا و بنو جردا

الجواب وبالله التوفیق:

مذکورہ حالات دو اوقات کو مد نظر رکھتے ہوئے دو صورتیں بنتی ہیں:

(۱)..... پہلی صورت یہ ہے کہ مذکورہ شخص نے وثیقہ نویس سے یہ کہا ہو کہ میری طرف سے طلاق نامہ تحریر کرو اور اس کے ساتھ تین طلاق کا اقرار بھی کیا ہو تو ایسی صورت میں اگر طلاق کے اقرار سے زبانی طور پر یہ کہنا مراد ہو کہ میں نے تین طلاق دی ہیں تو اس سے یقیناً تین طلاق قضاء واقع ہوں گی، کیونکہ زبانی طور پر صریح طلاق دینا نیت پر موقوف نہیں ہوتا اور طلاق دینے کے بعد طلاق نامہ پر دستخط کرتے وقت نیت کے نہ ہونے کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی طرح گواہان کے اصلی

یا جلی ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۲)۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر شوہر یہ کہے کہ "میں نے وثیقہ نویس کو ایک طلاق نامہ تحریر کرنے کو کہا تھا لیکن اس میں لکھے گئے تین طلاق کا مجھے کوئی علم نہیں۔ یہ نہ میں نے لکھے ہیں نہ میں نے پڑھے اور نہ ہی میں نے اس کے لکھنے کا وثیقہ نویس کو کہا ہے۔" ایسی صورت میں تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی تاہم وثیقہ نویس کو بیوی کے نام طلاق نامہ تحریر کرنے کا کہنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گا۔

صورتِ مسئلہ میں اگر طلاق کے اقرار کے باقاعدہ گواہان نہ ہوں صرف وثیقہ نویس کا تحریری بیان ہو جس پر گواہان جھوٹے ہوں اور خاتوند کسی خاص مقصد کے لیے صرف فرضی طلاق کی تیاری کا مدعی ہو اور تحریری بیان پر دستخط کرتے وقت طلاق تلاش سے بے خبر ہو یا دستخط کرتے وقت نیت نہ کی ہو تو تین طلاقیں کا وقوع مشکل ہے، تاہم اطمینان کے لیے خاتوند کا اپنے بیان پر قسم کے ساتھ فیصلہ کیا جاسکتا ہے، تاکہ انکار کی صورت میں قسم افشاء سکے۔

والدلیل علی ذلک:

أوقال له أكتب نسخة، وأبعث بها إليهما وإن لم يقرأنه كتابه ولم تقم ينة؛ لكنه وصف الأمر على وجهه، فإنه لا يلزمه الطلاق في القضاء، ولا فيما بينه وبين الله تعالى، وكذلك كل كتاب لم يكتب بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع به الطلاق إذا لم يقرأنه كتابه. (۱)

ترجمہ: یا اس کو کہے کہ ایک نسخہ لکھ کر اس عورت کے پاس بھیج دو، اگر چہ اقرار نہ کرے اور گواہ بھی قائم نہ کر سکے، لیکن معاملہ کر اس کے سامنے بیان کرے تو نہ قضاء اور نہ اس کے مابین واقع ہوگی، اسی طرح ہر خط جس کو وہ اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور نہ ہی وہ اس کا اپنے سامنے املا کرائے تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، جب تک وہ یہ نہ کہے کہ یہ اس کا خط ہے۔



### دو طلاق رجعی دینے کے بعد تحریری طلاق دینا

سوال نمبر (145):

ایک شخص نے اپنے خاندان والوں کے سامنے بیوی سے کہا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں اور جب دوسری دفعہ

”میں تجھے طلاق“ تک الفاظ کہہ دیے تو اس کی والدہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور ”دیتا ہوں“ کے الفاظ اس کے منہ ہی میں رہ گئے۔ اس کے بعد اسی رات رجوع کیا۔ پھر ڈیڑھ سال بعد ایک طلاق نامہ لکھا جس میں بیوی کو ایک تحریری طلاق دی اور اس پر دستخط بھی کر دیا۔ آیا اس صورت میں خاوند بیوی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

بیتوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق :-

طلاق زبانی اور کتابت دونوں طریقوں سے واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح طلاق نامہ پر اپنی مرضی سے دستخط اور انگوٹھا لگانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، جب کہ شوہر کو طلاق نامہ کا مضمون معلوم ہو۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی شوہر نے ان الفاظ کے ساتھ طلاق دی ہو کہ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ اور ”میں تجھے طلاق“۔ اگرچہ دوسری دفعہ ”دیتا ہوں“ کے الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے، لیکن ان الفاظ سے دو طلاق رجعی واقع ہو جائیں گی اور شوہر کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہوگا، لیکن اب شوہر کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی رہ جاتا ہے۔ اگر شوہر نے عدت کے اندر رجوع کر لیا ہو تو رجوع صحیح ہوگا۔ پھر ڈیڑھ سال کے بعد جب اس نے خود تحریری طلاق نامہ لکھا اور اس پر دستخط کیا تو اس میں طلاق کی نیت اور قصد پایا گیا، لہذا اس سے بھی ایک طلاق واقع ہوگئی اور چونکہ شوہر کے پاس صرف ایک طلاق کا حق باقی تھا، اس لیے سابقہ اور موجودہ طلاق مل کر تین طلاقیں بنتی ہیں۔ اس سے عورت مطلقہ مغلطہ ہو جائے گی اور اب شوہر کے لیے بیوی کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلک:

تکرر لفظ الطلاق وقع الكل. (۱)

ترجمہ: اگر لفظ طلاق کو بار بار دوہرایا تو سب واقع ہوں گی۔

الكتابة علی نوعین: مرسومة وغير مرسومة، ونعني بالمرسومة: أن يكون مصدرا ومعنواً مثل ما يكتب إلى الغائب، وغير المرسومة أن لا يكون مصدرا ومعنواً، وهو علی وجهين مستبينة وغير مستبينة..... وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة إن نوى الطلاق يقع وإلا فلا، وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو. (۲)

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا: ۴/۲۱۵

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ابقاع الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة: ۱/۳۷۸

زبرد: لکھائی دو قسم کی ہے: مرسومہ اور غیر مرسومہ۔ اور مرسومہ کا معنی یہ ہے جس میں باقاعدہ عنوان لگایا گیا ہو، جس طرح کہ غائب کو لکھا جاتا ہے اور غیر مرسومہ یہ ہے کہ جس کا کوئی عنوان وغیرہ نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: ظاہر اور غیر ظاہر۔۔۔۔۔ اور اگر ظاہر ہو، لیکن غیر مرسومہ ہو تو طلاق کی نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں اور اگر مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہوگی چاہے نیت کرے یا نہ کرے۔



### طلاق نامہ پر بلا نیت انگوٹھا لگانا

سوال نمبر (146):

ایک شخص کی اپنے سالے کے ساتھ کسی بات پر ناراضگی ہوئی جس کا فیصلہ جرمہ نے اس طرح کیا کہ یہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ مذکورہ شخص بیوی کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن جرمہ والوں نے اسے مارنے پینے اور جیل بھیجنے کی دھمکی دے کر ڈرایا۔ اور تحریری طلاق نامہ لکھوا کر زبردستی اس پر خاوند سے انگوٹھا لگوا دیا گیا، جب کہ خاوند نے نہ تو طلاق نامہ لکھنے کو کہا تھا، نہ ان کو اختیار دیا تھا اور نہ ہی انگوٹھا لگاتے وقت اس نے زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کیے تھے۔ اب اس صورت میں اس طلاق نامہ کا کیا حکم ہے؟ کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی ہے؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کسی شخص کو تحریری طلاق دینے پر مجبور کیا گیا اور اس نے طلاق نامہ پر دستخط کر دیا، لیکن زبان سے طلاق کے الفاظ نہیں کہے اور نہ ہی طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

صورت مسئلہ میں اگر خاوند کو واقعی مجبور کیا گیا تھا اور اس کی نیت طلاق کی نہیں تھی، اور نہ ہی طلاق پر تلفظ کیا تھا، بلکہ اس سے زبردستی تحریری طلاق نامہ پر انگوٹھا لگوا دیا گیا ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور بیوی بدستور خاوند کے نکاح ہی میں رہے گی۔

واللہ اعلم علی ذلک:

وفی البحر أن المراد الإكراه على التلفظ بالطلاق، فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته، فكأن

لا تطلق لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا. (۱)

ترجمہ:

البحر الرائق میں ہے کہ اکراہ سے مراد طلاق کے لفظ پر اکراہ ہے پس اگر بیوی کو طلاق لکھنے کے بارے میں تشدد کیا گیا اور اس نے لکھ دیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ کتابت مجبوری کی وجہ سے عبارت کا قائم مقام ہے اور یہاں کوئی مجبوری نہیں۔



### بغیر نیت کے طلاق نامہ پر دستخط کرنا

سوال نمبر (147):

ایک شخص کی بیوی نے اسٹامپ پیپر خرید کر اس پر طلاق نامہ لکھوایا اور اس پر دو گواہوں کے دستخط کر دیا، جب کہ خاوند اس کی خریداری اور تحریر پر رضامند نہیں تھا اور اس پر خاوند نے دستخط کر لیا، لیکن خاوند کا ارادہ طلاق کا نہیں تھا۔ اس صورت میں یہ طلاق واقع ہو چکی ہے یا نہیں؟

بیتوا توجہ دے

الجواب وبالله التوفيق :

جس طرح زبانی طلاق واقع ہوتی ہے، اس طرح تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ بنیادی طور پر اگر کوئی شخص بیوی کو طلاق رسمی طور پر خط کے ذریعے لکھے تو اس کو کتابت مرسومہ کہتے ہیں، اس طرح طلاق کے الفاظ لکھتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، کتابت مرسومہ میں چاہے شوہر طلاق کی نیت سے لکھے یا بغیر نیت کے، طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لیے کسی شخص سے اسٹامپ پیپر پر طلاق کے الفاظ لکھوانے سے اس کی منکوحہ پر طلاق واقع ہوتی ہے، کیونکہ تحریر کے مضمون سے آگاہ ہونے کے بعد بغیر اکراہ و زبردتی کے دستخط کرنا مقصد و اس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرنے کی دلیل ہے۔

صورت مذکورہ میں اگر واقعی خاوند نے اسٹامپ پیپر پر دستخط کیا ہو جس میں بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں لکھا گیا تھا تو چونکہ یہ کتابت مرسومہ کے حکم میں ہے، اس سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی۔ جتنے طلاق کا تذکرہ ہو، وہی واقع ہوں گی۔

والذیل علی ذلک:

قال فی الہندیۃ: بالکتابۃ علی نوعین: مرسومة، وغیر مرسومة۔۔۔ وهو علی وجهین: مستینہ وغیر مستینہ۔۔۔ ففی غیر المستینہ لا یقع الطلاق وإن نوى، وإن كانت مستینة نكحتها غیر مرسومة إن نوى الطلاق، يقع والإلاء، وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو۔ (۱)

ترجمہ:

فتاویٰ ہندیہ میں کہا ہے کہ کتابت دو قسم پر ہے: مرسومہ اور غیر مرسومہ۔۔۔۔۔ پھر غیر مرسومہ کی دو قسمیں ہیں: مستینہ اور غیر مستینہ۔۔۔۔۔ غیر مستینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ شوہر نیت کرے اور اگر کتابت مستینہ ہو، لیکن غیر مرسومہ ہو تو اگر طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوگی، ورنہ نہیں اور اگر مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔



### تحریری طلاق مغلظ دینا

سوال نمبر (148):

ایک شخص کراچی میں کام کرتا ہے، اس نے وہاں سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور ایک دن کاغذ پر یہ الفاظ تحریر کیے: ”تو ہم پر طلاق بائن کے ساتھ طلاق ہے“ دوسرے دن لکھا: ”تو ہم پر طلاق ہے“ تیسرے دن لکھا: ”تو ہم پر طلاق ہے“۔ اب اس طرح لکھنے سے مذکورہ شخص کی بیوی کو طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جس طرح زبانی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر ایک شخص طلاق کی نیت سے خط کے ذریعے بیوی کو طلاق کے الفاظ لکھے تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورت مسئلہ میں حسب بیان جب اس شخص نے بیوی کو طلاق دینے کے ارادے سے کاغذ پر طلاق کے مذکورہ

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ: ۴/۴۵۵-۴۵۶

الفاظ لکھے ہیں تو اس کی بیوی پر پہلے دن کی تحریر سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور دوسرے، تیسرے دن کے الفاظ طلاق کے صریح الفاظ ہیں اس لیے وہ بھی واقع ہوگئی ہیں۔ لہذا وہ عورت اب مطلقہ مغلطہ ہو کر شوہر پر حرام ہے۔

والدلیل علی ذلك:

الطلاق الصریح يلحق الطلاق الصریح..... ويلحق البائن أيضاً، بان قال لها انت بائن..... ثم

قال لها انت طالق، وقعت عندنا. (۱)

ترجمہ:

صریح طلاق صریح طلاق کے ساتھ ملحق ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ اور طلاق بائن کے ساتھ بھی ملحق ہو سکتی ہے، جیسا کہ کہے "انت بائن"۔۔۔۔۔ پھر کہے "انت طالق" تو ہمارے ہاں سب طلاق واقع ہوں گی۔



کسی دی ہوئی طلاق کو ضبط تحریر میں لانا

سوال نمبر (149):

ایک شخص نے چند سال قبل اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی تھی اور پھر اسی طلاق کو سناپ پیپر پر لکھ کر اس کی توثیق کی تھی، اس کے بعد آج تک دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں، طلاق رجعی دینے کے بعد اسی طلاق کو کاغذ پر تحریر کرنے کا کیا حکم ہے؟

بیتناؤ جردا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی زبانی طلاق دینے کے بعد یادداشت کے لیے اسے تحریری طور پر محفوظ کرنا چاہے اور ان میں کوئی ایسی دلیل ہو جو گزشتہ طلاق کی حکایت بن سکے تو پھر یکسانیت کو اعتبار دیا جاسکتا ہے، جس سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوگی، ورنہ اس کے بغیر عدت کے اندر تحریری طور پر طلاق دینے میں دوسری طلاق کا امکان ہوتا ہے۔

مذمت مسئلہ میں اگر واقعی اسناپ پیپر کی کاپی حقیقتاً کسی سابقہ طلاق کی روداد ہو تو پھر یہ نئی اور علیحدہ طلاق



نہیں بلکہ مزید شہ طلاق کی حکایت سمجھی جائے گی۔

والد لیل علی ذلک:

ولو قال لامرأته أنت طالق، فقال له رجل ما قلت، فقال طلفتها، أو قال قلت هي طالق، فهي

واحدة في القضاء، (۱)

ترجمہ:

اور اگر بیوی سے کہے کہ: ”تجھے طلاق ہے“ تو اس کو کوئی آدمی کہے کہ: ”تو نے کیا کہا“ تو وہ کہے کہ: ”میں نے اس کو طلاق دے دی ہے“ یا وہ کہے کہ: ”میں نے کہا کہ وہ طلاق والی ہے“ تو یہ قضا ایک ہی طلاق ہوگی۔ (دیکھو یہ اس کی نیت پر موقوف ہوگا کہ اس نے دوبارہ طلاق دینے کے الفاظ کس نیت سے ذکر کیے ہیں)۔



## اسٹامپ نوٹس نے ایک کی بجائے تین طلاق لکھ دیں

سوال نمبر (150):

بھائیوں کے ساتھ کسی بات پر میری چپقلش چل رہی تھی، میں نے ان سے صلح کرنی چاہی تو انہوں نے یہ شرط لگائی کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو، پھر ہم صلح کریں گے، میں نے سوچا کہ صلح کی غرض سے میں بیوی کو ایک طلاق دے دوں گا، پھر جب بھائی صلح کر لیں گے تو میں رجوع یا نکاح کر لوں گا، میں بیوی کو ایک طلاق دینے کے بارے میں اسٹامپ لکھوانے کے ارادے سے اسٹامپ نوٹس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ: ”میری بیوی مسماۃ زہرہ کے نام ایک طلاق نامہ لکھ دو“۔ اس نے طلاق نامہ لکھ لیا اور میں نے ذہنی ڈپریشن کی وجہ سے اس کو پڑھے بغیر اس پر دستخط کر دیے، بعد میں دیکھا تو اس نے اس میں تین طلاق کا لکھا تھا، حالانکہ میں نے اس کو تین طلاق کا نہیں کہا تھا، اس صورت میں میری بیوی پر کتنی طلاق واقع ہوئی ہیں؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جب آپ نے اشامپ نو لیس سے کہا: ”میری بیوی مسماۃ زہرہ کے نام ایک طلاق نامہ لکھ دو“ تو ان الفاظ کے کہنے سے آپ کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، باقی اگر واقعی اشامپ کی تحریر آپ کے کہنے کے مطابق نہ ہو اور اس پر دستخط کرنے سے پہلے یہ تحریر نہ آپ نے خود پڑھی اور نہ ہی آپ کو پڑھوا کر سنائی گئی اور نہ ہی آپ کو اس تحریر کے اپنے ہونے کا اقرار ہے تو ایسی صورت میں اشامپ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، صرف آپ کے مذکورہ الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوئی ہے، لہذا عدت کے اندر اندر رجوع کرنے سے اور بعد از عدت صرف تجدید نکاح کرنے سے آپ اس بیوی کو دوبارہ اپنے حرم میں لا سکتے ہیں۔

والدلیل علی ذلک:

لو قال للمکاتب: اکتب طلاق امراتی، کان إقراراً بالطلاق، وإن لم یکتب ..... و کذا کل کتاب لم یکتب بخطه، ولم یعلہ بنفسه لا یقع الطلاق ما لم یقر أنه کتابه. (۱)

ترجمہ:

اگر شوہر کاتب سے کہے کہ: ”میری بیوی کی طلاق لکھ دو“ تو یہ اس کی طرف سے طلاق کا اقرار ہے، اگرچہ کاتب طلاق نامہ نہ لکھے۔۔۔۔۔ اور اسی طرح ہر وہ مکتوب جو شوہر نے نہ خود لکھا ہو اور نہ ہی خود املا کیا ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، جب تک شوہر یہ اقرار نہ کرے، کہ یہ میرا مکتوب ہے۔



دو پٹے پر انگلی سے طلاق لکھنا

سوال نمبر (151):

ایک دن ویسے ہی مذاق میں میں نے بیوی کے لٹکے ہوئے دو پٹے پر انگلی کے اشارے سے لکھا کہ: ”میری بیوی کو طلاق ہے“ بعد میں مجھے اپنی اس حرکت پر سخت افسوس ہوا، براہ کرم اس کا شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

بینو انؤ جروا

العذاب وبالله التوفیہ:

طلاق جس طرح تلفظ سے واقع ہوتی ہے، اسی طرح کتابت سے بھی واقع ہوتی ہے، تاہم کتابت کی طلاق میں تفصیل ہے: کہ وہ طلاق کسی اسٹامپ پتھر یا کسی دوسرے معنون طریقہ سے لکھی گئی ہو تو اس کو طلاق مرسومہ مستبینہ کہتے ہیں، اس سے طلاق کے وقوع میں نیت کا بھی اعتبار نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی عام کاغذ وغیرہ پر لکھی جائے تو اس کو طلاق مستبینہ غیر مرسومہ کہتے ہیں، اس میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور اگر وہ کسی ایسی چیز پر لکھی گئی ہو، جس کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ طلاق کی نیت پائی جائے۔

مسئولہ صورت میں آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی بشرطیکہ دوپٹے پر لکھتے وقت زبان سے یہ الفاظ کہے نہ ہوں، کیونکہ دوپٹا پرائیگی کے اشارے سے لکھی ہوئی طلاق کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن ہی نہیں، لیکن طلاق کوئی ایسی مذاق کی چیز نہیں، آئندہ کے لیے ایسی لغو حرکت سے مکمل پرہیز کریں۔

واللہ اعلم بالصواب:

قال في الهندية: الكتابة على نوعين: مرسومه، وغير مرسومه..... وهو على وجهين: مستبينة وغير مستبينة..... ففي غير المستبينة لا يقع الطلاق وإن نوى، وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومه إن نوى الطلاق، يقع وإلا لا، وإن كانت مرسومه يقع الطلاق نوى أولم ينو. (۱)

ترجمہ:

فتاویٰ ہندیہ میں کہا ہے کہ کتابت دو قسم پر ہے: مرسومہ اور غیر مرسومہ۔۔۔۔۔ پھر غیر مرسومہ کی دو قسمیں ہیں: مستبینہ اور غیر مستبینہ۔۔۔۔۔ غیر مستبینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ شوہر نیت کرے اور اگر کتابت مستبینہ ہو، لیکن غیر مرسومہ ہو تو اگر طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوگی، ورنہ نہیں اور اگر مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔



ہو میں ”میری بیوی مجھ پر حرام ہے“ لکھنا

سوال نمبر (152):

میں کئی عرصہ تک وہم و دوسو سے کامریض رہا ہوں، الحمد للہ اب علاج سے کچھ افادہ ہوا ہے۔ مرض کے ایام میں ایک دن مجھے اپنی بیوی کے بارے میں طرح طرح کے دوسو آنے لگے اور بالآخر میں نے تنگ آکر ہوا میں انگلی کے ذریعے لکھا کہ ”میری بیوی مجھ پر حرام ہے“ لیکن زبان سے کچھ نہیں کہا، نہ ہی بعد میں اس کا کوئی تذکرہ کیا، کیا مجھے جیسے وہی مریض کے اس فعل سے بیوی پر طلاق واقع ہوتی ہے؟

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر طلاق کے الفاظ ہوا، پانی یا کسی ایسی چیز پر لکھے جائیں جس کا پڑھنا اور سمجھنا ممکن نہ ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، چاہے لکھنے والے کی نیت طلاق دینے کی ہو یا نہ ہو۔

لہذا آپ کا ہوا میں انگلی کے ذریعے ”میری بیوی مجھ پر حرام ہے“ لکھنے سے آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہ بدستور آپ کی بیوی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وغير المستبينة ما يكتب على الهواء، والماء شيء، لا يمكن فهمه، وقراءته، ففي غير المستبينة

لا يقع الطلاق، وإن نوى. (۱)

ترجمہ:

(کتابت کی قسم) کتابت غیر مستبینہ یہ ہے کہ ہوا، پانی پر ایسا کچھ لکھا جائے جس کا سمجھنا اور پڑھنا ممکن نہ ہو، کتابت غیر مستبینہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو۔



## (باب التعلیق)

## (مباحث ابتدائیہ)

تعارف:

طلاق میں اصل مجیز ہے، یعنی اصل تو یہ ہے کہ طلاق کا لفظ بولتے ہی طلاق واقع ہو جائے، تاہم طلاق کی ضرورت، میاں بیوی کے حالات اور موقع محل کی رعایت رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے طلاق میں اضافت اور تعلیق کی بھی اجازت دی ہے، گویا صیغہ طلاق کے اعتبار سے فقہائے کرام کے ہاں طلاق تین قسم پر ہے: طلاق مجز، طلاق معلق اور طلاق منافی۔

طلاق مجز سے فوری طور پر واقع ہونے والی طلاق مراد ہے جو کسی شرط یا وقت کے ساتھ مقید نہ ہو۔ طلاق منافی و راصل وہ طلاق ہے جس کے وقوع کو مستقبل کے کسی وقت کی طرف منسوب کیا جائے، لہذا وہ مخصوص وقت آنے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، جب کہ طلاق معلق سے مراد یہ ہے کہ طلاق کو کسی ممکن الوقوع واقعہ کے ساتھ مشروط کیا جائے جس کے واقع ہونے سے طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ مذکورہ باب میں آخری قسم، یعنی طلاق معلق سے بحث ہوگی۔ (۱)

تعلیق کا لغوی و اصطلاحی معنی:

لفظ کے اعتبار سے تعلیق کا معنی ہے معلق کرنا، لٹکانا، کسی شے کو دوسری شے پر منحصر کرنا۔

اصطلاح میں تعلیق کا معنی کچھ یوں ہے۔

”ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة اخرى“۔

ایک جملے کے مضمون کے حصول پر دوسرے جملے کے مضمون کا حصول مرتب کرنا، تعلیق کہلاتا ہے، یعنی

شرط کے حصول پر جزا مرتب کرنا تعلیق ہے۔ (۲)

فقہائے کرام کے ہاں شرط کوئی ایسا فعل بھی ہو سکتا ہے جو منظم (طلاق دینے والے) کی اپنی ذات سے

(۱) الموسوعة الفقهية مادة طلاق: ۶/۲۶، ۲۷، ۲۸، ألفه الإلامی وأدلته، الباب الثاني، الفصل الأول الطلاق، المبحث

لخاص أنواع الطلاق وحكم كل نوع، تقسيم الطلاق إلى منجز ومعلق ومضاف: ۶/۶۸، ۶۹

(۲) الفهر المختار مع رد المختار، كتاب التعلیق، باب التعلیق: ۴/۵۸۸، ۵۸۹

متعلق ہو (مثلاً: اگر میں نے فلاں کام کیا تو طلاق) یا اُس کی بیوی سے متعلق ہو یا کسی اور شخص سے متعلق ہو یا کسی بھی انسان کے فعل سے متعلق نہ ہو، مثلاً: سورج کا ٹکنا وغیرہ؛ یہ تمام چیزیں بھی شرط بن سکتی ہیں، البتہ دل کے اعمال، مثلاً: اگر تو چاہے یا تو ارادہ کرے یا تو راضی ہو وغیرہ الفاظ سے تعلق طلاق درست نہیں، بلکہ یہ الفاظ تغویض طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو صرف اسی مجلس تک عورت کو طلاق کا مالک بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ (۱)

تعلیق طلاق کے الفاظ:

ان کو حروف ربط یا حروف شرط بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ صرف شرط اور جزا کے درمیان ربط و اتصال کا کام دیتے ہیں۔ ان حروف کو ہم حکم کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) پہلی قسم:

إن، إذا، إذا ما، متى، متى ما، لو، ائ، این من وغیرہ۔ اردو میں ہم ان الفاظ سے تعبیر "اگر، جو، جب، جو بھی، جب بھی، جہاں" سے کرتے ہیں۔

(۲) دوسری قسم:

بمنا، حکم کے اعتبار سے یہ لفظ دوسرے الفاظ سے جدا ہے۔ اردو میں ہم اس کی تعبیر "جب کبھی بھی، کسی صورت میں بھی" سے کرتے ہیں۔

مذکورہ الفاظ کا حکم:

(۱) پہلی قسم کے الفاظ سے جو طلاق معلق کی گئی ہو، وہاں ہر شرط کی ایک دفعہ موجودگی سے صرف ایک دفعہ طلاق واقع ہو جائے گی اور مذکورہ تعلیق (یعین) ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی، یعنی شرط کے دوبارہ پائے جانے سے جزا دوبارہ نہیں آئے گی، اس لیے کہ ان الفاظ میں عموم اور تکرار نہیں۔

(۲) لفظ بکھتا کی صورت میں جب بھی شرط موجود ہوگی، اُس پر جزا مرتب ہوگی، لہذا تین طلاق پوری ہونے تک ہر مرتبہ شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہوگی، اس لیے کہ لفظ بکھتا میں تکرار اور عموم کا معنی بھی موجود ہے، البتہ تین طلاق واقع ہو جانے کے بعد اگر عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح اور حلالہ کر کے دوسرے شوہر کی طلاق یا موت کی وجہ سے

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، ۴/۵۸۸، ۵۸۹۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الخلاق، الباب الرابع، ۱۵/۱، الدر المختار مع رد المحتار، باب التعلیق، ۴/۶۰۱، ۶۰۵۔

سے واپس پہلے شوہر کے نکاح میں آجائے تو اب شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی، یعنی پہلی مرتبہ تین طلاق واقع ہونے پر کھانا کے ذریعے معلق شرط (یعین) بھی ختم ہو جاتی ہے۔ (۱)

### الفاظ شرط کے بغیر تعلیق طلاق کی صورت:

کبھی کبھی حروف شرط کی صراحت کئے بغیر بھی طلاق کو کسی فعل پر معلق کرنا درست ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص کہے "انت طالق لا فعل" تجھے طلاق ہوگی میں ضرور بالضرور داخل ہو گا۔ اس کلام کا معنی ہے "علی الطلاق لا فعل کذا" مجھ پر (بیوی) طلاق ہوگی میں ایسا نہیں کروں گا" اس میں بھی فقہائے کرام کے ہاں تعلیق طلاق ہے، لہذا شرط پائی جانے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۲)

### تعلیق کی درستگی (صحت) کے لیے شرائط:

(۱)..... جس شرط پر طلاق معلق کی گئی ہو وہ فی الحال معدوم ہو، لیکن مستقبل میں اس کا وجود ممکن ہو۔ اگر شرط فی الحال موجود ہو، مثلاً: شوہر بیوی سے کہے کہ: "اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو تمہیں طلاق ہے" تو یہ طلاق منجر ہے، لہذا اس سے فوری طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شرط کا وقوع ناممکن ہو جیسے "اگر یہ اونٹ اس سوئی میں گیا تو تجھے طلاق" تو یہ قول لغو اور فضول ہے، لہذا طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۳)

(۲)..... تعلیق متصل کلام کے ساتھ ہو، یعنی شرط اور جزا کے مابین بلا ضرورت اور بلا عذر کے فصل نہ ہو، چنانچہ سانس لینا، کھانا پینا، کھانا، چھینکنا، زبان بند کرنا یا تعلیق طلاق کو مزید مفید بنانے کے لیے کوئی لفظ بولنا فصل نہیں کہلائے گا۔ (۴)

(۳)..... شرط اور تعلیق کا مقصد شوہر کا بیوی سے انتقام اور اس کی بدکلامی کا بدلہ نہ ہو، مثلاً: بیوی نے شوہر سے کہا "اے بے غیرت، اے کینے وغیرہ" اور شوہر نے جواب میں کہا "اگر میں واقعی اس طرح ہوں جس طرح تو کہتی ہے تو تجھے طلاق ہے" فقہائے کرام کے ہاں اگر وہ بیوی کی اس بات سے غصہ میں ہو تو اس کا یہ کلام عجیب پر محمول ہوگا اور فوری

(۱) الفناوی البندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط ونحوہ: ۱/۵۱۵ الدر المختار مع الرد المختار

کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۴/۶۰۱-۶۰۵

(۲) رد المختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۴/۶۰۴

(۳) فہم المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۴/۵۹۱

(۴) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۴/۵۹۲، ۴/۶۰۴، ۶۲۵

طلاق واقع ہوگی اور اگر غصے میں نہ ہو تو پھر تعلیق درست ہے۔ (۱)

(۳)..... تعلیق کے وقت جزا اور شرط کا تذکرہ بھی ہو، لہذا اگر یہ کہے "تجھے طلاق ہے اگر" اور مرد کچھ نہ کہے تو اس سے کچھ بھی واقع نہیں ہوگا۔ (۲)

(۵)..... شرط و جزا کے مابین حرف شرط موجود ہو، البتہ اگر حرف شرط کے اخیر شرط کا "یعنی مفہوم ہو تو تعلیق درست ہے۔ (۳)

(۶)..... تعلیق کے وقت میاں بیوی کے مابین رشتہ نکاح یا عدت موجود ہو، البتہ اگر تعلیق طلاق کو نکاح پر موقوف کیا اور اجنبیہ کو یہ کہا: "اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھ پر طلاق ہے" اور پھر واقعی نکاح بھی کیا تو طلاق پڑ جائے گی۔ (۴)

(۷)..... شرط موجود ہوتے وقت بھی میاں بیوی کے درمیان یا تو رشتہ ازدواج برقرار ہو یا بیوی اس کی عدت (رہی یا بائن صغریٰ) میں ہو اگر عورت مطاقہ ہو کر عدت گزار چکی ہو تو شرط پائے جانے کے باوجود طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۵)

(۸)..... تعلیق کے وقت شوہر طلاق دینے کا اہل ہو، یعنی عاقل، بالغ ہو۔ شرط موجود ہوتے وقت اس کی اہلیت کا کوئی اعتبار نہیں لہذا اگر اس دوران وہ پاگل ہو جائے، تب بھی طلاق واقع ہوگی، البتہ اگر (امیاض باللہ) مرتد ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں تعلیق باطل ہو جائے گی۔ (۶)

### تعلیق کن چیزوں سے باطل ہوگی؟

(۱)..... شرط موجود ہونے سے پہلے پہلے بیوی کو تین طلاق دینے سے تعلیق باطل ہو جاتی ہے، لہذا اگر حلالہ کے بعد اس سے دوبارہ نکاح کیا تو شرط واقع ہونے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۲)..... شوہر کے مرتد ہونے سے امام ابو حنیفہ کے ہاں تعلیق باطل ہو جاتی ہے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعليق: ۵۹۲/۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعليق: ۵۹۳، ۵۹۲/۴

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعليق: ۵۹۳/۴

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعليق: ۵۹۳/۱، الفتاویٰ الہندیہ، الباب الرابع فی الطلاق

بالشرط، بالفصل الثالث فی تعلیق الطلاق: ۱۲۰/۱

(۵) الدر المختار مع رد المحتار حوالا بالآ: ۵۹۳/۱

(۶) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعليق: ۶۰۰/۱، المرسوعة الفقہیہ۔ مادة طلاق: ۴۱/۲۹



(۲)..... بخل بر یعنی وہ چیز جس کے متعلق شرط لگائی گئی ہے، اس کے فوت یا ضائع ہو جانے سے بھی تعلیق باطل ہوتی ہے، جیسے کسی سے باتیں کرنے پر طلاق معلق تھی اور وہ شخص مر گیا یا دخول دار پر طلاق معلق تھی اور وہ گھر باغ بن گیا۔ (۱)

بیوی کو مشروط طور پر تین طلاق دینا اور اس سے بچنے کا حیلہ:

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”اگر تو فلاں کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھ پر تین طلاق“ تو اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کو ایک فوری طلاق دے دے اور عدت گزرنے تک وہ عورت اس گھر میں داخل نہ ہو۔ عدت گزرنے کے بعد جب عورت اس گھر میں داخل ہوگی تو یحیٰ ختم ہو جائے گی اور چونکہ وہ فی الحال نکاح میں نہیں ہے اس لیے مذکورہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، لہذا شوہر اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ دوبارہ نکاح کے بعد مذکورہ گھر میں داخل ہونے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (۲)

معلق بالشرط طلاق میں شرط کا جبراً واقع ہونا:

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی وجہی شرط پر معلق کرے تو اس وجہی شرط کے جبراً واقع ہونے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، مثلاً: اگر کوئی شخص طلاق کو اس شرط پر معلق کرے کہ فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوں گا اور کوئی اس کو جبراً اس کے گھر لے جائے یا کوئی جانور اس کو ٹھوکر مار کر اس گھر میں ڈال دے یا پھسل کر اندر داخل ہو جائے تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، تاہم یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ شخص اپنی قسم اور شرط سے ابھی تک نہیں نکلا، اس کے بعد اپنے اختیار سے وہ جب بھی داخل ہوگا، طلاق واقع ہو جائے گی۔

اکراہ اور جبر میں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص اس کو دھمکی دے یا اس کو ڈرائے دھمکائے اور وہ خود اپنے پاؤں سے چلنے لگے اور اس گھر میں داخل ہو جائے تو اس سے طلاق واقع ہوگی اور اس اکراہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ (۳)



(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۶۰۰/۴

(۲) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۶۰۹/۴

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی: ۵/۴۱۵۴۳

## مسائل التعلیق

(طلاق کو معلق کرنے کے مسائل کا بیان)

دو کاموں سے طلاق معلق کرنا

سوال نمبر (153):

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہے کہ: ”اگر میں نے چار سال میں حفظ اور میٹرک نہیں کیا تو میری بیوی مجھ پر تین مرتبہ طلاق ہوگی۔“ شریعت کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں۔

بیٹھو انٹوجوردا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق اگر کسی شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر خاوند نے واقعی مذکورہ الفاظ کے ساتھ طلاق معلق کی ہو اور چار سال میں حفظ اور میٹرک کرنے سے ناجز رہا تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ چونکہ طلاق حفظ اور میٹرک دونوں کے ساتھ معلق ہے، اس لیے ایسی حالت میں کسی ایک کام کو پورا کرنے پر خاوند بری الذمہ نہیں ہوگا، لہذا طلاق سے بچنے کے لیے دونوں کاموں کا مقررہ مدت میں پورا ہونا ضروری ہے، تاہم مقررہ وقت سے قبل عورت خاوند کے نکاح میں رہے گی۔

والدلیل علی ذلك:

انت طالق إذا قدم فلان، وفلان، فبذہ یمنین تامہ۔ وفي الذخیرۃ: یشرط قدر مہما لوقوع

الطلاق. (۱)

ترجمہ:

کسی نے کہا: ”تمہیں طلاق ہے، جب فلاں اور فلاں شخص آئے“ تو یہ مکمل قسم ہے۔ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ وقوع طلاق کے لیے دونوں کا آنا شرط ہے۔



## تین طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (154):

ایک شخص نے بیوی کے بارے میں کہا کہ: "اگر میں نے کبھی بھی اس کے والد کے ساتھ بات کی تو یہ تین طلاق پر مبنی ہوگی۔" آیا شرط موجود ہونے کی صورت میں تین طلاق ہوں گی؟ اور کیا تین طلاق سے بچنے کا کوئی راستہ ہے؟  
 بیسواتر جبردا

جواب وراثتہ التوفیق:

"اگر میں نے کبھی بھی اس کے والد کے ساتھ بات کی تو یہ تین طلاق پر مبنی ہوگی" ان الفاظ کے ساتھ طلاق مبنی پر شرط کہلاتی ہے۔ شرط کی موجودگی میں تین طلاق واقع ہوں گی، تاہم ایسی صورت میں تین طلاق کے وقوع سے بچنے کے لیے ایک راستہ ممکن ہے جو فقہائے کرام نے بیان کیا ہے کہ حث کے وقت ملک کا ہونا ضروری ہے، اس لیے شرط کے وجود میں آنے کے وقت اگر عورت نکاح میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نکاح میں نہ ہو تو طلاق لغو ہے گی، چنانچہ جب طلاق ثلاثہ کو شرط کے ساتھ معلق کیا ہو اور پھر اس سے بچنا چاہے تو یہ صورت ممکن ہے کہ بیوی کو طلاق پانے سے کفارغ کرے اور عدت گزرنے کا انتظار کرے، جب عدت گزر جائے تو عورت آزاد ہو کر نکاح سے نکل جائے گی اور عورت منکوحہ کی بجائے اجنبیہ رہے گی، اب اگر اس کے والد کے ساتھ بات کرے گا تو شرط موجود ہو جائے گی لیکن محل طلاق موجود نہ ہونے کی وجہ سے بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس کے بعد خاوند دوبارہ نکاح کر کے بیوی کو رکھ سکتا ہے، اور اس کے والد سے بات چیت بھی کر سکتا ہے۔ تاہم خاوند آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضاف إلى الشرط، وقع عقيب الشرط. (۱)

ترجمہ:

جب طلاق کی اضافت شرط کی طرف ہو تو شرط کی موجودگی میں طلاق واقع ہوگی۔

(وتحلل) البیمین (بعد) وجود (الشرط مطلقاً) لكن إن وجد في الملك طلقاً، وعنف وإللاً،

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۴۲۰/۱

فحيلة من على الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة، ثم بعد العدة ندخلها فننحل البين، فينكحها. (۱)  
ترجمہ:

اور قسم شرط کے مطلقا پائے جانے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر ملک میں (شرط) پائی جائے تو طلاق واقع ہوگی اور غلام آزاد ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔ پس جو شخص گھر میں داخل ہونے کے ساتھ تین طلاق کو معلق کرے تو اس کے لیے حیلہ یہ ہے کہ وہ ایک طلاق دے دے، پھر عدت کے بعد عورت اس گھر میں داخل ہو جائے تو یمن ختم ہو جائے گی۔ پھر وہ اس سے نکاح کر لے۔



### طلاق ثلاثہ کو بیٹی کے نکاح کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (155):

اگر ایک آدمی یوں کہے کہ: ”اگر میں نے اپنی فلاں بیٹی فلاں شخص، یعنی زید کے نکاح میں دے دی یا اس نے اپنی مرضی سے زید سے نکاح کیا تو میری بیوی مجھ پر تین طلاق سے مطلقہ ہوگی۔“ اب اگر مذکورہ بیٹی کا نکاح زید سے کرادے تو کیا اس شخص کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟

بیشوا انزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر عاقلہ بالغہ کسی کو ولایت کا حق دے یا کسی کو نکاح کا وکیل بنائے تو دونوں صورتوں میں نکاح کی نسبت عاقلہ بالغہ کی طرف ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں لڑکی کے باپ نے اگر یہ کہا ہو کہ: ”اگر میری فلاں بیٹی نے فلاں شخص، یعنی زید سے اپنی مرضی سے نکاح کیا تو میری بیوی تین طلاق سے مطلقہ ہوگی“ تو اس کی بیٹی جس کو بھی دلی یا دکیل بنا کر شخص مذکور سے نکاح کرے گی تو شرط پوری ہونے کی وجہ سے معلق طلاقات واقع ہو جائیں گی، کیونکہ طلاق جس شرط سے معلق کی جائے تو شرط کے پائے جانے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، تاہم اگر زید سے نکاح ابھی تک نہیں ہوا تو معلق طلاقوں کے وقوع سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اگر لڑکی کا باپ اپنی بیوی کو ایک بائن طلاق دے دے، تاکہ نکاح ٹوٹ جائے، پھر عدت

گزرنے کے بعد اپنی لڑکی کا نکاح زید سے کرا دے۔ چونکہ شرط موجود ہونے کے وقت وہ عورت اس کی بیوی نہیں تھی اس لیے شرط تو موجود ہو جائے گی لیکن تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔ پھر نئے سرے سے نکاح کرے۔ البتہ خاوند آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والذیل علی ذلک:

وہی (الولاية) فی النکاح نوعان: ولاية تدب واستحباب، وہی الولاية علی العاقلۃ البالغة. (۱)  
نکاح میں ولایت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مستحب ولایت، یہ عاقلہ بالغہ پر ولایت ہے۔

(وتنحل) البیمین (بعد) وجود (الشرط مطلقاً) لكن إن وجد فی العلق طلق، وعق وإلا لا،  
نحلة من علق الذلات بدخول الدار أن يطلقها واحدة، ثم بعد العدة تدخلها فتحل البیمین، فینکحها. (۲)  
ترجمہ:

اور ختم شرط کے مطلقاً پائے جانے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، لیکن اگر ملک میں (شرط) پائی جائے تو طلاق واقع ہوگی اور تمام آزاد ہو جائے گا، ورنہ نہیں، پس جو شخص گھر میں داخل ہونے کے ساتھ تین طلاق کو معلق کرے تو اس کے لیے جیلہ یہ ہے کہ وہ ایک طلاق دے دے، پھر عدت کے بعد عورت اس گھر میں داخل ہو جائے تو بیمین ختم ہو جائے گی، پھر وہ اس سے نکاح کر لے۔



## معلق طلاق کے وقوع سے بچنے کا طریقہ

سوال نمبر (156):

دو مستری بھائی اکٹھے کام کرتے ہیں۔ ایک دفعہ لڑائی کے دوران بڑے بھائی نے غصہ کی حالت میں کہا کہ: ”اگر میں تم کو اپنے ساتھ کام پر لے گیا تو مجھ پر یہ بیوی طلاق ہوگی“ جس پر اب وہ تادم ہے۔ شرعی رو سے ایسا حل بتائیں کہ طلاق بھی واقع نہ ہو اور بھائی کے ساتھ تعلق بھی نہ بگڑے۔

پیشوا نواز

(۱) البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۹۲/۳

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۶۰۹/۴

الجواب وبالله التوفیق :

اگر کسی شخص نے بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط کی موجودگی میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ صورت مسئلہ میں اگر بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو غصہ کی حالت میں کہا ہو کہ: ”اگر تم کو اپنے ساتھ کام پر لے گیا تو مجھ پر یہ بیوی طلاق ہوگی“ تو جب بھی چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ کام پر لے جائے گا، اسی وقت بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی، تاہم اپنے بھائی سے قطع تعلق بھی شرعاً جائز نہیں، اس لیے قطع تعلق سے بچنے کے لیے یہ جلد اختیار کیا جاسکتا ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ کام کے لیے نہ لے جائے، بلکہ وہ خود جا کر اس کے ساتھ کام کرتا رہے اس صورت میں شرط کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقب الشرط. (۱)

ترجمہ:

جب طلاق کی اضافت شرط کی طرف ہو تو شرط کی موجودگی میں طلاق واقع ہوگی۔

والفاظ للشرط: إن، وإذا، إذا ما، كل، أو كلما..... إذا وجد الشرط انحلت البعین، وانتهت. (۲)

ترجمہ:

اور شرط کے الفاظ: إن، وإذا، إذا ما، كل، أو كلما ہیں۔۔۔۔۔ جب شرط موجود ہو تو طلاق واقع ہو کر ختم اور پوری ہوگی۔



## معلق طلاق کی دھمکی

سوال نمبر (157):

اگر کوئی شخص اپنے باپ سے کہے: ”کہا اگر تم نے مجھے آرام سے رہنے نہ دیا اور غصہ کرنا نہ چھوڑا تو میں اس بیوی کو چھوڑ دوں گا“۔ اسی طرح گھر میں کوئی بحث چلی تو ماں نے کہا کہ: ”میں اس گھر سے نکلتی ہوں، تم لوگ یہاں رہو“

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۶۶۰

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۱۵۰

دیئے نے کہا ”تمہارا نکلتا ہے اور میرا بیوی کو چھوڑتا ہے۔“ شوہر کے ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا انوہرہ

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق جائز امور میں سب سے ناپسندیدہ عمل ہے اور حتی الامکان طلاق دینے یا اس پر حلف اٹھانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پھر بھی اگر مجبوری ہو تو ایک ہی طلاق پر اکتفا کیا جائے، تاکہ پشیمان ہونے کی صورت میں رجوع کر سکے۔ صورت مسئلہ میں اگر شوہر نے باپ اور ماں کے سامنے صرف یہی الفاظ کہے ہوں کہ ”اگر تم نے مجھے آرام سے رہنے نہ دیا اور غصہ کرنا نہ چھوڑا تو میں اس بیوی کو چھوڑ دوں گا، تمہارا نکلتا ہے اور میرا بیوی کو چھوڑتا ہے“ تو چونکہ ان الفاظ میں شوہر نے شرط کے موجود ہو جانے کی صورت میں طلاق کے واقع ہونے کو بیان نہیں کیا بلکہ مستقبل میں طلاق واقع کرنے کی دھمکی دی ہے جس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اس لیے مسئلہ صورت میں اگر شرط موجود ہو جائے تب بھی بیوی کو طلاق نہ ہوگی۔۔

والدلیل علی ذلک:

صيغة المضارع لا يقع بها الطلاق إلا إذا غلب في الحال. (۱)

ترجمہ: مضارع کے صیغے کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ جب اس کا استعمال حال کے معنی میں غالب ہو (تو واقع ہوگی)



ایک دو تین الفاظ کو کسی کام سے معلق کرنا

سوال نمبر (158):

ایک شخص نے اپنے سالے امجد کو جو کہ کمپنی کا مالک ہے، یہ دھمکی دی کہ اگر اس نے چند روز مارچ تک بزنس منیجر کو کمپنی سے نہیں نکالا اور پھر اس کی بیوی بچوں نے امجد سے کلام کیا تو مجھ پر میری بیوی ”ایک، دو، تین ہوگی۔“ کیا ایسی صورت میں بیوی کو طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

بینوا انوہرہ

الجواب وبالله التوفیق :

ایک، دو، تین اگرچہ بذات خود طلاق نہیں، لیکن غصہ کے وقت، مذاکرہ طلاق کے وقت یا طلاق کی نیت سے جب استعمال ہوں تو ان سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں حالف نے یہ کہا کہ: ”اگر پندرہ مارچ تک امجد نے بزنس خیر کو نہیں نکالا اور میری بیوی بچوں نے امجد کے ساتھ بات کی تو مجھ پر بیوی ایک، دو، تین ہوگی“ تو اگر قسم اٹھانے والے کی نیت ایک، دو، تین سے طلاق ہو تو اگر امجد نے مقررہ تاریخ تک بزنس خیر کو نہیں نکالا اور پھر اس شخص کی بیوی یا بچوں نے امجد سے بات چیت کر لی تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ طلاقِ مغفل کی صورت میں بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم رکھنا حرام ہے۔

والدلیل علی ذلك:

رجل قال لامرأته ”تربایکی و تراصه“ او قال ”تو یکى ونوسه“ قال أبو القاسم الصفار: لا يقع شيء، قال الصدر الشهيد: يقع إذا نوى، قال وبه يفتى. قال القاضي وبنی أن يكون الجواب علی التفصیل: إن كان ذلك فی حال مذاکرۃ الطلاق، أو فی حال الغضب يقع الطلاق، وإن لم یکن لا يقع إلا بالنية. (۱)

ترجمہ: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تجھے ایک اور تین“ یا ”تو ایک، تو تین“ تو ابو القاسم الصفار فرماتے ہیں کہ: ”کچھ واقع نہیں ہوا“۔ اور صدر الشہید فرماتے ہیں کہ: ”نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی“ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ قاضی فرماتے ہیں کہ: ”جواب میں تفصیل مناسب ہے کہ اگر یہ کلام حالت مذاکرہ طلاق یا غصے کی حالت میں ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر یہ نہ ہو (نہ مذاکرہ طلاق ہو اور نہ ہی غصہ کی حالت) تو نیت کے بغیر واقع نہ ہوگی“۔

ولو قال لها إن كلمت فلانا فانت طالق، وقال لها أيضا إن كلمت إنسانا، فانت طالق، فکلم

فلانا، طلقت تطليقتين. (۲)

ترجمہ:

اور اگر بیوی سے کہا کہ: ”اگر میں نے فلاں شخص سے بات کی تو تجھے طلاق“ اور پھر یہ بھی کہا کہ: ”اگر میں نے کسی انسان سے بات کی، تو تجھے طلاق“ پھر اس نے فلاں شخص سے بات کر لی تو دو طلاق واقع ہو جائیں گی۔

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الطلاق، الفصل الثانی فی الکتابات: ۹۸/۲

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۴۲۸/۱



## طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (159):

اگر ایک شخص کسی لڑکی کے بارے میں یہ کہے کہ: ”میں جب کبھی بھی اس سے شادی کروں گا تو اس کو طلاق ہے“ آیا اس سے طلاق معلق واقع ہوئی ہے؟

بینوا و بنو جبروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے جب ایک شخص کسی عورت کے بارے میں یہ کہے کہ: ”میں جب کبھی بھی اس سے نکاح کروں گا تو اس کو طلاق ہوگی“ تو جب کبھی بھی اس عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ ان الفاظ سے طلاق معلق ہو جاتی ہے۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں مذکورہ شخص کے لیے اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں، جب بھی یہ شخص اس لڑکی سے نکاح کرے گا تو اسے طلاق واقع ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

ولو دخلت كلمة كلما على نفس التزوج بان قال كلما تزوجت امرأة فهي طالق، أو

كلما تزوجت فانك طالق يحث بكل مرة وإن كان بعد زوج آخر. (۱)

ترجمہ: اور اگر کلمہ کا کلمہ نفس تزوج (شادی کرنے) کے الفاظ پر داخل کیا گیا یا اس طور کہ شوہر نے کہا: جب کبھی بھی میں نے کسی عورت سے شادی کی تو اسے طلاق یا یوں کہے کہ میں جب کبھی بھی تجھ سے شادی کروں تو تجھے طلاق ہے تو ان دونوں صورتوں میں جب بھی یہ شادی کرے گا تو ہر دفعہ طلاق واقع ہوگی اگرچہ اس عورت سے دوسرے شوہر کے بعد یہ شخص شادی کرے۔



اگر بغیر اجازت کے گھر سے نکلی تو تمہیں طلاق ہے

سوال نمبر (160):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”اگر تم بغیر اجازت کے گھر سے نکلی تو تمہیں ایک طلاق ہوگی“ اس کے بعد اس کی بیوی بغیر اجازت گھر سے نکلی۔ ایک ہفتہ بعد جرگہ میں شوہر کے والد کے اصرار پر اس نے بیوی سے کہا کہ: ”تم آزاد ہو، تم آزاد ہو“۔ اگرچہ زید کی نیت طلاق کی نہیں تھی۔ شریعت کی رو سے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

بیتنا انزجروا

الجواب وبالله التوفیق :

شریعت مطہرہ میں طلاق اگر کسی شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ نیز تم آزاد ہو کے الفاظ اگرچہ اصل میں کنائی ہیں لیکن چونکہ ہمارے عرف میں بیوی کو یہ الفاظ طلاق دینے کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں اس لیے اب یہ طلاق کے صریح الفاظ کے حکم میں شمار ہوں گے۔

لہذا صورت مسئلہ میں جب اس شخص کی بیوی بغیر اجازت گھر سے نکلی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی پھر ایک ہفتہ بعد جب شوہر نے بیوی کو ”تم آزاد ہو“ دو مرتبہ کہا تو یہ دو طلاقیں بھی واقع ہو کر اس کی بیوی مطلقتہ مطلقہ ہوگئی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

تفحل الیمین اذا وجد الشرط، (۱)

ترجمہ:

اور قسم واقع ہو جاتی ہے، جب شرط پائی جائے۔

فلذا قال رہا کردم أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا، وما ذاك إلا لأنه غلب

فی عرف الناس استعماله فی الطلاق، (۲)

(۱) تنویر الأیضار، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۴/۶۰۵، ۶۰۶

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکناہات: ۴/۵۳۰

ترجمہ: پس جب کہے: ”سرحنک“ یعنی رہا کرو یا تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے، باوجود اس کے کہ یہ درحقیقت کنایات میں سے بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے عرف میں اس کا استعمال طلاق میں ہوتا ہے۔

### جانہین کا عقد کی خلاف ورزی کی صورت میں طلاق کی تعلیق

سوال نمبر (161):

ایک شخص نے بائع سے زمین خرید لی، لیکن مشتری نے بائع سے اس بات کی تحریر لکھوائی، جس میں لکھا کہ اگر میں نے اپنے قول سے انحراف کیا (یعنی زمین دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کی) تو شرعاً ہم (بائع اور مشتری) پر اپنی بیویاں حرام ہیں اور اس پر دستخط بھی ثبت ہیں، کیا ایسی صورت میں فریقین کی بیویاں حرام ہو جائیں گی؟

بیّنوا تو صروا

الجواب بحالہ التوفیق:

چونکہ اصل واقعہ سے ہم پوری طرح باخبر نہیں، طرفین کی حاضری کے بغیر ہم کسی دستخط کنندہ کے بارے میں حتمی رائے دینے سے قاصر ہیں اور نہ کسی ایک جانب بائع یا مشتری کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں، تاہم فقہی نقطہ نظر سے ”بیوی کا حرام ہونا“ طلاقِ بائن میں استعمال ہوتا ہے، تعلیق کی صورت میں شرط کے موجود ہونے پر طلاقِ بائن واقع ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

وهذا في عرف زماننا كذلك، فوجب اعتباره صريحاً كما أفنى المتأخرون في أنت علي حرام

بأنه طلاق بائن للعرف بلانية. (۱)

ترجمہ:

اور یہ ہمارے زمانے کے عرف میں اسی طرح ہے، لہذا اس کو صریح سمجھا جائے گا، جیسا کہ متاخرین علما نے فتویٰ دیا ہے کہ ”تو مجھ پر حرام ہے“ یہ عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاقِ بائن ہوگی۔



## نشد کی حالت میں طلاق معاق دینا

سوال نمبر (162):

ایک شخص نشہ (ہیروئن) کا عادی ہے اور اس کو علاج کے لیے ہسپتال میں داخل کیا گیا، ایک دن نشہ کی حالت میں کہا کہ: "اگر تم مجھے چار تاریخ تک ہسپتال سے نکال کر گھر نہیں لے گئے تو مجھ پر بیوی تین طلاق کے ساتھ، طلاق ہوگی" اب چار تاریخ تک اس کو ہسپتال سے خارج نہیں کیا گیا تو کیا ایسی صورت میں کہ جب وہ شخص نشہ کی حالت میں تھا، اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی؟

بینو انو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگرچہ نشہ ان عوارض کی فہرست میں شامل ہے جن میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، لیکن نشہ بذات خود کوئی مباح چیز نہیں، اس لیے فقہ حنفی کی رو سے عقل زائل ہونے کے باوجود زجر کے طور پر ابلیت باقی رہتی ہے جس کی وجہ سے نشہ میں مست آدمی کے اقوال کو اعتبار دیا جاتا ہے۔

لہذا مسئلہ صورت میں جب مذکورہ شخص نے ہیروئن کے نشہ میں ہوتے ہوئے یہ قسم اٹھائی ہو کہ: "اگر تم مجھے چار تاریخ تک ہسپتال سے نکال کر گھر نہیں لے گئے تو مجھ پر بیوی تین طلاق کے ساتھ ملحقہ ہوگی" تو یہ یقین اپنی جگہ منعقد ہے اور مقررہ تاریخ کو ہسپتال سے نکال کر اسے گھر نہ لایا گیا ہو تو شرط متحقق ہونے پر تین طلاق واقع ہوں گی۔

واللہ اعلم

وأما السكران إذا طلق امرأته فإن كان سكره بسبب محظور... فطلاقه واقع عند عامة العلماء

وعامة الصحابة رضي الله عنهم... ولأن عقله زال بسبب هو معصية فينزل قائما عقوبة عليه وزجره له. (۱)

ترجمہ: نشہ سے مدہوش شخص جب اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اگر کسی حرام وجہ سے اس کو نشہ چڑھا ہو تو اکثر علماء اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس کی طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس کی عقل ایک گناہ کے سبب سے زائل ہوئی ہے لہذا اس کو سزا دینے اور ڈانٹ پانے کی غرض سے اس کی عقل کو قائم قرار دیا جائے گا۔

وفي هذا الزمان إذا سكر من البنج، والأفيون يقع زجره، وعليه الفتوى. (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن: ۱/۲۱۴

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشيشة والأفيون والبنج: ۱/۴۶

ترجمہ:

اس دور میں بھنگ اور افیون سے نشہ چڑھ جائے تو زجرا (طلاق) واقع ہوگی، اور یہی قول مفتی ہے۔



## طلاق کے کنائی الفاظ کے معانی میں عرف و نیت کا اعتبار

سوال نمبر (163):

ایک شخص کی بیوی بدسلوک ہے۔ بوتل میں دودھ ڈال کر بچی کو پلا رہی تھی کہ دودھ میں موجود پتی اور لالہ بچی کی وجہ سے دودھ بند ہوا تو بچی کے رونے پر خاوند نے غصہ میں کہا کہ: ”اگر آئندہ ایسا پوہڑ کام کیا تو تجھے تین طلاق“ چند دن بعد کپڑے دھونے کے بعد استری کرنے سے کپڑوں پر داغ لگ گئے۔ کیا اس مخصوص پوہڑ کام سے طلاق واقع ہوگی یا دوسرا کام (کپڑوں پر داغ) سے بھی طلاق واقع ہوگی؟

بیتنا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق اور یمین میں زیادہ تر دخل عرف کا ہوتا ہے۔ علمائے اصول کے نزدیک عرف اور عادت کی وجہ سے بعض چیزیں یمین سے مستثنیٰ ہوتی ہیں، اسی طرح اس قسم کی بعض صورتوں میں فقہائے کرام نے قسم اٹھانے والے کی نیت کو بھی معتبر قرار دیا ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر شوہر کی مراد ہر پوہڑ پن نہ ہو، بلکہ وہ مخصوص پوہڑ کام مراد ہو جس پر شوہر نے طیش میں آکر مذکورہ کلمات کہے تھے تو پھر مذکورہ کام (یعنی کپڑوں پر داغ) سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے برعکس اگر شوہر کی مراد اس سے ہر پوہڑ پن ہو اور مذکورہ کام (کپڑوں پر داغ) اس کے نزدیک یا عرف میں پوہڑ پن شمار ہوتا ہو تو پھر مذکورہ کام کرنے سے تین طلاق واقع ہو جائیں گی اور عورت مطلقہ مغلطہ ہو کر بغیر حلالہ کے پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکے گی۔

واللہ اعلم

قال لها: إن لم أعامل معك على الخدمة كما كنت أعامل، فأنت طالق إن كانت له خدمة

بغيدها، وإلا يرجع إلي نية. (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۴۳۲

ترجمہ:

اگر آدمی عورت کو کہے کہ اگر میں نے تیرے ساتھ خدمت کا معاملہ اس طرح نہ کیا جس طرح میں کیا کرتا تھا تو تجھے طلاق ہے تو اگر اس کے ذمے کوئی خدمت ہو تو یہ کلام اسی خدمت کے ساتھ مقید ہوگا ورنہ اس شخص کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

سئل فی رجل تشاجر مع رفیق له بينهما معاملات صدرت المشاجرة لأحدهما، فحلف بالطلاق، أنه أي الرفیق لو تراءى لي في الماء لأشربه فاصداً في ذلك عدم المعاملة معه من بعد، فهل إذا رافقه ولم يعامله لا يقع طلاقه؟ (الجواب) نعم، والحالة هذه. (۱)

ترجمہ: اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس کا اپنے دوست کے ساتھ جھگڑا ہو جائے اور دونوں کے مابین معاملات ہوں اور اسی معاملات کی وجہ سے جھگڑا پیدا ہوا ہو اور اس آدمی نے طلاق کی قسم کھاتے ہوئے یہ کہا کہ: ”اگر اس نے مجھے پانی میں دیکھا تو میں وہ پانی نہیں پیوں گا“، یعنی میں اس کے ساتھ معاملہ نہیں کروں گا پس اگر یہ شخص اس کے ساتھ دوستی رکھے، لیکن معاملہ نہ کرے تو کیا اس کی طلاق واقع نہ ہوگی، اس سوال کا جواب یہ ہے، جی ہاں، حال ایسا ہی ہے۔



### غیر معین وقت تک طلاق کی تعلیق

سوال نمبر (164):

ایک شخص کا نکاح اس کی چچا زاد بہن سے ہوا۔ نکاح کے چند دن بعد اس نے کہا کہ: ”اگر میں اپنے چچا زاد بھائی کی بیٹی سے نکاح کر کے اس کو اپنے گھر نہ لاسکا تو میری بیوی کو تین طلاق ہوگی“۔ حالانکہ یہ اس کی منکوحہ کی بیٹی ہے جس سے حالاً اس کا نکاح جائز بھی نہیں۔ اس صورت میں مذکورہ شخص کا چچا زاد بھائی کی بیٹی سے نکاح درست ہے؟ اور اس کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

بیٹو! توجہ کرو!

الجواب وبالله التوفیق:

مذکورہ شخص کا اپنے چچا زاد بھائی کی بیٹی سے نکاح کرنا درست نہیں، کیونکہ پہلے سے چچا زاد بہن اس کے نکاح

ہم ہے۔ پھر بھی اور اس کی پہنچنی کو ایک ہی وقت میں نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، جب کہ مذکورہ شخص نے طلاق کو ایسے فعل کے ساتھ معلق کیا ہے کہ جو فی الحال تو واقع نہیں ہو سکتا، لیکن اس کے وقوع کا امکان موجود ہے، لہذا یہ تعلیق طلاق صحیح ہے۔ مگر اس نے اس کے لیے کوئی وقت متعین نہیں کیا ہے، اس لیے انتظار کیا جائے گا اگر وہ لڑکی فوت ہو جائے تو محل کے ختم ہو جانے سے طلاق واقع ہوگی یا شوہر فوت ہو جائے تو فوتگی کے وقت میں طلاقیں واقع ہوں گی۔

والدلیل علی ذلك:

فلا يحوز الجمع بين امرأة وعمتها نسباً أو رضاعاً، وبخالفها كذا لك. (۱)

ترجمہ: لہذا عورت اور اس کی نسبی یا رضاعی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

قال ابن عابدین: تحت قوله: (ولو حلف ليفعلنه بر بعة)..... وإذا لم يفعل لا يحكم بوقوع

الحدث حتى يقع اليأس من الفعل، وذلك بموت الحالف قبل الفعل..... أو بفوات محل الفعل. (۲)

ترجمہ:

حضرت علامہ ابن عابدینؒ نے اس قول کہ ”ضرور بالضرور اس کام کو پورا کرے گا کہ جب ایک مرتبہ وہ کام کرے تو پوری ہوگا“ کے تحت لکھا ہے۔۔۔۔۔ کہ اگر وہ کام نہ کرے تو حادث ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ کام سے مایوس ہو جائے اور یہ تب ممکن ہے کہ حالف کام کرنے سے قبل فوت ہو جائے۔۔۔۔۔ یا کام کرنے والا محل باقی نہ رہے۔



## اگر تیرے ہاتھ کا کھانا کھایا تو تجھے طلاق

سوال نمبر (165):

ایک شخص نے کھانا تیار نہ ہونے کی وجہ سے غصہ میں بیوی سے کہا کہ: ”اگر میں نے تمہارے ہاتھ کا کھانا کھایا تو تجھ پر طلاق ہوگی“۔ اب بیوی کھانے پکانے سے احتراز کر رہی ہے۔ کیا اس عورت کے ہاتھ کا کھانا کھا کر عورت شوہر سے جدا ہو جائے گی؟

بیٹو! توجہ رو!

(۱) فتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، الفصل الرابع المحرمات بالجمع: ۱/۲۷۷

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی المضرب والقتل، مطلب حلف لیفعلنه بر بعة: ۵/۶۶۹

الجبواب وباللہ الشرف

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو جب بھی شرط پائی جائے گی، طلاق واقع ہو جائے گی، اگر تین طلاق تھیں تو عورت طلاق کا لفظ غلط رہے گی اور اگر ایک طلاق تھی تو صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔  
 لہذا صورت مسئلہ میں اگر شوہر نے بیوی سے یہی کہا ہو کہ: ”اگر میں نے تیرے ہاتھ کا کھانا کھایا تو تم میری طلاق ہوگی“ اور لفظ طلاق صرف ایک مرتبہ کہا ہو تو شوہر جب بھی اپنی بیوی کے ہاتھ کا کھانا کھائے گا تو بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی جس کے بعد عدت کے اندر شوہر اس سے رجوع کر سکتا ہے البتہ اس کے بعد اس کو صرف دو طلاقوں کا اختیار ہوتا رہے گا اور جب تک کچھ نہ کھائے تو طلاق معلق رہے گی۔

والدلیل علی ذلک:

(إضافة إلى الشرط رفع عقيب الشرط اتفاقا. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

(إضافة إلى الرجل امرأته نطفة رجعة، أو نطفة، فله أن يراجعها في عدتها. (۲)

ترجمہ:

اور جب مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دیں تو مرد کو اختیار ہے کہ عدت کے اندر رجوع کرے۔



باپ سے پیسے نہ لینے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال نمبر (166):

ایک شخص یہ کہے کہ: ”میں اپنے باپ سے پیسے نہیں لوں گا اور اگر میں نے پیسے لے لیے تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہو“ اب اگر اس کا باپ اس کی بیوی کو پیسے دے اور وہ بیوی سے لے کر استعمال کرے یا اس کا والد اس کو سورا کے

(۱) فتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، باب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۲۰

(۲) الہندیہ، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۱/۵۰



لیے پیسے دے اور وہ اس سے لے کر استعمال کرے یا والد اس کو براہ راست پیسے دے تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق :

باپ سے رقم نہ لینے کی تاکید کے بارے میں اگر یوں قسم اٹھائی جائے کہ: ”اگر میں نے باپ سے پیسے لیے تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو“ یہ درحقیقت ایسی طلاق معلق ہے کہ شرط کی موجودگی کی صورت میں واقع ہوگی، لہذا ایسے شخص کو چاہیے کہ براہ راست رقم والد سے نہ لے، تاکہ طلاق واقع نہ ہو اور اگر کہیں والد سے پیسے لے تو طلاق واقع ہوگی۔ اگر ملکیت کے طور پر رقم لینے پر قسم اٹھائی گئی ہو تو پھر ملکیت کے طور پر رقم لینے تک طلاق کا وقوع محذور ہے گی۔ میاں بیوی کی ملکیت الگ الگ ہوتی ہے، اس لیے باپ کا بیوی کو رقم دینے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اگرچہ پھر خاوند بیوی سے وہی رقم لے لے، کیونکہ بیوی کو رقم دینا خاوند کو رقم دینے کے مترادف نہیں۔ ایسا ہی ملکیت کے طور پر رقم لینے پر قسم کی صورت میں اگر والد کی طرف سے نمائندہ بن کر کوئی چیز خرید لے یا وکالت کر کے اس کے لیے سودا خریدنے کے لیے اس سے رقم وقفہ میں لے لے تو اس سے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ طلاق چونکہ ایک دفعہ کہا گیا ہے اس لیے حادث ہونے کی صورت میں طلاق رجعی واقع ہوگی، لہذا عدت میں رجوع بالقول یا بالاعتل کر کے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں۔

والدلیل علی ذلك:

إذاضافہ إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

ولو حلف لا يأخذ من فلان ثوباً هروياً، فأخذ منه جراباً هروياً، فیه ثوب هروی قد دسہ فیہ، وهو لا یعلم حنث قضاء، وكذا لو حلف لا يأخذ منه درهماً فأعطاه فلوساً فیه کیس ودس فیہا درهماً، فقبضہا

الحالف ولا یعلم حنث. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۲۰

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الإیمان، الباب الثامن فی الیمین فی البیع والشراء: ۲/۱۱۹، ۱۲۰

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے کہ فلاں شخص سے ہر دی کپڑا نہیں لے گا، پھر اس شخص سے ہر دی جراب لے لی، جس کے اندر ہر دی کپڑا تھا جو اس نے اس کے اندر چھپایا ہوا تھا اور اس شخص کو علم نہیں تھا تو قضاء وہ شخص حائث ہوگا، اسی طرح اگر اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس شخص سے درہم نہیں لے گا، پھر اس شخص نے اس کو ہنڈی کے اندر پیسے دیے اور اس میں اس نے درہم چھپائے تھے اور قسم اٹھانے والے نے وہ تھیلہ قبضہ کیا اور اس کو اس کے اندر درہم کا علم نہیں تھا تو بھی وہ حائث ہوگا۔



### مجنون کا طلاق معلق کرنا

سوال نمبر (167):

ایک شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا دماغی توازن درست نہیں، اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”اگر تم موسم گرما کی چھٹیوں کے بعد درس قرآن کے لیے چلی گئی تو تو مجھ پر طلاق ہے۔“ بیوی کا بھائی اسے پشاور درس قرآن کے لیے لے گیا، جب کہ بیوی کو مذکورہ بات کہتے وقت خاوند دماغی طور پر پاگل اور زیر علاج تھا، تین چار سال کی ڈاکٹری رپورٹ بھی موجود ہے اور اب اس کی حالت بتدریج ٹھیک ہو رہی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ مندرجہ بالا حالتوں میں اس کی طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق جیسے امور کے وقوع کے لیے طلاق دینے والے کا اہل ہونا ضروری ہے، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ذہنی توازن درست ہو۔

صورت مذکورہ میں اگر واقعی خاوند کا دماغی توازن درست نہ تھا اور ڈاکٹروں نے اس کے دماغی مریض ہونے کی تصدیق بھی کی ہو اور اس پر جنونی کیفیت طاری ہوتی ہو جس سے اس کو اپنے افعال و اقوال کا احساس تک نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر خاوند نے طلاق کے الفاظ کہے ہوں تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور عورت تا حال خاوند کے نکاح میں رہے گی۔

والعلیل علی ذلک:

ولا يقع طلاق الصبي، وإن كان يعقل والمجنون. (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فیمن یقع طلاقہ فیمن لا یقع طلاقہ: ۱/۳۵۳

بچے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، مگر چہ عاقل ہو اور اسی طرح مجنون کی بھی۔

رجل عرف انه ستان محنوناً، فقالت له امراته طلقنتی البارحة، فقال امسائی الحنون، ولا يعرف  
ان الا بقوله ستان القول قوله (۱)

ایک شخص جانتا تھا کہ وہ مجنون تھا اور اس کی بیوی نے اس کو کہا کہ تو نے مجھے کل رات طلاق دی تھی اور اس نے  
کہا کہ میں تو مجنون تھا اور اس (مجنون ہونے) کا علم صرف اس کے قول سے جانا جاتا ہو، تو اس (مرد) کا قول معتبر ہوگا۔



### غصہ میں طلاق معلق کر کے دوبارہ لفظ طلاق کا تکرار کرنا

سوال نمبر (168):

ایک شخص نے لڑائی کی وجہ سے بیوی کو مارا پیٹا تو وہ باپ کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگی۔ شوہر نے غصہ میں  
کہا: ”اگر تم باپ کے گھر چلی گئی تو تمہیں طلاق ہے، طلاق، طلاق، طلاق ہے۔“ کا لفظ تاکید کے لیے دہرایا۔ وہ اٹھ کر پہلے  
سول گئی اور باپ کے گھر بعد میں گئی تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟

بینوا انؤجروا

الجواب وبالله التوفیق :

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے پائے جانے کے بعد شرعاً طلاق واقع ہو  
جائے گی۔

صورتِ مسئلہ میں شوہر کا غصہ کی حالت میں بیوی کو یہ کہنا کہ: ”اگر تم باپ کے گھر چلی گئی تو تمہیں طلاق ہے“  
تین طلاق کی صورت ہے۔ مذکورہ تحریر کے مطابق چونکہ شرط پائی گئی ہے، لہذا شوہر کی بیوی کو طلاق واقع ہو گئی ہے۔ اس  
کے علاوہ شوہر نے لفظ طلاق کو تین مرتبہ تاکید کے لیے تکرار کیا ہے۔ جس سے طلاق کا ارادہ نہیں تھا اس صورت میں شوہر  
کی نیت کا اعتبار دینا (بینو بین اللہ) ہوگا، لیکن قضاء تین طلاق واقع ہو کر عورت مطاقہ مغلطہ رہے گی اور بیوی خاوند  
کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

والدليل على ذلك:

رجل قال لامرأته أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال عنت بالأولى الطلاق، وبالثانية،  
والثالثة إلهامها صدق ديانته، وفي القضاء طلقت ثلاثاً. (۱)

ترجمہ:

آدمی نے بیوی سے کہا کہ: ”تو طلاق ہے، تو طلاق ہے، تو طلاق ہے“ پھر خاوند نے کہا کہ پہلی طلاق سے  
میری مراد طلاق تھا اور دوسرے، تیسرے سے مراد سمجھاؤ تھا تو دیانہ (یعنی یہ اللہ اور اس کا معاملہ ہے، لہذا نیت  
کا اعتبار ہوگا) اس کا اعتبار ہوگا اور قضاء تین طلاق سے مطلقہ ہو جائے گی۔

کسر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التاكيد دين. قال ابن عابدين: قوله (وإن نوى التاكيد

دين) أي وقع الكل قضاء. (۲)

ترجمہ: طلاق کے تکرار سے سب طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس نے (تکرار) سے تاکید کی نیت کی ہو تو دیانہ صحیح  
رہے گی، علامہ ابن عابدین نے ”وإن نوى التاكيد دين“ کے تحت فرمایا ہے کہ مطلب یہ ہوا کہ قضاء تمام طلاقیں واقع  
ہوں گی۔



## حمل کے دوران بیوی کو طلاق مغلظ کی تعلیق کرنا

سوال نمبر (169):

ایک شخص کی ساس بیٹی کے گھر روٹی سالن وغیرہ کھانے کے لیے بھیجتی تھی جس پر بیٹی کی دیورانی اس کی ماں  
کے گھر سے کھانے پینے کی چیزیں بھجوانے کی مخالف تھی، اس وجہ سے بھابی اور دیور کے درمیان بحث شروع ہوئی،  
خاوند نے غصہ میں آ کر بیوی سے کہا کہ اگر آئندہ تمہاری ماں کے گھر سے کسی قسم کی خوراک کی کوئی چیز آجائے یا تم نے  
منگوائی تو تم مجھ پر تین پتھروں سے طلاق۔ اب یہ عورت سات ماہ کی حاملہ ہے۔ از روئے شریعت اس مسئلہ کا حکم بیان  
کیجیے اور طلاق سے بچنے کی صورت بیان کیجیے۔

ہینو انٹو جروا

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إبطال الطلاق: ۱/۳۵۵، ۳۵۶

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہ: ۴/۵۲۱

البدایہ والنہایہ :

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو جب بھی شرط پائی جائے، طلاق واقع ہوگی۔  
لہذا اگر صورتِ مسئلہ میں شوہر نے بیوی سے یہی کہا ہو کہ: ”اگر آئندہ تمہاری ماں کے گھر سے کسی قسم کی خوراک کی چیز آجائے یا تم نے منگوائی تو تم مجھ پر تین پھروں سے طلاق“ تو ساس کے گھر سے خوراک آنے یا بیٹی کے منگوانے کی صورت میں تین طلاق واقع ہوگی۔ تین طلاق واقع ہونے کے بعد عورت شوہر پر حرام ہوگی۔ طلاق سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ نہ عورت ماں کے گھر سے کوئی چیز منگوائے اور نہ ماں کے گھر سے بھیجی جائے، تاہم تین طلاق سے بچنے کے لیے یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ چونکہ عورت سات ماہ کی حاملہ ہے، لہذا وضعِ حمل سے چند دن پہلے شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دے، وضعِ حمل کے بعد عورت بائندہ ہو جائے گی اور اس کی عدت وضعِ حمل سے پوری ہو جاتی ہے، لہذا اس کے بعد وہ ماں کے گھر سے خوراک منگوالے اور پھر شوہر سے دوبارہ نکاح کرے تو عورت تین طلاق سے بچ جائے گی، البتہ خاندانِ آئندہ کے لیے وہ طلاق کا مالک رہے گا۔

واللہ اعلم :

وإن وجد في غير الملك انحلت اليمين، بأن قال لامرأته: إن دخلت الدار، فأنت طالق، فطلقها  
بوجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار تنحل اليمين، ولم يقع شيء. (۱)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی تو قسم ختم ہو جائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق ہے“ پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہو جائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔



### طلاق کے بعد ان شاء اللہ کہنا

سوال نمبر (170):

ایک شخص بیوی کے ہمراہ بس میں سفر کر رہا تھا، اسی دوران اس نے بیوی کو طلاق دے دی اور آگے جا کر اس نے

(۱) فتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الأول: ۱/۱۶۱

طلاق کو ان شاء اللہ کے ساتھ مطلق کیا۔ کیا پوری بس یا سیٹ اس کے لیے مجلس ہو سکتی ہے؟ اور کیا اس سے طلاق واقع ہوگی؟  
بہنسراؤ جبرو

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق کے باب میں مجلس کا کوئی دخل نہیں، بلکہ جوں ہی شوہر لفظ طلاق پر تلفظ کرے، طلاق واقع ہوگی، صرف تقویٰ ہی طلاق (جس میں عورت کو اختیار دیا جائے) میں مجلس کا اعتبار ہوتا ہے کہ عورت کو طلاق کا اختیار دیا جائے، اگر اس نے اسی مجلس میں قبول کیا تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ واقع نہ ہوگی، جہاں تک طلاق استثنائی کی بات ہے، اس میں مجلس کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ اگر طلاق کے ساتھ محصلہ ان شاء اللہ کہا تو استثنائے صحیح ہوگی اور طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر بغیر عذر کے تھوڑی تاخیر کر دی تو استثنائے صحیح نہیں ہوگا، بلکہ طلاق واقع ہو جائے گی، عذر سے مراد بوقت طلاق چھینک، کھانسی یا جمائی وغیرہ ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر سفر کے دوران اس شخص نے طلاق کے ساتھ محصلہ ان شاء اللہ کہا ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن اگر خاموشی اختیار کرنے کے بعد ان شاء اللہ کہا ہو تو یہ استثناء معتبر نہیں اور اس سے طلاق واقع ہوگئی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(وإذا قال لامرأته أنت طالق إن شاء الله متصلا لم يقع الطلاق) لقوله عليه السلام من حلف بطلاق، أو عتاق، وقال إن شاء الله متصلا به، لا حنث عليه (۱)

ترجمہ:

اور اگر عورت سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، لیکن فوراً بعد ان شاء اللہ کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، آپ ﷺ کے قول کے مطابق کہ جس نے طلاق وعتاق کی قسم اٹھائی اور فوراً بعد ان شاء اللہ کہا تو حنث نہیں ہوگا۔

هذا الذي ذكرنا إذا كان الفصل من غير ضرورة، فأما إذا كان لضرورة النفس، فلا يمنع الصحة، ولا يعد ذلك فصلا إلا أن يكون سكتة هكذا روى هشام عن أبي يوسف؛ لأن هذا النوع من الفصل مما لا يمكن التحرز عنه، فلا يعتبر فصلا، ويعطى له حكم الوصل للضرورة. (۲)

(۱) الهدایہ، کتاب الطلاق، باب الایمان فی الطلاق، فصل فی الاستثناء: ۲/۴۰۱

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی الذي يرجع الى نفس الرکن: ۴/۳۳۵

ترجمہ: یہ مذکورہ بات (کہ استثناء اگر متصل ہو تو درست ہے اور اگر باقبل کلام اور استثناء میں فصل ہو تو استثناء صحیح نہیں ہوگا) تب ہے جب کہ فصل بغیر ضرورت کے ہو، ہاں اگر ضرورت کی وجہ سے ہو تو یہ استثناء کی صحت کو منع نہیں کرتا اور نہ ہی یہ فصل شمار کیا جاتا ہے، البتہ خاموشی فصل شمار ہوگی، اسی طرح ہشام نے ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے، کیونکہ اس قسم کے فصل سے بچنا ممکن نہیں لہذا یہ فصل معتبر نہیں اور ضرورت کی وجہ سے یہ فصل کے حکم میں ہوگا۔



### بھائی سے بات چیت پر طلاق کی تعلیق اور بچنے کی تدبیر

سوال نمبر (171):

ایک شخص نے یوں کہا کہ: ”اگر میں نے اپنے بھائی سے بات چیت کی تو میری بیوی کو تین طلاق ہوں۔“  
لیکن اب وہ اس پر نادم ہے۔ کیا ایسی صورت میں طلاق سے بچنے کا کوئی شرعی راستہ ہے؟ تاکہ قطع رحمی بھی نہ ہو۔

بیشوا نوز جروا

الہدایہ والتوفیق:

اگر خاوند نے یوں کہا کہ: ”میں نے اگر اپنے بھائی سے بات چیت کی تو میری بیوی کو تین طلاق ہوں۔“ ایسی صورت میں یہ طلاق حلق ہوگی، لہذا خاوند کا اپنے بھائی سے بات چیت کرنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی، تاہم فقہائے کرام طلاق مغلظ سے بچنے کے لیے یہ طریقہ بیان کرتے ہیں کہ خاوند عورت کو طلاق بائن دے دے، عدت گزرنے کے بعد جب عورت آزاد ہو جائے تو پھر خاوند بھائی سے گفتگو کرے۔ ایسی صورت میں اس کے گفتگو کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ شرط کی موجودگی میں بیوی اس کے نکاح میں نہیں ہے اور وقوع طلاق کے لیے نکاح کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد یہ شخص اس عورت سے دوبارہ نکاح کر لے، اب تجدید نکاح کے بعد اگر خاوند دوبارہ بھائی سے گفتگو کرے گا تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ قسم اپنی انتہا کو پہنچ کر بعد ازاں مؤثر نہیں رہتی، تاہم خاوند آنند کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

واللہ اعلم

وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الحلال، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الأول: ۱/۲۰۰

ترجمہ:

اگر طلاق کی نسبت شرط کی طرف کردی تو شرط کے بعد بالاتفاق طلاق واقع ہو جائے گی۔

وإن و حد فی غیر المملک انحلت الیمین، بأن قال لامرأته: إن دخلت الدار، فمات طالق، فطلقها

قبل و حدود الشرط، و مضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل الیمین، ولم يقع شيء. (۱)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی تو قسم ختم ہو جائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہو گئی تو تجھے طلاق ہے“ پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہو جائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔



## معلق طلاق کی تعداد میں اختلاف

سوال نمبر (172):

ایک شخص نے اپنے سالے کے ساتھ جھگڑا کیا، جھگڑے کے دوران اس نے اس سے کہا کہ: ”اگر میں اس گھر میں دوبارہ آ گیا تو میری بیوی کو طلاق“ اس نے ایک بار یہ کہا ہے، جب کہ اس کا سر کہتا ہے کہ نہیں! تم نے تین بار کہا ہے۔ اب کس کی بات معتبر ہوگی؟ جب کہ خاوند اپنی بات پر قسم اٹھانے کے لیے تیار ہے۔ ایسی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

بیتواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

عدت مذکورہ میں جب خاوند نے سر کے گھر جانے پر بیوی کی طلاق معلق کی ہے تو جب بھی خاوند سر کے گھر جائے گا تو اس کے ساتھ ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور خاوند آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔ طلاق رجعی کے بعد عدت کے دوران خاوند کے لیے رجوع بالقول یا بالفعل کافی ہے۔ جہاں تک سر کی بات ہے تو اس بات کے ثبوت کے لیے باقاعدہ گواہ موجود ہوں تو اعتبار ہوگا ورنہ اس کا اعتبار نہیں ہوگا، خصوصاً ایسے حال میں کہ جب شوہر اپنی بات پر قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو۔



والدليل على ذلك:

وان اختلفا في وجود الشرط، فالقول قول الزوج إلا أن تقيم المرأة البينة. (۱)

ترجمہ:

اگر دونوں (میاں بیوی) شرط کے وقوع میں اختلاف کریں تو خاوند کا قول معتبر ہوگا، مگر یہ کہ عورت گواہ قائم

کر دے۔



### طلاق کو خیر خواہی کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (173):

کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ: ”اگر میں نے اپنے ساتھیوں سے خیر خواہی کی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو“۔  
اب وہ شخص بہت پریشان ہے۔ از روئے شریعت مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

بیشواتو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر ایک شخص یوں کہے کہ: ”اگر میں نے یہ کام کیا تو اس کی وجہ سے مجھ پر میری بیوی طلاق ہو“ تو جب بھی وہ کام کرے گا طلاق واقع ہو جائے گی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر اس شخص نے یہی الفاظ کہے ہوں کہ: ”اگر میں نے اپنے ساتھیوں سے خیر خواہی کی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو“ اس کے بعد جب کبھی یہ شخص اپنے دوستوں سے خیر خواہی کرے گا تو طلاق واقع ہوگی۔ اگر لفظ طلاق ایک مرتبہ کہا ہو تو طلاق رجعی اور تین مرتبہ کہا ہو تو تین طلاقیں واقع ہو کر بیوی مطلقہ مغلطہ ہو جائے گی۔

چونکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے گا، لہذا اگر لفظ طلاق ایک مرتبہ کہا ہو تو اس کو اپنے دوستوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہیے، اور دوستوں سے خیر خواہی کی صورت میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ جس میں عدت کے اندر خاوند کا رجوع بالفعل یا بالقول کافی ہے، البتہ اس کے بعد شوہر صرف دو طلاقوں کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

إذاضافه إلى الشرط وقع عقب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق. (۱)

ترجمہ:

اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے واقع ہونے کے ساتھ ہی بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔"



### طلاق کوزمین کا اجارہ نہ دینے کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (174):

مالک زمین نے اپنے کسانوں کے مابین لڑائی کی وجہ سے یہ کہا کہ: "اگر میں نے ان کوزمین اجارہ پردی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو۔" بعد میں ان کی صلح ہو گئی۔ اب یہ مالک ان کوزمین دینا چاہتا ہے تو کیا اس کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی؟ اور اگر وہ اپنے بھائی کو وکیل بنا کر زمین اجارہ کے لیے دے دے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہوگا؟

بینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفيق:

جب طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورت مذکورہ میں اگر مالک نے واقعی یہ الفاظ کہے ہوں کہ: "اگر میں نے ان کوزمین اجارہ پردی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو" تو انہی کوزمین اجارہ پردینے کی صورت میں اس کی بیوی کو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، لیکن اگر اس نے اس زمین کا اختیار اپنے کسی بھائی یا دوسرے شخص کو دیا اور اس نے بحیثیت وکیل اس کے کہے بغیر از خود ان کسانوں کو یہ زمین اجارہ پردے دی تو چونکہ یہ اجارہ ہے اور اجارہ ان عقود میں سے ہے کہ جس میں عقد کے حقوق وکیل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں لہذا اس صورت میں شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ مباشر وکیل ہے، مالک مباشر نہیں ہے۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

والعقد الذي يعقده الوكيل، على ضربين: كل عقد يضيفه الوكيل إلى نفسه، كالبيع

والإجارة، فحقوقه تتعلق بالوكيل دون الموكّل. (۲)

ترجمہ:

وہ عقد جس کا انعقاد دکھاتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں: وہ عقد جسے وکیل اپنی طرف منسوب کرے، جیسے بیع

اور اجارہ، تو اس کے حقوق بھی وکیل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں، نہ کہ موکل کے ساتھ۔



جس عورت سے بھی میں نکاح کروں گا وہ مجھ پر تین طلاق ہے

سوال نمبر (175):

ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ ”اگر میں نے آج رات ایک بجے تک مطالعہ نہیں کیا اور میں جلدی سو گیا تو جس

عورت سے بھی میں نکاح کروں گا، وہ مجھ پر تین طلاق ہے۔“ مذکورہ شخص اسی رات غیر اختیاری طور پر مطالعہ کے دوران

سو گیا اور جب آنکھ کھلی تو رات کا وقت ایک بجے سے گزر چکا تھا۔ اس صورت میں یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور اگر واقع

ہوتی ہے تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص طلاق کو نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے پائے جانے کی

صورت میں طلاق واقع ہوگی۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۲۰

(۲) الہدیۃ، کتاب الوکالۃ: ۳/۱۸۷

لہذا صورتِ مسئلہ میں چونکہ شرطِ پائی مکی ہے، اس لیے اب یہ شخص جس عورت کے ساتھ بھی نکاح کرے گا، وہ مطلقہ ہو جائے گی، البتہ اس سے بچنے کی تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اجنبی شخص اس سے پوچھے بغیر اس کا نکاح کروائے، پھر جب اس کو نکاح کی خبر ملے تو زبان سے اجازت نہ دے، کیونکہ اگر زبان سے اجازت دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ نکاح کی خبر سن کر بالکل خاموش رہے اور تحریری اجازت دے یا کل مہر اس کا کچھ حصہ بیوی کی طرف بھیج دے اس سے نکاح درست ہو جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

یہ بھی احتیاط کرے کہ اپنی طرف سے تحریری طور پر اجازت دینے یا مہر بھیجنے سے قبل اگر کوئی نکاح کی مبارکباد دے تو اس پر خاموش رہنا بھی زبانی اجازت کے حکم میں ہے، یعنی اس سے بھی طلاق واقع ہوگی، اس لیے اس سے بھی بچنا ہے اور بچنے کی تدبیر یہ اختیار کی جائے کہ مبارکباد دینے والوں کو یوں جواب دے کہ میں ابھی اس پر غور کر رہا ہوں۔

والدلیل علی ذلك:

إنما قال: كل امرأة تزوجها ففرضه فصولي بواجز بالفعل لا بحث، بأن ساق المهر ونحوه لا تطلق (۱) ترجمہ: جب کوئی یہ کہے کہ: ”جس عورت سے بھی میں شادی کروں تو اسے طلاق ہے“ پھر اس کا نکاح فضولی کرا لے اور یہ فعلاً اس کی اجازت دے دے تو یہ حائث نہیں ہوگا بایں طور کہ مہر وغیرہ دے دے تو اس سے عورت کو طلاق نہیں ہوگی۔

(حلف لا يتزوج فزوج ففرضه فصولي فأجاز بالقول حث وبالفعل) ومنه الكتابة خلافاً لابن سماعه

(لا بحث) بہ یفتی بحانیہ... قال ابن عابدین: (قوله فأجاز بالقول) كرضيت وقبلت نهر وفي حاروی

الزاهدی لو هناء الناس بنكاح الفضولي فسكت فهو إجازة... (قوله وبالفعل) كبعث المهر أو بعضه. (۱)

ترجمہ: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ شادی نہیں کرے گا۔ پس فضولی نے اس کا نکاح کر دیا اور اس نے تو اُس کی

اجازت دی، تو حائث ہو جائے گا۔ البتہ فعلاً اجازت دینے سے حائث نہیں ہوگا اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ فعلاً اجازت

میں تحریر بھی شامل ہے، تاہم ابن سماعہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ابن عابدین (فأجاز بالقول) کے حاشیہ میں لکھتے

ہیں: جیسے: میں راضی ہوں، یا میں نے قبول کیا جیسے الفاظ کہے۔ اور حادی الزاہدی میں ہے کہ فضولی کے نکاح کرانے پر

اگر لوگوں نے اسے مبارکباد کہا اور یہ خاموش رہا تو یہ بھی اجازت ہے۔ اور (وبالفعل) کی تشریح میں لکھتے ہیں: جیسے

مہر یا اس کا کچھ حصہ بھیجنا۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط بالفضل فی تعلیق الطلاق بکلمۃ کل وکلمۃ: ۱/۴۱۹

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار: کتاب الایمان باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک، ۵/۶۷۲، ۶۷۳

## تجھ سے بات کی تو میری بیوی کو طلاق

سوال نمبر (176):

دو بھائیوں کے مابین کسی مسئلہ پر لڑائی ہوئی۔ لڑائی کے دوران ایک بھائی نے کہا کہ: ”اگر میں نے تجھ سے بات کی تو میری بیوی طلاق ہو“ اور اس کے بعد دونوں نے شبِ برأت کو باپ کے کہنے پر صلح کر لیا اور آپس میں بات چیت شروع کی۔ اب آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بیٹو! توجہ دے!

الجواب بحوالہ التوفیق:

طلاق کو جب کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا جائے تو شرط کے واقع ہو جانے کے ساتھ طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ صورتِ مسئلہ میں جس بھائی نے یہ کہا تھا کہ: ”اگر میں نے تجھ سے بات کی تو میری بیوی طلاق ہو“ اور اس کے بعد دونوں بھائیوں نے صلح کر کے بات چیت کی تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اور عورت مطلقہ گئی اب خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، البتہ آئندہ کے لیے دو طلاقیں کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔



## اگر تم جھوٹ بولتی ہو تو تجھے طلاق ہے

سوال نمبر (177):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ: ”تو نے فلاں کام کیا ہے یا نہیں؟“ بیوی نے جواب میں کہا کہ: ”میں نے نہیں کیا“ تو خاوند نے کہا کہ: ”جھوٹ مت بولو، اگر تم جھوٹ بولتی ہو تو تجھے طلاق ہے“۔ ایسی صورت میں بیوی کو طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

بیٹو! توجہ دے!

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۲۲۰

الجواب وبالله التوفیق :

صورتِ مسئلہ میں خاوند نے بیوی کی طلاق کو اس کے جھوٹ کے ساتھ معلق کیا ہے۔ پس اگر بیوی اپنے قول میں جھوٹی ہو تو شرط کے موجود ہونے کی وجہ سے طلاق واقع ہوگئی ہے اور اگر عورت اس بات میں سچی ہو تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

والدليل على ذلك :

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“



اگر دوبارہ جو اکھیلا تو مجھ پر بیوی طلاق ہوگی

سوال نمبر (178):

ایک شخص جو اکھیل رہا تھا، پولیس نے گرفتار کیا تو اس نے ایس ایچ او کے سامنے قسم اٹھائی کہ: ”اگر میں نے دوبارہ جو اکھیلا تو مجھ پر اپنی بیوی طلاق ہوگی۔“ رہائی کے بعد اس نے دوبارہ جو اکھیلنا شروع کیا۔ کیا اس سے اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے؟

بینواتؤجروا

الجواب وبالله التوفیق :

اگر کوئی شخص کسی کام کے نہ کرنے پر بیوی کی طلاق کی قسم اٹھائے لیکن طلاق کے ساتھ کوئی عدد ذکر نہ کرے تو یہ طلاق معلق کے زمرے میں شمار ہو کر اس کام کے کرنے کی صورت میں عورت کو ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں جب خاوند نے آئندہ جو نہ کہنے پر قسم اٹھائی اور رہائی کے بعد دوبارہ نکاح کیا تو شرط کے موجود ہونے کی وجہ سے بیوی کو ایک طلاق رجعی واقع ہو چکی ہے۔ اب خاوند کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنا جائز ہے، البتہ خاوند کے پاس آئندہ کے لیے دو طلاقیں کا اختیار باقی رہے گا۔

واللہ اعلم بالصواب:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق، وهذا بالانفاق. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً: اگر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔"



### غصہ میں تعلیق طلاق

سوال نمبر (179):

ایک آدمی نے غصہ کی حالت میں کہا کہ: "اگر میں سال کے آخر تک گھر آیا تو مجھ پر اپنی بیوی طلاق ہے" یعنی گھر نہیں آؤں گا۔ اب اگر وہ غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد گھر چلا جائے تو کیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟  
بیشوا تترجموا

الجواب وبالله التوفيق:

جیسے عام حالت میں طلاق معلق کرنے سے معلق ہوتی ہے ایسے ہی غصہ کی حالت میں معلق کرنے سے بھی معلق ہو جاتی ہے۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں جب مذکورہ شخص نے طلاق کو سال کے آخر تک گھر نہ آنے کے ساتھ معلق کیا ہے تو معینہ عدت سے قبل گھر جانے کی صورت میں شرط موجود ہو کر اس کی بیوی کو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، البتہ خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق ہوگا۔ اگر عدت میں رجوع نہ کرے تو عدت کے بعد تجدید نکاح ضروری ہوگا اور آئندہ کے لیے دو طلاقیں کا مالک رہے گا۔

والدکیل علی زللج:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“



### کسی خاص گھر کے داخل ہونے پر طلاق مغلظ کی تعلیق

سوال نمبر (180):

ایک شخص نے یوں کہا کہ: ”میں اپنی بیوی کے پاس اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، اگر میں داخل ہوا تو یہ عورت مجھ پر طلاق ہے“ پھر متصل یہ کہا کہ: ”اگر میں اس گھر میں داخل ہوا تو یہ عورت مجھ پر تین طلاق ہے“ دوسری بات پہلی بات کے لیے تفسیر کے طور پر کہی۔ اب خاوند بامر مجبوری اس گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ کیا کوئی ایسی تدبیر ہو سکتی ہے کہ خاوند طلاق مغلظ سے بچ جائے اور گھر میں بھی داخل ہو جائے۔

ببینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت مطہرہ کی زد سے جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص اُس معین کردہ گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی، البتہ اس سے خلاصی کے لیے یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ شوہر بیوی کو ایک طلاق بائن دے دے۔ عدت گزارنے کے بعد جب وہ آزاد ہو جائے تو یہ شخص اُس گھر میں داخل ہو جائے۔ اس سے شرط پوری ہو جائے گی لیکن طلاق کے لیے محل نہ ہونے کی وجہ سے شرط غیر مؤثر رہے گی۔ لہذا اسے طلاق واقع نہ ہوگی، عدت کے بعد تجدید نکاح کر کے بیوی کو اپنے



ہاں رکھ سکتا ہے، اس کے بعد جب بھی اس گھر میں داخل ہوگا طلاق واقع نہ ہوگی البتہ شوہر آئندہ کے لیے دو طلاقوں کا ایک رہے گا۔

واللہ اعلم بالصواب:

وإن وجد في غير الملك انحلت اليمين، بأن قال لامرأته: إن دخلت الدار، فأنت طالق، فطلقها قبل وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل اليمين، ولم يقع شيء. (۱)

ترجمہ:

ہاں اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی تو قسم ختم ہو جائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق ہے“ پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہو جائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔



### کئی آدمیوں کا طلاق کو معلق کرنا

سوال نمبر (181):

چند دوست ایک جگہ اکٹھے ہو کر آپس میں اس بات پر متفق ہو گئے کہ: ”ہم اس فلاں امیدوار کے خلاف ووٹ استعمال کریں گے، اگر ہم نے اس کے خلاف ووٹ استعمال نہیں کیا تو ہم سب پر اپنی بیویاں تین طلاقوں سے طلاق ہوں گی“ اور سب نے تین پتھر لے کر پھینک دیے۔ اب اس صورت میں طلاق کے وقوع کا کیا حکم ہے؟

بیٹھو اتو جھروا

الجواب وبالله التوفيق:

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر ان مذکورہ دوستوں نے کسی معین آدمی کے خلاف ووٹ استعمال کرنے کے ساتھ طلاق کو معلق کیا ہو تو ان میں سے اگر کسی نے بھی شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس مذکورہ امیدوار کے خلاف ووٹ استعمال نہیں کیا تو اس پر اپنی بیوی تین طلاقوں کے ساتھ مطلقہ مغلطہ ہو کر حرام ہوگی۔

والدليل على ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“



### بیوی کے بغیر اجازت گھر سے جانے پر طلاق معلق کرنا

سوال نمبر (182):

اگر ایک شخص اپنی بیوی کے بارے میں یوں کہہ دے: ”اگر میں گھر پہنچا اور میری بیوی پہلے کی طرح اب بھی میری اجازت کے بغیر والدین کے گھر گئی ہو تو وہ مجھ پر طلاق ہوگی اور اگر میں اس کے ساتھ ہم بستری کروں تو گویا اپنی ماں کے ساتھ ہم بستری کروں۔“ ان مذکورہ الفاظ سے بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ صورتِ مسئلہ میں اگر شوہر نے یہ الفاظ ”اگر میں گھر پہنچا اور میری بیوی پہلے کی طرح اب بھی میری اجازت کے بغیر والدین کے گھر گئی ہو تو وہ مجھ پر طلاق ہوگی اور اگر میں اس کے ساتھ ہم بستری کروں تو گویا اپنی ماں کے ساتھ ہم بستری کروں“ زبان سے ادا کیے ہوں اور شرط بھی پائی گئی ہو، یعنی اس کی بیوی اس کی اجازت کے بغیر والدین کے گھر جا چکی ہو تو پہلی قسم کے الفاظ سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی اور دوسری قسم کے الفاظ لغو ہیں، کیونکہ وہ بظاہر تاکید کے طور پر کہے ہیں، اس لیے اس کی بیوی کو ایک طلاقِ رجعی واقع ہوگی۔ البتہ خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق ہے۔ عدت کے بعد تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقیں کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“

لو قال إن وطئت وطئت أمي، فلا شيء عليه. (۲)

ترجمہ:

اگر مرد کہے: ”اگر میں نے تمہارے ساتھ ہم بستری کی تو یہ ایسے ہے، جیسے اپنی ماں کے ساتھ ہم بستری کروں“ اس پر کچھ واقع نہیں ہوگا۔



اگر ماں یا ماموں کے گھر نہ گئی تو تم مجھ پر تین طلاق ہو

سوال نمبر (183):

شوہر اور بیوی کی گھریلو معاملات کے بارے میں ٹیلی فون پر بحث تھی تو شوہر نے ٹیلی فون پر کہا کہ: ”اپنے ماموں یا ماں کے گھر چلی جاؤ“ بیوی نے انکار کر دیا، شوہر نے کہا کہ: ”اگر تم ماں یا ماموں کے گھر نہ گئی تو تم مجھ پر تین طلاق ہو“ اس کے بعد بیوی ماں کے گھر چلی گئی۔ اس صورت میں عورت کی طلاق واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟

بینوا وبنو

الجواب وبالله التوفيق:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے واقع ہونے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر شرط واقع نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۴۲۰/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی الظہار: ۵۰۷/۱

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے اپنی بیوی کی طلاق کو ماں یا ماموں کے گھر جانے کے ساتھ معلق کیا ہو اور یوں کہا ہو: ”اگر تم ماں یا ماموں کے گھر نہ گئی تو تم مجھ پر تین طلاق ہو“ اس کے بعد عورت اپنی ماں کے گھر چلی گئی تو طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ عورت کی طلاق کے لیے جو شرط مقرر کی گئی تھی، وہ پوری نہ ہوئی۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لا برأته إن دخلت الدار، فانت طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔



### طلاق کو ناجائز تعلقات رکھنے کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (184):

ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ: ”جب سے تم میرے گھر میں بیوی کی حیثیت سے آئی ہو، اس عرصہ میں اگر تم نے کسی سے ناجائز تعلقات قائم کیے ہوں اور اس میں تمہاری مرضی شامل ہو یا کسی نے تم سے بوسہ وغیرہ لیا ہو تو تمہیں طلاق ہو“ اور یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔ کیا اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ حالانکہ بیوی اس سے انکار کرتی ہے اور اب شوہر یہ الفاظ واپس لینا چاہتا ہے۔ شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

بینوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفيق:

مباح چیزوں میں سے طلاق سب سے قبیح ہے، اس لیے حتی الامکان طلاق دینے سے اجتناب کرنا چاہیے، تاہم اگر کہیں معقول وجوہ کی بنا پر طلاق دینے کی ضرورت پڑ بھی جائے تو ایک ہی طلاق پر اکتفا کیا جائے، تاکہ پشیمان ہونے کے بعد رجوع یا تجدید نکاح کی گنجائش باقی ہو۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی شوہر نے بیوی سے کہا ہو کہ: ”جب سے تم میرے گھر میں بیوی کی حیثیت سے

ہئی ہو، اس عرصہ میں اگر تم نے کسی سے ناجائز تعلقات قائم کیے ہوں اور اس میں تمہاری مرضی شامل ہو یا کسی نے تم سے بوسہ وغیرہ لیا ہو تو تمہیں طلاق ہو، اور تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے ہوں لیکن عورت ناجائز تعلقات کی نفی کرتی ہو اور اس کے ناجائز تعلقات پر کوئی دلیل بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں بر تقدیر صحت بیان طلاق واقع نہیں ہوتی اور خاوند کی لٹائی گئی شرط کے فقدان کی وجہ سے تعلیق طلاق لغو ہوگی۔

واللہ اعلم ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طائفة، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔



### کھانے میں شریک ہونے پر طلاق کی تعلیق

سوال نمبر (185):

ایک گھر میں دو بھائی رہتے ہیں۔ بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ: ”تم میرا کھاتے ہو“ تو چھوٹے بھائی نے کہا کہ: ”اگر آج کے بعد میں نے تمہارا کھانا کھایا“ اور تین پتھر پھینک کر کہا: ”تو مجھ پر ان تین پتھروں کے ساتھ بیوی طلاق ہے“ ابھی تک اس نے بڑے بھائی کا کھانا نہیں کھایا، جب کہ بڑا بھائی اس کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتا ہے۔ اب اس کے لیے کیا صورت اختیار کی جائے، اس کی وضاحت کریں۔

بیشواؤ صروا

الجواب وبالله التوفيق:

تین پتھروں کے ساتھ جب عدا اور طلاق پر تلفظ ہو تو شرعی نقطہ نظر سے اس کے ساتھ طلاق مغلظہ واقع ہوتی ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر تین پتھروں کے ساتھ خاوند نے یہ الفاظ کہے ہوں کہ ”اگر آج کے بعد میں نے تمہارا کھانا کھایا تو مجھ پر ان تین پتھروں کے ساتھ بیوی طلاق ہے“ تو اس صورت میں جب بھی اپنے بھائی کا کھانا کھائے گا تو اس کی بیوی تین طلاقتوں کے ساتھ مطلقہ مغلظہ ہو جائے گی۔ طلاق کے وقوع سے بچنے کی یہ تدبیر

اختیار کی جاسکتی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو طلاق بائن دے کر فارغ کر دے، عدت گزارنے کے بعد خاوند اپنے بڑے بھائی کا کھانا کھائے، چونکہ طلاق واقع ہونے کے لیے نکاح کا قائم ہونا ضروری ہے اور عدت گزارنے کے بعد بیوی خاوند کے نکاح میں نہ ہوگی اس لیے تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی، یوں قسم ختم ہو جائے گی۔ پھر خاوند تجدید نکاح کرے، اس کے بعد اگر وہ بڑے بھائی کا کھانا کھائے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ خاوند آئندہ کے لیے دو طلاقیں کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

وإن وجد في غير الملك انحلت اليمين، بأن قال لامرأته: إن دخلت الدار، فانت طالق، فطلقها قبل وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تحل اليمين، ولم يقع شيء. (۱)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی، تو قسم ختم ہو جائے گی، ہاں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق ہے“ پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہو جائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔



اگر یہ دکان فلاں نے کھولی تو میری بیوی کو طلاق ہے

سوال نمبر (186):

ذو آدمیوں کے مابین ایک دکان کے بارے میں بحث ہو رہی تھی کہ اس میں فلاں آدمی آئے گا اور دوسرے نے کہا کہ نہیں، بلکہ فلاں آدمی آئے گا (یعنی اس دکان میں کاروبار کے بارے میں اختلاف تھا) دونوں کے مابین اختلاف رائے کی وجہ سے ایک نے کہا کہ: ”اگر اس دکان میں فلاں شخص آئے تو میری بیوی کو طلاق“ یہ الفاظ اس نے تین مرتبہ دہرائے، اب اگر اس مذکورہ آدمی کے بیٹے نے دکان ڈالی تو کیا اس سے بھی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جب کہ باپ بیٹے کا کاروبار مشترک ہو۔

بینوا وبنو

الجواب وبالله التوفیر:

اگر کسی نے طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط واقع ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، اگر معلق طلاق تین ہوں تو تین طلاق کے وقوع کے بعد بیوی شوہر پر حرام ہوگی، البتہ شرط کی غیر موجودگی میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔  
 صورت مسئلہ میں آدمی کا یہ قسم اٹھانا کہ: ”اگر اس دکان میں فلاں شخص آئے تو میری بیوی کو طلاق“ اور ان کلمات کو تین مرتبہ دہرانا تین طلاقوں کو معلق کرنا ہے لہذا اس کے بعد اگر وہ شخص یہاں دکان ڈالے گا تو اس آدمی کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ نیز اگر باپ اور بیٹے کی صرف یہی ایک دکان ہو اور کاروبار مشترک ہو تو چونکہ مشترک کاروبار میں بیٹے کی ملکیت باپ کی شمار ہوتی ہے اور عرف میں بھی بیٹے کی نسبت باپ کی طرف کی جاتی ہے تو اس صورت میں اگر بیٹا دکان ڈالے گا تو وہ باپ ہی کی دکان شمار ہوگی، لہذا طلاق واقع ہوگی، لیکن اگر باپ بیٹے کا کاروبار الگ الگ ہو اور دکانیں بھی الگ ہوں تو بیٹے کی دکان ڈالنے سے تعلیق کرنے والا حادثہ نہ ہوگا، یعنی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

إذا اضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“

الاب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة، ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله لأب وإن كان

الابن في عياله؛ لكونه معيناً له. (۲)

ترجمہ:

باپ اور بیٹا دونوں ایک پیشہ میں کماتے ہوں اور ان دونوں کی ملکیت میں (الگ الگ) کچھ نہ ہو تو ساری کمائی باپ کی ہوگی، اگر بیٹا باپ کی کفالت میں ہو، کیونکہ بیٹا باپ کا مددگار ہوگا۔



(۱) الفنادی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۲۰

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الشركة، فصل فی الشركة الفاسدة: ۶/۵۰۲

## بیوی کو فون کرنے یا اس کے گھر سے اسے لانے پر تعلیق طلاق

سوال نمبر (187):

ایک شخص کی بیوی گھریلو تنازعہ کی وجہ سے ناراض ہو کر میسج چلی گئی۔ خاوند کئی مرتبہ اپنی بیوی کو لینے کے لیے سرے سرے گھر گیا، مگر بیوی نے جانے سے انکار کیا تو اس شخص نے غصہ کی وجہ سے بیوی کو کہا کہ: ”اگر میں دوبارہ آپ کو لینے آیا تو فون کیا تو مجھ پر طلاق ہے۔“ اب اگر کوئی دوسرا شخص عورت کو خاوند کے گھر لے آئے تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

بیشوا تاجروا

الجواب وبالله التوفیق :

اگر طلاق کو کسی شرط کے ساتھ مطلق کیا جائے تو شرط کے موجود ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ صورت مسئلہ میں اگر خاوند نے واقعی بیوی سے یوں کہا ہو کہ: ”اگر میں دوبارہ آپ کو لینے کے لیے آیا تو فون کیا تو مجھ پر طلاق ہے“ تو دونوں صورتوں میں بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ خاوند کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنا جائز ہوگا، لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس عورت کو خاوند کے گھر لے آئے تو شرط کے فقدان کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والسلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فأنت طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“





## طلاق مغلظ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (188):

ایک شخص نے اپنی سالی سے کہا کہ: ”نہ میں تمہارے گھر آؤں گا اور نہ تم ہمارے گھر آؤ گی، اگر تم ہمارے گھر آ گئی تو مجھ پر اپنی بیوی تین پتھروں سے طلاق ہوگی۔“ اب وہ شخص خود اسی سالی کے گھر چلا گیا اور اس نے سالی کو کھانے کی دعوت کے لیے اپنے گھر بھی بلایا، چنانچہ وہ اسی بہنوئی کے گھر دعوت پر چلی آئی۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بینوا و بنیروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر خاندان اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دے تو شرط پائے جانے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ صورتِ مسئلہ میں جب خاندان نے سالی سے یہ کہا کہ: ”نہ میں تمہارے گھر آؤں گا اور نہ تم ہمارے گھر آؤ گی، اگر تم ہمارے گھر آ گئی تو مجھ پر اپنی بیوی تین پتھروں سے طلاق ہوگی“ اور بعد میں واقعی وہ سالی ان کے گھر میں داخل ہو گئی تو اس سے اس کی بیوی کو تین طلاقیں واقع ہو گئی ہیں۔ اور وہ طلاق مغلظ کے ساتھ شوہر پر حرام ہو گئی ہے۔

والذیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“



## طلاق معلق میں استثنائ کی ایک صورت

سوال نمبر (189):

اگر ایک شخص بیوی کو کسی رشتہ دار کے گھر جانے سے منع کرنے کے لیے یہ کہے کہ: ”اگر تو چلی گئی تو تم میری بیوی

نہیں ہوگی۔“ چند منٹ گزرنے کے بعد اس نے کہا: ”میری اجازت کے بغیر“ یہ استناد درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کی بیوی رشتہ داروں کے گھر چلی گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟ جب کہ شوہر کی ان الفاظ کے کہنے سے طلاق کی نیت نہیں تھی۔  
بہنو اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

استثنا کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ کلام کے ساتھ متصل ہو چنانچہ استثنا جب کلام سے متصل ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا صورت مسئلہ میں اس شخص نے جب اپنی بیوی سے کہا کہ: ”اگر تو چلی گئی تو تم میری بیوی نہیں ہوگی“ اس کے بعد اختیاری طور پر سکوت اختیار کی، چاہے ایک منٹ کے لیے کیوں نہ ہو تو اس سکوت کے بعد ماقبل کلام سے یہ استثنا کرنا کہ ”میری اجازت کے بغیر“ اس کا اعتبار نہیں، بلکہ پہلے کلام کا اعتبار کیا جائے گا، لہذا خاتوند کا یہ استثنا درست نہیں، کیونکہ استثنا کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ ماقبل کلام کے ساتھ متصل ہو، البتہ اس کے الفاظ: ”تو میری بیوی نہیں ہوگی“ صرف ہی طلاق کے الفاظ نہیں، اس لیے اس میں نیت کا ہونا ضروری ہے، طلاق کی نیت موجود ہونے کی صورت میں اس وقت طلاق رجعی واقع ہوگی جب عورت اپنے اس رشتہ دار کے گھر جائے گی، ورنہ طلاق نہیں ہوگی۔ اور اگر شوہر نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی، ہو اور عورت رشتہ دار کے گھر چلی جائے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذالک:

ولو قال لامرأته لست لی بامرأة، أو قال لہما ما أنا بزوجک، أو مثل، فقیل لہ حل لک امرأة؟ فقال لا، فإن قال أردت بہ الکذب بصدق نسی الرضاء والغضب جميعاً، ولا يقع الطلاق، وإن قال نويت الطلاق يقع الطلاق فی قول أبي حنيفة (۱)

ترجمہ: اور اگر اپنی بیوی سے کہے کہ: ”تو میری بیوی نہیں ہے“ یا اس کو کہے کہ: ”میں تیرا شوہر نہیں ہوں“ یا اس سے سوال کیا گیا، کہا گیا کہ: ”کیا تیری بیوی ہے؟“ تو اس نے کہا: ”نہیں“ اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بولنے کا ارادہ کیا تو حالت رضا اور غصے دونوں میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر کہے کہ میں نے

طلاق کی نیت کی تھی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس سے طلاق واقع ہوگی۔



### طلاق کو قرض کی ادائیگی کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (190):

ایک شخص کئی لوگوں کا مقروض ہے۔ جب قرض خواہ چیموں کا مطالبہ کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ اگر فلاں تاریخ تک قرض ادا نہ کیا تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو، جب کہ بعد میں قرض ادا نہیں کرتا اور ہر بار ایسا کرتا ہے۔ شرعاً اس شخص کے طلاق کا کیا حکم ہے؟

بینو تنویراً

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی مقروض شخص قرض خواہ سے کہے کہ: ”اگر فلاں تاریخ یا دن تک میں نے آپ کا قرض ادا نہ کیا تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہوگی“ تو مقررہ دن تک قرض ادا نہ کرنے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ اب اگر شوہر اس بیوی کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو عدت کے اندر اندر بغیر تجدید نکاح کے رجوع کر سکتا ہے۔ اس کے بعد شوہر دو طلاقیوں کا مالک رہے گا۔ اس کے بعد اگر شوہر نے دوسری دفعہ مطلق کو شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں دوسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور عدت کے اندر اندر بغیر تجدید نکاح کے رجوع کر سکتا ہے، البتہ تیسری دفعہ خاتمہ کا طلاق کو معلق کرنے سے اگر شرط پائی گئی تو اس سے تیسری طلاق واقع ہو کر صورت مطلقہ مغلظہ رہے گی اور شوہر کے لیے بیوی اپنے پاس رکھ کر از دواچی زندگی برقرار رکھنا شرعاً حرام اور ناجائز ہوگا۔

والسبیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَتَّبِعَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾. (۲)

(۲) البقرة/۲۳۰

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، باب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۴۲۰

ترجمہ: اگر اس (دو طلاقیں یا ایک طلاق اور خلع) کے بعد طلاق دے دے تو اس کے لیے پہلا شوہر جائز نہیں، جب تک دوسرے آدمی سے نکاح نہ کر لے۔



### فریقین کی مصالحت نہ کرنے پر تعلیق طلاق

سوال نمبر (191):

دو فریقین کے مابین جھگڑا تھا۔ دونوں کے مابین صلح کرانے کی غرض سے تیسرے فریق نے صلح کے لیے کوششیں کیں، لیکن کامیابی نہ ہوئی، اس ناامیدی پر تیسرے فریق نے کہا: ”جب تک یہ دونوں صلح نہیں کریں گے، ہم ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ صلح نہ کرنے کے باوجود اگر ہم نے ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق رکھا تو ہم پر اپنی بیویاں طلاق ہوں گی۔“ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی؟

بینوا ۱۲۰ ج ۱

الجواب وبالله التوفیق:

فریقین کے مابین اختلافات ختم کرنے کی غرض سے جب تیسرا فریق ان کے درمیان صلح کرنے میں ناکام ہوا اور فریق ثالث نے اس ناامیدی کے پیش نظر طلاق کو ان کے صلح کے ساتھ معلق کیا اور یوں کہا کہ: ”جب تک یہ دونوں صلح نہیں کریں گے، ہم ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ صلح نہ کرنے کے باوجود اگر ہم نے ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق رکھا تو ہم پر اپنی بیویاں طلاق ہوں گی۔“ مذکورہ الفاظ کہنے پر کوئی طلاق کسی پر واقع نہیں ہوئی۔ البتہ مصالحت کنندگان میں سے جس نے یہ الفاظ کہے ہوں یا جس نے اس کی تائید کر کے آمادگی ظاہر کی ہو تو ان کے حق میں یمین منعقد ہوگئی۔ لہذا اگر فریقین آپس میں مصالحت نہ کریں اور اس کے باوجود فریق ثالث ان کے ساتھ تعلقات رکھے تو اس کی بیوی کو ایک طلاق ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

وفد معروف في عرفنا في الحلف: الطلاق يلزمي لأفعل كذا: يريد إن فعلته لزوم الطلاق ورفع،

فيجب أن يحري عليهم لأنه صار بمنزلة قوله: إن فعلت فأنت طالق. (۱)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۱۶۵/۴

ترجمہ:

اور ہمارے عرف میں یہ حلف متعارف ہے کہ مجھ پر طلاق لازم ہو کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو طلاق لازم ہو جائے۔ لہذا اس طلاق کے وقوع کا حکم جاری کرنا ضروری ہونا چاہیے، کیونکہ یہ گویا ایسا ہے، جیسا کہ وہ کہے: ”اگر میں نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے“



اگر فلاں سے کوئی چیز مفت لی ہو تو مجھ پر میری بیوی تین طلاق

سوال نمبر (192):

ایک شخص نے دو عاقل گواہوں کے سامنے یہ قسم اٹھائی کہ: ”اگر اس نے فلاں شخص سے کوئی بھی چیز مفت لی ہو تو مجھ پر میری بیوی تین دفعہ طلاق ہو“ جب کہ اس نے بعد میں اعتراف کیا کہ اس نے میرا لحاظ کر کے کچھ چیزیں مفت دی ہیں، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بہنو! توجہ کرو!

الجواب وبالله التوفیق:

جب کہ اس شخص نے فلاں سے کوئی بھی چیز مفت لینے پر تین طلاقیں کو مطلق کیا ہے اور پھر خود ہی اعتراف بھی کیا ہے کہ اس نے اس شخص سے کچھ چیزیں مفت لی ہیں تو اس کی بیوی پر تینوں طلاق واقع ہو گئی ہیں۔

والدلیل علی ذلک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔



## تلاں گھرانے میں بیٹی کی شادی کرائی تو بیوی کو طلاق

سوال نمبر (193):

ایک شخص کی بیٹی کا رشتہ مرضی سے طے پا گیا۔ رخصتی سے پہلے دونوں کے مابین اچھے تعلقات تھے، لیکن کچھ عرصہ بعد دونوں کے تعلقات خراب ہوئے تو اس نے کہا کہ: "اگر میں نے بیٹی کی رخصتی ان لوگوں کے گھر میں کر دی تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہوگی" اور یہ جملہ اس نے تین بار کہا ہے، لیکن اب تعلقات پھر سے اچھے ہوئے ہیں۔ اب اگر یہ شخص بیٹی کی رخصتی کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟ اور کیا طلاق سے بچنے کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟

بیتناؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

جب بھی یہ شخص اپنی بیٹی کی رخصتی ان لوگوں کے ہاں کرے گا تو اس کی بیوی تین طلاقیں کے ساتھ مغلط ہو جائے گی۔

البتہ طلاق مغلط سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس شخص کے علاوہ کوئی اور اس کی رخصتی کرائے اور یہ شخص صراحتاً کوئی اجازت نہ دے۔ ایسی صورت میں بیٹی کا نکاح بھی اُسی گھرانے سے ہو جائے گا اور اس کی بیوی کو طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔



## کسی سے تعلق نہ رکھنے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال نمبر (194):

زید اور عمرو دو دوست ہیں۔ زید نے عمرو سے کہا کہ: ”تم اگر اپنے خالہ زاد بھائی بکر کے ساتھ چلے پھرے تو میں آپ کے ساتھ نہیں پھروں گا، ورنہ میری بیوی کو تین طلاق ہوگی“، حالانکہ عمرو اپنے خالہ زاد بھائی سے تعلق قائم کیے ہوئے ہے اور اس کے غم و خوشی میں شریک ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بات چیت وغیرہ بھی کرتا رہتا ہے، اس کے باوجود زید عمرو کے ساتھ چلتا پھرتا ہے تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

بینوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق:

درحقیقت کسی کے ساتھ چلنا پھرنا یا گھومنا ایسے تعلقات سے عبارت ہے جس سے خلوت و جلوت میں رہنا مراد ہو۔ عرف میں اس کا دائرہ خاص ہے۔ اس سے وہ حقیقت مراد لی جاتی ہے جس میں قسم کھاتے وقت اس شخص کے جذبہ کا ظہور ہوتا ہے، یعنی ایسے تعلقات جن سے کہیں بدنامی کا شبہ پیدا ہوتا ہو، جب کہ راہ میں ملتے وقت سلام کلام کرنا کسی رشتہ دار کے گھر جا کر ملاقات کے وقت باتیں کرنا اس میں داخل نہیں، اس لیے اس سے حٹ لازم نہیں آتا، البتہ اگر وہ خاص تعلق قائم رکھا گیا جس سے منع کیا گیا تھا تو اس سے حٹ لازم ہوگا۔ لہذا مسئلہ صورت میں اگر عمرو نے اپنے خالہ زاد کے ساتھ تعلقات قائم رکھے اور پھر بھی زید عمرو کے ساتھ چلتا پھرتا رہا تو زید کی بیوی کو تین طلاق واقع ہوں گی، بشرط یہ کہ تعلقات اس حد تک پہنچ گئے ہوں جس کا قسم اٹھانے والے نے اظہار کیا تھا۔

والدلیل علی ذالک:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی۔

رجل اتهم بصبی، فقيل له إن فلانا يقول رأيتہ یسرمعه، فقال إن رأی أسرمعه، فامرأته طالق،

وفدراء قد ساره في أمر آخر، رجوت أن لا یحنت. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۴۲۰/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۴۲۳/۱

ترجمہ: ایک آدمی پر کسی بچے کے بارے میں تہمت لگائی گئی۔ پس اس سے کہا گیا کہ: "تو اس آدمی سے کہتا ہے کہ میں نے اسے بچے کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔" پس وہ کہے کہ: "اگر اس نے مجھے بچے کے ساتھ سرگوشیاں کرتے ہوئے دیکھا ہو تو اس کی بیوی کو طلاق" اور اس نے اس کو دوسرے معاملے میں سرگوشیاں کرتے دیکھا۔ تو مجھے امید ہے کہ وہ حادثہ نہیں ہوگا۔



### طلاق کنائی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (195):

ایک آدمی کی سالے سے لڑائی ہوئی اور غصہ میں گھرا آیا تو اپنی بیوی سے کہا کہ: "اگر تو اپنے بھائی سے ملی تو میری طرف سے نارغ ہوگی۔" آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ نیز اس میں طلاق کی نیت ہونے یا نہ ہونے سے کیا کچھ فرق پڑتا ہے؟

پیشوا انجمن دہلی

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو صریح الفاظ کی بجائے ایسے محتمل الفاظ کہے جن میں طلاق کا مطلب بھی بن سکتا ہو اور طلاق کے سوا دوسرے معنی بھی نکل سکتے ہوں جو کنائی الفاظ کہلاتے ہیں تو اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کرے طلاق یا حالت غضب میں ایسا کلام صادر ہوا ہو تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی، ورنہ نہیں۔

صورتِ مسئلہ میں خاوند کے الفاظ "اگر تو اپنے بھائی سے ملی تو میری طرف سے نارغ ہوگی" چونکہ کنائی الفاظ میں سے ہیں، اس لیے شرط (بیوی کے بھائی سے ملنے) تحقق ہونے کی صورت میں گزشتہ امور (طلاق کی نیت، یا نہ کرے طلاق) میں سے کوئی ایک اگر پائی جائے تو عورت کو ایک طلاق بائن ہو جائے گی جس کے بعد تجدید نکاح ناگزیر ہے، چاہے عدت سے قبل ہو یا عدت کے بعد، البتہ خاوند کے پاس مزید دو طلاقیں کا اختیار باقی رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

الکنايات (لا تطلق بها) فضاء (إلا بالنية أو دلالة الحال). (۱)



کنائی الفاظ سے نیت اور ولایت حال کے بغیر قضاء طلاق واقع نہیں ہوتی۔



## ”زہ بہ زن طلاق یم“ سے معلق طلاق کا وقوع

سوال نمبر (196):

ایک شخص کے گھر والوں نے جب اس کے سامنے کھانا رکھا تو اس کو پسند نہیں آیا اور کہنے لگا: ”کہ نازما  
مخکے داسے روٹے کب خود لہ نوزہ بہ زن طلاق یم (اگر تم نے میرے سامنے ایسا کھانا رکھا تو میں بیوی کو طلاق  
دینے والا ہوں گا) کیا ان الفاظ سے طلاق معلق ہوئی ہے؟ اگر اس کے ساتھ پشتو کا لفظ (بہ) نہ ہو تو پھر کیا حکم ہوگا؟ اس  
میں پشتو کے چند مصطلح الفاظ (جن سے طلاق معلق ہوتی ہے) بیان کیے جائیں تو بہت مفید ہوگا۔

بینوا نذہروا

الجواب وبالله التوفیق :

طلاق اگرچہ جائز ہے، لیکن مباح چیزوں میں سب سے زیادہ قبیح ہے، اس لیے حتی الوسع اس سے گریز کرنا  
چاہیے۔ تاہم اگر ازدواجی تعلقات خوشگوار نہ ہوں تو پھر طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں۔ طلاق کی دو قسمیں ہیں: طلاق  
صریحہ: ایسے الفاظ سے طلاق دینا جو طلاق میں صریح ہوں اور طلاق کے علاوہ میں استعمال نہ ہوتے ہوں۔ دوسری قسم  
الفاظ کنائی ہیں، جو طلاق کے لیے بھی استعمال ہوتے ہوں اور غیر طلاق کے لیے بھی۔ یہ الفاظ وقوع میں نیت کے محتاج  
ہوتے ہیں۔

صورتِ مسئلہ میں ”زن طلاق“ کا لفظ پشتو زبان میں عام اور غالب طور پر گالی کے لیے استعمال ہوتا ہے،  
طلاق کے لیے نہیں۔ عرف میں اس کو طلاق کے لیے نہیں بولا جاتا، اس لیے یہ کنایہ کے زمرے میں آتا ہے، چنانچہ اگر  
مذکورہ شخص کی نیت یہ الفاظ کہتے وقت طلاق دینے کی تھی تو ایک طلاق بائن معلق ہوگی، ورنہ نہیں۔

پشتو زبان میں لفظ (بہ) مستقبل کے لیے استعمال ہوتا ہے، جملہ مذکورہ میں اگر لفظ (بہ) نہ ہو تو جملہ حالیہ کا  
مفہوم دے گا۔ پشتو زبان میں طلاق کی تعلیق کی مثالیں جیسے: (۱) کہ چرتہ کورنہ داخلہ شوے نو تہ بہ طلاقہ ئے۔

(۲) تہ طلاقہ ئے کہ چرتہ زما داجازت نہ بغیر بھر تہ لائے۔

والدلیل علی ذلک:

والفاظ الشرط: إن، وإذا، وإذما، وكل، وكلما ..... إذا وجد الشرط، انحلت الميعن  
وانتهت. (۱)

ترجمہ:

اور شرط کے الفاظ: إن، إذا، وإذما، كل اور كلما ہیں۔۔۔۔۔ جب شرط موجود ہو تو طلاق واقع ہو کر حرم  
ختم اور پوری ہوگی۔

(الطلاق علی ضربین: صریح و کنایہ..... ولو قال أنت مطلقہ) بتسکین الطاء (لا یكون طلاقاً  
إلا بالنية) لأنها غیر مستعملة فیہ عرفاً، فلم یکن صریحاً. (۲)

ترجمہ: طلاق دو قسم پر ہے صریح اور کنایہ۔۔۔۔۔ مگر طلاق کو سکون دے کر ”أنت مطلقہ“ کہے تو طلاق واقع نہیں  
ہوگی، مگر نیت کے ساتھ، کیونکہ یہ لفظ معنی طلاق میں عرفاً مستعمل نہیں ہے، پس یہ صریحی نہیں ہوگی۔



نکاح سے پہلے کسی کام کے کرنے سے طلاق کو معلق کرنا

سوال نمبر (197):

ایک شخص جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی، اس نے کہا کہ: ”اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی کو تمام عمر  
طلاق“ اب اس آدمی نے وہ کام کر لیا ہے تو کیا آئندہ جب بھی وہ نکاح کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی  
یا نہیں؟

بیٹو! اتنا جروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق اس قید یا پابندی اٹھانے کا نام ہے جو شرعی نکاح کے ساتھ ثابت ہوئی ہو، اس لیے اگر کوئی شخص نکاح  
سے پہلے ہی معلق یا منجر طلاق کے الفاظ استعمال کرتا ہے تو اس سے اس کی آئندہ نکاح میں آنے والی عورت کو طلاق نہیں

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، باب الرابع فی الطلاق بالشرط بالفصل الأول: ۱/۲۱۵

(۲) الہدایہ، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۲/۳۷۸

ہوگی، ہاں اگر یہ آدمی طلاق کے الفاظ بولتے وقت طلاق کی نسبت اپنی ملک کی طرف کرے، یعنی یوں کہے کہ: "اگر میں نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق" تو اس صورت میں نکاح کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی۔  
 صورتِ مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص نے اپنی ملک کی طرف نسبت کیے بغیر یوں کہا ہو کہ "اگر فلاں کام کروں تو میری بیوی کو تمام عمر طلاق" تو اس شرط کے وقوع کے بعد جب بھی وہ نکاح کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق واقع نہ ہوگی۔  
 والتکلیل علی ذلک:

وإذا أضاف الطلاق إلى النكاح، وقع عقيب النكاح..... وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً..... ولا تصح إضافة الطلاق إلا أن يكون الحالف مالکاً، أو يضيفه إلى ملك. (۱)  
 ترجمہ:

اور جب طلاق کو منسوب کیا نکاح کی طرف تو طلاق نکاح کے بعد واقع ہوگی۔۔۔۔۔ اگر شرط کی طرف طلاق کی اضافت کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق واقع ہو جائے گی۔۔۔۔۔ اور طلاق کی اضافت صحیح نہیں، مگر یہ کہ قسم اٹھانے والا مالک ہو یا وہ ملک کی طرف اضافت کرے۔



### شادی سے پہلے مریض کو ہاتھ لگانے سے طلاق معاق کرنا

سوال نمبر (198):

ایک شخص پیٹے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہے اور اس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی۔ ایک دن ڈیوٹی کے دوران طیش میں آکر اس نے کہا کہ: "اگر میں فلاں قسم کے مریض کو ہاتھ بھی لگاؤں تو پوری زندگی میری بیوی مجھ پر حرام ہے"۔ کیا اس صورت میں اس کی طلاق واقع ہوگی، جب کہ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی ہے۔

جینوا نوجرو

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق اس قید یا پابندی اٹھانے کا نام ہے جو شرعی نکاح کے ساتھ ثابت ہوئی ہو، اس لیے اگر کوئی شخص نکاح

سے قبل ہی طلاق کسی شرط سے مشروط کر دے یا مطلق طلاق دے تو اس سے اس کے آئندہ نکاح میں آنے والی عورت کو طلاق نہیں ہوگی، جب تک کہ یہ آدمی اس طرح الفاظ بولتے وقت طلاق کی نسبت نکاح کی طرف نہ کرے، یعنی یوں کہے کہ: "اگر میں نکاح کر دوں تو میری بیوی کو طلاق"۔

صورتِ مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص نے اپنے ملک کی طرف نسبت کیے بغیر یوں کہا ہو کہ: "اگر فلاں قسم کے مرتضیٰ کو ہاتھ بھی لگاؤں تو پوری زندگی میری بیوی مجھ پر حرام ہے" تو شرط کے وقوع کے بعد جب بھی وہ نکاح کرے گا تو اس کی بیوی کو طلاق واقع نہ ہوگی، کیوں کہ اس نے نکاح کی طرف نسبت نہیں کی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

وإذا أضاف الطلاق إلى النكاح، وقع عقيب النكاح..... وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب

الشرط اتفاقاً..... ولا تصح إضافة الطلاق إلا أن يكون الحالف مالکاً، أو يضيفه إلى ملك. (۱)

ترجمہ: اور جب طلاق کو منسوب کیا نکاح کی طرف تو طلاق نکاح کے بعد واقع ہوگی۔۔۔۔۔ اگر شرط کی طرف طلاق کی اضافت کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق واقع ہو جائے گی۔۔۔۔۔ اور طلاق کی اضافت صحیح نہیں مگر یہ کہ قسم اٹھانے والا مالک ہو یا وہ ملک کی طرف اضافت کرے۔



## اگر اس گاڑی میں بیٹھا تو میری بیوی کو طلاق

سوال نمبر (199):

ایک شخص اپنے دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگا رہا تھا، اسی مجلس میں کسی بات پر بحث و تکرار ہوئی تو اس نے کہا کہ: "اگر میں اس گاڑی میں بیٹھ گیا تو میری بیوی کو طلاق"، پھر وہی گاڑی اس نے تین دن چلائی۔ آیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟

بیشواؤ جہودا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق کو اگر شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص نے متعین کاڑی میں بیٹھنے پر اپنی بیوی کی طلاق طلق کر دی ہو پھر اسی کاڑی میں بیٹھ چکا ہو تو اس کی بیوی کو طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے۔ عدت گزرنے سے پہلے پہلے خاندان غیر تجدید نکاح کے رجوع کر سکتا ہے۔ جب کہ عدت میں رجوع نہ کرنے کی صورت میں عورت پابند ہو جائے گی لہذا پھر تجدید نکاح ضروری ہوگا۔ اور دونوں صورتوں میں مزید دو طلاقیں کا مالک رہے گا۔

واللہ اعلم بالصواب:

إذا أضافہ إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔"

بغیر تعین کے کسی ایک بیوی کو معلق طلاق دینا

سوال نمبر (200):

ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، ایک دفعہ اس نے مطلقاً کہا: "اگر میں نے فلاں کام کیا تو مجھ پر بیوی طلاق ہوگی" اس نے کسی ایک بیوی کو متعین نہیں کیا تھا۔ اب اس کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوتی ہے تو کون سی بیوی کو طلاق ہوگی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق کو اگر شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اگر اس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ بغیر کسی تعین کے طلاق کو معلق کرے تو شرط کے پائے جانے سے ایک بیوی طلاق ہو جائے گی اور اس کو اختیار حاصل ہوگا کہ جس کی طرف چاہے طلاق کی نسبت کرے۔

صورت مسئلہ میں جب خاندان نے طلاق کی تعلیق کسی کام کے ساتھ کی ہے تو وہ کام کرنے کی صورت میں اس پر ایک بیوی طلاق رجعی کے ساتھ مطلقہ ہوگی۔ خاندان کے تعین کے ساتھ ایک عورت مطلقہ ہوگی، تاہم عدت کے اندر خاندان رجوع کر سکتا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

ولو قال امرأتی طالق، وله امرأتان، أو ثلاث، تطلق واحدة منهن، وله خيار التعمین. (۱)

ترجمہ:

اگر کہے کہ: ”میری بیوی کو طلاق ہے“ اور اس کی دو یا تین بیویاں ہیں تو ان میں سے ایک کو طلاق واقع ہوگی۔  
اور اسے ایک کو متعین کرنے کا اختیار ہوگا۔



### تعلیق طلاق میں ملک زوجیت کا ہونا

سوال نمبر (201):

ایک شخص نے شادی نہیں کی، لیکن وہ ایک حرام کام میں مبتلا تھا، جس سے منع ہونے کے لیے اس نے کہا کہ: ”اگر میں نے دوبارہ یہ غلط حرکت کی تو مجھ پر میری بیوی کلمہ سے طلاق ہو“۔ ایک دن لیٹا اس سے پھر وہ حرام کام سرزد ہو گیا۔ کیا اس صورت میں اس کی خنان واقع ہوگئی یا نہیں؟

بیٹھو انو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی فعل کے ساتھ معلق کرے تو اس فعل کے کرنے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ طلاق قبل النکاح میں اضافت الی النکاح اور ملک زوجیت کا ہونا ضروری ہے، اگر نہ تو نکاح ہوا اور نہ ہی طلاق کی اضافت ملک کی طرف ہو تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورت مسئلہ میں اس شخص کا جملہ کہ: ”اگر میں نے دوبارہ یہ غلط حرکت کی تو مجھ پر بیوی کلمہ سے طلاق ہو“ بیان کے مطابق چونکہ وہ شادی شدہ نہیں اور نہ ہی اس نے ملک کی طرف اضافت کی ہے، اس لیے حث کی صورت میں بھی طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ حرام کام کے ارتکاب سے توبہ واجب ہو کر آئندہ اس سے مکمل اجتناب کرے۔

والذیل علی ذلك:

وإذا أضاف الطلاق إلى النكاح، وقع عقيب النكاح..... وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً..... ولا تصح إضافة الطلاق إلا أن يكون الحالف مالکاً، أو يضيفه إلى ملك. (۱)

ترجمہ:

اور جب نکاح کی طرف طلاق کو منسوب کیا تو طلاق نکاح کے بعد واقع ہوگی۔۔۔۔۔ اگر شرط کی طرف طلاق کی اضافت کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق واقع ہو جائے گی۔۔۔۔۔ اور طلاق کی اضافت صحیح نہیں مگر یہ کہ قسم اٹھانے والا مالک ہو یا وہ ملک کی طرف اضافت کرے۔



### طلاق کی شرط میں اختلاف

سوال نمبر (202):

ایک کمرے میں دو ساتھی تھے۔ باہر سے ایک آدمی اندر آ گیا اور کمرے سے ریڈیو اٹھا کر لے گیا، ریڈیو کے مالک نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ: ”ریڈیو تمہارے پاس ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ: ”نہیں“ مالک کے اصرار پر اس نے کہا کہ: ”اگر ریڈیو میرے پاس ہو تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہو“ اس کے چند دنوں بعد اس نے وہ ریڈیو پہلے شخص سے چھین کر مالک کے حوالے کیا۔ اب ایک دوسرے ساتھی نے، جس نے اس کی بات سنی تھی، اس کے سر سے کہا کہ اس نے طلاق دی ہے اور ریڈیو بھی اس کے پاس موجود تھا، حالانکہ طلاق دہندہ حلفیہ کہتا ہے کہ طلاق کے الفاظ کہتے وقت اس کے پاس ریڈیو نہیں تھا، بلکہ بعد میں حاصل کیا تھا اب ایسی صورت میں اس کی بیوی کو طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

جیتو اتھرو

الجواب وبالله التوفيق :

صورت مذکورہ میں اگر واقعی اس شخص نے یہ الفاظ کہے ہوں کہ: ”اگر ریڈیو میرے پاس ہو تو میری بیوی مجھ پر

طلاق ہو اور واقعی ریڈیو اس وقت اس کے پاس موجود نہ تھا تو اس کی بات کا اعتبار ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی تاہم اگر اس کے پاس اس وقت جب اس نے طلاق کے الفاظ کہے، ریڈیو موجود تھا تو ایسی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ طلاق رجعی کے وقوع کے بعد اگر خاوند عدت کے اندر رجوع کرے تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں رہتی، البتہ اگر عدت میں رجوع نہ کرے تو عدت گزرنے کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے۔

والدليل على ذلك:

وان اختلفا في وجود الشرط، فالقول له إلا إذا برهنت، (۱)

ترجمہ:

اور اگر شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے۔

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت  
... وهذا بالاتفاق. (۲)

ترجمہ:

اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“



## پاپڑ مشین پر کام کے ساتھ طلاق معلق کرنا

سوال نمبر (203):

ایک شخص مشین پر بطور کار گیر کام کیا کرتا تھا، اس نے غصہ میں آکر اپنے مزدوروں سے یوں کہا کہ: ”اگر میں نے آئندہ کے لیے پاپڑ مشین پر کام کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے“ یہ جملہ اس نے تین بار کہا تو کیا اس کے بعد وہ کسی

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۲۲۲

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط: ۱/۲۲۰



دوسرے شخص کے ساتھ بطور مزدور کام کر سکتا ہے؟

بینوا وبنوا

الجواب وبالله التوفیق :

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق کا وقوع یقینی ہے اور اگر شرط پوری نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے طلاق کو پاپڑ مشین کے کاروبار کے ساتھ معلق کر کے یہ کہا ہو کہ: ”اگر میں نے آئندہ کے لیے پاپڑ مشین پر کام کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے“ تو ایسی صورت میں پاپڑ کی مشین چلانے سے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، البتہ اگر دوسرے آدمی کے ساتھ بطور مزدور پاپڑ کا کاروبار کرے تو اس میں گنجائش پائی جاتی ہے، بشرط یہ کہ سابقہ جملہ سے اس کا مطلب یہ ہو کہ میں بطور استاد کام نہیں کروں گا اور اگر مقصد اس کا یہ تھا کہ بالکل یہ کام ہی آئندہ کے لیے نہیں کروں گا تو پھر کسی کے ساتھ بطور مزدور بھی کام نہیں کر سکتا اور چونکہ اس نے تین بار کہا ہے، اس لیے شرط موجود ہونے کی صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی جس سے عورت مطلقہ مغالطہ ہو کر خاوند کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق، وهذا بالاتفاق. (۱)

ترجمہ: اگر اس کو شرط کی طرف منسوب کرے تو شرط کے بعد بالاتفاق (طلاق) واقع ہو جائے گی، مثلاً وہ اپنی بیوی سے یہ کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“



اگر چچا کے گھر گئی تو تین پتھروں سے طلاق

سوال نمبر (204):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ: ”اگر تم اپنے چچا کے گھر چلی گئی تو تم مجھ پر اسی وقت ایک، دو، تین پتھروں سے

طلاق ہو اس کی عورت ابھی تک چچا کے گھر نہیں گئی ہے۔ عورت اب حاملہ ہے اور خاوند اپنے الفاظ پر قائم ہے۔ عورت چچا کے گھر جانا چاہتی ہے۔ کیا اس سے اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی یا کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ جس سے عورت چچا کے گھر چلی جائے اور اس کی طلاق واقع نہ ہو۔

بیشوا نژہرا

الجواب وبالله التوفیق :

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق کا وقوع یقینی ہے اور اگر شرط پوری نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

صورت مسئلہ میں خاوند کے الفاظ تعلیق پر دلالت کرتے ہیں، لہذا جب بھی عورت چچا کے گھر جائے گی تو تینوں طلاقیں واقع ہو کر عورت مطلقہ مغلظہ رہے گی، البتہ تین طلاق سے بچنے کے لیے یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ عورت کو ایک طلاق بائن دی جائے اور جب وضع حمل ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی، اس کے بعد وہ اپنے چچا کے گھر چلی جائے، کیونکہ اب وہ اس کے نکاح میں نہیں رہی لہذا طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے بعد میاں بیوی تجدید نکاح کریں، پھر جب بھی چچا کے گھر جائے گی تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں شوہر آئندہ کے لیے دو طلاق کا مالک رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

وإن وجد فی غیر المملک انحلت الیمین، بأن قال لامراته: إن دخلت الدار، فانت طالق، فطلقها

قبل وجود الشرط، ومضت العدة، ثم دخلت الدار، تنحل الیمین، ولم يقع شیء. (۱)

ترجمہ:

پس اگر شرط غیر ملک میں پائی گئی تو قسم ختم ہو جائے گی، بایں طور کہ بیوی سے کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق ہے“ پھر وہ شخص اس کو شرط کے پائے جانے سے پہلے طلاق دے دے اور عدت بھی پوری ہو جائے، پھر وہ عورت گھر میں داخل ہو جائے تو قسم ختم ہو جائے گی اور کچھ واقع نہ ہوگا۔



## خاص لڑکی سے نکاح نہ ہونے کی صورت میں تعلیق طلاق

سوال نمبر (205):

ایک شخص کو شادی سے پہلے ایک لڑکی پسند تھی، لیکن والدین نے اس کا نکاح کسی دوسری لڑکی سے کرایا، اب اس کی رخصتی بھی ہو گئی ہے، لیکن لڑکے نے ایک دن با وضو ہو کر قرآن سنانے رکھ کر اپنی بہن سے کہا کہ: ”اگر میں نے اس لڑکی سے جو مجھے پسند ہے، شادی نہیں کی تو مجھ پر اپنی بیوی طلاق ہے، طلاق ہے“ اب وہ شخص نادام ہے۔ کیا اس لڑکی سے شادی نہ کرنے پر طلاق واقع ہوگی؟

بیٹو! توجرو!

الجواب وبالله التوفیق:

صورت مسئلہ میں خاوند نے جب طلاق کو کسی متعین عورت سے نکاح نہ کرنے کے ساتھ معلق کیا ہے تو جب تک نکاح کرنے کا احتمال باقی ہوگا، طلاق واقع نہ ہوگی، چونکہ مذکورہ شخص کا نکاح مذکورہ عورت سے موت سے پہلے کسی وقت ممکن ہے، لہذا فی الحال اس عورت سے نکاح نہ ہونے کی وجہ سے شرط پوری نہ ہوگی، لہذا طلاق بھی واقع نہ ہوگی البتہ مذکورہ عورت کے فوت ہو جانے کے ساتھ یا یہ آدمی خود فوت ہو جائے تو طلاق کی شرط (متعین عورت سے نکاح نہ کرنا) پوری ہونے کی وجہ سے دو طلاق واقع ہو جائیں گی۔

والدلیل علی ذلك:

قال ابن عابدین: تحت قوله: (ولو حلف لیفعلنہ برمرة)..... وإذالم یفعل لا یحکم بوقوع الحث حتی یقع الیأس عن الفعل، وذلك بموت المحالف قبل الفعل..... أو بفوات محل الفعل. (۱)

علامہ ابن عابدینؒ اس قول کہ ”اگر ایک شخص قسم کھائے کہ ضرور بالضرور اس کام کو کرے گا جب ایک مرتبہ وہ کام کرے تو بری ہو جائے گا“ کے تحت لکھتے ہیں۔۔۔۔۔ اگر وہ کام نہ کرے تو حائث ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ کام کرنے سے مایوس ہو جائے اور یہ تب ممکن ہے کہ حالف کام کرنے سے قبل فوت ہو جائے۔۔۔۔۔ یا کام کرنے والا کل باقی نہ رہے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل، مطلب حلف لیفعلنہ برمرة: ۵/۶۶۹

## کنائی طلاق کی تعلیق

سوال نمبر (206):

ایک خاوند نے بیوی سے کہا کہ: ”پورے سال میں تجھے والدین کے گھر جانے کے لیے سات دن کی اجازت ہے، اس سے زیادہ اگر ایک دن بھی وہاں رہی تو پھر میرے گھر نہ آنا۔“ کیا بیوی کا والدین کے گھر سات دن سے زیادہ رہنے کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

بہنو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

کنائی الفاظ سے طلاق دینے والے کی نیت پر طلاق موقوف ہوتی ہے۔ اگر طلاق کی نیت اور ارادہ ہو تو طلاق واقع ہو جاتی ہے، ورنہ کلام لغو تصور ہوتا ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر مذکورہ شخص نے یہ الفاظ ”اگر تو نے والدین کے گھر سات دن سے ایک دن بھی زیادہ گزارا تو پھر میرے گھر نہ آنا“ طلاق کی نیت سے یا مذاکرہ طلاق کے وقت کہے ہوں تو یہ طلاق مطلق کی صورت بن جاتی ہے، لہذا شرط (سات دن سے زیادہ دن گزارنا) پائی جانے کے بعد ایک طلاق بائن واقع ہوگی، لیکن اگر اس نے نہ طلاق کی نیت کی ہو اور نہ بوقتِ مذاکرہ طلاق یہ الفاظ کہے ہوں تو یہ الفاظ لغو ہوں گے، بیوی اگر سات دن سے زیادہ دن گزارے گی تو کسی قسم کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

ففي حالة الرضا لا يقع الطلاق في الألفاظ كليها إلا بالنية..... وفي حالة مذاكرة الطلاق، يقع الطلاق في سائر الأقسام قضاء إلا فيما يصلح جواباً، ورنه لا يجعل طلاقاً..... والحق أبو يوسف بالخمس سنة أخرى، وهي الأربعة المتقدمة، وزاد خالعتك، والحق باهلك. (۱)

ترجمہ:

رضا کی حالت میں سارے (کنائی) الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔۔۔ اور مذاکرہ طلاق کے وقت تمام اقسام میں قضاء طلاق واقع ہو جاتی ہے، سوائے ان الفاظ میں، جن میں جواب اور رد کی صلاحیت ہو، پس وہ

(۱) فتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس فی الکتابات: ۱/ ۲۷۵

طلاق شمار نہیں ہوں گے۔۔۔ امام ابو یوسفؒ نے ان پانچ کے ساتھ مزید چھ کو ملحق کیا ہے، ان میں چار پہلے گزر چکے، اور مزید خالعنتک اور الحقی باہلک ہے۔



## طلاق بائن اور طلاق صریحی کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (207):

ایک شخص کی رشتہ داروں سے لڑائی ہوئی، لڑائی کے بعد اس نے کہا کہ: ”اگر میں نے اپنے ماموں زاد بھائی کے گھر والوں سے صلح کی تو میری بیوی مجھ پر حرام ہوگی“ دوسری دفعہ اس طرح کہا کہ: ”اگر میں نے ان کے گھر والوں سے صلح کی تو میری بیوی مجھ پر طلاق ہوگی“ شریعت کی روشنی میں اس کا حل تحریر فرمائیں۔

ہینواتنوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق جب کسی شرط کے ساتھ معلق کی جائے تو جب تک شرط نہیں پائی جائے، اس وقت تک طلاق واقع نہ

ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر خاوند نے ماموں زاد بھائی کے ساتھ صلح کرنے پر طلاق معلق کی ہو اور شرط لگائی ہو کہ اگر میں نے صلح کی تو میری بیوی مجھ پر حرام ہوگی اور میری بیوی مجھ پر طلاق ہوگی تو ایسی صورت میں شرط (صلح) پائی جانے کی صورت میں پہلے جملے سے ایک طلاق بائن اور دوسرے جملے سے دوسری طلاق بائن واقع ہوگی، جس کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے اور خاوند آئندہ کے لیے ایک طلاق کا مالک رہے گا، تاہم جب تک صلح نہ کرے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

الصریح يلحق الصریح، والبائن يلحق الصریح. (۱)

ترجمہ: طلاق صریح، صریح کے ساتھ اور طلاق بائن طلاق صریح کے ساتھ ملتی ہے۔

(۱) تنویر الأبصار مع الدر المختار علی صد رد المحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا: ۴/ ۵۱۰

ومن الألفاظ المستعملة: الطلاق يلزمني، والحرام يلزمني، وعلی الطلاق، وعلی الحرام، فيقع بلانية للعرف. قال ابن عابدين: وهذا في عرف زماننا كذلك، فوجب اعتباره صريحا، كما أفني المتأخرون في أنت علی حرام، بأنه طلاق بان للعرف بلانية مع أن المنصوص عليه عند المتقدمين توقفه علی النية. (۱)

ترجمہ:

الفاظ مستعملہ میں سے (یہ بھی ہے) کہ طلاق میرے اوپر لازم ہے، حرام مجھ پر لازم ہے (اسی طرح) مجھ پر طلاق ہو، مجھ پر حرام ہو ان الفاظ سے عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہوگی۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ: ”یہ ہمارے زمانے کے عرف میں بھی اسی طرح ہے لہذا اس کا طلاق صریح اعتبار کرنا ضروری ہے۔ جس طرح متاخرین نے ”أنت علی حرام“ کے بارے میں طلاق بان کا فتویٰ دیا ہے کہ عرف کی وجہ سے بلانیت واقع ہوگی، باوجود اس کے کہ متقدمین کے نزدیک اس کا وقوع نیت پر موقوف ہونا منصوص علیہ ہے۔



### زوجین کا وقوع شرط میں اختلاف

سوال نمبر (208):

ایک شخص نے بیوی کی طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا اور کہا کہ: ”آج کے بعد اگر میں نے گاڑی بطور ٹیکسی استعمال کی تو مجھ پر میری بیوی طلاق ہو“ اب اگر زوجین کے مابین وقوع شرط میں اختلاف آیا ہو تو ایسی صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

بیتناؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق :

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے موجود ہونے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے صورت مسئلہ میں اگر خاوند نے طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا ہو اور بعد میں میاں بیوی کے مابین وقوع شرط میں اختلاف پایا جائے تو شوہر کا قول معتبر ہوگا ہاں اگر شرط کچھ اس طرح ہو کہ اس کے پورا ہونے کا علم صرف بیوی کو ہوتا ہو،

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحر: ۵/۶۷۴

جیسے عورت کو حیض آنے کا علم یا بیوی شوہر کے خلاف دلیل اور گواہ قائم کرے تو ان دو صورتوں میں بیوی کا قول معتبر ہوگا۔  
والدلیل علی ذلك:

وان اختلفا في وجود الشرط، فالقول له إلا إذا برهنت، وما لا يعلم إلا منها، فالقول لها في حقها  
كان حضت، فانت طالق. (۱)

ترجمہ: اور اگر شرط کے موجود ہونے میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے تو مرد کے قول کا اعتبار ہوگا، سوائے اس کے کہ عورت گواہ لے آئے اور اگر شرط کا علم عورت ہی سے ہوتا ہو، تو اس کے حق میں اسی کا (عورت کا) قول معتبر ہوگا، مثلاً: کہا کہ: ”اگر تو حائضہ ہو تو تجھے طلاق ہے۔“



### طلاق کو حیض کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (209):

ایک آدمی کی بیوی کے ساتھ کسی بات پر لڑائی ہوئی، اس نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی کو مارا پٹا تو بیوی نے کہا کہ: ”مجھے مارتے کیوں ہو؟ مجھے فارغ کر دو اور طلاق دے دو“ تو خاوند نے کہا کہ: ”جب تجھے حیض آجائے تو تو طلاق والی ہے“ شریعت کی روشنی میں مسئلہ کا حکم تحریر فرمائیں۔

بیتوانتوجہوا

الجواب وبالله التوفيق:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے تو شرط کے موجود ہونے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر خاوند نے بیوی سے یہ کہا ہو کہ: ”جب تجھے حیض آجائے تو تو طلاق والی ہے“ تو حیض آ جانے کے بعد اگر تین دن مکمل ہو جائیں تو پہلے ہی دن سے اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، محض خون کے آنے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ خون حیض کا نہ ہو، لہذا جب حیض کے تین دن مکمل ہو جائیں تو پہلے ہی دن سے وقوع طلاق کا حکم کیا جائے گا۔ طلاق رجعی کی صورت میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے، تاہم خاوند کے پاس آئندہ دو طلاقوں کا اختیار باقی ہوگا۔

والدليل على ذلك:

إذا قال: إذا حضت فأنت طالق، فرأت الدم لم يقع الطلاق حتى يستمر ثلاثة أيام لأن ما ينقطع دونها لا يكون حيضاً، فإذا تمت ثلاثة أيام حكمنا بالطلاق من حين حاضت. (۱)

ترجمہ: اگر کہا: ”جب تو حاضہ ہو جائے تو تجھے طلاق“۔ اور اس نے خون دیکھ لیا تو جب تک تین دن متواتر خون نہ آئے طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ تین دن سے کم خون حیض شمار نہیں ہوتا۔ جب تین دن پورے ہو جائیں تو ابتدا سے خون سے ہم طلاق کا حکم کریں گے۔



### معلق بالشرط طلاق میں شرط کا جبراً واقع ہونا

سوال نمبر (210):

میرا سر بیٹی کو لینے گھر آیا تو ہم باتوں باتوں میں ایک گھریلو مسئلے پر الجھ پڑے، میں نے بیوی سے کہہ دیا کہ: ”اگر تم اپنے والد کے گھر گئی تو تجھے طلاق ہے“ میرے سر نے جب یہ سنا تو اس کو زبردستی لے جانے لگے، میری بیوی طلاق کے ڈر سے جانے کے لیے تیار نہیں تھی، لیکن وہ زبردستی بیٹی کو اپنے گھر لے گیا، حالانکہ اس میں اس کی رضا بالکل شامل نہیں تھی، ایسی صورت میں طلاق کا کیا حکم ہے؟

بیشو انو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص طلاق کو کسی وجوہی شرط پر معلق کر دے تو اس وجوہی شرط کے جبراً واقع ہونے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر آپ کا سراپنی بیٹی کو خالصتاً زور و زبردستی کھینچ کر گھر لے گیا ہو، آپ کی بیوی خود گئی ہو تو اس کو طلاق نہیں ہوگی، لیکن اگر اس نے اپنی بیٹی کو محض ڈرایا، دھمکایا یا تھوڑی سی زور و زبردستی کی جس کے اثر سے آپ کی بیوی بذاتِ خود اپنے والد کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی تو ایسی صورت میں اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو چکی ہے اور عدت کے اندر آپ اس کو رجوع کر سکتے ہیں۔



والدلیل علی ذلك:

(وحدث فی لا ینخرج) من المسجد (ان حمل وأخرج) مختاراً (بأسره وبدونه) بان حمل مکرها  
(لا) یحسب (ولو راضیا بالخروج) فی الأصح، قال العلامة ابن عابدین: وفی الفتح: والمراد من الإخراج  
مکرهاً هنا أن یحملها، ویخرجه کأمرهاً لذلك لا الإکراه المعروف هو أن یتوعدده حتی یفعل، فإنه إذا  
توعدده، فخرج بنفسه حدث، (۱)

ترجمہ: (ایک شخص نے قسم کھائی کہ) وہ مسجد سے نہیں نکلے گا، اگر اس کو اس کے قسم سے بحالت رضا نکالا گیا تو حائث ہو  
جائے گا اور اگر اس کے حکم و اجازت کے بغیر اس کو زبردستی اٹھا کر نکالا گیا تو حائث نہیں ہوگا، اگرچہ صبح تول کے مطابق  
وہ اس نکلنے پر دل میں رضامند ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: فتح القدیر میں ہے کہ یہاں زبردستی نکالنے سے مراد یہ ہے  
کہ کوئی اس قسم کھانے والے کو اٹھا کر زبردستی باہر نکال دے، اس سے وہ معروف زبردستی مراد نہیں کہ یہ شخص قسم  
کھانے والے کو دھمکی وغیرہ دے، حتیٰ کہ وہ خود نکل جائے، کیونکہ جب کوئی شخص اس کو دھمکی دے دے اور وہ خود نکل  
جائے تو حائث ہو جائے گا۔



### طلاق معلق میں بیوی کا شرط پر اقدام اور شوہر کا رکاوٹ بننا

سوال نمبر (211):

بیوی سے ایک بات پر میرا جھگڑا ہوا، میں نے اس سے کہا کہ: ”اگر تو نے کپڑے اٹھائے تو تجھے میری طرف  
سے طلاق ہے“ یہ سن کر اس کو مزید غصہ چڑھا اور وہ کپڑے اٹھانے کے لیے آگے بڑھی، لیکن میں نے فوراً اسے روک دیا  
اور وہ کپڑے اٹھانہ سکی، بلکہ میں نے خود اٹھا کر الماری میں رکھ دیے۔ کیا میری بیوی پر ان کپڑوں کو اٹھانے کی نیت سے  
آگے بڑھنے سے طلاق واقع ہوگئی؟

بیٹو! توجہ دوا

الجواب وبالله التوفیق:

صورتِ مسئلہ میں جب کہ طلاق، بیوی کا کپڑے اٹھانے کی شرط سے معلق کی گئی ہے اور اس نے کپڑے نہیں

(۱) رد المحتار، کتاب الإیمان، باب المیمن فی الدخول والخروج، ۵/۱۲۳

اٹھائے تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی، صرف کپڑے اٹھانے کی غرض سے آگے بڑھنا طلاق کے وقوع کے لیے کافی نہیں تھا، جب تک وہ خود ان کو اٹھانہ لیتی۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق. (۱)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کر دے، تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہوگی، مثلاً وہ اپنی بیوی کو کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“



گھر جانے پر تعلیق طلاق میں بیرون خانہ ملاقات کرنا

سوال نمبر (212):

میری بیوی کے بار بار والدین کے گھر جانے سے تنگ آ کر میں نے اس سے کہا کہ: ”اگر تو ماں باپ کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق ہیں“ پچھلے دنوں ایک شادی میں وہ اپنے گاؤں (یعنی والدین کے گاؤں) گئی، لیکن والدین کے گھر نہیں گئی، البتہ شادی میں اس کی ملاقات ان سے بھی ہوئی۔ ازراہ کرم اس کا حکم شرعی تحریر فرمائیں۔

بینوا انؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جب طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو جب تک اس شرط کا وقوع نہ ہوا ہو، اس وقت تک یہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لہذا مذکورہ صورت حال میں صرف والدین کے گاؤں جانے اور ان سے ملاقات کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی جب کہ وہ والدین کے گھر گئی نہیں ہے۔ طلاق تب واقع ہوگی جب وہ والدین کے گھر چلی جائے۔

والدلیل علی ذلك:

إذاضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار، فانت

طالق. (۱)

ترجمہ: جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کر دے، تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہوگی، مثلاً وہ اپنی بیوی کو کہے کہ: ”اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔“



### فلاں سے محبت تھی تو تجھے تین طلاق

سوال نمبر (213):

ابتدا میں میری بیوی کا رشتہ اس کے چچا زاد بھائی سے طے ہوا تھا، لیکن پھر یہ رشتہ نہ ہو سکا۔ مجھ سے اس کی شادی ہونے کے بعد ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”کیا تجھے اس چچا زاد بھائی سے محبت تھی؟“ اس نے جواب میں کہا کہ: ”نہیں“ میں نے کہا: ”اگر تجھے اس سے محبت تھی تو تجھے تین طلاق“ کچھ عرصہ بعد میں نے دوبارہ بیوی سے مذکورہ سوال کیا اور کہا کہ: ”اگر تجھے اس سے محبت تھی تو تجھے تین طلاق“ اس وفد اس نے کہا کہ: ”حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس سے کافی محبت تھی“ اس کے اس جواب سے مجھے کافی تشویش لاحق ہو چکی ہے۔ ازراہ مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا میری بیوی پر طلاق واقع ہو گئی ہے یا نہیں؟

بیٹو! انتو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شخص طلاق کو بیوی کے کسی ایسے فعل پر معلق کر دے جس کی حقیقت کا علم اسی سے ہو سکتا ہو تو اس طلاق کا وقوع بیوی کے بیان پروقوف ہوگا، اگر وہ اس فعل کے واقع ہونے کی خبر دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ صورت مسئلہ میں جب کہ آپ نے بیوی کے اپنے چچا زاد بھائی سے محبت ہونے پر تین طلاق معلق کی تھی اور آپ کی بیوی نے جواباً کہہ دیا کہ: ”اس کو چچا زاد بھائی سے محبت تھی“ تو ایسی صورت میں آپ کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں۔

والدلیل علی ذلك:

والأصل أنه متى علق الطلاق بشيء لا يوقف عليه إلا من جهتها يتعلق بإخبارها عنه ..... وعلى هذا مسائل، إذا قال لها: إن كنت تحبيني، أو تبغضيني، فأنت طالق، فقالت: أحب، أو أبغض، يقع الطلاق استحساناً. (۱)

ترجمہ:

قاعدہ یہ ہے کہ جب شوہر طلاق کو کسی ایسی چیز کے ساتھ معلق کر دے جس کا علم بیوی ہی سے ہو سکتا ہے تو یہ طلاق بیوی کے اس چیز کے بارے میں خبر دینے کے ساتھ معلق ہوگی۔۔۔۔۔ اسی قاعدہ پر چند مسائل متفرع ہیں (مثلاً) جب شوہر بیوی سے کہے کہ: ”اگر تو مجھ سے محبت کرتی ہو یا تو مجھ سے بغض رکھتی ہو تو تجھے طلاق“ اور بیوی کہے کہ: ”میں تم سے محبت کرتی ہوں“ یا ”بغض رکھتی ہوں“ تو استحساناً طلاق واقع ہو جائے گی۔



اگر بہن کے ساتھ گئی تو تو میری بیوی نہیں

سوال نمبر (214):

ایک موقع پر غصے میں آکر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”اگر تو آئندہ اپنی بہن کے ساتھ گئی تو بس تو میری بیوی نہیں ہوگی“ اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا وبنوا جرداً

الجواب وبالله التوفيق:

صورت مسئلہ میں اگر ان الفاظ سے آپ کی نیت طلاق کی تھی تو جب آپ کی بیوی اپنی بہن کے ساتھ چلی جائے تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، لیکن اگر یہ الفاظ کہتے وقت آپ کی نیت طلاق کی نہیں تھی تو پھر وقوع شرط (بیوی کا اپنی بہن کے ساتھ چلے جانے) سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

لست لك بزواج، أولست لي بامرأة ..... طلاق إن نواه. قال العلامة ابن عابدین: وأشار

(۱) بدائع الحنائین، کتاب الطلاق، فصل فیما یرجع إلى المرأة فی الطلاق: ۴/ ۲۸۲



والدلیل علی ذلك:

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط. (۱)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کر دے تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہوگی۔



طلاق کو کسی کام کے ساتھ معلق کر کے اس کی اجازت دینا

سوال نمبر (216):

بچھلے ایک دو سالوں سے یوں ہوتا چلا آ رہا ہے کہ زید اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ: ”اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق ہے“ پھر زید خود بیوی کو اس کام کے کرنے کی اجازت دے دیتا ہے اور وہ کر لیتی ہے، اس طرح کا معاملہ کوئی آٹھ دس مرتبہ پیش آچکا ہے۔ زید کا خیال ہے کہ جب وہ خود اس کام کے کرنے کی اجازت دے دیتا ہے تو پھر بیوی کے اس فعل کو کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ کیا زید کا یہ خیال درست ہے؟ زید کے لیے اب کیا حکم ہے؟

بینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفیق:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دے تو جب تک یہ شرط واقع نہ ہو، اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوتی اور جب شرط واقع ہو جائے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا جب زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق ہو“ تو اب چاہے بیوی زید کی اجازت سے وہ کام کرے یا بغیر اجازت کے، اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، شرط کے وقوع اور عدم وقوع میں شوہر کی اجازت دینے یا نہ دینے سے طلاق معلق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے جس میں شوہر کی اجازت یا عدم اجازت طلاق معلق کے وقوع اور عدم وقوع پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ شوہر یوں کہے کہ: ”اگر تو نے میری اجازت کے بغیر فلاں کام کیا تو تجھے طلاق“ ایسی صورت میں بلاشبہ اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر وہ کام کرے تو طلاق واقع ہوگی اور اگر اجازت لے کر کرے تو واقع نہیں ہوگی، بہر حال

صورت مسئلہ میں زید کا خیال قطعاً درست نہیں، اگر اس طرح کا معاملہ واقعی تین دفعہ تک ہو چکا ہے تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو چکی ہیں اور اب زید کے لیے اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات برقرار رکھنا حرام اور ناجائز ہے۔

واللہ نیل علی ذلک:

إذاضافہ إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کر دے تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہوگی۔



### طلاق معلق میں وقوع شرط کے بارے میں وہم ہونا

سوال نمبر (217):

تقریباً پچیس سال پہلے میں نے بیوی سے کہا تھا کہ: ”اگر میں فلاں کام کروں تو تجھے طلاق ہے“ اب مجھے کچھ وہم اور شک سا ہو رہا ہے کہ شاید میں وہ کام کر چکا ہوں، کیا یہ طلاق واقع ہوئی ہے؟

بینوا انوہروا

الجواب وبالله التوفیق:

نقہ ہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر کسی شخص کو عین طلاق دینے کے بارے میں محض شک ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق طلاق میں وقوع شرط کے بارے میں شک کی صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، لہذا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر خدا نخواستہ یقینی طور پر اس شرط کا وقوع ہو جائے، تب ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور عدت کے اندر اندر رجوع کر لینے سے اور بعد از عدت صرف تجدید نکاح سے اسی بیوی کے ساتھ دوبارہ گھر بسایا جاسکتا ہے، بہر کیف وسوس اور اوہام کی طرف قطعاً توجہ نہیں دینی چاہیے۔

واللہ نیل علی ذلک:

علم أنه حلف، ولم يدر بطلاق أو غيره لغا، كما لو شك أطلاقاً لا. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع..... الفصل الثالث، ۱/۴۲۰

(۲) الدر المختار علی صمد رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ۴/۵۰۸

ترجمہ:

ایک شخص کو اتنا معلوم ہے کہ اس نے قسم کھائی ہے، لیکن یہ علم نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی ہے یا کسی اور چیز کی تو یہ  
نقو ہے، جیسا کہ یہ شک ہو کہ طلاق دی ہے یا نہیں۔



### معلق بالشرط طلاق میں وقوع شرط سے طلاق کی نوعیت

سوال نمبر (218):

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرتے ہوئے کہے کہ: ”اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق ہے“  
تو ایسی صورت میں وقوع شرط سے کون سی طلاق واقع ہوگی، رجعی یا بائن؟

بینوا تو جہودا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق کے صریح الفاظ خواہ تجریداً واقع کیے جائیں یا تعلیقاً، بہر صورت اس سے رجعی طلاق ہی واقع ہوتی

ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(صریحہ مالم يستعمل إلا فيه كطلفتك، وأنت طالق، ومطلقة، ويوقع بها واحدة رجعية) (۱)

ترجمہ: طلاق صریح وہ لفظ ہے جو کہ صرف طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتا ہو، جیسے میں نے تجھے طلاق دی اور تو طلاق  
ہے اور تو مطلقہ ہے تو ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے۔



ماموں سے والدہ کا حصہ نہ لیا تو بیوی کو تین طلاق

سوال نمبر (219):

نہن کا حصہ میراث اس کے بھائی نہیں دے رہے، ایک دن نہن کے بیٹے زاہد نے طیش میں آ کر کہا کہ:

(۱) تنویر الأنصار علی صدور المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ۴/۱۵۷، ۴۶۰



اگر میں نے ماموں سے اپنی والدہ کا حصہ وصول نہ کیا تو میری بیوی کو تین طلاق۔ پوچھنا یہ ہے کہ کب تک زائد مذکورہ حصہ وصول نہ کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی؟ اگر ماموں مکمل حصہ دینے پر راضی نہ ہو تو وقوع طلاق سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

پیشوا نژدہ

الجواب: واللہ التوفیق:

مسئلہ صورت میں اگر زائد نے اپنی یا ماموں کی موت تک والدہ کا حصہ ان سے وصول نہ کیا تو زائد یا اس کے ماموں کی موت واقع ہونے سے کچھ قبل اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی، لہذا زائد کے ماموں کو چاہیے کہ وہ زائد کے مطالبہ پر اس کی والدہ کا حصہ اس کو دے دیں، تاکہ زائد کی بیوی مطلقہ ہونے سے بچ سکے، تاہم اگر وہ کسی صورت میں بھی ظلم سے باز آ کر کل حصہ دینے پر رضا مند نہ ہو تو وقوع طلاق سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے کہ زائد کی والدہ اپنے بھائیوں سے حصہ میراث میں تخارج کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ترکہ میت میں سے تھوڑی سی چیز پر مصالحت کر کے کل حصہ سے دست بردار ہو جائے، یوں والدہ کا حصہ ترکہ میت کی یہ تھوڑی چیز ہو جائے گا، پھر یہی حصہ زائد ماموں سے وصول کرے جس سے وہ اپنی شرط کو پورا کرنے میں کامیاب تصور ہو جائے گا اور طلاق واقع ہونے سے بچ جائے گا۔

والدلیل علی ذلك:

کل فعل حلف أنه يفعله في المستقبل، وأطلقه، ولم يقيد بوقت لم يحث حتى يقع الإياس

عن البر..... وتحقق اليأس عن البر يكون بفوت أحدهما. (۱)

ترجمہ: ہر وہ کام جس کو مستقبل میں کرنے کی کوئی شخص قسم کھائے اور قسم کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہ کرے تو وہ اس وقت تک مانث نہیں ہوگا جب تک اس کام کے کرنے سے ناامیدی نہ ہو جائے۔۔۔۔ اور (ایسی صورت میں) ان میں سے کسی ایک کے فوت ہونے سے قسم کے پورا ہونے سے ناامیدی ثابت ہوگی۔

(أخرجت الورثة أحدهم عن التركة وهي (عرض أو) هي (عقار بمال) أعطاه له..... (صع قل)

ما أعطوه (أو كس). (۲)

(۱) البحر الرائق، کتاب الايمان، باب اليمين في الدعوى والخروج، ۵۲۴/۱

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلح، فصل فی التخارج، ۲۵۰/۸

ترجمہ:

اگر دریا نے اپنے کسی ایک وارث کو ایسے مال کے عوض ترکہ سے خارج کر دیا جو کہ وہ اس کو دیں اور ترکہ سامان یا زمین ہو تو صحیح ہے، چاہے ورثہ کا اس وارث کو دیا جانے والا مال کم ہو یا زیادہ۔



## باپ کے گھر سے ماچس کی ڈبیہ بھی لائی تو تجھے طلاق

سوال نمبر (220):

ایک گھریلو جھگڑے کی بنا پر غصہ میں آکر میں سر کے گھر سے عاریتاً دی گئی اپنی ایک چیز واپس لے آیا تو میری بیوی نے کہا کہ: ”آپ کو کچھ لحاظ کرنا چاہیے تھا، ان کے گھر سے میں دودھ وغیرہ لاتی ہوں“ میں نے جواب دیا کہ: ”اگر آج کے بعد وہاں سے ماچس کی ڈبیہ بھی لے کر آئی تو مجھ پر طلاق ہوگی“ اب سوال یہ ہے کہ:

(۱)..... اگر سرال واسلے خود یا میری بیوی کے علاوہ گھر کا کوئی اور فرد یا میں جا کر ان کے گھر سے کوئی چیز لے آؤں تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۲)..... میرا سرال اس کا بھائی ایک ہی چار دیواری میں رہتے ہیں، لیکن ان کا کاروبار اور کھانا پینا وغیرہ الگ الگ ہیں اگر میری بیوی اپنے اس بچا کے گھر سے کچھ لے آئے تو کیا طلاق واقع ہوگی؟ واضح رہے کہ میرا جھگڑا صرف اپنے سرال والوں سے ہوا ہے، اس کے بھائی سے نہیں ہوا۔

(۳)..... میری ساس اپنے ایک بیٹے کے ہاں رہتی ہے، جب کہ اس کا خرچہ میرا سر ہی بھیجتا ہے، اگر میری بیوی اپنی ماں کے گھر جا کر وہاں سے کچھ لائے تو کیا طلاق واقع ہوگی؟

بیشمارا توجہ دوا

الجواب وبالله التوفیق:

ماچس کی ڈبیہ لانا یا ایک تیلی لانا وغیرہ جیسے الفاظ عرف میں کسی چیز کی قلت اور معمولی ہونے کی نشان دہی کرتے ہیں۔

لہذا مسئلہ صورت میں اگر آپ کی بیوی اپنے باپ کے گھر سے معمولی سی چیز بھی لے آئی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، البتہ اگر وہ خود باپ کے گھر سے کچھ نہیں لائی اور نہ ہی کسی کو لانے کا کہا، بلکہ آپ کے سرال

وہ اسے از خود یا آپ یا آپ کے گھر کا کوئی فرد آپ کی بیوی کے کچے پنیر اپنی طرف سے ان کے ہاں سے کوئی چیز لے آئے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۲)..... چونکہ بیوی کے چچا کا کاروبار اور کھانا پینا وغیرہ الگ ہے اور آپ کا بھگڑا صرف سر سے ہوا ہے، لہذا اگر وہ اپنے چچا کے ہاں سے کوئی چیز لے آئے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۳)..... اس صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ جب شوہر بیوی کا نفقہ اس کے سپرد کرے تو وہ اس کی ملکیت سے نکل کر بیوی کی ملک ہو جاتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

إذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً. (۱)

ترجمہ:

جب شوہر طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کر دے تو طلاق شرط کے (واقع ہونے کے) بعد واقع ہوگی۔

من حلف لا يخرج من المسجد، أو الدار، أو البيت، أو غير ذلك، فأمر إنساناً، فحمله، فأخرجہ

حرف. (۲)

ترجمہ:

اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ مسجد یا گھر یا کمرے وغیرہ سے نہیں نکلے گا پھر اس نے کسی کو حکم دیا (کہ مجھے نکال دو) پس اس نے اس کو اٹھا کر باہر نکال دیا تو یہ شخص حائم ہو جائے گا۔

أن النفقة المفروضة تصير ملكاً للمرأة إذا دفعها إليها، فلها التصرف فيها من بيع، وهبة، وصدقة

وإدخار. (۳)

ترجمہ: جب شوہر مقرر شدہ نفقہ بیوی کو دے دے تو وہ بیوی کی ملکیت ہو جاتا ہے، لہذا بیوی کو اس نفقہ کے بیچنے، ہبہ کرنے، صدقہ اور ذخیرہ کرنے وغیرہ امور کا حق حاصل ہے۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع..... الفصل الثالث، ۱/۲۰

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الایمان، الباب الرابع، ۲/۲۸

(۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة، ۴/۲۹۴

## منگیتر کی طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

سوال نمبر (221):

نکاح و رخصتی سے پہلے اپنی منسوبہ کا تصور کر کے میں نے کہا: "إن دخلت الدار فہی طالق" (اگر وہ گھر میں داخل ہوئی تو اسے طلاق) یوں ہی یہ الفاظ زبان پر جاری ہو گئے، اس کا کیا حکم ہے؟

بیشود اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

طلاق تب واقع ہوتی ہے، جب محل طلاق (عورت) انسان کی ملک (نکاح) میں ہو یا طلاق کی اضافت ملک کی طرف کی جائے، مثلاً یوں کہا جائے، کہ اگر فلاں سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہو۔ مسئلہ صورت میں جب کہ عورت سے آپ کا نکاح بھی نہیں ہوا اور طلاق کی نسبت ملک کی طرف بھی نہیں کی ہے تو آپ کے مذکورہ الفاظ طلاق بالکل لغو ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

والدلیل علی ذلک:

شرطہ الملک، کقولہ لمنکوحہ إن ذہبت، فانت طالق، أو الإضافة إلیہ کان نکحتک، فانت طالق، فلغا قولہ لأجنیۃ إن زرت زیدا فانت طالق، فنکحہا فزارت: (۱) ترجمہ: معلق طلاق کے لازم ہونے کی شرط ملک کا ہونا ہے، جیسے خاوند کا اپنی منکوحہ کو کہنا کہ: "اگر تو گئی تو تجھے طلاق ہے" یا ملک کی طرف نسبت کرنا ہے، مثلاً: اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق، لہذا کسی کا اجنبی عورت کو یہ کہنا لغو ہے کہ: "اگر تو زید سے ملی تو تجھے طلاق ہے" پھر وہ شخص اس عورت سے نکاح کر لے اور وہ عورت زید سے ملاقات کر لے۔



## دل میں معلق طلاق کا تصور

سوال نمبر (222):

ایک شخص کا تعلق ایک عورت کے ساتھ تھا، قریب تھا کہ اس تعلق کی وجہ سے زنا میں مبتلا ہو جاتا، اس سے بچنے

کے لیے اس نے دل میں کہا کہ: ”اگر میں اس عورت سے ملا تو مجھ پر تمام عمر بیوی طلاق ہے“، لیکن اس آدمی کی نیت اور ارادہ صرف اسی وقت تھا، اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا، بلکہ صرف فیصلہ کیا تھا، اب اس صورت میں اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

انسان کے ذہن میں مختلف قسم کے خیالات اور تصورات آتے رہتے ہیں، ان پر کوئی شرعی حکم لازم نہیں ہوتا، جب تک ان پر تلفظ نہ کرے، بالخصوص طلاق تو ان افعال میں سے ہے، جو بغیر تلفظ کے واقع ہی نہیں ہوتی۔ صورت مسئلہ میں مذکورہ آدمی کا دل میں فیصلہ کرنا کہ ”اگر میں اس عورت سے ملا تو مجھ پر تمام عمر بیوی طلاق ہے“ نکاح کو ناسد نہیں کرتا، کیونکہ طلاق کے وقوع کے لیے زبانی تلفظ ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(و) أدنى (الحنہر سماع غیرہ، و) أدنى (المخافعة إسماع نفسه، ويحري ذلك) المذكور (في

كل ما يتعلق بنطق، كتسمية على ذبيحة، ووجوب سحرة تلاوة، وعناق وطلاق واستثناء (۱)۔  
ترجمہ: جہر کی ادنیٰ مقدار دوسرے کو سنانا ہے اور اخفا کی ادنیٰ مقدار اپنے آپ کو سنانا ہے۔ یہی قاعدہ ہر اس مسئلے میں جاری ہوگا جس کا تعلق بولنے/کہنے کے ساتھ ہو، مثلاً: ذبیحہ پر تسمیہ کہنا، سجدہ تلاوت کا واجب ہونا، غلام کو آزاد کرنا، طلاق دینا اور استثناء۔



کلمہ طلاق کا معنی نہ جانتے ہوئے کلمہ طلاق دینا

سوال نمبر (223):

ایک شخص دوسرے کا محکوم ہے۔ حاکم نے اس کو کلمہ طلاق کی قسم پر آمادہ کیا اور اس سے کہا کہ: ”تو کہہ دے کہ میں نے اگر صراحتاً یا اشارۃً، کنایۃً، قصداً یا بھول کر آپ کے کسی عیب کو بھی (جس میں قبیح اور پہلے سے معلوم تمام عیوب شامل ہو جاتے ہیں) لوگوں کو بتایا تو میری طرف سے بیوی کلمہ طلاق ہے“ اس نے تین مرتبہ اس طرح کہا،

اب دونوں کے مابین کشیدگی کی صورت میں مفارقت ہو گئی ہے جس میں اس نے بعض باتوں کی وجہ سے ان کو کوہِ مبارک  
آٹکارا کیے جن میں سے اکثر لوگوں کو معلوم بھی تھے۔ کہا اس کی وجہ سے وہ حائل ہو گیا ہے، اب کہ لائل کلمہ طلاق کے  
معنی سے بھی ناواقف ہے اور ایسی صورت میں اس کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟  
بیشوا ترمذی

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص طلاق کو کسی فعل کے ساتھ معلق کرے تو اس فعل کے متحقق ہونے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی  
طرح اگر کوئی خود یا دوسرے کے کہنے سے ایسے الفاظ دہرائے جن سے طلاق واقع ہو اور کہنے والا ان الفاظ کے معنی نہ  
جانتا ہو تو ایسی صورت میں فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق قضاء طلاق واقع ہوگی، دیا نہ نہیں۔  
صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص ان الفاظ (تو میری طرف سے کلمہ طلاق ہے) کا معنی نہ جانتا تھا اور  
اس نے وہ عیب لوگوں کو بتلا دیئے تو شرط کے موجود ہونے کی صورت میں قضاء طلاق کلمہ طلاق ہوگی، دیا نہ نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

(أو مخطئاً) بان أراد التكلم بغير الطلاق، فحرى على لسانه الطلاق، أو تلفظ به غير عالم  
بمعناه، أو غافل، أو ساهياً، أو بالفاظ مصحفة يقع قضاء فقط، قال ابن عابدین: قوله: (غير عالم بمعناه)  
كما لو قالت لزوجها اقرأ علي أنت طالق ثلاثاً، ففعل، طلق ثلاثاً في القضاء لا فيما بينه وبين الله  
تعالى: إذالم يعلم الزوج ولم ينو. (۱)

ترجمہ: اور یا خطا کی حالت میں اس طور پر کہ طلاق کے علاوہ کسی سے کوئی بات کرنا چاہی تو اس کے زبان پر طلاق  
جاری ہو جائے یا طلاق پر تلفظ کرے، لیکن اس کا معنی نہ جانتا ہو یا غفلت میں ہو یا سہو ہو جائے یا ان الفاظ کو کہے جن پر  
قضاء طلاق کا حکم ہوتا ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ: ”معنی کو نہ جانتا“ کی ایسی مثال ہے جیسے کہ عورت شوہر سے  
کہے کہ: ”تو مجھے کہو کہ: ”اپنے حیض کو شمار کرو، تجھے تین طلاق ہیں“ اور اس نے ایسا کر دیا تو یہ عورت قضاء (نہ کہ مابینہ  
وہیں اللہ) تین طلاق سے مطلق ہو جائے گی، لیکن تب جب شوہر جانتا بھی نہ ہو (کہ کیا کہہ رہا ہے) اور نیت بھی نہ  
کرے۔ تو دیا نہ (نیمابینہ وہیں اللہ) طلاق واقع نہ ہوگی۔



## قسم کھائے بغیر بیوی سے دور رہنے کا کہنا

سوال نمبر (224):

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”نہ تجھے طلاق دوں گا اور نہ تیرے قریب آؤں گا“ اس طرح جدائی میں چار ماہ سے کچھ زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ کیا یہ ایلا شمار ہوگا یا نہیں؟

ہیمنو انفوجہوا

الجواب وبالله التوفیق:

ایلا کے وقوع کے لیے ضروری ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک ہم بستری کرنے سے دور رہنے کی قسم کھائے یا اتنی مدت کے لیے بیوی کے قریب جانے کو ایسے کام پر معلق کرے جس کا کرنا اس پر شاق ہو۔ مسئلہ صورت میں بیوی کے قریب نہ جانے پر قسم کھائی گئی ہے، نہ ہی اس کو کسی ایسے کام پر معلق کیا گیا ہے جس کا کرنا شوہر کے لیے گراں ہو، اس لیے ان الفاظ سے ایلا نہیں ہوا۔

والدلیل علی ذلك:

وفي الشرع هو اليمين على ترك قربان الزوجة أربعة أشهر فصاعداً بالله تعالى، أو بتعلق ما يستشفه على القربان، (۱)

ترجمہ:

اور اصطلاح شریعت میں ایلا چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ تک بیوی کے ساتھ ہم بستری ترک کرنے پر اللہ کی ذات کی قسم کھانے یا اس قربت کو ایسے کام پر معلق کرنے کو کہا جاتا ہے جو قربت کرنے کی صورت میں اس شخص کو مشقت میں ڈال دے۔

لوقال: لا أقربك، ولم يقل والله لا يكون مولياً. (۲)

ترجمہ: اگر یوں کہے کہ تیرے قریب نہیں آؤں گا اور یہ نہ کہے، کہ اللہ کی قسم تو یہ شخص ایلا کرنے والا نہیں۔



(۱) المد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، ۵/۵۸

(۲) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، تحت قوله: والله لا أقربك، ۱۰۲/۴

## باب الخلع

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف اور حکمت مشروعیت:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تھا کہ مرد کی بعض فطری صلاحیتوں کی بنا پر معاہدہ نکاح کو طلاق کے ذریعے ختم کرنے کا اختیار صرف شوہر کو دیا گیا ہے، تاہم عورت کو بھی شوہر کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی بجائے مخصوص حالات میں خلع کا اختیار حاصل ہے، البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ بلا ضرورت خلع کو بھی شریعت میں اسی طرح ناپسند کیا گیا ہے جس طرح طلاق کو۔ "بعض المباحث" کہا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "جس خاتون نے بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی بوجھام ہوگی"۔ (۱)

لیکن چونکہ بعض دفعہ ازدواجی زندگی کی الجھنوں اور مشکلات کا حل اسی میں مضمر ہوتا ہے کہ زوجین کو ایک دوسرے کی وابستگی سے آزاد کر دیا جائے، اس لیے شریعت نے ان خصوصی حالات و مواقع کی رعایت کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے۔ (۲)

خلع کی لغوی تعریف:

خلع لغت میں نکالنے، اتارنے، کھینچنے اور خالی کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ عرب کپڑے اتارنے کے لیے "خلع ثوب" کا لفظ بولتے ہیں۔ چونکہ قرآنی تعلیمات کی رُو سے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا گیا ہے اور خلع کے ذریعے وہ اس لباس کو اتار پھینکتے ہیں، اس لیے میاں بیوی کے درمیان مذکورہ عمل کو "خلع" سے تعبیر کرنا انتہائی موزوں اور مناسب ہے۔ (۳)

خلع کی اصطلاحی تعریف:

علامہ ہسکتی فرماتے ہیں:

"إزالة ملك النكاح المتوقعة على قبولها بلفظ الخلع أو في معناه."

(۱) الترمذی، أبواب الرضاع والطلاق، باب ما جاء في المختلعات: ۱/۳۵۵

(۲) حاشیہ رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۵/۸۴، ۸۵

(۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۱/۱۱۸، ۱۱۹



خلع یا خلع کے ہم معنی الفاظ کے ذریعے ملک نکاح کو زائل کر دینا خلع ہے، اس حال میں کہ یہ ازالہ عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ یہ تعریف زیادہ مناسب اور جامع ہے۔ (۱)

### باب سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) خلع..... تعریف گزر چکی۔

(۲) مختلعة..... شوہر سے خود کو خلع کے ذریعے چھڑانے والی عورت۔

(۳) عوض یا بدل خلع: وہ مال یا حق جس کے ذریعے عورت خود کو شوہر سے چھڑا لے۔

### خلع سے ملتی جلتی دیگر فقہی اصطلاحات:

(۱) صلح..... صلح وہ عقد ہے جس کے ذریعے نزاع ختم کیا جائے۔ صلح خلع سے عام ہے، بعض اوقات زوجین کے مابین صلح تو ہو جاتی ہے، لیکن وہ خلع نہیں ہوتا۔

(۲) طلاق..... خلع بھی حنفیہ کے ہاں طلاق ہی کی ایک قسم ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۳) فسخ..... فسخ کا معنی کسی عقد کو بالکل کھول دینا اور ختم کر دینا ہے۔ حنفیہ کے ہاں خلع طلاق یائن ہے، ائمہ خلاصہ کے ہاں فسخ ہے۔

(۴) نذیہ..... نذیہ وہ مال ہوتا ہے، جس کے ذریعے کسی قید سے خلاصی حاصل کی جائے۔ نذیہ اور خلع معنی اور مقصد کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ (۲)

### خلع کی مشروعیت:

خلع کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَإِنْ حَفِظْتُمْ آلَاَ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (۳)

اگر زوجین اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کو قائم رکھنے کے سلسلے میں اندیشہ مند ہوں تو اس میں کوئی قباحت نہیں کہ

عورت کچھ دے کر رہائی حاصل کر لے۔ احادیث میں بھی حضرت ثابت بن قیسؓ کی اہلیہ کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے کہ

(۱) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۵/۸۳-۸۷، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۴/۱۱۸، ۱۱۹

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة خلع: ۲۳۶/۱۹

(۳) البقرة: ۲۲۹

ان کی بیوی نے مہر میں وصول کیا ہوا باغ شوہر کو واپس کر کے خلع حاصل کیا۔ (۱)

اور اس کی مشروریت پر صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر اب تک پوری امت کا اتفاق ہے۔ (۲)

### مختلف حالات میں خلع کے احکام:

(۱)..... اگر میاں بیوی کے مابین ازدواجی زندگی کا نباہ ممکن ہو تو بلا ضرورت خلع کا مطالبہ کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے بلا ضرورت طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورتوں پر جنت کو حرام قرار دیا ہے۔ (۳)

علامہ ابن قدامہ نے اس صورت میں خلع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

(۲) اگر شوہر کی طرف سے ظلم و زیادتی نہ ہو، لیکن عورت کو طبعی طور پر (کسی بھی وجہ سے) اس سے نفرت ہو اور وہ اس بات سے ڈر رہی ہو کہ کہیں شوہر کی حق تلفی نہ ہو جائے تو ایسی صورت میں عورت کے لیے مطالبہ خلع جائز ہے۔

(۳) اگر شوہر بیوی پر ظلم و ستم اس لیے کر رہا ہو کہ عورت مہر دے کر طلاق لینے پر مجبور ہو جائے تو ایسی صورت میں خلع انہر تلاش کے ہاں باطل ہے اور عوض مردود اور خمیث ہے۔ حنفیہ کے ہاں عقد درست ہے اور عوض لازم ہے، تاہم شوہر اپنے اس فعل کی وجہ سے سخت گنہگار اور عاصی ہے۔ (۴)

### خلع کی بنیادی قسمیں:

بنیادی طور پر خلع کی دو قسمیں ہیں: (۱) بغیر عوض کے خلع (۲) کسی عوض کے بدلے خلع

#### (۱) بغیر عوض کے خلع:

بغیر عوض کے خلع کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کسی عوض کا تذکرہ کیے بغیر بیوی سے یہ کہہ دے کہ: ”میں نے تجھ سے خلع کر دیا“۔ حنفیہ کے ہاں عوض کا تذکرہ کیے بغیر خلع کا لفظ کنایات میں سے ہے، لہذا اگر اس سے ایک یا دو طلاق کی نیت ہو تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت ہو تو تینوں طلاق واقع ہوں گی اور اگر کوئی شوہر یہ کہے کہ میں نے خلع (بلا عوض) کے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی، بشرط یہ کہ میاں بیوی کے مابین

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الخلع: ۳۲۱/۱

(۲) حاشیہ علی ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۸۴/۵، المغنی، کتاب الخلع، مسئلہ نمبر (۵۷۴۶)، ۱۷۵/۸، ۱۷۶/۸

(۳) الجامع للترمذی، أبواب الرضاع والطلاق، باب ما جاء فی المختلعات: ۳۵۵/۱

(۴) المغنی مع الشرح الکبیر، کتاب الخلع، مسئلہ نمبر (۴۷۴۶-۴۷۵۱)، ص: ۱۷۶/۸-۱۷۹

نہے اور بڑا کرۃ طلاق کی حالت نہ ہو۔ (۱)

(۲) کسی عوض کے بدلے خلع:

یہ وہ خلع ہے جس میں شوہر خلع کا تذکرہ کرتے وقت عوض کا بھی تذکرہ کرے۔ خلع کا لفظ اگرچہ اہل سنت میں ان دونوں اقسام کے لیے بولا جاتا ہے، تاہم قسم ثانی کے لیے یہ حقیقت عرفیہ اور شرعیہ بن گئی ہے، لہذا اگر کوئی شخص کسی کو خلع کرنے کا وکیل بنادے اور اس نے بلا عوض کے خلع کیا تو یہ خلع درست نہیں۔

خلع کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟

حنفیہ کے ہاں خلع طلاق بائن ہے، جب کہ امام شافعیؒ و احمدؒ کے ایک قول میں یہ فسخ نکاح ہے۔ شرع اختلاف یہ ہے کہ حنفیہ کے ہاں خلع کرنے کے بعد اگر شوہر اس بیوی کو دوبارہ بسالے تو اس کو مزید دو طلاقیں کا حق حاصل ہوگا، جب کہ دوسرے فقہاء کے ہاں تینوں طلاقیں کا حق اب بھی اس کو حاصل ہوگا۔ (۲)

خلع کی کیفیت اور صفت:

- خلع کی دو صفتیں ہیں:

(۱) خلع طلاق بائن ہے، اس لیے کہ اولاً خلع الفاظ کنایات میں سے ہے، ثانیاً خلع طلاق بالمال ہے، ثالثاً یہ کہ اس کے ذریعے بیوی خود کو چھڑانا چاہتی ہے اور طلاق رجعی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۲) خلع شوہر کی جانب سے یسین اور ”تعلیق الطلاق بشرط“ ہے، اس لیے کہ شوہر نے طلاق کو عوض پر معلق کر دیا ہے، لہذا اگر شوہر عقد خلع میں ایجاب کر کے یہ کہے کہ: ”میں نے تجھ سے ایک ہزار درہم پر خلع کیا“ تو شوہر کی طرف سے اس پر مندرجہ ذیل احکام مرتب ہوں گے۔

(۱) شوہر اس قول سے رجوع کر سکے گا اور نہ ہی اس کو فسخ کر سکتا ہے۔

(۲) عورت کو مذکورہ ایجاب کے قبول کرنے سے نہیں روک سکتا۔

(۳) عورت کے قبول کرنے سے پہلے اگر شوہر مجلس سے اٹھ جائے تو ایجاب باطل نہ ہوگا یعنی مجلس سے اٹھنا بے فائدہ ہے۔

(۴) ایجاب کے وقت عورت کا مجلس میں حاضر ہونا ضروری نہیں، بلکہ اگر وہ کسی اور جگہ ہو اور اس کو خلع کا یہ ایجاب پہنچ

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما یرجع الی المرأة فی الطلاق: ۱/۳۹۱، ۳۹۲

(۲) بدائع الصنائع حوالہ بالا، المعنی، کتاب الخلع، مسألة نمبر ۵۷۵۵، ۱۸۱/۸

جائے تو وہ اسی مجلس خبر میں قبول کر سکتی ہے، البتہ اس کے بعد قبول نہیں کر سکتی۔

(۵) شوہر خلع کو کسی وقت کی طرف منصف کر سکتا ہے اور کسی شرط کے ساتھ مشروط بھی کر سکتا ہے، چنانچہ عورت کو مقررہ وقت یا لگائی گئی شرط کے پائے جانے کے بعد قبول کا حق ہوگا۔

(۶) شوہر اگر اپنے لیے شرط خیار لگا دے تو شرط درست نہیں اور عورت کے قبول کرنے سے خلع درست ہو جائے گا۔

اس کے برعکس خلع بیوی کی جانب سے معاوضہ مالی ہے، لہذا اس پر معاوضہ مالی کے احکام جاری ہوں گے۔ چنانچہ اگر بیوی کی طرف سے عقد خلع کا ایجاب ہو جائے کہ ”میں خلع کے ذریعے اپنے آپ کو ہزار درہم کے بدلے آپ سے چھڑانا چاہتی ہوں“ تو اس پر درج ذیل احکام مرتب ہوں گے۔

(۱) شوہر کے قبول کرنے سے پہلے پہلے وہ اس سے رجوع کر سکتی ہے۔

(۲) عورت یا مرد میں سے کسی ایک کے بھی مجلس سے اٹھنے سے ایجاب باطل ہو جائے گا۔

(۳) یہ ایجاب مجلس عقد کے علاوہ وقت تک دراز نہیں ہو سکتا، لہذا غائب شوہر کو خبر پہنچنے کے باوجود قبول نہیں کر سکے گا۔

(۴) اگر شوہر بیوی کے لیے تین دن کا شرط خیار لگا دے تو امام ابو حنیفہ کے ہاں پھر عورت کے لیے تین دن تک قبول کرنے کی گنجائش ہے۔ (۱)

### خلع کا رکن:

دوسرے معاملات کی طرح خلع کا رکن بھی ایجاب و قبول ہے، البتہ یہ رکن خلع بالمال یا خلع بالعوض کے لیے ہے۔ اگر خلع سے مراد لفظ کنائی ہو اور عوض کا تذکرہ اس میں نہ ہو تو قبول کے بغیر بھی شوہر کی نیت سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

عام علمائے کرام کے ہاں خلع کے جواز کے لیے سلطان یا قاضی کی موجودگی شرط نہیں، بلکہ زوجین خود بھی باہم یہ معاملہ کر سکتے ہیں۔ (۲)

### خلع کا صیغہ:

خلع کا صیغہ بھی نکاح کی طرح یا تو دونوں جانب سے ماضی کا ہو گا یا ایک طرف سے امر اور دوسری طرف سے ماضی کا ہو گا، تاہم یہ یاد رہے کہ امر یا استقہام کے جواب میں جو قبول ذکر کیا جاتا ہے، اگر اس میں کوئی نئی بات ذکر کی

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما يرجع الی المرأة فی الطلاق: ۱۲/۴-۳۱۴

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما يرجع الی المرأة فی الطلاق: ۳۱۵/۴

ہائے توبہ از سر نو ایجاب بن جاتا ہے، لہذا فریق آخر پر قبول کرنا واجب ہوگا۔ (۱)

### خلع کے الفاظ:

حنفیہ کے نزدیک خلع کے لیے پانچ الفاظ ہیں: خلع، مینو، بیع، شرا اور مہارۃ، مثلاً شوہر یوں کہے: "خالعتک بکذا" میں نے تم سے اتنی رقم پر خلع کیا یا "باینتک بکذا" میں نے اتنی رقم پر تجھ سے جدائی اختیار کی، یا "بعث منک نفسك اوط لافک بکذا" میں نے تم کو یا تیری طلاق کو تمہارے ہاتھوں اتنے پر فروخت کیا یا "اشتریت منک بکذا" میں نے تجھ سے اپنی طلاق اتنی رقم میں خریدی۔ (۲)

### بدل خلع کا وجوب:

بدل خلع، یعنی عوض کے واجب ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ ایجاب کے بعد فریق آخر اس کو قبول کر لے۔ ایجاب چاہے مرد کی جانب سے ہو یا عورت کی جانب سے، فریق آخر کے لیے اس کا قبول کرنا ضروری ہے۔ (۳)

### بدل خلع کون سی چیزیں بن سکتی ہیں؟

حنفیہ کے ہاں جس چیز کو مہر بنایا جاسکتا ہے، اس کو خلع کا معاوضہ بھی بنایا جاسکتا ہے، تاہم ہر وہ چیز جو بدل خلع بن سکتی ہے، وہ نکاح میں مہر نہیں بن سکتا، اس لیے کہ خلع کے باب میں ذرا وسعت اور سہولت موجود ہے، مثلاً کوئی شخص ایسا چیز کو بدل خلع بنائے جو شریعت کے ہاں مال نہیں ہے، جیسے: شراب، خنزیر وغیرہ تو عورت پر طلاق تو واقع ہو جائے گی، مگر متردد چیز یا اس کے بدلے کوئی قیمت وغیرہ ادا کرنا بیوی کے ذمے واجب نہیں ہوگا۔

اسی طرح مہر کے برعکس بدل خلع میں معمولی جہالت کی بھی گنجائش ہے، مثلاً جانور کے پیٹ میں موجود بچے یا تینوں میں موجود دودھ یا بھانگے ہوئے غلام کو بدل خلع میں ذکر کرنا درست ہے، مگر ان اشیاء کو مہر بنانا بالکل ناجائز ہے اور مہر مثل واجب ہوگا۔ (۴)

خلع کے عوض کو مرد یا عورت یا کسی اجنبی کے فیصلے پر موقوف کرنا بھی درست ہے، تاہم اگر ان میں سے کوئی بھی

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما یرجع الی المرأة فی الطلاق: ۳۱۵/۴

(۲) اندر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الخلع، مطلب الفاظ الخلع: ۹۱/۵

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما یرجع الی المرأة فی الطلاق: ۳۱۸/۴

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما یرجع الی المرأة فی الطلاق: ۳۱۸/۴ - ۳۲۰، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب

الطلاق، الباب الثامن فی الخلع، الفصل الثانی فی ما حازان ینکون بدلاً عن الخلع وما لا یجوز: ۴۹۴/۱

مہر سے زیادہ پر فیصلہ کر دے تو عورت کی اجازت کے بغیر یہ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا اور اگر مہر سے کم پر فیصلہ کرے تو مرد کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوگا۔ (۱)

### بدل خلع کی مقدار:

اگر زیادتی اور ظلم و جبر خود مرد کی طرف سے ہو اور عورت تنگ آ کر خلع کا مطالبہ کر دے تو اس صورت میں شوہر کے لیے طلاق کا معاوضہ لینا حرام ہے، تاہم یہ دیا جاتا ہے۔ اگر وہ لے لے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا اور کوئی اس عوض کو اس سے واپس لینے کا حق دار نہیں، اس لیے کہ اس نے اپنا حق (عورت سے انتفاع کا حق) عوض کے بدلے ساتھ کر دیا اور عورت خود اس پر راضی تھی۔

البتہ اگر عورت کی طرف سے تا فرمانی اور زیادتی ہو تو ایسی صورت میں طلاق کے عوض کوئی بھی چیز لینا مباح اور جائز ہے، تاہم اس میں اختلاف ہے کہ جو مہر ادا کیا ہے، اس سے زیادہ بھی لے سکتا ہے یا اتنی ہی مقدار واجب ہوگی؟ تو اس سلسلے میں حنفیہ سے دونوں اقوال منقول ہیں۔ بعض کے ہاں مہر سے زیادہ لینا مکروہ ہے، جب کہ بعض کے ہاں بلا کراہت جائز ہے، اس لیے کہ خود عورت اپنی مرضی سے دے رہی ہے، لہذا اس میں کراہت کی گنجائش نہیں۔ (۲)

### خلع کا حکم:

حنفیہ کے ہاں خلع چونکہ طلاقِ بائن ہے، اس لیے اس کے کچھ احکام تو بالکل وہی ہیں جو طلاقِ بائن کے ہیں، البتہ بعض احکام خلع کے ساتھ خاص ہیں۔ یہاں پر ان خاص احکام کا تذکرہ مقصود ہے۔

(۱) اگر خلع باءِ عوض ہو اور خلع کے الفاظ سے شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی اور مہر وغیرہ ساقط نہیں ہوگا۔

(۲) اگر خلع کسی عوض کے بدلے ہو تو اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱)..... خلع مہر کے بدلے ہو اور شوہر نے ابھی تک مہر ادا نہیں کیا ہو تو خلع کی وجہ سے شوہر سے مہر ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح وہ نفقہ بھی شوہر سے ساقط ہو جائے گا جو گزشتہ اوقات میں شوہر کے ذمے رہ گیا تھا جس کو فقہاء

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع، الفصل الثانی فی ما جاز ان یكون بدلا عن الخلع وما لا

بحرہ: ۱/۹۵، مدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما یرجع الی المرأة فی الطلاق: ۴/۳۲۲، ۳۲۳

(۲) مدائع الصنائع حوالہ بالا: ۴/۳۲۲-۳۲۵، الفتاویٰ الہندیہ الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، الفصل الاول فی

”الشفقة الماضية“ سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی خلع کی وجہ سے شوہر ان تمام حقوق واجبہ سے بری ہو جاتا ہے جو نکاح کی وجہ سے واجب تھے۔

(۲) خلع مہر کے بدلے ہو اور شوہر نے مہر ادا کیا ہو تو خلع کی وجہ سے بیوی اس مہر کو واپس کر دے گی۔

(۳) خلع مہر کے علاوہ کسی اور مال کے بدلے ہو، مثلاً ہزار روپے یا کسی زمین کے بدلے ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہی اشیاء واجب ہوں گے، تاہم اگر شوہر نے ابھی تک عورت کا مہر بھی ادا نہ کیا ہو تو وہ مہر سے بھی بری ہو جائے گا اور نفقہ ماضیہ سے بھی، چاہے اس نے مذکورہ عورت سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اگر شوہر نے مہر ادا کیا ہو تو اب وہ مہر عورت ہی کا ہے۔ شوہر اس سے رجوع نہیں کر سکتا ہے، چاہے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔ (۱)

### سکئی یا حضانت کو بدل خلع بنانا:

اصول یہ ہے کہ خلع میں عورت ہر اس حق سے دست بردار ہو سکتی ہے جو اس کا ذاتی حق ہو، تاہم اگر کوئی حق ایسا ہو جس سے عورت کے علاوہ کسی دوسرے کا حق بھی متعلق ہو تو اس کے بدلے خلع کرنا یا اس سے دست بردار ہونا جائز نہیں۔ ان حقوق میں سے سکئی بھی ہے، اس لیے کہ سکئی عورت کی طرح اللہ تعالیٰ کا بھی حق ہے، جس طرح ارشاد خداوندی ہے۔

﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يُخْرِجَنَّ إِلَّا أَنْ يُتَيَّنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ﴾ (۲)

البتہ اگر عورت یوں کہے کہ: ”وہ شوہر کی طرف سے سکئی کے کرائے کی ذمہ دار ہوگی“ تو اب یہ شرط معتبر ہوگی۔ اسی طرح بچوں کے حق پرورش یعنی حضانت کے بدلے خلع کرنا بھی درست نہیں، اس لیے کہ حضانت صرف عورت کا حق نہیں، بلکہ بچے کا بھی حق ہے، لہذا مذکورہ اشیاء کے عوض خلع کرنے سے طلاق یا تئن تو واقع ہو جائے گی، لیکن مذکورہ اشیاء ساقط نہیں ہوں گے۔ مذکورہ مسائل سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگی کہ نکاح کی طرح خلع میں بھی شرط فاسد لگانے سے خود یہ شرط فاسد ساقط ہو جاتی ہے اور خلع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (۳)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الخلع: ۴/۳۲۷، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۵/۱۰۶

(۲) الطلاق: ۱

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الخلع: ۴/۳۲۷، فتاویٰ قاضی خان علی ہاشم الہندیہ، کتاب الطلاق،

ساب الخلع: ۱/۵۳۷، المبسوط، کتاب الطلاق، باب الولد عند من یكون فی الفرقة: ۶/۱۶۹، و باب الخلع:

خلع اور مبارات:

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں خلع اور مبارات دونوں ایک ہی حکم میں ہیں، لہذا خلع (مخصوص پانچ الفاظ میں سے جس لفظ کے ساتھ بھی ہو) اور مبارات دونوں کے ذریعے میاں بیوی ایک دوسرے کے ان تمام حقوق سے بری ہو جاتے ہیں جو حقوق اس نکاح کی وجہ سے ان کے ذمہ واجب تھے۔ (۱)

خلع اور طلاق بالمال:

خلع اور طلاق بالمال میں دو باتیں مشترک ہیں۔

(۱) دونوں کے ذریعے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

(۲) دونوں میں طلاق کے بدلے عوض وصول کیا جاتا ہے۔ (۲)

تاہم دونوں کے مابین درج ذیل امور میں فرق پایا جاتا ہے۔

(۱) خلع اور مبارات کے ذریعے زوجین تمام حقوق سے بری ہو جاتے ہیں۔ طلاق بالمال میں بالاتفاق ایسا نہیں ہوتا، بلکہ صرف مقررہ مال لازم ہوتا ہے۔ (۳)

(۲) خلع میں اگر عوض اور بدل خلع باطل ہو جائے (مثلاً خیر یا خیر کے بدلے خلع ہو جائے) تو شوہر کے لیے اگرچہ کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، لیکن طلاق تب بھی بائن واقع ہوگی، بخلاف طلاق بالمال کے، اس لیے کہ طلاق بالمال میں اگر عوض باطل ہو جائے تو طلاق رجعی واقع ہوگی، نہ کہ طلاق بائن۔ (۴)

خلع کا وقت:

خلع میں وقت کی کوئی قید نہیں، حالت حیض یا ایسے طہر جس میں بیوی سے صحبت کر چکا ہو، میں بھی بلا کراہت خلع کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ خلع میں تطویل عدت، رجوع اور ضرر وغیرہ کی طرف نہیں دیکھا جاتا، بلکہ مقصود میاں بیوی کے مابین فوری جدائی اور علیحدگی ہوتی ہے۔ (۵)

(۱) اندر المختار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۵/۱۰۳-۱۰۶، بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی حکم

الخلع: ۶/۳۲۶۔ (۲) اندر المختار، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۵/۹۲، ۹۱، بدائع الصنائع، فصل فی الطلاق علی

مال: ۴/۳۲۸ (۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الخلع: ۴/۳۲۶

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق علی مال: ۴/۳۲۸

(۵) الموسوعة الفقهية نقلاً عن المغنی وشرح المہذب، مادة خلع: ۱۹/۴۱۹



## مسائل الخلع

### (خلع کے مسائل کا بیان)

### اسلام میں خلع کا تصور

سوال نمبر (225):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درج اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں خلع کا تصور کیا ہے؟

الجواب وبالله التوفیق:

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ، زوجین کا باہمی تعلق اور پردہ و حیا ہمیشہ پائی رہے اور اس کے توڑنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ جہاں کہیں کسی مسئلہ پر باہمی نزاع اور اختلاف پیدا ہو جائے، وہاں پر اقبام و تفہیم اور سمجھ بوجھ کے ساتھ صلح کرنے کی ہدایات موجود ہیں، لیکن بسا اوقات ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ اصلاح کی بھرپور سعی بھی ناکام ہو جاتی ہے اور آپس میں گھل مل کر بیٹھنا اور رہنا عذاب بن کر زندگی اجیرن بن جاتی ہے، ایسی صورت میں ایک طرف اگر شریعت نے خاوند کو طلاق کا راستہ دیا ہے تو عورت کو بھی حقوق نہ ملنے کی صورت میں اپنے شوہر کے بے جا ظلم و ستم سے نجات پانے کے لیے یہ گنجائش دے رکھی ہے کہ وہ خاوند کو کچھ رقم پر راضی کر کے خلع کرائے اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو آزاد کر لے یا حاکم شرعی کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرے۔

والدلیل علی ذلك:

إذ إنشاق الزوجان، وخافان أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسيهما منه بمال يخلعهما به؛

فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال. (۱)

ترجمہ: جب میاں بیوی میں اختلافات پیدا ہو جائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑالے (خاوند مال پر اس بیوی کے ساتھ خلع کر لے) جب یہ دونوں یہ کام کر لیں تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے مرد کے لیے مال لازم ہو جائے گا۔



## خلع کے ارکان و شرائط

سوال نمبر (226):

خلع کے ارکان و شرائط بیان کیجیے؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نکاح کی طرح خلع ایجاب و قبول کے ذریعے ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر میاں بیوی میں سے ایک کی طرف سے ایجاب اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ ہو تو خلع درست نہ ہوگا۔ لہذا ایجاب و قبول خلع کے لیے رکن ہیں۔ اسی طرح طلاق کے جو شرائط ہیں وہ خلع کے بھی ہیں، یعنی عورت کا نکاح یا عدت میں ہونا ضروری ہے۔ تب خلع کر سکتا ہے، ورنہ نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

الخلع إزالة ملك النكاح ببدل بلفظ الخلع ..... وشرطه شرط الطلاق، وحكمه وقوع الطلاق

البائن۔ (۱)

ترجمہ: خلع بدل کے ذریعے لفظ خلع سے ملک نکاح کو زائل کرنے کا نام ہے۔۔۔۔۔ اور خلع کے لیے دو شرائط ہیں جو کہ طلاق کے لیے شرائط ہیں اور خلع کا حکم یہ ہے کہ اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔



## خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح

سوال نمبر (227):

خلع طلاق ہے یا فسخ نکاح؟ اور کیا خلع کے بعد زوجین باہم رجوع کر سکتے ہیں؟

بیتوا توجروا



الجواب وبالله التوفيق:

فقہی حوالے سے خلع ایجاب و قبول سے عبارت ہے، مثلاً: بیوی شوہر سے یوں کہے کہ: "اتنے مال کے بدلے مجھ سے خلع کرو" اور شوہر کہہ دے کہ: "ٹھیک ہے" تو اس سے خلع واقع ہو کر عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، میاں بیوی کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے اور عورت کے ذمے شوہر کے لیے مال لازم ہو جاتا ہے۔ جہاں تک مال حوالہ نہ کرنے کا تعلق ہے تو یہ بات طلاق سے مانع نہیں ہو سکتی، بلکہ طلاق واقع ہو کر مال عورت کے ذمہ دین ہوگا جس کی ادائیگی اس پر لازم ہے اور انکار کی صورت میں شوہر عدالت سے رجوع کر کے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

واما ركنه: فهو الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلا تقع الفقرة ولا يستحق

العوض بدون القبول. (۱)

ترجمہ: خلع کا رکن ایجاب اور قبول ہے، کیونکہ یہ عوض کے بدلے طلاق پر عقد کرنا ہے چنانچہ قبول کے بغیر نہ فرقت واقع ہوتی ہے اور نہ عوض کا مستحق بنتا ہے۔



## مبارات کی حقیقت

سوال نمبر (229):

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ: "تم میرے گھر پر ہو، میں تمہارے ساتھ ازدواجی تعلقات سے بری ہوں اور میں تیرا برائے نام خاوند ہوں" بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ مبارات ہے۔ امداد الفتاویٰ، فتاویٰ عزیز یہ اور فتاویٰ رحیمیہ میں "المباراة كالخلع" مذکور ہے۔ کیا مندرجہ بالا گفتگو فارغ خطی کے معنی میں ہے یا نہیں؟

بیشوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

ازدواجی شریعت "مبارات یا فارغ خطی" میں میاں بیوی کے جملہ حقوق زوجیت ایک دوسرے سے منقطع ہو جاتے ہیں اور میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کو حقوق کے بارے میں بری کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں مبارات

ترخلع کے حکم میں شمار ہوگی اور طلاق بائن کا موجب ہونے کی بنا پر دوبارہ ازدواجی زندگی شروع کرنے کے لیے سوائے تجدید نکاح کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اس کے متعلق مذکورہ فتاویٰ کے اقوال درست ہیں، لیکن جہاں تک صورت مسئلہ کا تعلق ہے تو اس میں خاوند نے جماع سے برائت کا اعلان تو کیا ہے، لیکن ساتھ ساتھ نفقہ وغیرہ کی استثنا بھی موجود ہے۔ اور میں تیرا برائے نام خاوند ہوں اس جملے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس جملے میں قسم نہ ہونے کی وجہ سے ایلا پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں مبارات میں مہر، نفقہ سمیت جملہ حقوق زوجیت سے برائت ضروری ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر مذکورہ جملہ کو مبارات یا فارغ خطی کے زمرہ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

والذلیل علی ذلك:

والمباراة كالخلع، كلاهما يسقطان كل حق لكل واحد من الزوجين على الآخر مما يتعلق

بالنكاح. (۱)

ترجمہ: اور مبارات خلع کی مانند ہے، نکاح سے متعلق جو حقوق زوجین کے ایک دوسرے پر ہیں، یہ دونوں ان حقوق کو ساقط کر دیتے ہیں۔

ولو قال لامرأته أنا بريء من ثلاث تطليقاتك، قال بعضهم يقع الطلاق إذا نوى، وقال بعضهم

لا يكون طلاقاً وإن نوى، وهو الظاهر. (۲)

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ”میں تیری تین طلاقوں سے بری ہوں“ تو بعض فقہا فرماتے ہیں کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو یہ واقع ہوئی اور بعض فرماتے ہیں اگر چہ نیت بھی کی ہو، طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے۔



مہر سے زیادہ رقم پر خلع کرنا

سوال نمبر (230):

زید کی شادی ایک لاکھ روپے مہر کے عوض ہوئی تھی، بیوی زید کے عقد نکاح سے رہائی حاصل کرنا چاہتی ہے، لیکن خلع میں جو رقم مقرر کی گئی ہے، وہ مہر مقررہ سے زیادہ ہے۔ کیا عقد خلع کی رقم مہر کی رقم سے زیادہ مقرر کرنا جائز ہے؟

(۱) البدایہ، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۲/۴۱۶

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق: ۱/۳۷۶

الجواب وبالله التوفيق:

خلع ایک مالی معاملہ ہے جو زوجین کی رضامندی پر موقوف ہے، خواہ وہ مہر محاف کرنے کی صورت میں دیا  
دیگر مالی معاوضات پر ہو، لیکن واضح رہے کہ اگر نکاح ختم کرنے میں قصور مرد کی طرف سے ہو تو دیا جاتا عورت سے مال لینا  
صحیح نہیں، ہاں اگر قصور عورت کا ہو تو اس صورت میں مقدار مہر تک مال لینا چاہیے، مہر سے زیادہ لینا مناسب نہیں، اگرچہ  
قضاء زیادہ لینا بھی جائز ہے۔

والدلیل علی ذلك:

إن كان النشوز من قبل الزوج، فلا يحل له أخذ شيء من العوض على الخلع، وهذا في حكم  
الديانة..... وإن كان النشوز من قبلها، كرهنا أن يأخذ أكثر مما أعطاه من المهر، ولكن مع هذا  
يجوز أخذ الزيادة في القضاء. (۱)  
ترجمہ:

اگر نافرمانی شوہر کی طرف سے ہو تو خلع کرنے پر شوہر کے لیے دینا عوض میں کوئی چیز لینا جائز نہیں۔۔۔۔۔  
اور اگر عورت کی طرف سے نافرمانی ہو تو شوہر کے لیے مہر سے زیادہ رقم وصول کرنا ہمارے ہاں مکروہ ہے، تاہم قضاء مہر  
سے زیادہ لینا بھی جائز ہے۔



مال کے بدلے نکاح ختم کرنا

سوال نمبر (231):

ایک آدمی نے عورت سے نکاح کیا۔ کچھ عرصہ بعد گھریلو ناچاقی کی بنا پر عورت خاوند سے ناراض ہوئی۔  
چنانچہ خاوند نے دوسری شادی کی اور بیوی کو گھر سے نکال کر سرال بھیج دیا۔ اب شوہر نہ اس کے نان نفقہ کا بندوبست کرتا  
ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے۔ وہ اس شرط پر راضی ہے کہ بیوی طلاق کے بدلے کچھ رقم دے۔ کیا کوئی عورت شرعی اعتبار  
سے رقم کے عوض جان چھڑا سکتی ہے؟

بیٹوانوزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ نے میاں بیوی کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق مقرر کیے ہیں، ان حقوق کی پاس داری کرتے ہوئے وہ دونوں خوش گوار زندگی بسر کر سکتے ہیں، تاہم اگر طبائع مختلف ہونے کی وجہ سے تعلقات کا استوار رکھنا مشکل ہو اور ناسازگار خطرہ ہو تو شریعت نے خاوند کے لیے طلاق اور عورت کے لیے خلع کی صورت نکالی ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر باہمی تعلق اور ازدواجی زندگی برقرار رکھنا مشکل ہو تو عورت خاوند کو کچھ خوش دے کر خلع کر کے نکاح سے جان چھڑا سکتی ہے۔

والدلیل علمی ذلک:

إذ انشاق الزوجان، وخافان لا يقيما حدود الله، فلا بأس بان تقضي نفسها منه بعل يخلعها به، فإذا فعل ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها العال. (۱)

ترجمہ: جب میاں بیوی کا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں، تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑا لے، یعنی خاوند مال پر اس بیوی کے ساتھ خلع کر لے، جب دونوں یہ کام کر لیں تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے (مرد کے لیے) مال لازم ہو جائے گا۔



### گونگے شخص سے شادی کے بعد خلع کرنا

سوال نمبر (232):

ایک عورت نے گونگے مرد سے شادی کی ہے۔ اب وہ اس کے ساتھ خوش نہیں اور چاہتی ہے کہ وہ اس نکاح سے آزاد ہو کر کسی اور شخص کے ساتھ شادی کرے۔ کیا شریعت میں ایسے شوہر سے چھٹکارا پانے کی کوئی تدبیر ہے؟  
بیٹو اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ نے زوجین کے آپس میں خوش گوار زندگی گزارنے اور باہمی ہمدردی اور صلح و آشتی کا درس دیا ہے، اس لیے شریعت حتی الامکان طلاق دینے کی حوصلہ شکنی کرتی ہے، تاہم اگر کسی وجہ سے آپس میں خوشی اور سکون

سے رہنا ناممکن ہو تو ایسی صورت میں جہاں شریعت نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے، وہاں عورت کو خاوند سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کسی عوض کے ذریعے اس کو راضی کر کے اس سے خلع حاصل کر کے اپنے آپ کو آزاد کرانے کا حق دیا ہے۔ صورت مسئلہ میں اگر واقعی اس عورت کے لیے اس کو نئے شخص کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو تو وہ اس کو مہر معاف کرنے یا اس کے علاوہ مال دینے پر راضی کر کے خلع کر لے۔ یوں عقد نکاح سے اپنے آپ کو آزاد کر سکتی ہے۔  
واللہ اعلم علی ذلک:

إذ انشأ الزوجان، وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعهما به فإذا فعل ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال. (۱)

ترجمہ: جب میاں بیوی کا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑالے، یعنی خاوند مال پر اس بیوی کے ساتھ خلع کر لے، جب دونوں یہ کام کر لیں تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے (مرد کے لیے) مال لازم ہو جائے گا۔



### مہر اور شادی کے خرچہ کے بدلے میں خلع کرنا

سوال نمبر (233):

ایک شخص اپنی بیوی سے خلع کرنا چاہتا ہے، لیکن عقد خلع میں جو رقم مقرر کی ہے، وہ شادی کا خرچہ اور مہر ہے یعنی شادی کے اخراجات پر جو رقم خرچ کی گئی تھی اور جو مال مہر میں دیا تھا، یہ سب کچھ بدل خلع قرار پایا ہے۔ کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟  
بیٹو! تو جروا

الجواب وبالله التوفيق:

اگر خاوند اور بیوی کے درمیان کسی بات پر اختلاف پیدا ہو جائے اور دونوں کے لیے ازواجی تعلق برقرار رکھنا مشکل ہو جائے تو شریعت مطہرہ خاوند کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اس سے دونوں جدا ہو جائیں گے یا عورت طلاق کا مطالبہ کرے اور خاوند چاہتا ہے کہ وہ طلاق کے عوض اس سے کچھ وصول کرے تو بیوی خاوند سے خلع



کر لے اور دونوں باہمی رضامندی سے ایک عوض پر متفق ہو جائیں۔ اس خلع سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ عوض کے لیے شریعت میں کوئی خاص مقدار متعین نہیں۔ خاوند اور بیوی جس مقدار پر بھی راضی ہو کر خلع کر لیں تو عورت آزاد ہو جائے گی، البتہ اگر ظلم و زیادتی خاوند کی جانب سے ہو تو خاوند کے لیے عوض وصول کرنا مکروہ ہے اور اگر عورت تاثر مان اور بد چلن ہو تو پھر حق مہر کی مقدار میں عوض مقرر کرنا جائز ہے اور زیادہ لینا مناسب نہیں ہے۔

والدلیل علی ذلك:

إن كان النشوز من قبل الزوج، فلا يحل له أخذ شيء من العوض على الخلع، وهذا في حكم  
البدایة..... وإن كان النشوز من قبلها كرهنا أن يأخذ أكثر مما أعطى حامن المهر، ولكن مع هذا يجوز أخذ  
الزيادة قضاءً. (۱)

ترجمہ: اگر تاثر مانی شوہر کی طرف سے ہو تو خلع کرنے پر شوہر کے لیے دیتا عوض میں کوئی چیز لینا جائز نہیں۔۔۔ اور اگر عورت کی طرف سے تاثر مانی ہو تو شوہر کے لیے مہر سے زیادہ رقم وصول کرنا مکروہ ہے لیکن قضاء مہر سے زیادہ لینا بھی جائز ہے۔



## شریعت کی طرف سے عورت کو خلع کا حق

سوال نمبر (234):

بیوی نے کئی مرتبہ مجھے خلع کی پیش کش کی ہے اور وہ میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، حالانکہ میں گھر کو آباد رکھنے کا متنبی ہوں، لیکن بیوی کا اس گھر میں جی نہیں لگتا۔ کیا وہ از خود خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے؟ شرعی حکم کیا ہے؟  
بیخواتؤصروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ زوجین کو نکاح پر باقی رہنے اور آپس میں خوشگوار زندگی گزارنے کا درس دیتی ہے، لیکن کبھی زوجین کے درمیان ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں جن میں صلح کی تمام تدابیر ناکام ہو جاتی ہیں، ایسی صورت میں شریعت نے جس طرح شوہر کو طلاق کا حق دیا ہے، اسی طرح بیوی کو حقوق نہ ملنے کی صورت میں شریعت نے اس کو خلع کا حق دیا ہے، لیکن خلع میں خاوند کی رضامندی ضروری ہے، اگر خاوند اپنی رضا سے خلع کے لیے تیار نہ ہو تو اس صورت میں

خلع واقع نہ ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

وأما ركنه: فهو الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلا نفع للفرقة، ولا يستحق

العوض بدون القبول. (۱)

ترجمہ: خلع کا رکن ایجاب اور قبول ہے، کیونکہ یہ عوض کے بدلے طلاق پر عقد کرنا ہے۔ چنانچہ قبول کے بغیر نہ فرقت واقع ہوتی ہے اور نہ عوض کا مستحق بنتا ہے۔

(إذا تشاق الزوجان، وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسيهما منه بمال يخلعهما) لقوله تعالى: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (فإذا فعلا ذلك، وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال). (۲)

ترجمہ: جب میاں بیوی کے مابین اختلاف پیدا ہو جائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑا لے، مال کے ذریعے اس سے خلع کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: ”توان دونوں کے لیے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مالی معاوضہ دے کر طلاق حاصل کر لے“ جب یہ دونوں یہ کام کر لیں تو خلع سے ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے مال لازم ہو جائے گا۔



## اختیارِ خلع مجلس کے اختتام تک

سوال نمبر (235):

میرے شوہر نے مجھے ایک طلاق دی۔ پھر ہم راضی ہوئے، کچھ مدت بعد ایک اور طلاق دی اور پھر ہم راضی ہوئے، پھر ایک مدت بعد مجھے غصہ آیا اور میں نے شوہر سے طلاق مانگ لی تو میرے شوہر نے جواب دیا کہ میں نے مہر کے بدلے میں خلع کیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن ایک ماہ بعد میں نے خلع کو قبول کیا۔ اب میں بہت پریشان ہوں کہیں طلاق تو نہیں ہوئی؟ مجھے میرے مسئلے کا حل جلد ہی بتا دیجیے؟

بیتنا نتوجہ

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة في الطلاق: ۳۱۵/۴

(۲) الہدایۃ، الخلع، ۱۲/۲

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت کی رو سے خاوند کو تین طلاق کا حق حاصل ہے۔ تین طلاق دینے کے بعد بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ نیز خلع بھی ایک طلاق بائن ہے۔ اگر شوہر نے دو طلاقیں کے بعد خلع کی ہو، تب بھی بیوی بائنہ مغلطہ ہوتی ہے۔ تاہم خلع ایک ایسا عقد ہے جس میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ خاوند کے الفاظ منہ سے نکلنے کے بعد اس وقت تک خلع منعقد نہیں ہوگا، جب تک بیوی اپنی رضامندی سے اس کو قبول نہ کر لے اور بیوی کو خلع قبول کرنے کا اختیار اسی مجلس کے اختتام تک ہوتا ہے جس مجلس میں اس کو خلع کا علم ہوا ہو، اس کے بعد اگر قبول کر لے تو خلع معتبر نہیں۔

صورت مسئلہ میں خلع منعقد نہیں ہوا اور خاوند کو حسب سابق ایک طلاق کا حق باقی رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

هو إزالة ملك النكاح المتوقفة علی قبولها بلفظ الخلع..... فلا يصح رجوعه عنه قبل قبولها، ولا يصح شرط الخيار له، ولا يقتصر علی المجلس، أي مجلسه، ويقتصر قبولها علی مجلس علمها. (۱)

ترجمہ:

خلع لفظ خلع کے ساتھ ملک نکاح کے زائل کرنے کا نام ہے جو کہ بیوی کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔۔۔۔۔ اس لیے عورت کے قبول کرنے سے پہلے شوہر کا رجوع صحیح نہیں ہے اور شوہر کے لیے خیاب شرط بھی صحیح نہیں اور نہ ہی یہ خلع شوہر کے مجلس ایجاب تک محدود ہوگا۔ البتہ عورت کو جس مجلس میں علم ہو جائے عورت کا قبول کرنا اسی مجلس تک محدود رہے گا۔



بیوی کے والد سے بدلِ خلع کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر (236):

عدالت نے اس شرط پر خلع کیا تھا کہ عورت مہر واپس کرے گی۔ اب وہ واپس نہیں دے رہی۔ تو کیا شوہر عورت کے والد سے مطالبہ کر سکتا ہے؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

عقد خلع میاں بیوی کی باہمی رضا مندی سے طے ہوتا ہے، جب تک دونوں راضی نہ ہوں، کسی ثالث کا کردار اس میں معتبر نہیں ہوگا، البتہ اگر عورت نے کسی کو اجازت دی ہو کہ وہ عقد خلع کر کے عوض بھی طے کر دے تو ایسا کرنا گویا عورت کی اپنی اجازت سے ہے۔ اب بدل خلع کا مطالبہ بھی اس سے ہوگا جس پر دین ہے اور دین تو عورت پر ہے، والد پر نہیں، لیکن اگر والد نے باقاعدہ طور پر عہد کیا ہو اور بدل خلع ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہو تو پھر مرد کا حق بنتا ہے کہ وہ عورت کے والد سے اس عوض کا مطالبہ کرے۔

والدلیل علی ذلك:

قال: حيث اضاف الأب البذل إلى نفسه صح، ولزمه، ولا يسقط من مهرها شيء، فتطالب الزوج بماله عليه، ولا يرجع به على الأب إذا لم يضمن ذلك، وإنما يلزمه البذل الذي التزمه في عقد الخلع. (۱)

ترجمہ:

فرمایا: جب بدل خلع والد اپنی طرف منسوب کر لے تو صحیح ہے اور وہ اس پر لازم ہو جاتا ہے، لیکن عورت کے مہر سے کوئی چیز ساقط نہ ہوگی، پس بیوی شوہر سے اپنے اس مال کا جو اس پر لازم ہے، مطالبہ کر سکتی ہے۔ اور اگر والد نے ذمہ داری نہ لی ہو تو شوہر والد سے مطالبہ نہیں کرے گا۔ عقد خلع میں بدل اس پر لازم ہے جس نے اپنے اوپر لازم کیا ہو۔



خاوند کی رضا مندی کے بغیر خلع کرنا

سوال نمبر (237):

ایک آدمی بالکل صحت مند ہے۔ بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ حقوق (نان نفقہ وغیرہ) کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا، اس بیوی سے نو سال کا ایک بیٹا بھی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ عورت اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرتی رہتی ہے۔ خاوند اس پر راضی نہیں۔ کیا شریعت ایسی صورت میں عورت کو حق خلع دیتی ہے؟

بیشوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جب خاوند بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا تو ایسی صورت میں خاوند کی رضامندی کے بغیر کسی عورت کو خلع و تفریق کرانے کا حق نہیں۔ اس طرح کا مطالبہ کرنا بے جا اور نامناسب ہے، اس لیے کہ عقد خلع کی صحت کے لیے میاں بیوی دونوں کا متفق ہونا ضروری ہے۔ طلاق اور خلع شوہر کی رضامندی کے بغیر واقع نہیں ہو سکتے۔

والدلیل علی ذلك:

واما ركنه: فهو الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد علی الطلاق بعوض، فلا تقع الفرقة، ولا يستحق

العوض بدون القبول۔ (۱)

ترجمہ: خلع کا رکن ایجاب اور قبول ہے، کیونکہ یہ عوض کے بدلے طلاق پر عقد کرنا ہے چنانچہ قبول کے بغیر نہ فرقت واقع ہوتی ہے اور نہ عوض کا مستحق بنتا ہے۔



### ناچاتی عورت کی طرف سے ہو تو خلع کا حکم

سوال نمبر (238):

ہماری شادی کو تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا، شادی کے بعد بیوی نے اقرار کیا کہ منگنی کے وقت بھی میری نیت نہیں تھی، لیکن اپنے بڑوں کی وجہ سے ان کے سامنے بات نہیں کر سکتی تھی، اس لیے میں خاموش رہی، جس دن شادی ہوئی تو روزانہ طلاق کا مطالبہ کرتی تھی۔ اب اس کے بھائی اس کو زبردستی رکھوانا چاہتے ہیں اور بیوی ہمارے گھر میں وقت نہیں گزارتی اور بار بار طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، لیکن وہ حاملہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کی طلاق کی کیا صورت ہوگی اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حق مہر اس کو دینا چاہیے یا نہیں؟ حالانکہ نافرمانی اس کی طرف سے ہے، میری طرف سے نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

زوجین کا آپس میں الفت و محبت سے رہنا شرعاً مطلوب ہے۔ اگر کسی وجہ سے آپس میں ناچاتی ہو جائے جس

کی وجہ سے ازدواجی زندگی مشکل ہو تو ایسی صورت میں خاوند کو شرعاً طلاق کا حق حاصل ہے۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں اگر میاں بیوی کے درمیان ایسی ناچاقی ہو جس کی وجہ سے ازدواجی زندگی گزارنا دشوار ہو اور مصالحت کی کوئی صورت نظر نہ آسکے ہو اور ناچاقی عورت کی طرف سے ہو تو اس صورت میں خاوند عورت سے حق مہر پر خلع کر لے۔ اگر عورت حق مہر یا اور مال کے عوض خلع کے لیے تیار ہو جائے تو ایک طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی۔ عدت گزارنے کے بعد عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

قال تبارک و تعالیٰ ﴿وَإِنْ جَفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾ (۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تم ان کے درمیان ناچاقی پر ڈرتے ہو تو ایک ثالث خاوند کی طرف سے اور ایک بیوی کی طرف سے بھیجو، اگر یہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ ان دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرما دے گا، بے شک اللہ بہت علم والا اور بہت خبردار ہے۔

إِذَا تَشَاقَّ الزَّوْجَانِ، وَخَافَا أَنْ لَا يَقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ، فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَقْتَدِيَ نَفْسُهُمَا مَنْ يَمَالُ بِخُلْعِهَا بِهِ فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ، وَقَعَتْ تَطْلِيقُهُ بَائِنَةً، وَلَزِمَهَا الْمَالُ. (۲)

ترجمہ: جب میاں بیوی کے مابین اختلاف پیدا ہو جائے اور اس بات سے ڈریں کہ وہ اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے مال کے ذریعے خود کو چھڑا لے، خاوند مال کے عوض بیوی کے ساتھ خلع کر لے، جب دونوں یہ کام کر لیں تو ایک طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے مرد کے لیے مال لازم ہو جائے گا۔



عورت کو ابدی اختیار خلع دینا

سوال نمبر (239):

مسماة کو خاوند نے چند مہینوں کے وقفہ سے دو طلاقیں دے دیں اور ہر بار رجوع کر لیا، اس کے بعد ایک لڑائی میں مسماة نے خاوند سے حق خلع مانگا تو خاوند نے ساری زندگی خلع کا حق دے دیا اور کہا کہ تم خلع کے کاندھات

(۱) سورة النساء/ ۳۵

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع: ۱/ ۸۸

جمع دو، میں دستخط کر دوں گا۔ اب خاوند کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بیوی علیحدگی میں حق خلع کا استعمال کر سکتی ہے، بلکہ میری مراد تو یہ تھی کہ خلع تب واقع ہوگا، جب دو کا غذات بھیجے اور میں دستخط کر لوں۔ اب شریعت میں ایسی صورت کا کیا حکم ہے؟

یٰٰسُوْا تَزَجْرُوْا

اجواب وباللہ التوفیق:

اگر اختیار دیتے وقت خاوند نے بیوی سے رقم کے بدلے خلع دینے کا صریح ذکر کیا ہو تو پھر خلع اس صورت میں واقع ہوگا جب بیوی خاوند کی نیت اور منشا کے مطابق کا غذات بھیج کر دستخط کرادے، تاہم اگر خلع کا اختیار دیتے وقت رقم کا ذکر نہ ہوا ہو تو پھر یہ خلع طلاق بائن شمار ہوگا۔ اس صورت میں کا غذات بھیجنے اور دستخط کرانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور پچھلے دو طلاقیں کے بعد اس سے تیسری طلاق واقع ہو جائے گی۔

والدلیل علی ذلك:

أفاد أن التعريف الخاص بالخلع السقط للمعتوق، فقوله لهما: خلعتك بلا ذكر مال لا يسمي خلعا شرعاً بل هو طلاق بالن غير متوقف على قبولها. بخلاف ما إذا ذكر معه المال، أو كان بلفظ المذاعلة، أو الأمر، فإنه لا بد من قبولها. (۱)

ترجمہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تعریف اس خلع کے ساتھ خاص ہے جو حقوق کو ساقط کرنے والا ہے، پس شوہر کا بیوی کو مال کے ذکر کے بغیر یہ کہتا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا، یہ شرعاً خلع نہیں کہلائے گا، بلکہ یہ طلاق بائن ہوگی جو بیوی کے قبول کرنے پر مؤید نہ ہوگی، بخلاف اس کے جب وہ اس کے ساتھ مال ذکر کرے یا لفظ مذاعلہ استعمال کرے یا خلع کا حکم دیدے، ان صورتوں میں عورت کی طرف سے قبول کرنا بھی ضروری ہے (ورنہ خلع نہیں ہوگا)



اشامپ پیپر پر خلع کی دستاویز تیار کر کے دستخط کرنا

سوال نمبر (240):

ایک عورت نے باقاعدہ طور پر خاوند کی مرضی سے اشامپ پیپر پر گواہوں کے سامنے صاف طور پر لکھ دیا کہ میں اپنا حق مہر معاف کر کے شوہر سے خلع چاہتی ہوں اور اس پر دستخط بھی کر دیا۔ پھر لڑکی والوں نے مہر سونا وغیرہ واپس بھی کر

دیا۔ شوہر نے بھی کاغذ پر دستخط کر دیے۔ اس واقعے کا تقریباً ایک سال گزر چکا ہے۔ کیا یہ شرعی طلع ہے؟  
بہنو! غور کرو!

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت نے جس طرح طلاق کا حق شوہر کو دیا ہے، اسی طرح اگر عورت کی زندگی شوہر کے ساتھ دشوار ہو، آپس میں تعلقات خراب ہوں اور اصلاح کی کوئی صورت نہ ہو تو وہ شوہر سے خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے، چنانچہ جب وہ مال کے بدلے شوہر کو راضی کر کے خلع لے تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ عدت گزارنے کے بعد اس خاوند سے آزاد ہو کر جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں جب عورت نے شوہر کے ساتھ یہ بقاء ہوش و حواس گواہوں کے سامنے خلع کے استامپ پیپر پر دستخط کر دیا اور شوہر نے بھی دستخط کیا تو خلع ہو گیا۔ جب ایک بار خلع ثابت ہو جائے تو پھر شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوتا، لہذا عورت جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وشرطه كالطلاق، وصفته ما ذكره بقوله (هو يمين في جانبه) لأنه تعلیق الطلاق بقبول المال (فلا يصح رجوعه) عنه (قبل قبولها، ولا يصح شرط الخيار له، ولا يقتصر على المجلس أو في جانبها معاوضة) بمال (فصح رجوعها) قبل قبوله..... (و) حكمه أن (الواقع به) ولو بئلا مال (وبالطلاق) التصريح (على مال طلاق بائن). (۱)

ترجمہ: خلع کی شرط طلاق کی طرح ہے اور اس کی صفت وہ ہے جو مصنفؒ نے ذکر کی ہے، اس قول کے ساتھ کہ یہ خلع شوہر کی جانب سے نہیں ہے، کیونکہ یہ مال کے قبول کرنے سے طلاق کو معلق کرنا ہے۔ چنانچہ عورت کے قبول کرنے سے پہلے شوہر کا رجوع صحیح نہ ہوگا اور اس کے لیے شرطِ خیار بھی صحیح نہ ہوگا اور یہ عقد شوہر کے مجلس کے ساتھ مجدد بھی نہیں ہوگا اور عورت کی طرف سے مال کے بدلے معاوضہ ہے تو شوہر کے قبول کرنے سے پہلے اس کا رجوع صحیح ہوگا۔۔۔ اور خلع کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعے طلاق بائن واقع ہوگی، اگرچہ وہ بلا مال کیوں نہ ہو یا طلاق صریح (مال کے بدلے) کیوں نہ ہو۔



## خلع میں مہر سے زیادہ کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر (241):

ایک آدمی اپنی نافرمان بیوی سے خلع کرنا چاہتا ہے۔ اب یہ پچھنا ہے کہ شوہر نے جتنا مہر ادا کر دیا ہے کیا اسی کا مطالبہ کرے گا یا اس سے زیادہ کا بھی کر سکتا ہے؟

بیٹھو! نہ جھڑکا

الجواب وبالله التوفیق:

خلع میں زوجین کی رضامندی ضروری ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر خاوند بیوی سے مال کے عوض خلع کرنا چاہتا ہے اور بیوی اس کو قبول کرتی ہے تو فقہائے کرام کے ہاں اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قصور اور زیادتی شوہر کی طرف سے ہو تو خلع کی صورت میں بیوی سے مال لینا مکروہ تحریمی ہے اور اگر نافرمانی بیوی کی طرف سے ہو تو پھر شوہر کے لیے مال کا لینا جائز ہے البتہ مہر کی مقدار میں لینے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اس سے زیادہ کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ زیادہ لینا جائز تو ہے، لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

خلع سے خود بخود عورت پر طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے جس کے بعد آدمی کو رجوع کا حق حاصل نہیں ہوتا اور عدت گزرنے کے بعد عورت جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

(و کرہ) تحریمًا (أخذ شيء إن نشئ، وإن نشئت لا)، ولو منه نشوزاً أيضاً، ولو باكثر مما أعطاهما

علی الأوجه. (۱)

ترجمہ:

اگر شوہر زیادتی کرے تو خلع کے بدلے مال لینا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہو تو پھر اگرچہ اس وقت شوہر کی طرف سے بھی نافرمانی پائی جاتی ہو، مکروہ نہیں۔ راجح قول کے مطابق شوہر نے بیوی کو جو کچھ دیا ہے اس سے زیادہ پر خلع کرنا بھی جائز ہے۔



## باب تنسیخ النکاح

## (مباحث ابتدائیہ)

## تعارف اور حکمت مشروعیت:

نکاح کے بعد شریعت کی طرف سے زوجین پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ حتی المقدور شرعی احکامات کی رعایت کرتے ہوئے خوش گوار زندگی گزاریں، تاہم اگر کسی رنجش کی بنا پر احکامات شرعیہ کی نوبت کی کا خوف ہو جائے اور نکاح کے بندھن کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے تو ایسی صورت میں طلاق یا خلع کا راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

فقہی نقطہ نظر سے خلع میاں بیوی کی باہمی رضامندی کا معاملہ ہے۔ کوئی بھی شخص دوسرے کی طرف سے نہ تو طلاق دے سکتا ہے اور نہ اس کا نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ نہ باپ کو یہ حق حاصل ہے، نہ قانون کو اور نہ ہی کسی حکم اور ثالث کو، تاہم بعض مخصوص حالات میں فقہائے کرام نے قاضی کو تفریق کا حق دیا ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) جب شوہر نامرد ہو اور بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہو۔

(۲) جب شوہر پاگل ہو گیا ہو۔

(۳) جب خاوند بیوی کو نہ باقاعدہ رکھتا ہو اور نہ طلاق دے کر فارغ کرتا ہو، جس کو فقہاء معتبت کہتے ہیں۔

(۴) جب شوہر بالکل لاپتہ ہو۔ یعنی مفقود الخیر ہو۔

(۵) جب شوہر غائب غیر مفقود ہو۔

ان میں سے ہر ایک کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ دراصل یہ چیزیں ایسی ہیں جو نکاح کے ان بنیادی مقاصد سے متصادم ہیں جن کو شریعت نے بزور عدالت شوہر سے وصول کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگر شوہر ان حقوق کی ادائیگی سے عاجز ہو تو قانون اور قاضی اس کو طلاق پر مجبور کر سکتا ہے، اگر وہ انکار کر دے تو قاضی کو خود تفریق کا حق حاصل ہے۔ اس لیے اگر شوہر بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کسی غفلت کا مظاہرہ نہیں کرتا اور عورت محض ناپسندیدگی کی بنا پر نکاح فسخ کرنا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں اگر بالفرض حاکم یا قانون عورت کی بات پر فیصلہ کر کے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرے، تب بھی اگرچہ قانوناً یہ عورت آزاد ہو جائے گی، لیکن شرعاً زوج اول ہی کے نکاح میں رہے گی، کیوں کہ اس صورت میں تنسیخ نکاح کے جواز کے لیے کوئی سبب موجود نہیں۔ (۱)

## عنین، یعنی نامرد ہونے کی صورت میں نكاح کی تفصیل:

نکاح کرام کی اصطلاح میں عنین اس شخص کو کہتے ہیں جو عضو مخصوص ہونے کے باوجود عورت سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو، خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ کسی نے اس پر جادو کیا ہو۔ جو شخص بعض عورتوں سے جماع کرنے پر قادر ہو اور بعض پر نہیں تو جس سے ہم بستری پر قدرت نہ ہو، اس کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائے گا۔ (۱)

## نكاح نسخ کرنے کا طریقہ کار:

اگر عورت اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے تو قاضی شوہر سے دریافت کرے، اگر وہ خود اقرار کرنے کہ بے شک میں اس عورت سے ہم بستری پر قادر نہیں تو اس کو ایک سال کی مہلت علاج کرنے کے لیے دے دے اور اگر وہ اقرار نہ کرے، بلکہ جماع کا دعویٰ کرے اور اس پر قسم بھی کھائے تو عورت اگر باکرہ نہ ہو تو شوہر کی بات مانی جائے گی، اگر عورت باکرہ ہو اور ایک یا دو عورتیں بکارت کی گواہی دیں یا شوہر قسم کھانے سے انکار کر دے تو پھر قاضی اس کو ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دے دے گا، اگر اس دوران دو جماع پر قادر ہو اور ایک مرتبہ بھی جماع کر لیا تو عورت کے لیے نسخ نکاح کا حق باقی نہیں رہا، بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ حق باطل ہو گیا اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کر سکا تو عورت کی دوبارہ درخواست پر قاضی تحقیق کرے گا، اگر واقعی شوہر جماع کا قابل نہ ہو تو اس سے طلاق دلوائی جائے گی اور اگر وہ انکار کر دے تو خود قاضی تفریق کر دے گا۔ مذکورہ طلاق یا تفریق دونوں طلاق بائن کے حکم میں ہیں۔ (۲)

## نكاح کی شرائط:

زوجہ عنین کو شوہر سے علیحدگی کا اختیار چند شرائط کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے:

(۱) نکاح سے پہلے اس کو اپنے شوہر کی نامردی کا علم نہ ہو۔ (۳)

(۲) نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ (۴)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العین: ۵۲۶/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العین: ۵۲۶/۱-۵۲۷

(۳) الفتاویٰ الہندیہ، حوالہ بالا: ۵۲۷/۱، الفروع المختار، کتاب الطلاق، باب العین وغیرہ: ۱۶۷/۵

(۴) الفروع المختار، کتاب الطلاق، باب العین وغیرہ: ۱۶۸/۱-۱۶۷/۵

(۳) جس وقت سے عورت کو شوہر کے عینین: دینے کی خبر ہوئی ہے، اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔ محض سکوت یہاں پر رضا نہیں سمجھی جائے گی۔ (۱)

(۴) سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد جب قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے۔ اگر اسی مجلس میں اس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس ختم ہوگئی تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔ (۲)

(۵) عینین کو سال بھر کی مہلت دینا، عورت کو اختیار دینا سب قاضی کا کام ہے۔ قاضی کے بغیر از خود کسی اور کو تفریق کا اختیار نہیں۔ (۳)

### تفریق کے بعد کے احکام:

تفریق کے بعد خلوت صحیحہ کی وجہ سے عینین شوہر پر پورا مہر واجب ہوتا ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہو جاتی ہے، البتہ اگر خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو تو عدت بھی واجب نہیں، ایسی صورت میں اگر مہر مسکمی ہو، یعنی نکاح کے وقت اس کی تعیین کی گئی ہو تو اس معین مہر کا نصف حصہ واجب ہوگا، ورنہ مشہ، یعنی جوڑا وغیرہ واجب ہوگا۔ (۴)

### ملاحظہ:

عینین کے حکم میں خنثی، خنسی اور شیخ کبیر بھی ہیں۔ ان کو بھی سال بھر کی مہلت دی جائے گی، البتہ محبوب (جس کا عضو متاثر نہ ہو) یا وہ شخص جس کا آلہ تناسل خلقتاً بہت کم (نہ ہونے کے برابر) ہو، اس کو سال بھر مہلت دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ پہلی ہی درخواست پر اگر تحقیق ہو جائے تو عورت کو اختیار دے دیا جائے گا۔ (۵)

### جنون ہونے کی صورت میں بیوی کے لیے مطالبہ تفریق کا حکم:

شیخین کے نزدیک شوہر کے جنون کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں، لیکن امام محمدؒ کے ہاں اس کو یہ حق

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العینین وغیرہ: ۵/۱۶۷، ۱۷۲

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العینین: ۱/۵۲۴

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العینین وغیرہ: ۵/۱۷۰

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العینین وغیرہ: ۵/۱۷۱، ۱۷۲۔ الفتاویٰ الہندیہ حوالہ بالا: ۱/۵۲۴

(۵) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العینین وغیرہ: ۵/۱۶۶، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی

العینین: ۱/۵۲۵۔ الحبلۃ الناحزۃ، ص: ۵۳۔ ۵۰

ماصل ہے کہ قاضی کے یہاں درخواست دے کر تفریق کا مطالبہ کر دے، بشرط یہ کہ جنون اس درجے کا ہو کہ اس کے ساتھ رہنا اور زندگی گزارنا برداشت سے باہر ہو یا اس سے قتل کا اندیشہ ہو۔ (۱)

تاہم امام محمدؒ نے جنون حادث (صحت مند شخص کو عارض ہونے والے پاگل پن) کے بارے میں عین کی طرح ایک سال مہلت دینے کا حکم فرمایا ہے۔ اگر اس ایک سال میں وہ تندرست ہو جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ قاضی عورت کو فسخ کا اختیار دے دے۔ مذکورہ تفریق کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔

حنفیہ کے ہاں قاضی کی یہ تفریق فسخ نکاح ہے، طلاق پائے نہیں، اس لیے کہ مبسوط اور کتاب الآثار میں اس کے لیے رد نکاح اور فسخ القدر میں فسخ کے الفاظ موجود ہیں۔ (۲)

### مہر اور عدت کا حکم:

اگر فسخ نکاح خلوت صحیح سے قبل ہوا ہے، تب تو مہر بالکل ساقط ہوگا اور عدت کی بھی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے پہلے خلوت صحیح ہو چکی تھی تو پھر کامل مہر اور عدت بھی واجب ہوگی۔ (۳)

### مفقود سے متعلق احکامات کا خلاصہ:

#### مفقود کے مال کے بارے میں جمہور کا نظریہ:

مفقود وہ شخص ہے جو اس طرح غائب ہو کہ نہ تو اس کے مکان و موضع کا پتہ ہو اور نہ اس کی زندگی و موت کا کوئی یقینی علم ہو۔

”هو الغائب الذي لم يدرك موضعه ولم يدركه حي أو ام ميت“۔ (۴)

مفقود کو با اتفاق جمہور اپنے مال کے بارے میں اس وقت تک زندہ تسلیم کیا جائے گا، جب تک اس کے ہم عمر و ہم قرن لوگ زندہ ہوں، البتہ میراث کے معاملے میں وہ دوسروں کے حق میں مرد تصور کیا جائے گا، لہذا وہ کسی کا

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العین وغیرہ: ۱۷۵/۵، الفتناری الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب

الثانی عشر فی العین: ۱/۵۲۶، کتاب الآثار لا امام محمد، کتاب النکاح، باب الرجل یتزوج وہ العیب والعراة، ص: ۸۵،

المبسوط، باب الحیار فی النکاح: ۵/۹۷، ۹۵/۵

(۲) الحبلة الناجزة، ص: ۵۱-۵۲

(۳) الحبلة الناجزة، حکم زوجہ محنون، ص: ۵۵، ۵۶

(۴) کتاب التعلیقات للحر حانی، مادة فسر (۱۴۴۳)، ص: ۱۵۶

وارث نہیں بن سکے گا۔ مفقود کے ہم عمر لوگوں کی موت کے بعد اس کی موت کا فیصلہ کر کے اس کی میراث تقسیم کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔ (۱)

### زوجہ مفقود کے بارے میں متقدمین حنفیہ کا مسلک:

حنفیہ و شافعیہ اور اکثر مجتہدین نے زوجہ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا ہے کہ جب تک ہم عمر لوگ ختم نہ ہوں، اس وقت تک اس کی بیوی دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک ہم عمر لوگوں کی موت کا انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس سے قبل بھی قاضی عورت کو نکاح کی اجازت دے سکتا ہے۔ یہ تب ہے، جب مفقود کے ظاہر حال سے اس کی ہلاکت اور موت کا غالب گمان ہو، جیسے کوئی شخص معرکہ جنگ میں گم ہو گیا یا ایسے مرض کی حالت میں گم ہو گیا جس میں موت کا گمان غالب ہو یا سمندر میں سفر کیا اور ساحل پر پہنچنے کا علم نہ ہو سکا تو قاضی اس کی موت پر غلبہ ظن ہو جانے کے بعد اس کی بیوی کی عدت گزارنے کے بعد نکاح کی اجازت دے دے گا۔ (۲)

### زوجہ مفقود کے بارے میں متاخرین حنفیہ کا مفتی بہ مسلک:

فقہائے حنفیہ میں سے متاخرین نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے کہ شوہر کی ہلاکت کا غلبہ ظن ہو یا نہ ہو، قاضی اور حاکم تفتیش کے بعد جب مفقود کے مرنے سے ناامید ہو جائیں تو اس کی بیوی کو چار سال تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد عدت گزار کر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ علامہ شامیؒ کہستانی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لو أفتی به في موضع الضرورة لابس به على ما أظن“۔ (۳)

چنانچہ یہ مسئلہ اب فقہ حنفی میں داخل ہے، تاہم عورت جب تک معبر کر سکے، اس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے۔ ہاں بوقت ضرورت شدیدہ کہ خرچ کا انتظام نہ ہو سکے یا بوجہ خوف معصیت کے پیشینا مناسب نہ سمجھا جائے، اس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں مضائقہ نہیں، تاہم یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ یہ مسئلہ فقہ مالکی سے لیا گیا ہے، لہذا اس مسئلے میں امام مالکؒ کے نزدیک جو شرطیں ہوں، ان سب کی رعایت کی جائے گی، اس

(۱) الدر المختار، کتاب المفقود: ۶/۴۵۷، ۴۶۰

(۲) الدر المختار حوالہ بالامور المختار علی الدر المختار، کتاب المفقود: ۶/۴۶۲، ۴۶۳

(۳) رد المختار، کتاب المفقود، مطلب فی الإفتاء لمذهب مالک فی زوجة المفقود: ۶/۴۶۱

لیے کہ تلفیق اور خلط فی المذهب حرام اور قبیح ہے۔ (۱)

### علیحدگی کا طریقہ کار:

عورت عدالت میں مقدمہ درج کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود دلا پتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں خود قاضی بھی مفقود کی تفتیش و تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا اور چار سال گزرنے پر عورت چار ماہ وں دن عدت و فوات گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کی قابل ہو جائے گی۔ قاضی کے فیصلے کے چار سال گزرنے کے بعد دوبارہ قضاے قاضی کی ضرورت نہیں، بلکہ خود ہی عدت و فوات گزار دے، تاہم احتیاط اس میں ہے کہ دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے حکم بالموت بھی حاصل کر لے، البتہ اگر قاضی کی طرف دوبارہ رجوع کرنا دشوار ہو تو پھر قضاے اول ہی پر عمل کر لے۔ (۲)

### مفقود کی واپسی کے احکام:

وہ مفقود جس پر مرافعہ و تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہو، اگر حکم بالموت کے بعد واپس آ جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آ جائے، خواہ عدت و فوات کے اندر ہو یا بعد میں، اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ زوجہ بالاتفاق شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور باقی رہے گی، دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے وقت میں واپس آئے، جب کہ عدت و فوات گزارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح اور خلوت صحیحہ بھی کر چکی ہو۔ اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مفقود واپس آ جائے تو اس کی عورت ہر حال میں اس کو ملے گی، خواہ عدت و فوات کے اندر آ جائے یا انتضاے عدت، نکاح ثانی اور خلوت صحیحہ کے بعد آ جائے۔ یہ ذہن نشین رہے کہ دونوں صورتوں میں زوج اول کے آنے سے نکاح ثانی باطل ہو جائے گا۔

(۱) النجلیۃ الناجزۃ، حکم زوجہ مفقود، ص: ۶۰، ۵۹

(۲) ایضاً ص: ۶۲، ۶۳

دونوں صورتوں میں زوج ذیل احکام کی رعایت ہوگی:

- (۱) تجدید نکاح اور تجدید مہر کی ضرورت نہیں، اگرچہ دوسرے خاوند سے صحبت کر چکی ہو۔
- (۲) دوسرے شوہر کی عدت گزارنا واجب ہے، جب تک عدت ختم نہ ہو، اس وقت تک شوہر اول کو اس کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں، البتہ عدت شوہر اول کے گھر میں گزارے گی۔
- (۳) اگر خلوت صحیح ہو چکی ہو تو دوسرے شوہر پر پورا مہر مسمیٰ ادا کرنا واجب ہوگا۔
- (۴) زوج ثانی سے جو اولاد ہو جائے یا تفریق کے بعد زمانہ عدت میں ہو جائے تو اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔ (۱)

### حکم زوجہ متعنت:

متعنت اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق اور ثمان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے۔ اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ عورتوں کے لیے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے۔

تفریق کن صورتوں میں ہوگی؟

- زوجہ متعنت کے لیے اول تو یہ لازم ہے کہ وہ کسی طرح خاوند سے خلع کر لے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں زوجہ متعنت کو تفریق کا حق مل سکتا ہے اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں:
- (۱) ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے، یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت عزت و آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔
  - (۲) دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہو سکتا ہے، لیکن شوہر سے علاحدہ رہنے میں ابتلائے معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔

### تفریق کا طریقہ:

عورت اپنا مقدمہ قاضی یا مسلمان حاکم کے سامنے پیش کرے۔ قاضی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے پوری تحقیق کرے۔ اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو اس کے خاوند سے کہا جائے گا کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کریں گے۔ اس کے بعد بھی اگر شوہر کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی طلاق واقع کر دے۔ اس میں

(۱) الحيلة الناجزة، واپسی مفقود کے احکام، ص: ۶۷-۷۱



کسی مہلت و انتظار کی ضرورت نہیں۔

تنت سے باز آنے کی صورت میں بیوی سے رجوع کا حکم:

چونکہ اس صورت میں واقع ہونے والی طلاق، طلاق رجعی ہوتی ہے، اس لیے منتعت اگر اپنی حرکت سے عدت کے اندر اندر باز آ جائے اور اپنی بیوی کو رجوع کر لے تو اس صورت میں عورت کو اسی کے پاس رہنا پڑے گا، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو، کیونکہ رجعت میں عورت کی رضا مندی ضروری نہیں، مگر احتیاطاً تجدید نکاح ہو جائے تو بہتر ہے۔ البتہ اگر منتعت اس وقت باز آ جائے کہ تفریق کے بعد عورت کی عدت بھی گزر گئی ہو تو اب اس کو زچہ پر کوئی اختیار باقی نہیں رہا، البتہ تراضی طریق سے نکاح جدید ہو سکتا ہے۔ (۱)

غائب غیر مفقود کے زوجہ کا حکم:

جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اس کا معلوم ہو، لیکن نہ وہ خود آتا ہو نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہو نہ اس کے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہو اور نہ طلاق دیتا ہو تو اس صورت میں اگر عورت مجبور ہو کر شوہر سے نجات حاصل کرنا چاہے تو نفقہ مالکی کی رو سے اس کو نجات حاصل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

تفریق کا طریقہ کار:

اگر اربعہ کے ہاں اولاً خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے اور اگر وہ خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر ہے، ورنہ جب گزارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو مذہب مالکیہ کے موافق اولاً قاضی کے پاس مقدمہ پیش کر کے گواہوں کے ذریعے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ثابت کرے، پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے میرے لیے نفقہ بھیج رہا ہے اور نہ یہاں کوئی انتظام کیا ہے اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا ہے۔ ان چیزوں کے اثبات کے بعد قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیج دے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کر دیا اس کو اپنے پاس بلا لویا وہیں سے انتظام کر لو، ورنہ اس کو طلاق دے دو اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں مانی تو پھر ہم تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ مزید انتظار کے بعد اس عورت کو اپنے غائب شوہر سے الگ کر دے گا۔ یاد رہے کہ اگر غائب کے پاس بلا مشقت کوئی شخص بھیجا جاسکتا ہو تو دو ثقہ آدمیوں کو اس کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ صرف خط بھیجنا کافی نہ ہوگا۔

(۱) الحيلة الناجزة، حکم زوجہ متعنت، ص: ۷۲، ۷۳

غائب غیر مفقود کی واپسی کے احکام:

اگر غائب عدت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو تو اس صورت میں اس کو رجعت کا حق ہے۔ اگر رجوع کر لے تو درست ہے، ورنہ عدت گزرنے کے بعد طلاق بائن ہو کر عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔ رجوع کی صورت میں تجدید نکاح یا تجدید مہر کی ضرورت نہیں۔

اور اگر عدت ختم ہو جانے کے بعد واپس آجائے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس عورت کے دعویٰ کے خلاف کوئی بات اس نے ثابت کر دی، مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچ دیا تھا یا میں بھیجتا رہا یا اس نے معاف کر دیا تھا تو بہر صورت بیوی اس کو واپس ملے گی، اگرچہ زوج ثانی سے اس کی اولاد بھی ہو، اس لیے کہ مذکورہ صورت میں شوہر ثانی کا نکاح باطل قرار دیا جائے گا۔ (۱)

اہم نوٹ:

مذکورہ تمام صورتوں میں تنسیخ نکاح کے لیے قضاے قاضی شرط ہے یعنی عورت یا اس کے اولیا طلاق یا فسخ نکاح میں خود مختار نہیں، بلکہ قاضی خود تحقیق کر کے تنسیخ نکاح کا حکم دے گا۔ جن علاقوں میں عدالت یا قاضی نہ ہو، وہاں ان کی طرف سے اس قسم کے معاملات کو حل کرنے کے لیے جو لوگ یا محکمہ مقرر ہو، وہ بھی قاضی کی طرح متصور ہوں گے، بشرط یہ کہ غیر مسلم نہ ہوں۔

اگر مسلمان قاضی نہ ہو یا اس کی عدالت میں مقدمہ لے جانا کسی وجہ سے ناممکن ہو تو اس صورت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرتے ہوئے دین دار اور سمجھ دار علما کی ایک کمیٹی (پنچائیت) بھی شرعاً فسخ کرنے کا حق رکھتی ہے، بشرط یہ کہ معاملہ کی تحقیق و تفتیش میں خوب دیانت داری سے کام لیا جائے۔ (۲)



(۱) الحبلۃ الناجزۃ، حکم زوجہ غالب غیر مفقود، ص: ۲۹، ۲۷

(۲) ملخص أزل الحبلۃ الناجزۃ، ص: ۲۹-۳۵

## عدالتی تنسیخ نکاح و گری کی شرعی حیثیت

سوال نمبر (242):

میری بیوی جب بھی میکے گئی ہے تو رضامندی سے گئی ہے، لیکن وہاں پر اس نے ناراضگی ظاہر کر دی ہے، حالانکہ میں نے کبھی اس کے حقوق زوجیت، نان نفقہ وغیرہ میں کوتاہی نہیں کی۔ ہاں ایک بات ہے کہ وہ پردہ میں کوتاہی کرتی ہے، جس کی وجہ سے اس نے مجھ پر عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، پس جج نے میرے رو برو میری رضامندی کے بغیر اس کو تنسیخ نکاح و گری جاری کر دی، حالانکہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی ہے پھر میرے سرال والوں نے مجھ سے پوچھے بغیر اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کر دیا ہے۔ کیا خاوند کی طلاق کے بغیر عورت کا دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے؟

بیہوا انو جزوا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر میاں بیوی کے مابین ازدواجی تعلقات قائم ہونے کے بعد شوہر استطاعت رکھتے ہوئے بھی بیوی کے حقوق کی ادائیگی یا نان نفقہ کی ادائیگی سے انکار کر لے تو ایسی صورت میں عورت شوہر کو طلاق یا خلع پر راضی کر کے خود کو چھڑا سکتی ہے، البتہ اگر خاوند نہ نان نفقہ دینے کو تیار ہو نہ طلاق یا خلع کو تیار ہو تو ایسے شوہر کو محض کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ مجبور و مظلوم عورت کسی عدالت کا دروازہ کھٹکھا سکتی ہے۔ قاضی تحقیق و تصدیق کے بعد تنسیخ نکاح کی و گری جاری کرے اور انتضاے عدت کے بعد یہ عورت کسی اور جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

تاہم اگر شوہر شرعی احکام کے مطابق باقاعدہ بیوی کو آباد رکھتا ہو اور حقوق کی ادائیگی میں غفلت سے کام نہ لیتا ہو پھر بھی عورت نکاح ختم کرنے کا بے جا مطالبہ کرتی ہو تو ایسی صورت میں اس عورت کا عدالت کو مراجعت کرنا اور تنسیخ نکاح کی و گری حاصل کرنا شرعاً معتبر نہیں۔ اس لیے قانوناً اگرچہ یہ عورت آزاد ہوتی ہے، لیکن شرعاً بدستور یہ اسی شوہر کے نکاح میں رہتی ہے، اس لیے کسی دوسرے مرد کا اس عورت سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام رہے گا۔

والدلیل علی ذلك:

قال في الفتح: ومنها أي من محاسنه جعله بيد الرجال دون النساء لاختصاصهن بنقصان

العقل، وغلبة الهوى، ونقصان الدين. (۱)

(۱) الدر المختار علی الدر المختار، کتاب الطلاق: ۴/۴۲۹

ترجمہ: نسخ القدر میں ذکر کیا ہے کہ: طلاق کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے۔ قتل کی کمی، خواہشات کے غلبہ اور دین کی کمی کی وجہ سے اس کا اختیار عورت کو نہیں دیا گیا۔

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتقة (۱)

ترجمہ: آدمی کے لیے کسی اور کی بیوی اور اسی طرح عدت گزارنے والی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں۔



### عدالتی تنسیخ نکاح کے بعد نکاح کرنا

سوال نمبر (243):

ایک عورت عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کرتی ہے۔ عدالت شوہر کو طلب کرتی ہے، اگر مقررہ میعاد پر شوہر عدالت میں حاضر نہ ہو جائے تو عدالت ضابطہ دیوانی بحریہ 1908ء کے آرڈر نمبر 9، رول نمبر 6 کے تحت عورت کو ایک طرفہ ڈگری صادر کرتی ہے۔ جب کہ آرڈر نمبر 9، رول نمبر 1300 کے تحت اگر شوہر عدالت میں حاضر ہو کر معقول عذر پیش کرے تو عدالت اس ایک طرفہ ڈگری کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ عدالت جب ایک طرفہ ڈگری تنسیخ نکاح صادر کرتی ہے تو یہ حکم بھی دیتی ہے کہ عورت عدت گزارنے کے بعد دوسری شادی کر سکتی ہے۔

اب از روئے شریعت:

۱..... اس ڈگری کے بعد کیا فریقین دوبارہ شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۲..... اس میں عدت گزارنا ضروری ہے یا نہیں؟

۳..... کیا اس دوران عورت دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

بینوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر خاوند عورت کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی کا مرتکب نہ ہو تو عورت کی طرف سے تنسیخ نکاح کا مطالبہ ناجائز اور غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ ایسی صورت میں عورت اگرچہ قانونی طور پر آزاد ہو جائے گی، لیکن شرعی طور پر آزاد نہیں ہوتی، اس لیے کسی اور سے شادی بھی نہیں کر سکتی، تاہم اگر شوہر محنت ہو، یعنی مان نفقہ اور دوسرے حقوق کی

اور بچہ کی استطاعت کے باوجود ادائ نہیں کرتا اور ساتھ ساتھ طلاق یا طلع سے بھی انکار کرے تو پھر ایک مسلمان قاضی یا جہاں مسلمان قاضی (جج) نہ ہو تو دین دار و سمجھ دار مسلمانوں کی ایک جماعت دونوں کے مابین تفریق لانے کا مجاز ہے، بشرط یہ کہ عدالت کی طرف سے تحقیق کے شرعی تقاضے پورے کیے گئے ہوں۔ ایسی صورت میں عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

صورت مسئلہ میں عدالت کے ذریعے جو طلاق عورت کو دی جاتی ہے، اس سے دونوں کے درمیان تفریق واقع ہو جاتی ہے، اس لیے اگر فریقین دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو تجدید نکاح سے ان کا نکاح بغیر عدت گزارنے کے ہو سکتا ہے۔ اگر کسی اور سے نکاح کرنا چاہے تو اس کے لیے عدت گزارنا لازمی ہے۔

والدليل على ذلك:

واما المتعنت المستع عن الإنفاق، ففي مجموع الأمير ما نصه إن منعها نفقة الحال، فلها القيام، فإن لم يثبت عسره أنفق أو طلق، وإلا طلق عليه، قال محشي: قوله (وإذا طلق عليه) الحاكم من غير تلوم. (۱)

ترجمہ:

جہاں تک متعنت (خدی) نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہو جائے تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر انتظار کیے اس عورت کو طلاق دے گا۔

ويحوز لصاحب العدة أن يتزوجها؛ لأن النهي عن التزوج للأجانب لا للأزواج. (۲)

ترجمہ:

اور صاحب عدت کے لیے اس معتدہ کی عدت میں نکاح جائز ہے، کیونکہ نہی اجنبی کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے میں ہے، اپنے شوہروں نکاح کے بارے میں نہیں۔



(۱) حبلہ فاحزہ: ص/ ۱۳۳

(۲) مللغ الصنائع، کتاب الطلاق مفصل فی احکام العدة: ۵/ ۱۶۶

## تفریق زوجین میں قاضی کا دائرہ اختیار

سوال نمبر (244):

وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کو میاں بیوی کا نکاح پر رہ کر باہمی تعلقات کو احسن طریقے سے گزارنا پسند ہے۔ تاہم کچھ وجوہات کی بنا پر اگر باہمی افہام و تفہیم اور مصالحت کی کوششیں ثمر آور ثابت نہ ہوں اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے عذاب بن گئے ہوں، تو ایسی صورت میں وہ خود قاضی بن کر فیصلہ نہیں کر سکتے، بلکہ اس معاملہ کو حاکم شرعی کے سامنے پیش کریں گے۔ حاکم شرعی دونوں کے بیانات کو سن کر فیصلہ کرے گا۔ تاہم فقہائے کرام نے چند وجوہات بیان کی ہیں جن کو حضرت تھانویؒ نے حیلہ ناجزہ میں بیان فرمایا ہے۔ قاضی ان وجوہات کی غیر موجودگی کی صورت میں میاں بیوی کے مابین تفریق کا فیصلہ نہیں کر سکتا جو درج ذیل ہیں:

- ۱- زوج عنین ہو، یعنی خاوند بالکل نامرد ہو اور علاج سے صحت یابی کی امید نہ ہو۔
- ۲- زوج متعنت ہو، یعنی عقد بھی نہ دیتا، اور طلاق دینے سے بھی انکاری ہو، نہ بیوی رکھنے کے لیے تیار ہو اور نہ چھوڑنے کے لیے۔
- ۳- زوج غائب ہو، یعنی عدالت میں یا قاضی کے سامنے پیش نہ ہوتا ہو۔
- ۴- مقتور ہو، یعنی لاپتہ ہو کہ باوجود تلاش کے نہ ملے۔
- ۵- مجنون ہو۔ (۱)

واللہ اعلم علی ذلک:

العنین: هو من لا یقدر علی جماع فرج زوجته..... (نراق) الحاکم بطلبها. (۲)

ترجمہ: اور عنین وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ صحبت پر قادر نہ ہو۔۔۔۔۔ بیوی کے مطالبہ پر قاضی ان کو جدا کرے

گا۔

وأما المتعنت الممتنع عن الإنفاق، ففني مجموع الأمير ما نصه إن منعها نفقة الحال، فلها القيام، فإن لم يثبت عسره أنفق، أو طلق، وإلا طلق عليه، قال محشي: قوله (والا طلق عليه) الحاكم من غير تلوم. (۱)

ترجمہ: جہاں تک خدی نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہو جائے تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر انتظار کیے اس عورت کو طلاق دے گا۔



### تفخیخ نکاح کی ڈگری کب معتبر ہے؟

سوال نمبر (245):

میں ایک ہومو پیٹھک ڈاکٹر ہوں، میرا شوہر بھی میڈیکل ڈاکٹر ہے۔ ہماری شادی پانچ سال پہلے ہوئی، ان سے میری ایک بچی بھی ہے، مجھ سے شادی کرنے کے بعد اس نے دوسری شادی کر لی، دوسری شادی کے بعد تقریباً ایک سال تک میرے ہاں آتا رہا، لیکن پھر مجھے بالکل نظر انداز کر کے دوسری بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور مجھے کہا کہ نہ طلاق دے بغیر رہ کر رہا ہوں اور نہ ہی خرچہ برداشت کرتا ہوں، کچھ عرصہ بعد مجھے اطلاع دیے بغیر سعودی عرب چلا گیا اور دوسری بیوی کو بھی بلوالیا، میرے ساتھ کوئی رابطہ ہی نہ کیا، میں نے سسرال والوں سے معلومات کرنا چاہا، لیکن وہ لوگ بات کو گول مول کرتے۔ اس بات کو تقریباً چار، ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں۔ ان چار سالوں میں اس نے نہ میری خیر خبر لی اور نہ ہی اپنی بچی کی، سارا خرچہ میں خود برداشت کرتی رہی۔ ان وجوہات کی بنا پر میں نے کورٹ سے رابطہ کیا، وہاں سے باقاعدہ بار بار میرے شوہر کو اطلاع دی گئی کہ وہ کورٹ میں مقدمہ کی سماعت کے لیے حاضر ہو، لیکن وہ حاضر نہ ہوا۔ ایک سال بعد کورٹ نے مجھے تفخیخ نکاح کی ڈگری دے دی جس کے کاغذات اس سال خدمت میں، کیا شرعاً میں آزاد ہو گئی ہوں؟ شرعی حل بتا کر ممنون فرمائیں۔

بینوا و بنو صبروا

الجواب وبالله التوفیق:

میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہونے کے بعد اگر شوہر بادرود قدرت کے بیوی کے حقوق

اور نان نفقہ وغیرہ کی ادائیگی سے انکار کرے جس کی وجہ سے عورت کے لیے خاوند کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں اصل حکم تو یہ ہے کہ عورت شوہر کو طلاق یا خلع پر راضی کر کے اس سے چھٹکارا حاصل کرے، تاہم اگر شوہر نہ تو حقوق ادا کر رہا ہو اور نہ ہی طلاق یا خلع پر راضی ہو تو ایسی صورت میں یہ شوہر متعنت کہلاتا ہے اور متعنت کی بیوی کو مسلمان حاکم یا عدالت کی طرف رجوع کرنے کا اختیار ہے، بشرط یہ کہ یہ عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قادر نہ ہو یا نفقہ پیدا کرنے کی قدرت تو ہو، لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے کی صورت میں معصیت میں مبتلا ہونے کا امکان غالب ہو، ایسی صورت میں عدالت مکمل تحقیق کر لے، اگر عورت شوہر کے ظلم و تعدی کو ثابت کر لے تو عدالت شوہر کو حکم دے کہ یا بیوی کو صحیح طریقے سے آباد کرو یا طلاق دے دو، اگر وہ آباد کرے تو ٹھیک، اگر انکار کرے یا عدالت کا من ملنے کے باوجود عدالت میں حاضر نہ ہو تو تب عدالت عورت کو تنسیخ نکاح کی ڈگری دے سکتی ہے اور یہ تنسیخ شرعاً معتبر ہوگی۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی سائلہ کا خاوند باوجود قدرت کے چار سال سے بیوی اور بچی کا خرچ نہیں اٹھا رہا اور نہ ہی طلاق یا خلع کے لیے تیار ہو تو اس پر متعنت کی تعریف صادق آتی ہے۔ ایسی صورت میں بیوی کا عدالت کی طرف رجوع کرنا درست ہے۔ اگر واقعی عدالت نے اپنی وسعت کے مطابق مکمل تحقیق کر لی ہو اور شوہر کو بطور بدعی علیہ عدالت میں حاضر ہونے کی اطلاع دے دی ہو لیکن اطلاع ملنے کے باوجود اس نے عدالت سے رابطہ نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں عدالت کی جاری کردہ تنسیخ نکاح کی ڈگری طلاق کے قائم مقام ہوگی۔ بیوی اس ڈگری کے جاری ہونے کی تاریخ سے عدت گزار کر کسی اور شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

واما المتعنت الممتنع عن الإنفاق، ففي مجموع الأمير ما نصّه إن منعها نفقة الحال، فلها القيام، فإن لم يثبت عسره أنفق، أو طلق، وإلا طلق عليه، قال محشيه: قوله (وإلا طلق أي عليه) الحاكم من غير تلوم. (۱)

ترجمہ: جہاں تک متعنت (ضدی) نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہو جائے تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر مل مہلت کے اس عورت کو طلاق دے گا۔





## مسلم شرعی قانون کونسل لندن (یو۔ کے) کی تنسیخ نکاح ڈگری کی حیثیت

سوال نمبر (246):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس ڈگری کے بارے میں جو ان وجوہات کی بنا پر جاری کی گئی ہو:

۱..... بیوی شوہر سے 2/6/1997 میں جدا ہوئی۔ اس کے بعد خاوند کے ساتھ اس کا ازدواجی تعلق نہیں رہا۔

۲..... جدائی کے بعد شوہر نے نہ اس کو بیوی برقرار رکھا اور نہ اس کے ساتھ تعاون کیا۔

۳..... جدائی کے اس وقفہ چھ سال چھ ماہ کے درمیان جھگڑوں کے حل کے لیے مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی

ہیں۔

لہذا کافی غور و خوض کے بعد مسلم شرعی قانون کونسل لندن (یو۔ کے) نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ

ان دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق ختم ہو چکا ہے۔ تنسیخ نکاح کے بعد لازمی امور یہ قرار پائے:

۱..... جب تک بیوی کے پاس یہ سرٹیفکیٹ ہو تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عورت مذکورہ شوہر کے نکاح میں ہے۔

۲..... عدت کی پابندی لازمی ہے، جو کہ 30/12/2004 سے شروع ہو کر مکمل تین حیضوں پر مشتمل ہوگی۔

۳..... اسلامی تعلیمات کی زد سے والد اور بچوں کے درمیان رابطہ مہیا کر کے برقرار رکھنا چاہیے۔

برائے مہربانی اس ڈگری کی شرعا کیا حیثیت ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اسلام خاوند کو اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ناروا رویہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا جس میں بیوی کو نکاح میں رکھ کر اس کے حقوق کی ادائیگی میں تاویل تحمل غفلت اور کوتاہی کا مظاہرہ کیا جاتا ہو، جہاں پر زوجین کی باہمی چپقلش سے سکون و اطمینان اور مصالحت قائم کرنے کی تمام تر کوششیں بار آور ثابت نہ ہوتی ہوں تو خاوند کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ بیوی کو باقاعدہ طلاق دے کر فارغ کرے، اگر کوئی خاوند نہ بیوی کو آباد رکھتا ہو اور نہ طلاق دے کر فارغ کرتا ہو تو ایک مجبور و مظلوم عورت انصاف کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے کسی مسلمان عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے، تاکہ اسے انصاف مل سکے۔ اگر کہیں مسلمان عدالت میسر نہ ہو تو وہاں پر کسی ایسی با اختیار اسلامی تنظیم یا اسلامی ادارہ یا جرگہ کے تعاون سے یہ کارروائی بروئے کار لائی جاسکتی ہے۔ اگر وہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کر کے اس نتیجے پر پہنچیں کہ واقعی

اس عورت کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور وہ اس عورت کے لیے نکاح کی ذمہ داری کا حکم صادر کرے تو یہ فیصلہ طرفین کے حق میں نافذ ہو کر طلاق کے حکم میں رہے گا، جب کہ عورت عدت گزار کر اپنی پسند کی جگہ میں شادی کر سکے گی۔

بہر صورت مسئلہ میں اگر کونسل فریقین کے حالات و بیانات کا جائزہ لے کر اس نتیجے پر پہنچی ہو کہ ان دونوں کے درمیان مفاہمت اور مصالحت کی تمام کوششیں بے سود ہیں، خاوند نہ حقوق ادا کر رہا ہے اور نہ اپنی مرضی سے چھوڑنے کو تیار ہے تو کونسل عورت کے حقوق کے تحفظ کے لیے نکاح منسوخ کر سکتی ہے، لیکن اگر خاوند باقاعدہ حقوق کی ادائیگی کا مقررہ پابند ہے اور بیوی بلاوجہ نافرمانی اور ضد پر ڈٹی ہوئی ہے تو پھر خاوند کے باقاعدہ طلاق کے بغیر یہ عورت آزادی حاصل نہیں کر سکتی۔ کوئی بھی شخص یا ادارہ اس کا نکاح منسوخ نہیں کر سکتا۔

جہاں تک اولاد کا تعلق ہے تو شرعی نقطہ نظر سے لڑکے کی پرورش کا حق ماں کو سات سال تک ہے، اس کے بعد باپ کا حق ہے، جب کہ لڑکی بالغ ہونے تک ماں کے ہاں پرورش پائے گی اس کے بعد باپ کا حق ہے۔

والد لیل علی ذلک:

واما المتعمنت المستع عن الإنفاق، ففي مجموع الأمير ما نصه إن منعها نفقة الحال، فلها انقيام مقان لم يثبت عمره أنفق، أو طلق، وإلا طلق عليه، قال محشي: قوله وإلا طلق أي عليه، الحاكم من غير تلويح (۱)۔

ترجمہ: جہاں تک نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے، تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا نفقہ ثابت نہ ہو جائے، تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر مہلت کے اس عورت کو طلاق دے گا۔

قال في الفتح: ومنها أي من محاسنه جعله بيد الرجال دون النساء لا اختصاصهن بنقصان العقل، وغلبة الهوى، ونقصان الدين (۲)۔

ترجمہ: فتح القدير میں ذکر کیا ہے کہ طلاق کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا اختیار آدمی کو دیا گیا ہے۔ عقل کی کمی، خواہشات کے غلبہ اور دین کی کمی کی وجہ سے عورت کو نہیں دیا گیا۔

(۱) جملہ نازحہ: ص ۱۳۳

(۲) بردالمختار علی الشرح المختار، کتاب الطلاق: ۱/۴۲۹

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعدة. (۱)

ترجمہ: آدمی کے لیے کسی کی بیوی اور اسی طرح عدت گزارنے والی عورت سے شادی کرنا ہائز نہیں۔

والأم والحدة أحق بالغلām حتى يستغني وقدره بسبع سنين وقال القدوري: سأل ماكل وحده و

هنرب وحده، ويستغني وحده، وقدره أبو بكر الرازي بتسع سنين، والقدوري على الأول، والأم والحدة

أحق بالحارة حتى تحيض. (۲)

ترجمہ:

ماں اور نانی لڑکے (کی پرورش) کی زیادہ حق دار ہیں، جب تک وہ (کسی کے سہارے کا محتاج رہیں۔ اس

کا اندازہ سات سال تک لگایا گیا ہے۔ قدوری نے فرمایا ہے کہ جب وہ خود کھا، پی سکے اور اکیلے استغنا کر سکے۔ ابو بکر

رازی نے اس کا اندازہ نو سال لگایا ہے، جب کہ فتویٰ پہلے قول پر ہے۔ اور ماں اور نانی لڑکی کی پرورش کا حق اٹھ دس

تک رکھتی ہیں۔



### تنبیخ نکاح سے عدت کا مسئلہ

سوال نمبر (247):

خاندان نے عورت کا مہر بخل روک لیا تو عورت نے عدالت میں تنبیخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا۔ اب خاندان صلح کرنا

چاہتا ہے، جب کہ مدعیہ تنبیخ نکاح کا اصرار کر رہی ہے، چنانچہ فیملی کورٹ نے زیرِ شق 10 فیملی کورٹ ایکٹ 1962ء،

(ترمیم شدہ 2002ء) کے تحت مدعیہ کو ابتدائی ڈگری، یعنی قبل از سماعت کے فیصلے کے تحت 16.6.2002ء سے پابند

عدت کر کے شوہر کو مہر لوٹانے کے احکامات جاری کیے۔ عدت پوری ہونے میں چند ایام باقی ہیں، جب کہ عورت حامل

دعویٰ واپس نہ لینے میں حتی المقدور سعی کر رہی ہے اور مقدمہ کو نہ روکنے پر تہجد ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ مسئلہ بالا میں:

(۱) مغتازی الہندیہ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان الحرمات، القسم السادس: ۱/۲۸۰

(۲) مغتازی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانة: ۱/۵۱۲

۱..... عدت کی حیثیت کیا ہے؟

۲..... کیا عدت پوری ہونے پر مدعیہ (عورت) شرعاً آزاد ہو جائے گی؟

۳..... اگر نہیں تو زوجین کا سابقہ رشتہ کب تک برقرار رہے گا؟

بیتوا نؤجرہ

الجواب وبالله التوفیق:

اگر خاندان عورت کے حقوق، نان نفقہ کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی کا مرتکب نہ ہو اور عورت محض تنہا نکاح پر مصر ہے تو ایسی عورت میں عورت کا عدالت سے تفتیح نکاح کی ڈگری لینا نامناسب اور ناجائز ہے اور ڈگری حاصل کرنے کی صورت میں عورت اگرچہ قانوناً آزاد ہوتی ہے، لیکن شرعاً آزاد نہیں ہوتی اور مسئلہ خنوں واولوں (عدت کی حیثیت، عدت گزارنے پر آزادی اور زوجین کے سابقہ رشتہ کی حیثیت) کا یہی جواب ہے کہ شرعاً وہ اسی شوہر کی بیوی ہے، اس لیے کہ نہ تو یہ طلاق واقع ہوئی ہے اور نہ ہی عدت وغیرہ لازم ہے۔ اس کے برعکس اگر خاندان غلام ہو، عورت کے حقوق کی ادائیگی کا منکر ہو، وہ طلاق اور خلع پر راضی نہ ہو، تو ایسی صورت میں یہ مسئلہ عورت کسی مسلمان قاضی یا اس کے قائم مقام عدالت کا دروازہ کھٹکھا سکتی ہے۔ مسلمان قاضی شوہر اور تحقیقات کے بعد شوہر کو طلب کر کے اس کو طلاق دینے پر یا خلع پر راضی کرنے کی کوشش میں ناکامی کے بعد زوجین کے مابین فسخ نکاح سے جدائی کا مجاز مشورہ ہوگا اور پھر عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسری جاہ شادی کر سکتی ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر شوہر صلح پسند ہے اور حقوق کی ادائیگی کا اقرار کرتا ہے تو ایسی صورت میں عورت کا نکاح نکاح کا مطالبہ ہے جاہ لہذا شرعی لحاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ یہ عورت کسی اور جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگرچہ قانوناً یہ عورت آزاد مشورہ ہوتی ہو، البتہ مہر بقیل کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جب تک شوہر ادا نہ کرے، تب تک عورت اس کو تہار سے روک سکتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

وَأَمَّا الْمُتَعَتُّ الْمَمْتَنِعُ عَنِ الْإِنْفَاقِ، فَفِي مَجْمُوعِ الْأُمُورِ مَا نَفَسَهُ إِنْ مَنَعَهَا نَفَقَةُ الْحَالِ، فَلَهَا الْمُقْبَامُ بَلَاءُ

لَمْ يَبْتَ عَمْرَهُ أَنْفَقَ، أَوْ طَلَّقَ، وَإِلَّا طَلَّقَ عَلَيْهِ، قَالَ مُحَشَّيْهِ: يَقُولُهُ (وَأَلَّا طَلَّقَ) أَيُّ عَلَيْهِ الْحَاكِمُ مِنْ غَيْرِ تَلْوِيمٍ. (۱)

ترجمہ:

جہاں تک متعنت نفقہ سے انکاری شخص کا تعلق ہے تو مجموع الامیر میں یہ عبارت ہے کہ اگر شوہر نے (بیوی پر) موجودہ نفقہ بند کیا تو عورت کے لیے حجت قائم کرنا چاہیے، پس اگر اس کا فقر ثابت نہ ہو جائے تو یا تو یہ آدمی نفقہ (خرچہ) دے گا یا طلاق دے گا، ورنہ حاکم بغیر مہلت کے اس عورت کو طلاق دے گا۔

والدلیل علی ذلك:

قال في الفتح: ومنها أي من محاسنه جعله بيد الرجال دون النساء لاختصاصهن بنقصان

العقل، وغلبة الهوى، ونقصان الدين. (۱)

ترجمہ: فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ طلاق کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا اختیار آدمی کو دیا گیا ہے۔ عقل کی کمی، خواہشات کے غلبہ اور دین کی کمی کی وجہ سے عورت کو نہیں دیا گیا۔

والمرأة ان تمنع نفسها حتى تأخذ المهر. (۲)

ترجمہ: اور عورت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مہر لینے تک شوہر سے اپنے آپ کو منع کرے۔



### نامرد (عنین) شوہر سے خلاصی کی صورت

سوال نمبر (248):

میں نے اپنی بیٹی ایک شخص کو دو سال پہلے نکاح میں دی، کچھ دن پہلے بیٹی نے شوہر کے نامرد ہونے کی اطلاع دی کہ شوہر نے اب تک اس سے ہم بستری نہیں کی، اب ہماری بیٹی کی یہ خواہش و مطالبہ ہے کہ کسی طرح اس شوہر سے اس کی جان چھڑائی جائے، برائے مہربانی ہماری رہنمائی فرمائیں۔

بینوا ونبہوا

الجواب وبالله التوفيق:

جو شخص عضو مخصوص رکھنے کے باوجود بیوی سے ہم بستری پر قادر نہ ہو، احطلاح میں اس کو عنین (نامرد) کہا

(۱) بدوالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق: ۴/۲۶۹

(۲) الهدایة، کتاب الطلاق، باب المهر: ۲/۳۵۴

جاتا ہے، عین کی بیوی کے لیے اپنے شوہر سے خلاصی حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اول تو وہ یا اس کے اولیا شوہر کو طلاق دینے پر آمادہ کریں، لیکن اگر شوہر طلاق دینے کے لیے تیار نہ ہو تو عورت اپنا معاملہ مسلمان قاضی کی عدالت میں پیش کرے، قاضی پہلے شوہر سے دریافت کرے گا، اگر وہ یہ اقرار کر لے کہ وہ ایک دفعہ بھی بیوی سے ہم بستری نہیں کر سکا ہے تو قاضی اس کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے گا، اگر سال بھر کے علاج سے وہ ایک مرتبہ بھی ہم بستری پر قادر ہو گیا تو عورت کا حق فسخ ختم ہو جائے گا، جس کے بعد وہ علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکے گی اور اگر اس مدت میں شوہر ایک مرتبہ بھی قادر نہ ہو سکا تو ایک سال کے بعد عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے گا، اگر شوہر نے اقرار کر لیا کہ وہ سال بھر کے علاج سے ایک دفعہ بھی ہم بستری پر قادر نہیں ہوا تو قاضی عورت کو اختیار دے دے جس پر اگر عورت اسی مجلس میں علیحدگی کا مطالبہ کرے تو شوہر سے طلاق دلوائی جائے، اگر وہ طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی خود تفریق کر دے۔

مذکورہ بالا تفصیل تو اس صورت میں ہے جب کہ شوہر عورت کی جانب سے دونوں دفعہ کے دعوؤں میں اقرار کر لے، لیکن اگر شروع میں جب عورت خاوند کے نامزد ہونے کی بنا پر مقدمہ دائر کر کے جدائی کا مطالبہ کرے اور قاضی کے شوہر سے دریافت کرنے پر شوہر عورت کی تکذیب کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اس بیوی سے ہم بستری کی ہوئی ہے تو اب اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو، تب تو قاضی دو تجربہ کار، دین دار خواتین ڈاکٹرز سے اس کا معائنہ کرائے، اگر وہ کہیں کہ یہ باکرہ ہے تو پھر شوہر کو علاج کی مہلت دے دے اور اگر وہ کہیں کہ یہ باکرہ نہیں تو قاضی شوہر سے قسم لے کہ اس نے کم از کم ایک مرتبہ شادی کے بعد سے اس کے ساتھ ہم بستری کی ہے، اگر شوہر قسم اٹھالے تو بیوی کو تفریق کا حق نہیں رہے گا اور اگر وہ حلف نہ اٹھائے تو ایک سال کی مدت علاج کے لیے دینے کی مذکورہ بالا تفصیل اختیار کی جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عورت باکرہ ہونے کی مدعی نہ ہو تو اس صورت میں قاضی شوہر سے حلف لے کہ اس نے جماع کیا ہے، اگر اس نے قسم کھالی تو بیوی کو تفریق کا حق نہیں رہے گا اور اگر وہ حلف سے انکار کرے، تو قاضی اس کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے دے۔ سال بھر کے علاج کے بعد جب عورت دوبارہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے دعویٰ کرے کہ شوہر ایک دفعہ بھی ہم بستری پر قادر نہیں ہوا تو اگر شوہر بیوی کے دعوے کی تصدیق کرے تو بیوی کے مطالبہ پر قاضی شوہر کو طلاق دینے کا حکم کرے اور انکار کی صورت میں خود جدائی کا حکم کر دے، لیکن اگر شوہر یہ دعویٰ کرے کہ مہلت کی اس ایک سالہ مدت میں وہ ایک دفعہ ہم بستری کر چکا ہے تو ایسی

مدرت میں قاضی شوہر سے حلف وغیرہ کی مذکورہ بالا تفصیل پر عمل کرے گا، یعنی اگر عورت نے بکارت کا دعویٰ کیا تھا اور اب بھی معائنہ سے باکرہ ثابت ہوئی تو عورت کو تفریق کا اختیار دیا جائے گا، اگر اس نے اس مجلس میں کہہ دیا کہ وہ اس شوہر سے الگ ہونا چاہتی ہے تو قاضی شوہر سے طلاق دلوائے، اگر شوہر انکار کرے تو خود ان میں تفریق کر دے اور اگر عورت باکرہ ہونے کی مدعیہ نہیں تھی یا تھی، مگر اب وہ معائنہ کرنے سے شیبہ ثابت ہوئی تو شوہر سے حلف لیا جائے گا، اگر وہ حلف کر لے کہ علاج سے وہ کم از کم ایک مرتبہ ہم بستری کرنے پر قادر ہو چکا ہے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور تفریق نہیں کی جائے گی اور اگر شوہر نے اس وقت بھی قسم سے انکار کر دیا تو عورت کو جدائی کا اختیار دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ عورت کے لیے تفریق کا یہ اختیار درج ذیل شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

- (۱) نکاح سے پہلے عورت کو شوہر کے عین ہونے کا علم نہ ہو۔
- (۲) نکاح کے بعد اس شخص نے ایک مرتبہ بھی بیوی کے ساتھ جماع نہ کیا ہو۔
- (۳) نکاح کے بعد جب سے عورت کو شوہر کے عین ہونے کا علم ہوا، اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی تصریح نہ کی ہو، لیکن واضح رہے کہ عورت کا محض خاموش رہنا اس کی رضامندی کی دلیل نہیں۔
- (۴) جب مہلت کی مدت ختم ہونے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے
- (۵) یہ سارا معاملہ قاضی کی عدالت میں طے کیا جائے، قاضی کے بغیر عورت کو تفریق کا اختیار حاصل نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي، وادعت أنه عین، وطلبت الفرقة، فإن القاضي يسأله: هل وصل إليها، أو لم يصل؟..... إن علمت المرأة وقت النكاح أنه عین لا يصل إلى النساء لا يكون لها حق الخصومة، وإن لم تعلم وقت النكاح، وعلمت بعد ذلك كان لها حق الخصومة، ولا يبطل حقها بترك الخصومة. (۱)

ترجمہ: جب بیوی اپنے شوہر کا مقدمہ قاضی کی عدالت میں لے کر جائے اور اس کے عین ہونے کا دعویٰ کر کے جدائی طلب کرے تو قاضی شوہر سے پوچھے گا کہ کیا اس نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ اگر عورت نکاح کے وقت جان گئی تھی کہ اس کا شوہر ایسا عین ہے جو عورتوں سے ہم بستری نہیں کر سکتا تو اس کے لیے خصومت کا حق نہیں ہوگا اور اگر وہ نکاح کے وقت نہیں جانتی تھی، بعد میں معلوم ہوا تو اس کو خصومت کا حق ہوگا۔ اور خصومت ترک

کرنے کی وجہ سے عورت کا حق باطل نہیں ہوتا۔

﴿﴾﴿﴾﴿﴾

عورت کا بغیر کسی عذر شرعی کے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنا

سوال نمبر (249):

ایک لڑکی نے اپنے خاوند کے ساتھ آٹھ سال گزارے، لیکن ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی، لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ خوش نہیں تھی، لڑکی والوں نے خلع کرنا چاہا، مگر لڑکا نہ مانا اور اس دوران وہ دینی چلا گیا، پھر لڑکی والوں کا مجھ سے رابطہ ہوا، میں نے کہا کہ اگر اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو میں اس سے شادی کرنے کو تیار ہوں، لڑکی والوں نے عدالت سے رجوع کر کے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لی جو مجھے دکھائی گئی، لہذا میں نے اس سے نکاح کر لیا۔ اب پہلا شوہر واپس آیا ہے اور جرمے کر داکے یہ بیان دیتا ہے کہ میں نے تو طلاق نہیں دی، پھر کس طرح تم نے لڑکی سے نکاح کر لیا؟ ازراہ کرم مذکورہ تنسیخ نکاح کی ڈگری کے بعد میرا اس لڑکی سے نکاح کرنا درست تھا یا نہیں؟

بیتوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر خاوند اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی کا پابند ہو، لیکن پھر بھی بیوی اس خاوند کے ساتھ مزید نہیں رہنا چاہتی تو ایسی صورت میں اپنی خلاصی کے لیے اس خاوند سے باقاعدہ طلاق لینے کے بغیر کوئی چارہ نہیں، چنانچہ اس صورت میں جب کہ خاوند کی طرف سے کوئی تعنت (ہٹ دھرمی) نہیں پائی جارہی، اگر خاتون عدالت کا سہارا لیتے ہوئے تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کر لے، تب بھی شرعی عورت اس خاوند کی منکوحہ ہے، لہذا اس عورت سے کیا جانے والا نکاح منکوحہ الغیر سے نکاح کے حکم میں ہو کر کالعدم ہوگا اور وہ پہلے خاوند ہی کی بیوی رہے گی۔

والدلیل علی ذلک:

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، (۱)

ترجمہ: آدمی کے لیے کسی کی بیوی اور اسی طرح عدت گزارنے والی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں۔





## زوجہ مفقود الخبر کا حکم

سوال نمبر (250):

میری بہن کی شادی مسکمی مظہر سے ہوئی تھی، مظہر اکثر گھر میں والدین کے ساتھ گزارتا رہتا تھا۔ ایک دن وہ گھر سے نکلا اور پھر واپس نہ آیا، حتیٰ کہ اس کے واپس آنے کے انتظار میں ساڑھے تین سال بیت چکے ہیں۔ ہم نے اپنے طور پر اخبارات، ٹی وی وغیرہ پر اعلانات بھی کر دائے، لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ ہم مظہر سے اپنی بہن کو آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ مظہر کے والدین کی طرف سے بھی کوئی اعتراض نہیں، مہربانی فرما کر اس کا کوئی شرعی طریقہ بتادیں۔

بیٹو! توجہ دو!

الجواب وبالله التوفیق:

جس عورت کا شوہر ایسا گم ہو جائے کہ بالکل زندگی اور موت کا پتہ ہی نہ چلے اور اس سے مزید انتظار اور صبر نہ ہوتا ہو تو ایسی مجبوری میں امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ عورت مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور گواہوں کے ذریعے یہ ثابت کرے کہ فلاں شخص اس کا شوہر ہے، پھر گواہوں ہی کے ذریعے اس کا لاپتہ ہونا بھی ثابت کرے، اس تمام کارروائی کے بعد قاضی ہر ممکن صورت سے اس شخص کی تفتیش و تلاش کر دے، جب قاضی اس شخص کے ملنے سے بالکل ناامید ہو جائے تو عورت کو چار سال انتظار کرنے کا حکم کرے، اگر ان چار سالوں میں شوہر آ جائے تو بہت خوب، ورنہ مدت پوری ہونے پر عورت دوبارہ عدالت میں درخواست پیش کرے جس پر قاضی شوہر کے مردہ ہونے کا فیصلہ سنا دے، اس کے بعد عورت چار ماہ دس دن عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر کسی جگہ مسلمان حاکم (قاضی) موجود نہ ہو تو مسلمانوں کے کم از کم تین دین دار و سمجھ دار ارکان پر مشتمل جماعت مذکورہ طریقہ سے فیصلہ کر سکتی ہے، ضروری ہے کہ ان ارکان میں کم از کم ایک رکن ایسا ماہر عالم ہو جو شہادت و قضا کے احکام سے بخوبی واقف ہو۔

واضح رہے کہ زوجہ مفقود کے لیے قاضی کے فیصلے میں مزید چار سال کے انتظار کا حکم دیا جانا اس صورت میں ہے، جب کہ اس عورت کو عفت اور پاک دامنی کے ساتھ یہ چار سال گزارنے کی قدرت ہو اور اسی طرح اس مدت میں اس کے لیے تان و نفقہ کا بھی کچھ انتظام (مفقود کے مال یا کسی عزیز وغیرہ کے تکفل کے ذریعے) ہو، لیکن اگر عورت حلفاً زمانہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ظاہر کرے تو ”الحلیۃ الناجزۃ ص/۱۶۲“ کے حوالہ سے ایسی صورت میں چار سال کی بجائے

ایک سال انتظار کا حکم دیا جاسکتا ہے، اگرچہ یہ ایک سال شوہر کے لاپتہ ہونے کے وقت سے گزر جائے تو بھی کافی ہے۔ اسی طرح اگر زمانہ میں جتنا ہونے کا خطرہ تو نہیں، لیکن مفقود کا اتنا مال نہیں، جو ان چار سالوں میں بیوی کے نان و نفقہ کے لیے کافی ہو تو اس صورت میں کم از کم ایک سال کے انتظار کا حکم دیا جاسکتا ہے اور اس مذکورہ صورت میں سال کی مدت پوری ہونے پر قاضی شوہر کی طرف سے اس کو طلاق دے دے، یہ طلاق رجعی ہوگی، لہذا عدت طلاق کے دوران اگر مفقود نے آکر حقوق زوجیت ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کر لی تو اسے رجوع کا حق ہے اور اگر وہ عدت گزرنے کے بعد آیا یا عدت کے دوران آیا لیکن قوی یا غلطی رجوع نہ کی، تو اس کی بیوی مطلقہ بائید ہو کر خود مختار ہو جائے گی، خواہ دوبارہ اس شوہر سے نکاح کرے یا کسی دوسرے سے نکاح کرے۔

والدلیل علی ذلك:

قال مالك والأوزاعي: إلی أربع سنين، فيتکح عرسه بعدها كما فی النظم، فلوانتی به موضع الضرورة، ينبغي أن لا بأس به علی ما ظن. (۱)

ترجمہ:

امام مالک اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ زوجہ مفقود چار سال تک انتظار کرے گی، اس کے بعد اس کی بیوی (دوسری جگہ) نکاح کر سکتی ہے، جیسا کہ نغم میں ہے، پس اگر ضرورت کے وقت اس قول پر فتویٰ دے دیا جائے، تو میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

ومذهب الحنفية فی الباب، وإن كان قویاً رواية، ودراية، ولكن المتأخرين مناقذ أجازوا الإفتاء بمذهب مالك عند الضرورة نظر إلى فساد الزمان. (۲)

ترجمہ:

اگرچہ احناف کا مذہب اس باب میں روایت اور درایت دونوں لحاظ سے قوی ہے، لیکن متأخرین احناف نے زمانے کے فساد کے پیش نظر بوقت ضرورت امام مالک کے مذہب پر فتویٰ دینے کی اجازت دی ہے۔



(۱) "نظم عثمانی، شمس الدین محمد، جامع الرموز، کتاب المفقود: ۳/۲۹۰، ایچ۔ ایم۔ سعید، کراچی

(۲) "إعلاء السنن، کتاب المفقود، باب امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها الحيان: ۱۳/۶۷

## جہاد میں غائب ہونے والے شوہر کی بیوی

سوال نمبر (251):

ایک عورت کا شوہر جہاد افغانستان میں شریک تھا اور پھر اچانک وہاں سے اس کا رابطہ گھر والوں سے منقطع ہو گیا، آج تک اس کی زندگی یا موت کا کوئی علم نہ ہو سکا اب اس عورت کے لیے دوسری جگہ شادی کرنے کے طے کرنے میں کیا حکم ہے؟

بینوا و بینوا

الجواب وبالله التوفیق:

صورت مسئلہ میں چونکہ شوہر کی موت کا یقین نہیں، اس لیے اس پر مقتود کے احکام جاری ہوں گے، لہذا یہ عورت مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے اور شرعی شہادت سے یہ ثابت کرے کہ فلاں شخص اس کا شوہر ہے اور وہ فلاں واقعہ میں تاحال لا پتہ ہے، پھر اس صورت میں چونکہ مقتود کے ظاہر حال سے اس کی موت کا غالب گمان ہوتا ہے، اس لیے اگر لا پتہ ہونے کے وقت سے اتنی مدت گزر چکی ہے کہ حاکم کو شوہر کے مرجانے کا غالب گمان ہوتا ہو تو وہ مزید انتظار کا حکم دیے بغیر بھی اس شخص کی موت کا حکم جاری کر سکتا ہے اور اگر اتنی مدت نہیں گزری تو پھر حاکم عورت کو اتنی مدت تک انتظار کا حکم دے گا جس میں حاکم کو شوہر کی موت کا غالب گمان ہو جائے اور اس مدت کے گزرنے کے بعد دوبارہ عورت کی طرف سے مطالبہ ہونے پر حاکم مقتود کی موت کا حکم کر دے جس کے بعد عورت چار ماہ دس دن عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

والذیل علی ذلک:

إذا فقد في وقت الملاقاة مع العدو، أو مع قطاع الطريق ..... وما أشبه ذلك، حکم بموته؛ لأنه الغالب في هذه الحالات ..... لكن لا يخفى أنه لا بد من مضي مدة طويلة، حتى يغلب على الظن موته لا بمجرد فقدته عند ملاقاة العدو، أو سفر البحر ونحوه. (۱)

ترجمہ: جب کوئی شخص دشمنوں یا ڈاکوؤں سے لڑتے ہوئے لا پتہ ہو جائے۔۔۔۔۔ یا اس جیسے اور حالات میں لا پتہ ہو جائے تو قاضی اس کی موت کا حکم کرے گا، کیونکہ ان حالات میں غالب احتمال یہی ہے۔۔۔۔۔ لیکن یہ بات بھی

(۱) الدر المختار علی الدر المختار، کتاب المفقود، مطلب فی الإفتاء بمذهب مالک فی زوجة المفقود: ۶/۴۶۲، ۴۶۳

نخلی نہ رہے کہ صرف دشمن سے لڑنے یا بحری سفر کرنے وغیرہ کی صورت میں لاپتہ ہو جانے سے اس کی موت کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے، بلکہ اتنی طویل مدت کا گزرنا ضروری ہے جس میں اس کی موت کا غالب گمان ہو جائے۔



## شوہر کے لاپتہ ہونے کے بعد موت کی اطلاع ملنا

سوال نمبر (252):

ایک عورت کا شوہر ایک جہادی تنظیم کے ساتھ افغانستان چلا گیا، مہینہ دو مہینوں کے بعد اس کا رابطہ گھر والوں سے منقطع ہو گیا اور پھر تقریباً ایک سال بعد تنظیم کے کچھ لوگ آئے جو بظاہر کافی معتبر معلوم ہوتے تھے اور اس شخص کے نام، ولدیت، علاقہ وغیرہ کی پوری تفصیل بیان کر کے معرکہ میں اس کے مرنے اور وہیں پر اس کے دفنا دینے کی خبر دی سوال یہ ہے کہ کیا اس کی بیوی کو بھی اپنے شوہر سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے قاضی کی عدالت سے رجوع کرنا ضروری ہے؟

بیٹواتنوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جب کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے اور پھر کوئی عادل مسلمان آ کر اس کو یہ خبر دے کہ اس کا شوہر وفات پا گیا ہے اور اس نے خود اس کو مردہ حالت میں دیکھا ہے یا یہ کہے کہ وہ اس کے جنازے میں شریک ہوا ہے تو اس عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ عدتِ وفات گزار کر کسی دوسری جگہ نکاح کر لے ایسی صورت میں اس کے لیے عدالت سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں۔

مذکورہ بالا صورت میں جب کہ بیان کے مطابق چند معتبر اشخاص نے آ کر شوہر کی نشان دہی کر کے اس کی موت اور خود ہی اس کے جنازے اور دفنانے میں شریک ہونے کی خبر دی ہے تو ایسی صورت میں اس کی بیوی قاضی کی عدالت سے رجوع کیے بغیر بھی عدتِ وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ واضح رہے کہ عدت کے دنوں (چار ماہ دس دن) کا حساب شوہر کی وفات کے دن سے شروع ہوگا، نہ کہ خبر ملنے کے دن سے، لہذا اگر خبر ملنے کے دن تک شوہر کی وفات کو چار ماہ دس دن گزر چکے ہوں تو عدت پوری ہو چکی ہے۔

والد فیل علی ذلک:

إذا غاب الرجل عن امرأته، فأتاها مسلم عدل، فأخبرها أن زوجها طلقها ثلاثاً، أو مات عنها، فلها

لن نعتد وتنزوج بزواج آخر، وإن كان المخبر فاسقاً تتحرى ثم إذا أخبرها عدل، مسلم أنه مات زوجها  
إسماعيل نعتد على خبره إذا قال عاينته ميتاً، أو قال شهدت جنازته، أما إذا قال أخبرني مخبر لا نعتد على  
خبره. (۱)

ترجمہ: جب آدمی اپنی بیوی سے غائب ہو جائے اور ایک عادل مسلمان آکر اس کو یہ خبر دے کہ اس کے شوہر نے اس  
کو نین طلاق دے دی ہیں یا وہ مر گیا ہے تو اس عورت کے لیے جائز ہے کہ عدت گزار کر دوسرے شخص سے شادی کر لے  
اور اگر خبر دینے والا فاسق ہو تو وہ تحرری کرے گی (سوچ و بچار کے بعد اگر اس کی بات کے سچا ہونے کا غالب گمان ہو گیا تو  
اس پر عمل کی گنجائش ہے، ورنہ نہیں) پھر عادل مسلمان جب موت کی خبر دے تو اس کی خبر پر اعتماد اس صورت میں کیا  
جاسکتا ہے، جب کہ وہ کہے کہ میں نے خود اسے مردہ حالت میں دیکھا ہے، یا یہ کہے کہ میں اس کے جنازے میں موجود  
تھا، چنانچہ اگر وہ یہ خبر دے کہ ایک شخص نے مجھے مذکورہ خبر دی ہے تو اس کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، وفي الوفاة عقيب الوفاة، فإذا لم تعلم بالطلاق أو الوفاة  
حتى مضت مدة العدة، فقد انقضت عدتها. (۲)

ترجمہ: طلاق میں عدت کی ابتدا طلاق دیے جانے کے بعد اور وفات میں شوہر کی وفات کے بعد سے ہوتی ہے، لہذا  
جب عورت کو طلاق یا وفات کا علم نہ ہو، حتیٰ کہ عدت کی مدت گزر جائے تو عدت پوری ہو جائے گی۔



### قاضی کے فیصلے کے بغیر زوجہ، منقود کا نکاح کرنا

سوال نمبر (253):

ایک عورت کا شوہر تقریباً سات سال سے لاپتہ تھا۔ اس نے اس کو مردہ سمجھ کر دوسری جگہ نکاح کر لیا اور  
”مرے شوہر کو حقیقت حال سے آگاہ نہ کیا، اب اس عورت کا پہلا شوہر واپس آ گیا ہے، کیا پہلے شوہر کے آنے سے  
”مرے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ نیز اس دوسرے نکاح کے نتیجے میں جو اولاد پیدا ہوئی ہو، وہ کس کی ہوگی؟

بجنتوا تو جہرہا

الجواب وبالله التوفيق:

جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے، اس کو زوجہ مفقود کہا جاتا ہے، اگر ایسی عورت دوسری جگہ نکاح کرنے کی خواہش مند ہو تو اس کے لیے قاضی کی عدالت سے رجوع کر کے ایک مخصوص کارروائی کے ذریعے قاضی سے اس کی موت کا حکم یا نسخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر اس کے لیے کسی دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔ چونکہ صورت مسئلہ میں قضاے قاضی کا سہارا لیے بغیر عورت نے از خود شوہر کو مردہ فرض کر کے دوسری جگہ نکاح کر لیا ہے، اس لیے یہ نکاح بالکل جائز نہیں۔ وہ بدستور پہلے شوہر ہی کے نکاح میں ہے، بلکہ اگر مفقود کی بیوی قاضی سے حکم بالموت حاصل کرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کر لے، تب بھی پہلے شوہر کے واپس آنے کی صورت میں بیوی اسی کو ملے گی، چہ جائیکہ جب بیوی نے قضاے قاضی کا سہارا بھی نہ لیا ہو، البتہ پہلے شوہر کو اس سے انتفاع حاصل کرنا اس وقت جائز ہوگا جب وہ دوسرے شوہر سے عدت گزار لے اور دوسری شادی سے چھ ماہ یا اس کے بعد اس عدت تک ہونے والی اولاد کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

إنما يحكم بموته بقضاء؛ لأنه أمر محتمل، فمالم ينضم إليه القضاء، لا يكون حجة. (۱)  
ترجمہ: مفقود کی موت کا حکم قضا کے ذریعے کیا جائے گا، کیونکہ یہ ایک احتمالی بات ہے، پس جب تک اس کے ساتھ قاضی کا فیصلہ ہیست نہیں ہوگا، اس وقت تک اس کی موت کا حکم حجت و دلیل نہیں بن سکتا۔

(غاب عن امرأته، فتزوجت بآخر، وولدت أولاداً) ثم جاء الزوج الأول (فالأولاد للثاني علی المذهب) الذي رجع إليه الإمام، وعليه الفتوى. قال العلامة ابن عابدین: قوله: (حكى أربعة أقوال) ..... لأن الولد للفراس الحقيقي، وإن كان فاسداً، وعند أبي يوسف: للأول إن أتت به لأقل من سنة أشهر من عقد الثاني؛ لتيقن العلوق من الأول، وإن لأكثر للثاني ..... وبه يظهر أن هذه الرواية عن الإمام المفتي بهامی أخذ بها أبو يوسف. (۲)

ترجمہ: شوہر اپنی بیوی سے غائب ہو گیا تو اس کی بیوی نے کسی اور سے شادی کر کے اولاد جنی، پھر شوہر اول آگیا تو اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی، اس مذہب کے مطابق جس کی طرف امام صاحب نے رجوع فرمایا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب المفقود: ۶/۶۳

(۲) رد المحتار، کتاب الطلاق، کتاب العدة، فصل فی ثبوت النسب: ۵/۲۴۷، ۲۴۸

علامہ ابن عابدینؒ ماتن کے قول ”حکمی أربعة اقوال“ کے تحت فرماتے ہیں: کیونکہ بچہ فراش حقیقی کا ہوتا ہے اگرچہ یہ فراش فاسد کیوں نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر عورت نے بچہ دوسری جگہ شادی کرنے کے وقت سے چھ ماہ سے کم عرصہ میں جتنا تو پہلے شوہر کا ہوگا، کیونکہ اس صورت میں علوق اول سے متیقن ہے، بصورت دیگر دوسرے شوہر کا ہوگا۔۔۔۔۔ اور اس تحقیق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب سے جو مفتی بہ روایت منقول ہے، وہ وہی ہے جو امام ابو یوسفؒ نے لی ہے۔



### مفقود کی واپسی کے احکام

سوال نمبر (254):

زوجہ مفقود کے بارے میں امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا جاتا ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے اور پھر ایک مخصوص کارروائی کے بعد قاضی کی طرف سے مفقود کی موت کا حکم یا تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر قاضی کے فیصلے کے بعد عورت کسی دوسری جگہ نکاح کر لے اور پھر مفقود واپس آ جائے تو اس صورت میں یہ عورت کس کی بیوی قرار پائے گی؟

بینوا اتوا جروا

الجواب وبالله التوفیق:

زوجہ مفقود جب دوسرا نکاح کرے، اس کے بعد شوہر اول واپس آ جائے تو یہ دوسرا نکاح خود بخود باطل ہو جائے گا، اگرچہ زوجہ مفقود نے باقاعدہ مقدمہ دائر کرنے اور قاضی کی طرف سے تفتیش وغیرہ کی مکمل کارروائی ہونے کے بعد قاضی کے حکم سے معینہ مدت تک انتظار کرنے کے بعد شوہر کی موت کا حکم حاصل کیا اور پھر عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کیا ہو اور عورت بغیر کسی تجدید نکاح وغیرہ کے شوہر اول ہی کو ملے گی، اگر شوہر ثانی سے نکاح کے بعد محبت یا خلوت صحیح ہو چکی ہے تو ایسی صورت میں شوہر اول کے گھر میں شوہر ثانی سے عدت گزارنا بھی لازم ہے اور عدت گزارنے سے پہلے شوہر اول کو اس سے محبت وغیرہ کرنا درست نہیں۔

مذکورہ تفصیل تو اس صورت میں ہے، جب کہ قاضی نے مفقود شوہر کی موت کا حکم صادر کیا ہو، لیکن اگر عورت کے انتقالے زمانہ یا عدم تان و نفقہ کے دعویٰ کی بنیاد پر قاضی نے تنسیخ نکاح کا حکم جاری کیا ہو تو یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی، جس کا حکم یہ

ہے کہ اگر مفقود نے عدت طلاق کے اندر اندر واپس آ کر حقوق زوجیت ادا کرنے کی حامی بھری تو اسے رجوع کا اختیار ہے لہذا اگر وہ رجوع کر لے تو رجوع صحیح ہوگا اور اگر عدت کے دوران آ کر اس نے رجوع نہ کیا یا عدت گزرنے کے بعد آیا تو اب عورت پر طلاق بائن ہو چکی ہے۔ اب وہ خود مختار ہوگی، خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرے یا کسی اور سے، لہذا اس صورت میں اگر عورت نے عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو شوہر اول کے آنے پر یہ نکاح باطل نہ ہوگا، نہ ہی اب یہ عورت شوہر اول کو ملے گی، البتہ یہاں یہ واضح رہے کہ اگر نکاح کا حکم عدم نفقہ کی بنا پر کیا گیا ہو اور عورت نے عدت گزرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کر لیا، مگر مفقود نے آ کر گواہوں کے ذریعے یہ ثابت کر دیا کہ وہ نفقہ دیتا رہا ہے یا وہ اتنی مدت کا نفقہ دے کر گیا تھا تو ایسی صورت میں یہ عورت اس مفقود (شوہر اول) کو ملے گی۔

والدلیل علی ذلك:

وقد صح رجوعه عنه إلى قول عليؑ، فإنه كان يقول: ترد إلى زوجها الأول، ويفرق بينهما وبين الآخر، ولها المهر، بما استحل من فرجها، ولا يقربها الأول حتى تنقضي عدتها من الآخر، وبهذا كان يأخذ إبراهيمؑ، فيقول: قول عليؑ أحب إلي من قول عمرو به نأخذ أيضاً؛ لأنه تبين أنها تزوجت وهي منكوحه، ومنكوحه الغير ليست من المحلات، بل هي من المحرمات في حق سائر الناس. (۱)

ترجمہ: حضرت عمرؓ کا اپنے قول سے حضرت علیؑ کے قول کی طرف رجوع کرنا صحیح روایت سے ثابت ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ (مفقود کی واپسی کے بعد) زوجہ مفقود اپنے پہلے شوہر کو لوٹائی جائے گی اور اس کے اور دوسرے شوہر کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور (شوہر ثانی کے لیے) اس سے انتفاع کو حلال قرار دیئے جانے کی وجہ سے اس کو مہر کا بھی حق ہے، البتہ شوہر اول اس وقت تک اس کے قریب نہ ہوگا، جب تک وہ دوسرے شوہر سے عدت پوری نہ کر لے اور ابراہیمؑ اسی قول کو لیتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے حضرت علیؑ کا قول حضرت عمرؓ کے قول سے زیادہ پسند ہے اور یہی قول ہم نے بھی اپنے مذہب کے لیے لیا ہے، کیونکہ شوہر اول کے زندہ آ جانے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس عورت نے منكوحہ ہونے کی حالت میں دوسری شادی کی ہے، جب کہ غیر کی منكوحہ حلال عورتوں میں سے نہیں، بلکہ سب لوگوں کے حق میں محرمات میں سے ہے۔

لوعاد حياً بعد الحكم ..... أن زوجته له، والأولاد للثاني. (۱)

ترجمہ: اگر مفقود حکم (کہ اس پر تاقضی کرنے کا حکم لگائے) کے بعد زندہ واپس آ جائے۔۔۔۔۔ تو اس کی بیوی اس کو ملے گی اور اولاد دوسرے شوہر کی شمار ہوگی۔



## باب التحلیل

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف اور حکمت مشروعیّت:

شریعتِ مطہرہ میں عقدِ نکاح کو بے شمار دنیوی و اخروی مصالح کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔ ان مصالح اور بنیادی مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ عقدِ نکاح کو دوام اور استحکام حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طلاق کو انفس البہاغات قرار دیا ہے اور تین طلاق دینے کے بعد شوہر کے لیے بیوی کے پاس جانے کو ہمیشہ کے لیے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، سوائے اس کے کہ مطلقہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے بالترتیب نکاح، جماع، طلاق یا موت اور عدت کے مراطل سے گزر جائے۔ مذکورہ طریقہ کا ذکر شرعاً تحلیل، احلال اور طلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تحلیل کا لغوی معنی:

تحلیل اور احلال دونوں کا لغوی معنی ہے ”مباح کرنا، جائز کرنا اور حلال کرنا“۔ فقہائے کرام کے ہاں ”حلن المرأة“ کا معنی و مقصد ہے ”جائز و حلال“ یعنی اس سے نکاح جائز ہو۔ علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں:

”أحللت له الشيء جعلته له حلالاً..... ویقال أحللت المرأة لزوجها“۔ (۱)

تحلیل کا اصطلاحی معنی:

علامہ ابن منظور افریقی نے حدیث ”لعن اللہ المحلل والمحلل له“ کے تناظر میں تحلیل کی تعریف یوں کی ہے:

”هو أن يطلق الرجل امرأته ثلاثاً فیتزو جہا رجل آخر بشرط أن يطلقها بعد موافقته إياها لتحل للزوج الأول“۔

تحلیل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے، پھر کوئی اور شخص اس عورت سے اس شرط پر نکاح کر لے کہ اس سے جماع کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے گا، تاکہ اس (عورت) کو زوج اول کے لیے حلال کر دے۔ (۲)

(۱) لسان العرب، مادة حلل، ۲/۹۸، القاموس الفقهی لغة واصطلاحاً، مادة حل، ص: ۹۸، ۹۹، إجازة القرآن والعلوم

(۲) حوالہ بالا

تاہم یہ تعریف تحلیل کی اس صورت کے ساتھ خاص ہے جس کی قیادت پر نفس وارد ہے۔ اس کی عام تشریح فقہانے یہ کی ہے:

”تحلیل المطلقة ثلاثاً لمطلقها“

تین طلاقیں کے ساتھ مطلقہ عورت کو زوج اول کے لیے (مخصوص طریقے) پر حلال کرنا تحلیل کہلاتا ہے۔ (۱)

تحلیل کی اس سے بھی زیادہ آسان تعبیر خود قرآن نے ذکر کی ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۲)

پس اگر شوہر نے اس عورت کو (تیسری بار) طلاق دی تو اب یہ عورت اس شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں، جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح (جماع) نہ کرے۔

تحلیل سے متعلق اصطلاحات:

(۱) تحلیل: مطلقہ ثلاثہ کو نکاح ثانی کے ذریعے زوج اول کے لیے حلال کرنا۔

(۲) محلل یا محلل: نکاح ثانی کے ذریعے عورت کو زوج اول کے لیے حلال کرنے والا۔

(۳) محلل لہ یا محلل لہ: زوج اول، جس کے لیے مطلقہ ثلاثہ عورت کو دوبارہ حلال کیا جائے۔ (۳)

تحلیل کا ثبوت:

تحلیل کا ثبوت خود قرآن وحدیث سے ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ پس اگر شوہر نے اس عورت کو (تیسری بار) طلاق دی تو اب یہ عورت اس شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں، جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت رفاعہ قرظیؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی، جس کے بعد اُس (زوجہ رفاعہ) نے عبدالرحمن بن زبیر سے نکاح کر لیا، لیکن وہ عبدالرحمن بن زبیر سے جنسی اعتبار سے مطمئن نہیں تھی اور چاہتی تھی کہ اس سے طلاق لے کر اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرے۔ چنانچہ جب اُس نے آپ ﷺ کی خدمت میں اس ارادے کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) الموسوعة الفقهية، مادة تحليل: ۱۰/۲۵۳ (۲) البقرة: ۲۳۰

(۳) لسان العرب، مادة حلل: ۳/۲۹۸، القاموس الفقه ص ۱۰۰

جب تک تم اس کا اور وہ تمہارا شہد نہ چکھ لے، یہ اس وقت تک جائز نہیں ہوگا، یعنی ایک دوسرے سے جنسی لذت نہ اٹھائیں۔ حتیٰ تزدقی عسلیۃ و یدوق عسلیک (۱)

تحلیل کا حکم:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مذکورہ طریقے پر بیوی کو حلال کرنے والے زوج ثانی اور زوج اول دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

تاہم فقہائے کرام اور محدثین نے اس بارے میں چند صورتوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ زوج ثانی نکاح اور اس کے بعد طلاق کے بدلے اجرت لے کر مطلقہ نکاح سے نکاح اور جماع کرے اور طلاق دے دے، تاکہ زوج اول کے لیے حلال ہو جائے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اجرت تو نہ لے، لیکن نکاح کے وقت یہ شرط لگا دیں کہ یہ نکاح محض تحلیل کے لیے ہے اور جماع کے بعد عورت کو طلاق دے دی جائے گی۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اصلاح اور نیک نیکی کی بنا پر نکاح کر لے اور زبان سے تحلیل کا اقرار اور شرط موجود نہ ہو، بلکہ ہر قسم کی شرط سے خاموش ہو۔ پھر نکاح اور جماع کے بعد وہ اس عورت کو طلاق دے دے، تاکہ وہ پہلے شوہر کے ساتھ سابقہ طریقے پر زندگی گزار سکے۔

ان میں سے پہلی دو صورتوں کو بالاتفاق فقہائے کرام نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور حدیث میں جو محلل اور محللہ پر لعنت کی بات آئی ہے تو اس سے مراد بھی یہی دو صورتیں ہیں، اس لیے کہ یہ دونوں صورتیں بے غیرتی، بے مردتی، خود غرضی اور مفاد پرستی کی منہ بولتی مثالیں ہیں۔ نکاح کی مشروعیت تو دائمی مصالح کے حصول کے لیے ہوئی ہے اور مذکورہ دونوں صورتوں میں محلل جفتی کرنے والے کرائے کے بکرے کی طرح ہیمانہ طور پر سب کچھ کر گزرتا ہے۔

لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی محلل اور محللہ آجائے تو میں ان دونوں کو رجم کر دوں گا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے مذکورہ فعل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ”کلاهما زان ولو مکنا عشرین سنۃ“ کہ یہ دونوں زنا کار ہیں، اگرچہ بیس سال تک ایک ساتھ زندگی گزاریں۔ (۲)

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب المبتوتۃ لا یرجع الیہا زوجھا حتی تنکح غیرہ..... ۳۳۶/۱ (مرقاۃ المفاتیح، باب المطلقۃ ثلاثا رقم الحدیث: ۴۴۱/۶، ۳۲۹۵ (۲) عمدۃ القاری، کتاب الطلاق، باب من احاز طلاق الثلاث: ۲۳۶/۲۰)

اس کے برعکس تیسری صورت کے بارے میں فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں تحلیل جائز ہے اور اصلاح و نیک بنتی کے جذبات کی بنا پر یہ شخص عند اللہ ماجور ہے۔

### تحلیل کا دینی حکم:

پہلی دو صورتوں (طلاق کی شرط والی صورتوں) میں امام مالکؒ کے ہاں نکاح ثانی جائز ہی نہیں، تاہم حنفیہ کے ہاں چونکہ شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا، بلکہ خود شرط باطل ہو جاتی ہے، اس لیے نکاح ثانی جائز ہے اور چونکہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو مکمل، یعنی حلال کرنے والا کہا ہے، اس لیے مذکورہ نکاح اور اس کے نتیجے میں ہونے والے جماع سے یہ عورت زوج اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔ یہ قول حنفیہ میں سے صرف امام ابو حنیفہ کا ہے اور اس پر فتویٰ ہے۔ امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ کی طرح نکاح ثانی کے جواز کے قائل ہی نہیں، اس لیے کہ طلاق کی شرط لگانے سے یہ نکاح موقت کے حکم میں ہو گیا ہے، لہذا نکاح موقت کی طرح یہ بھی باطل ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ نکاح ثانی کے جواز کے تو قائل ہے، لیکن وہ اس سے زوج اول کے لیے حلت کے قائل نہیں، تاہم فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔

جہاں تک تیسری صورت کا تعلق ہے، یعنی تحلیل کی شرط کے بغیر نکاح کرنا تو اس کے جواز اور اس کے نتیجے میں ہونے والی تحلیل میں کسی کا اختلاف نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ تینوں صورتوں میں اگر زوج ثانی اس عورت کو اپنے ساتھ روکنا چاہے تو اس کو حق حاصل ہے، زوج اول یا قاضی اس کو طلاق پر مجبور نہیں کر سکتا۔

### تحلیل کی شرائط اور احکام:

درج ذیل شرائط کی موجودگی میں نکاح ثانی اور تحلیل درست رہے گی، اگر ان میں سے کوئی بھی شرط مفقود ہو جائے تو عورت زوج اول کے لیے جائز نہیں ہوگی:

(۱) زوج اول کی طرف سے دی گئی تین طلاقیں کی عدت گزرنے کے بعد نکاح ثانی ہو جائے، عدت کے اندر کیے جانے والے نکاح کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۲) زوج ثانی اس کے ساتھ نکاح صحیح کر لے، نکاح فاسد اور موقوف کی صورت میں ہونے والے جماع وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۴۸۱، عمدة القاری و مرقاة المفاتیح حوالہ بالا،

الاختیار لتعلیل المختار کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۱۵۱ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۴۲، ۴۱)

(۳) زواج ثانی اس عورت کے ساتھ جماع کر لے۔

(۴) زواج ثانی بالغ یا مراہق، یعنی قریب البلوغ ہو۔ (۱)

(۵) زواج ثانی عورت کے ساتھ ایلاج (دخول حشفہ) کر لے، انزال ہونا شرط نہیں۔ (۲)

(۶) زواج ثانی یقین کے ساتھ بلاشبہ عورت کے سامنے والی شرم گاہ میں جماع کر لے۔ پیچھے کی جانب سے معاملہ کرنے

کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر زواج ثانی کو صحیح محل (ثقل) میں جماع کا یقین نہ ہو تو اس سے بھی تحلیل جائز نہیں رہے

گی۔

(۷) عورت بے ہوش یا نیند کی حالت میں نہ ہو، بلکہ دونوں جماع کے اثرات محسوس کر سکیں۔

(۸) دخول کے بعد شوہر طلاق دے دے یا مر جائے، دخول کے بغیر موت یا خلوت صحیحہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ (۳)

### نکاح ثانی کا ماقبل طلاقوں پر اثر:

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ نکاح ثانی کی وجہ سے عورت پر اس سے پہلے جو تین طلاق واقع ہوئی ہوں

وہ سب ختم ہو جائیں گی، لہذا اگر یہ عورت زواج ثانی سے طلاق یا موت کے بعد اپنے سابقہ شوہر کے پاس جانا چاہے

تو شوہر کو ایک مرتبہ پھر تین طلاق کا اختیار مل جائے گا، تاہم تین سے کم طلاق بھی نکاح ثانی سے ختم ہوں گی یا نہیں تو اس

میں شیخین کا قول یہی ہے کہ نکاح ثانی ماقبل طلاقوں کو ختم کر دے گا، جب کہ امام محمد دائرہ خلافت کے ہاں تین سے کم طلاق

نکاح ثانی سے ختم نہیں ہو سکتیں۔ (۴)



(۱) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۴۱، الہدایہ، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فی ماتحل بہ المطلقة:

(۲/۴۱۰)

(۲) حوالہ سابقہ: ۲/۴۰۹، ۱۰، الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۱۵۰

(۳) عمدة القاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث: ۲۰/۲۳۶، الدردالمختار، کتاب الطلاق، باب

الرجعة: ۵/۴۴

(۴) عمدة القاری حوالہ بالا

(۵) عمدة القاری حوالہ بالا، الدردالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۴۵، الہدایہ، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل

فی ماتحل المطلقة: ۲/۴۰۹

## باب التحلیل

(حلالہ سے متعلق مسائل کا بیان)

حلالہ میں زوج ثانی کے لیے طلاق کی شرط مقرر کرنا

سوال نمبر (255):

پچھلے دنوں میں نے میڈیا پر ایک عالم دین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی عورت کو تین طلاق ہو جائے تو وہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے صحبت کے بعد اگر طلاق ہو جائے تو عدت کے بعد زوج اول کے لیے حلال ہو سکتی ہے، ورنہ پہلے سے زوج ثانی کے ساتھ طے شدہ وعدہ طلاق کے تحت عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح حرام ہے۔ مولانا نے ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ براہ کرم آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرمائیں کہ طلاق ثلاثہ کے بعد بیوی کس طرح اول خاوند کے لیے حلال ہو سکتی ہے؟

بینوا و بنوا

الجواب و باللہ التوفیق:

شریعت مطہرہ کی زد سے جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو یہ عورت اس پر مغلطہ ہو جاتی ہے۔ اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے، پھر اگر یہ دونوں رشتہ ازدواج کو قائم کرنا چاہیں تو بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے جماع کرے، پھر دوسرا شوہر اگر اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا مرجائے تو عدت گزارنے کے بعد یہ عورت اگر پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو اس کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔ دوسرے نکاح کے وقت اس شرط کو ”کہ ہمبستری کر کے طلاق دینا ہوگی“ فقہائے کرام نے مکروہ تحریمی لکھا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت بھیجی ہے، البتہ نکاح میں شرط طلاق نہ ہو اور دوسرا شخص محض احسان کے واسطے صحبت کے بعد طلاق دے دے تو کوئی گناہ نہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ دوسرے نکاح میں مذکورہ بالا شرط لگانا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر ایسے نکاح کے نتیجے میں دوسرے شوہر سے ہمبستری کے بعد طلاق مل جائے یا وہ مرجائے تو عدت گزار کر یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔ پہلے شوہر سے نکاح کی حرمت صرف اس صورت میں ہے، جب کہ دوسرے شوہر سے صحبت و ہمبستری کیے بغیر صرف نکاح کر کے طلاق ملی ہو۔

والدلیل علی ذلك:

(وكره) التزوج للثاني (تحريماً) لحديث "لعن المحلل والمحلل له" (بشرط التحليل) كتزويجك

علی أن أحللک..... (أما إذا أضمرنا ذلك لا) يكره، (وكان) الرجل (مأجوراً) لقصد الإصلاح. (۱)

ترجمہ: اور اس حدیث کی وجہ سے حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کہ "آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ ہو رہا ہو، دونوں پر لعنت بھیجی ہے" مثلاً: یوں کہے کہ میں تم کو حلال کرنے کے واسطے نکاح کرتا ہوں۔ اگر دونوں نے دل میں یہ بات چھپائی ہو تو یہ مکروہ نہیں اور اصلاح کے ارادے سے یہ آدمی مجبور ہوگا۔



### تین طلاق کے بعد بیوی سے رجوع کرنا

سوال نمبر (256):

تین طلاق کے بعد کیا خاوند بیوی سے رجوع کر سکتا ہے؟ نیز مطلقہ ثلاثہ کا نکاح دیور سے عارضی طور پر ہو سکتا ہے؟

بیٹو! تجھ کو

الجواب وبالله التوفيق:

اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو یہ عورت اس پر مغفلہ ہو جاتی ہے جس کے ساتھ بغیر حلالہ کیے ازدواجی زندگی گزارنا جائز نہیں اور حلالہ کے لیے شرعی طریقہ یہ ہے کہ یہ عورت عدت پوری کرنے کے بعد کسی اور آدمی سے نکاح کر کے صحبت کر لے، پھر اگر زوج ثانی نے رضا مندی سے طلاق دے دی تو دوبارہ عدت گزارنے پر اگر یہ عورت چاہے تو زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے، تاہم زوج ثانی کے ساتھ نکاح کی صورت میں طلاق کی شرط لگانا مکروہ تحریمی ہے۔ آپ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے۔

صورت مسئلہ میں تین طلاق دینے کے بعد شوہر کو دوبارہ رجوع کا حق حاصل نہیں، تاہم فقہاء نے عورت شرعی طریقہ سے حلالہ کر کے عدت گزارے، خواہ حلالہ دیور کے ذریعے ہو یا کسی اور سے ہو جائے، تاہم حلالہ کے وقت شرط طلاق صحیح نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

(و ذكره) التزوج للثاني (تحريماً) لحدیث "لمن المحلل والمحلل له" (بشرط التحليل) كنز وحك

علی آن احللک..... (اما اذا اضرما ذلك لا) بکراه، (و كان) الرجل (ماجوراً) لقصد الاصلاح. (۱)

ترجمہ: اور اس حدیث کی وجہ سے حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کہ "آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ ہو رہا ہو، دونوں پر لعنت بھیجی ہے" مثلاً: یوں کہے کہ میں تم کو حلال کرنے کے واسطے نکاح کرتا ہوں۔ اگر وہ دونوں نے دل میں یہ بات چھپائی ہو تو یہ مکروہ نہیں اور اصلاح کے ارادے سے یہ آدمی ماجر ہوگا۔



### حلالہ میں ولی کی اجازت کی ضرورت

سوال نمبر (257):

ایک آدمی نے دو سالوں میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں، اب کئی سالوں سے عورت عار کی وجہ سے ان طلاقوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی اور والدین کے ڈر کی وجہ سے حلالہ بھی نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کا خیال ہے کہ حلالہ میں والدین یا ولی کی اجازت ضروری ہے۔ کیا از روئے شریعت حلالہ میں ولی کی اجازت ضروری ہے؟

بیشوا تزجرو

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے عاقلہ بالغہ لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، اس میں وہ ولی کی اجازت کی پابند نہیں۔ لہذا اس میں بدوں اجازت ولی کے نکاح کر سکتی ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر عورت کو شوہر نے تین طلاقیں دی ہوں اور اب عورت اس رشتے کو دوبارہ بحال کرنا چاہتی ہو تو شریعت کی رو سے یہ تب ممکن ہے کہ عدت گزارنے کے بعد یہ عورت کسی اور سے نکاح کر لے اور اس سے ہمبستری کرنے کے بعد اسے طلاق ملے، پھر عدت گزارے تو زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے، اس کے علاوہ بغیر نکاح کے زوج اول کے پاس جانا جائز نہیں، بلکہ اس حالت میں پیدا ہونے والے بچے ولد الزنا شمار ہوں گے۔



والدلیل علی ذلك :

”نقد نکاح خثرة مکلفہ بلاولی عندابی حنفیہ، وابی یوسف فی ظاہر الروایۃ، (۱)

ترجمہ: عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح شیخین کے نزدیک بغیر ولی کے نافذ ہوتا ہے۔

لا یحل للرجل ان یتزوج حرة طلقها ثلاثا قبل إصابه الزوج الثاني..... وکما لا یجوز له نکاحها،

لا یحل له وطئها، (۲)

ترجمہ: کسی آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس عورت سے نکاح کرے جس کو اس نے تین طلاقیں دی ہوں، جب تک دوسرے شوہر سے ہمبستری نہ کرے۔۔۔ اور جس طرح اس سے نکاح جائز نہیں، اس طرح اس شوہر کے لیے اس عورت کے ساتھ جماع بھی جائز نہیں۔



### زنا سے حمل ٹھہرنے کے بعد زوج ثانی کا جماع کرنا

سوال نمبر (258):

ایک عورت کو طلاق دی گئی۔ عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر نے اس کے ساتھ زنا کیا، جس سے حمل ٹھہر گیا اس دوران اسی عورت کا نکاح زوج ثانی سے ہوا۔ کیا وہ اس عورت سے دوران حمل جماع کر سکتا ہے؟ اور کیا اس سے وہ زوج اول کے لیے حلال ہوگی؟

بیٹو! توجہ دو

الجواب وبالله التوفیق:

تمام فقہائے کرام کے نزدیک زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے، لیکن اگر زنا کرنے والے کے علاوہ کسی اور نے اس سے نکاح کیا ہو تو دوران حمل وضع حمل سے پہلے اس کے لیے جماع کرنا جائز نہیں، البتہ اگر زوج ثانی حلالہ کے لیے ایسا کرے تو جماع اگرچہ ناجائز ہے، لیکن نکاح صحیح موجود ہونے کی وجہ سے دوسرے شوہر کے جماع کو زنا نہیں کہا جائے گا، لہذا اس دوسرے خاوند کے جماع سے یہ زوج اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔

لہذا صورت مسئلہ میں بھی اگرچہ زنا سے حاملہ ہونے کی وجہ سے دوسرے خاوند کا جماع کرنا جائز نہیں، تاہم اگر وہ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۷

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات: ۱/۲۸۲

اس وقت حاملہ سے جماع کرے اور طلاق دے دے تو عدت گزارنے کے بعد یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

فإن تزوج حبلى من زناء جاز النكاح، ولا يطلوها حتى تضع حملها. (۱)

ترجمہ: پس اگر کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جو (کسی دوسرے شخص سے) زنا کے سبب حاملہ ہو تو یہ نکاح جائز ہے، لیکن بچہ جنم تک اس کے ساتھ ہمبستری نہیں کرے گا۔

(والإبلا ج فی محل البکارة بحملها) يشترط أن يكون الإبلا ج موجباً للغسل، وهو التقاء العتاتين بلا حائل يمنع الحرارة..... ولو في حيض، ونفاس، وإحرام، وإن كان حراماً، وإن لم ينزل؛ لأن الشرط الذوق لا الشبع. (۲)

ترجمہ:

اور فرج میں دلی کرنا اس کو حلال کر دیتا ہے، ایلا ج میں شرط یہ ہے کہ وہ موجب غسل ہو اور یہ شرم گاہوں کا آپس میں ملنا ہے بغیر اس رکاوٹ کے جو حرارت کو روکتا ہے۔۔۔۔۔ چاہے ہمبستری حیض، نفاس یا احرام میں ہو، اگرچہ ان حالات میں ہمبستری حرام ہے، اور اگرچہ انزال نہ ہوا ہو اس لیے کہ شرط اس میں چکھنا ہے، سیر ہونا نہیں۔



مطلقہ مغلطہ بغیر حلالہ کے اپنے پاس رکھنا

سوال نمبر (259):

ایک شخص نے لا علمی میں بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب حلالہ کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہیں آتی، لیکن حلالہ میں احباب واقارب اور ماحول کی وجہ سے رکاوٹیں ہیں، اب اگر ان رکاوٹوں کی وجہ سے بیوی اپنے پاس رکھے اور اس سے ازدواجی تعلقات برقرار رکھے تو کیا یہ زنا کے حکم میں ہوگا؟ حج سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ آدی حج کو جائے تو کیا یہ گناہ معاف ہو سکتا ہے؟ اور اس کے لیے پھر یہ بیوی حلال ہو سکتی ہے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) الهدایہ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳۳۲/۲

(۲) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۴۶۰

الجباب وبالله التوفيق:

اگر صورت مسئلہ میں واقعی خاوند نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو مطلقہ مغلظہ کو اپنے پاس رکھنے کے لیے حلالہ کے بغیر کوئی صورت نہیں، اگرچہ یہ طلاق جہالت اور لاعلمی میں دی ہو، یعنی شوہر کو یہ پتہ نہ ہو کہ یہ کہنے سے یہ حکم لاگو ہوگا اور اگرچہ حلالہ کرنے میں شوہر کو بہت ساری رکاوٹیں ہوں۔

اگر مذکورہ شخص نے باوجود علم کے مطلقہ بیوی سے جماع کیا تو یہ زنا شمار ہوگا اور حج میں توبہ واستغفار کرنے سے یہ بیوی اس کے لیے ہرگز حلال نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ ہر کام کے لیے شریعت نے نجات کا راستہ بتلادیا ہے، مذکورہ مسئلہ کامل شریعت نے حلالہ بتلایا ہے، اس لیے حج کرنے کے باوجود یہ بیوی اس شوہر پر بدستور حرام رہے گی۔

بنا بریں اس کے لیے فی الفور تمام ازدواجی تعلقات ختم کرنا چاہیے، جب حلالہ کی کوئی صورت نکل آئے، پھر اگر حج کے لیے چلا جائے اور وہاں اپنی لاعلمی پر توبہ واستغفار کرے تو اس گناہ کی معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

إن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (۱)

ترجمہ: آزاد عورت کی صورت میں اگر تین طلاقیں دی جائیں اور لونڈی کی صورت میں دو طلاقیں دی جائیں تو زوج اول کے لیے یہ عورت اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ دوسرے آدمی سے نکاح صحیح کر کے بہتری کرے، پھر وہ دوسرا شوہر اسے طلاق دے یا وہ فوت ہو جائے۔



نکاح فاسد سے حلالہ

سوال نمبر (260):

ایک مطلقہ عورت نے عدت گزارنے کے بعد ایک شخص کو تحلیل کی شرط پر نکاح ثانی کا دیکل بٹالیا، اس نے بغیر گواہوں کے ایک شخص کے ساتھ اس عورت کا نکاح کروالیا۔ زوج ثانی نے نکاح کے بعد جماع کر کے اس عورت کو طلاق دے دی۔ اس بارے میں درج ذیل امور مطلوب ہیں:

نمبر ۱..... کیا یہ عورت اب زواج اول کے لیے حلال ہے؟

نمبر ۲..... ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نکاح میں گواہ نزع کے واسطے بنائے جاتے ہیں، یہاں کوئی نزع نہیں، فقہانیہ حلالہ درست ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟

نمبر ۳..... اگر نکاح ثانی صحیح نہ ہو تو کیا زواج ثانی کے ساتھ دوبارہ نکاح مفید حلت ہو سکتا ہے؟

بیشوا نوزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

۱..... نکاح میں ایجاب و قبول کے وقت گواہوں کا موجود ہونا اور ایجاب و قبول کا سننا انعقاد نکاح کے لیے شرط ہے، بغیر گواہوں کے صرف ایجاب و قبول سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اور حلالہ کے لیے نکاح صحیح کا ہونا شرط ہے۔ چونکہ صورت مسئلہ میں بقول مستفتی دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح بغیر گواہوں کے ہوا ہے، لہذا نکاح درست نہیں، اس لیے مذکورہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔ نیز تحلیل کی شرط پر نکاح کرنے سے اگرچہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے، مگر ایسا کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۲..... مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ نکاح میں گواہ محض نزع کے واسطے بنائے جاتے ہیں، محض غلط، سراسر باطل اور صریح گمراہی ہے۔ اول تو حدیث میں صراحۃً گواہی کا ذکر آیا ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ فقہائے کرام نے دو گواہوں کو نکاح کے وقت موجود ہونا شرط قرار دیا ہے۔ اس میں نزع ہونے یا نہ ہونے کی کوئی قید نہیں لگائی۔

۳..... جس شخص کے ساتھ بغیر گواہوں کے نکاح ثانی ہوا ہو، اس کے ساتھ اگر دوبارہ نکاح صحیح کر لے اور بمبستری ہو جائے تو پھر حلالہ کا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

والدلیل علی ذلک:

منہا الشهادة، قال عامة العلماء إنها شرط جواز النكاح. (۱)

ترجمہ: نکاح کے شرائط میں سے ایک گواہی ہے۔ علما فرماتے ہیں کہ یہ جواز نکاح کے لیے شرط ہے۔

(لا) ينكح (مطلقة) من نكاح صحيح نافذ..... (بہا) أي بالثلث..... (حتی بطنہا

غیرہ، ولو) الغیر..... (بنکاح) نافذ خرج الفاسد، و الموقوف. (۲)

ترجمہ: اور تین طلاق پانے والی نکاح صحیح سے زواج اول کے لیے حلال نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ جب تک کوئی اور اس سے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح، الباب الأول: ۱/۲۶۷

(۲) الدر المختار علی مصدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۴۰-۴۲

نکاح صحیح کر کے وطی نہ کر لے، اس نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف خارج ہو گئے۔



## حلالہ میں زواج ثانی کے ساتھ صحبت کی شرط کی حیثیت

سوال نمبر (261):

اگر کوئی عورت شوہر سے طلاق پا کر شادی کر لے اور دوسرے شوہر سے طلاق لے کر عدت گزار کر پھر زواج اول سے نکاح میں جانا چاہے تو زواج ثانی سے محض نکاح کیوں کافی نہیں، حالانکہ قرآن کریم میں نکاح کا ذکر ہے، وطی کا نہیں۔

بہنو اتوا جروا

الجواب وبالله التوفیق :

قرآن مجید میں یہ حکم ﴿وَخَسَىٰ نِكَاحَ زَوْجَا غَيْرَةٍ﴾ کے الفاظ سے مذکور ہے۔ اصول فقہ کی رو سے اصولین حضرات اس آیت میں لفظ نکاح سے جماع مراد لیتے ہیں۔ روایات کے ذخیرہ میں بھی ایک حدیث ہے جو حدیث غیلہ کے نام سے معروف ہے، اس میں نبی کریم ﷺ نے صراحتاً ایک عورت سے فرمایا کہ تم پہلے شوہر کے پاس تب تک نہیں جا سکتی، جب تک تم دوسرے شوہر کی منہاس نہ چکھو، مراد جماع ہے۔ گویا آیت کریمہ حدیث کی رو سے اس قید کے ساتھ مفید ہے، لہذا اس کے بغیر صرف نکاح حلالہ کے لیے کافی نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا آخِرُ لَمْ طَلَّقَهَا مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمْسُهَا، قَالَ: لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا رَجُلٌ حَتَّى تَذُوقَ مِنْ غُسْلَيْهِ وَيَذُوقَ مِنْ غُسْلَيْهَا. (۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ: ”نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر دوسرے آدمی نے اس سے نکاح کیا پھر اس دوسرے شوہر نے جماع کرنے سے پہلے اس کو طلاق دی، (اس کے بعد وہ پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی تھی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”جب تک (یہ عورت) اس دوسرے شوہر کی منہاس نہ چکھے اور (وہ دوسرا شوہر) اس عورت کی منہاس نہ چکھے تب تک پہلا شوہر اس سے نکاح نہیں کر سکتا“



## باب الظہار

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف اور حکمت حرمت:

اسلام سے قبل دور جاہلیت میں طلاق کی طرح یہ بھی رواج تھا کہ شوہر غصہ میں آکر بیوی کو اپنی ماں وغیرہ کی پشت یا کسی دوسرے خفیہ عضو سے تشبیہ دے دیتا جس کے بعد اس کی بیوی اُس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی۔ اس فعل کو دور جاہلیت میں بھی ”ظہار“ کہا جاتا تھا۔ قرآن کریم میں مذکور ہے ہودہ گوئی کو سراسر ناجائز، فحش اور جھوٹ قرار دیا گیا۔ ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّهُمْ لَيَقُولُنَّ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا﴾ (۱)

جاہلیت کے برعکس اسلام نے مذکورہ فعل کی قباحت کے باوجود اس کو دائمی حرمت کا ذریعہ قرار نہیں دیا، بلکہ اس میں شوہر پر بطور جزا کفارہ لازم کر دیا، تاکہ وہ آئندہ ایسے لایعنی اور عبث فعل کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ (۲)

ظہار کا لغوی معنی اور وجہ تسمیہ:

ظہار ظہر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ”پشت اور پیٹھ“ ہے، چونکہ دور جاہلیت میں بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنے کے لیے یہ استعارہ استعمال ہوتا تھا کہ: ”تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے“ مذکورہ استعارے میں خاص طور پر ”ظہر“ یعنی پشت کو اس لیے ذکر کیا جاتا تھا کہ ”ظہر“ یعنی پشت سواری کی جگہ ہے اور منکوحہ عورت پر شوہر کی قدرت بمنزلہ سواری ہے۔ گویا ظہر، یعنی پشت کو سواری کا اور سواری کو نکاح کا قائم مقام بنا دیا گیا اور مطلب یہ ہوا کہ ”نکاح کی وجہ سے تجھ پر سواری (جماع وغیرہ) میرے اوپر اس طرح حرام ہے جس طرح میرے لیے نکاح کی وجہ سے اپنی ماں کے ساتھ ہمبستری حرام ہے۔“ (۳)

ظہار کا اصطلاحی معنی:

هو تشبيه الزوجة أو جزء منها شائع أو معبر به عن الكل بمالا يحلّ النظر إليه من

المحرمة على التأبید ولو برضاع أو صهرية.

(۱) المحادلة : ۲ (۲) بدائع الصنائع مع الحاشیة، کتاب الظہار: ۳/۵

(۳) حوالہ بالا

کسی شخص کا اپنی بیوی کو یا اس (بیوی) کے مشترک حصے (نصف، ٹکٹ وغیرہ) یا اس کے ایسے عضو کو جس کو بول کر پورا جسم مراد لیا جاتا ہو (مثلاً سر، گردن وغیرہ) محرماتِ ابدیہ یا ان کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے جس عضو کو کینا ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ اگرچہ یہ دائمی حرمت، رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے ہو۔ (۱)

### باب سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) ظہار: اپنی بیوی کو محرماتِ ابدیہ سے مخصوص طریقے سے تشبیہ دینا۔

(۲) مظاہر یا مشبہ: ظہار کرنے والا شوہر، یعنی اپنی بیوی کی تشبیہ محرمات سے دینے والا شخص۔

(۳) مظاہر متبہ یا مشبہ: بیوی، جس کی تشبیہ محرمات سے دی گئی ہو۔

(۴) مظاہرہ یا مشبہ بہ: وہ محرمات جن کے ساتھ بیوی کی تشبیہ دی گئی ہو۔ (۲)

### باب ظہار سے متعلقہ دیگر فقہی اصطلاحات:

(۱) طلاق: لفظ طلاق یا کٹائی الفاظ سے عقد نکاح ختم کرنا طلاق کہلاتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں اگرچہ ظہار، طلاق ہی کی ایک قسم تھی، تاہم شریعت اسلامیہ میں یہ طلاق شمار نہیں ہوتا۔

(۲) ایلا: شوہر کا یہ قسم کھانا کہ وہ چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک بیوی کے پاس نہیں جائے گا، ایلا کہلاتا ہے دورِ جاہلیت میں ایلا بھی ظہار کی طرح دائمی حرمت کا سبب تھا، تاہم شریعت نے ان دونوں کے احکام میں تبدیلیاں کی ہیں۔ (۳)

### احکام ظہار کی مشروعیت:

دورِ جاہلیت میں ظہار اور ایلا دونوں عورت کے حق میں انتہائی افراط اور سختی پر مشتمل سماجی برائیاں شمار ہوتی تھیں۔ ظہار اور ایلا کے بعد عورت نہ تو خاوند کے نکاح میں برقرار رہ کر منکوحہ شمار ہوتی اور نہ مطلقہ شمار ہوتی، بلکہ درمیان میں معلق رہ کر کسی دوسرے شخص کے لیے بھی ہمیشہ حرام ہو جاتی تھی۔ اس ظالمانہ رواج کا اختتام اس وقت ہوا جب

(۱) فتح القدیر علی البدایہ، باب الظہار: ۸۵/۴، الدر المختار، باب الظہار، کتاب الطلاق: ۱۲۵/۵

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة ظہار: ۱۹۶/۲۹، بدائع الصنائع، کتاب الظہار: ۴/۵

(۳) الموسوعة الفقهية، مادة ظہار: ۱۹۰/۲۹

حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا اور وہ فریاد لے کر نبی کریم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئی۔ ان کے بارے میں سورہ مجادلہ کی ابتدائی چار آیتیں نازل ہوئیں، جن میں ظہار کے بنیادی احکام تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے۔ (۱)

### ظہار کا رکن:

ظہار کا رکن وہ لفظ ہے جس سے شوہر اپنی بیوی کی تشبیہ محرماتِ ابدیہ کے کسی ایسے عضو سے دے، جس کو دیکھنا

حرام ہو۔ (۲)

### ظہار کی شرائط:

ان میں بعض شرائط مظاہر (شوہر) سے متعلق ہیں، بعض مظاہر منہا (بیوی) سے جب کہ بعض مظاہر بہ (مشبہ بہ) سے متعلق ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

### مظاہر، یعنی شوہر سے متعلقہ شرائط:

(۱) شوہر عاقل، بالغ اور مسلمان ہو، لہذا مجنون، بچہ، کافر، معتوہ، مدہوش، اور نائم کا ظہار درست نہیں۔ سکران کے ظہار کا حکم سکران کی طلاق کی طرح ہے۔ ظہار کی تحقیق کے لیے سنجیدہ ہونا، بالاختیار ہونا یا ظہار کا قصد و ارادہ کرنا شرط نہیں، لہذا گپ شپ اور مزاح میں، حالتِ اکراہ میں اور حالتِ خطا میں بھی ظہار لازم ہوگا۔ اسی طرح گونگے کے لیے اشارے اور کتابت کے ساتھ ظہار کرنا بھی درست ہے۔ (۳)

(۲) ظہار کی بعض اقسام میں شوہر کی طرف سے ظہار کی نیت بھی ضروری ہے۔ دراصل ظہار کے الفاظ اور تعبیرات طلاق کی طرح دو قسم پر ہیں: صریحی اور کنائی۔ صریحی سے مراد ایسی تعبیرات ہیں جن میں ظہار کے سوا کسی اور معنی کی گنجائش نہ ہو، جیسے یوں کہے: ”تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ، پیٹ، ران، شرم گاہ کی طرح ہے“۔ اس صورت میں نیت کی ضرورت نہیں بلکہ یہ قول بہر صورت ظہار پر محمول ہوگا، اگرچہ کہنے والے نے اس سے کراہت، شرافت، طلاق، تحریم یا ایلا وغیرہ کی نیت کی ہو یا ان میں سے کسی بھی چیز کی نیت نہیں کی ہو۔

(۱) المحاذلہ: ۱، ۲، الموسوعة الفقهية، مادة ظہار: ۱۹۰/۲۹

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الظہار: ۵/۴۰۴

(۳) بدائع الصنائع، فصل فی شرائط الظہار: ۵/۴۰۴، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار: ۵۰۸/۱



اور کنائی سے مراد ایسے الفاظ ہیں جن میں ظہار کے معنی کی بھی گنجائش ہو اور دوسرے معنی کی بھی، جیسے: ”تو مجھ پر نہ رنی ماں کی طرح ہے“ تو اس میں نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر شوہر نے کہا کہ میری مراد ماں جیسی احترام اور شرافت تھی تو کچھ بھی نہیں ہوگا، طلاق کا ارادہ ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، ایسا مراد ہو تو ایسا کا حکم لاگو ہوگا اور اگر ظہار مراد ہو تو ظہار کا حکم لگے گا، البتہ اگر کچھ بھی نیت نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے (مفتی بہ) قول کے مطابق کوئی بھی حکم نہیں لگے گا۔ (۱)

البتہ اگر تشبیہ کے ساتھ حرام کا لفظ بھی بولا جائے، مثلاً: ”تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے“ تو اس صورت میں اس کی جو نیت ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا اور اگر کچھ بھی نیت نہ ہو تو امام محمدؒ و امام ابوحنیفہؒ کے مفتی بہ قول کے مطابق یہ ظہار پر محمول ہوگا۔ (۲)

### بیوی (مظاہر منہا) سے متعلق شرطیں:

(۱) جس عورت سے ظہار کر رہا ہے، ضروری ہے کہ وہ ظہار کرنے والے کے نکاح میں ہو، البتہ اگر انجینی عورت سے یہ شرط نکاح ظہار کرے جیسے کہے: ”اگر میں نے تم سے نکاح کیا تو تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے“ تو نکاح کے ساتھ ظہار کا بھی تحقق ہو جائے گا۔

(۲) جس عورت کو ظہار کی نسبت کی ہو، وہ عورت ”من کل زوج“ شوہر کے نکاح میں ہو، لہذا مطلقہ ثلاثہ، مطلقہ پانچہ اور مختلفہ وغیرہ سے ظہار کرنا درست نہیں، اگرچہ وہ ابھی تک عدت گزار رہی ہو، البتہ اگر بیوی طلاق رجعی کی عدت میں ہو اور اس وقت شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو جائے گا، اس لیے کہ عدت گزارنے تک شوہر کے لیے اس عورت سے استمتاع کا حق باقی ہے۔ (۳)

(۳) ظہار کی نسبت عورت کے تمام بدن کی طرف ہو یا کسی مشترک اور شائع جز کی طرف ہو اور یا ایسے جز کی طرف ہو جس سے پورا بدن مراد لیا جاسکتا ہو، جیسے: سر، گزوں، چہرہ، اور شرم گاہ وغیرہ۔ (۴)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی شرائط الظہار: ۵/۸۰۷، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب التاسع ۵۰۷/۱:

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار: ۵۰۷/۱

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی ما رجع الی المظاہر منہ: ۵/۱۰۱۰، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب

التاسع فی الظہار: ۵۰۸/۱ (۴) بدائع، حوالہ بالا: ۵/۱۲

طلاق کی طرح ظہار کا حق بھی صرف مرد کو حاصل ہے۔ اگر عورت مرد سے ظہار کرے، یعنی مرد کو اپنے محرم سے یا اپنے آپ کو شوہر کے محرم سے تشبیہ دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، البتہ بعض فقہانے یہی حکم کفار، یمنین لازم ہونے کا حکم کیا ہے۔ (۱)

مظاہرہ، یعنی جس سے تشبیہ دی جائے اس سے متعلق شرائط:

- (۱) جس سے تشبیہ دی جا رہی ہو، وہ عورتوں کی جنس سے ہو، یعنی محرماتِ ابدیہ میں سے جو عورتیں ہیں، ان کے نامیں اعضا سے تشبیہ دینا ظہار ہوگا، لہذا اپنے باپ یا بیٹے کی پشت سے تشبیہ دینا ظہار نہیں۔ (۲)
- البتہ اگر یوں کہے کہ: ”تو مجھ پر میرے باپ یا بیٹے کی شرم گاہ کی طرح ہے“ تو ظہار ہو جائے گا۔ (۳)
- (۲) تشبیہ ایسے عضو سے دی جائے، جس کی طرف دیکھنا حلال اور جائز نہ ہو۔ جیسے پیٹ، پیٹ، ران، شرم گاہ وغیرہ۔
- (۳) جس عورت سے تشبیہ دے رہا ہو، وہ نسب، صہرہ، یعنی سسرالی یا رضاعی رشتہ کی وجہ سے اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو، جیسے: ماں، بہن، دادی، نانی، پھوپھی، خالہ، ساس، رضاعی ماں اور بہن وغیرہ۔ (۴)
- حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق مزینہ عورت کی ماں یا بیٹی سے تشبیہ دینا بھی ظہار کے حکم میں ہے۔ اسی طرح باپ یا بیٹے کی مزینہ سے تشبیہ دینے کا بھی یہی حکم ہے۔ (۵)

شراب، خنزیر، سود، زنا جیسے محرمات کے ساتھ تشبیہ دینے کا حکم:

حنفیہ کے ہاں اپنی بیوی کی تشبیہ خون، شراب، خنزیر، غیبت، چغل خوری، زنا، سود، رشوت، قتل، وغیرہ جیسے محرمات کے ساتھ دینا ظہار کے حکم میں نہیں، اگرچہ شوہر نے ظہار کی نیت بھی کی ہو، البتہ اگر شوہر نے اس سے طلاق یا ایذا کی نیت کی ہو تو نیت کے مطابق حکم کیا جائے گا۔ (۶)

(۱) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۲۷/۵

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی ما یرجع الی المظاہر بہ: ۱۲/۵

(۳) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۲۶/۵، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار: ۵۰۷/۱

(۴) بدائع الصنائع، فصل فی ما یرجع الی المظاہر بہ: ۱۲/۵

(۵) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار: ۵۰۶/۱، رد المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۲۶/۵

(۶) رد المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۲۶/۵، ۱۲۷، بدائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی شرائط الظہار: ۹/۵

## ظہار کے مختلف انواع کا حکم:

ظہار مشروط بھی ہو سکتا ہے اور غیر مشروط بھی، کسی وقت کے ساتھ مؤقت و محدود بھی ہو سکتا ہے اور غیر مؤقت و غیر محدود بھی، ہر ایک کی تفصیل اور مثال ملاحظہ ہو:

- (۱) "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے" غیر مشروط ہے، لہذا اس سے فوراً ہی ظہار واقع ہو جائے گا۔  
 (۲) "اگر تو نے فلاں شخص سے گفتگو کی تو تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے۔" یہ مشروط ظہار ہے، لہذا اگر بیوی مذکورہ شخص سے گفتگو کرے گی تو ظہار ہوگا، ورنہ نہیں۔

- (۳) "تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے یا تو مجھ پر ہمیشہ میری ماں کی طرح ہے۔" یہ غیر محدود اور مطلق ظہار ہے، اس صورت میں جب تک کفارہ ادا نہ کرے، ظہار کا حکم باقی رہے گا۔  
 (۴) "تم میرے لیے ایک مہینہ تک میری ماں کی طرح ہو۔" یہ محدود اور مؤقت ظہار ہے۔ مذکورہ صورت میں مقررہ وقت گزرنے کے بعد ظہار ختم ہو جاتا ہے اور شوہر کفارہ کے بغیر بیوی کے قریب جاسکتا ہے۔ (۱)

## ظہار کے احکام:

ظہار پر درج ذیل احکام مرتب ہوتے ہیں:

- (۱) کفارہ دینے سے پہلے بیوی سے جماع کرنا، مباشرت یا بوس و کنار سب حرام ہیں۔  
 (۲) عورت شوہر کو جماع کرنے سے روک سکتی ہے، البتہ اس کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ شوہر سے جماع کا مطالبہ کر دے، جماع کے مطالبہ کے بعد یا تو شوہر خود کفارہ ادا کرے یا قاضی شوہر کو کفارہ کی ادائیگی یا طلاق دینے پر مجبور کر دے، تاکہ عورت کے ازدواجی حقوق متاثر نہ ہوں۔  
 (۳) کفارہ کی ادائیگی سے قبل اگر عورت سے جماع وغیرہ کر لیا تو اس سے دوسرا کفارہ لازم نہیں ہوتا، البتہ معصیت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اس پر توبہ، استغفار لازم ہے۔ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ کفارہ کی ادائیگی سے قبل پھر اس قبیح اور حرام فعل کا ارتکاب نہ کرے۔ (۲)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی ما یرجع الی المظاہر من: ۱/۵، و فصل فی ما ینتہی بہ حکم الظہار:

۱۵/۵۔ (۲) بدائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی حکم الظہار: ۱۵/۵۔ الدر المختار مع رد المحتار، کتاب

الطلاق باب الظہار: ۱۲۸/۵۔ ۱۳۰

## کفارہ ظہار کے احکام:

ظہار کے بعد جب تک کفارہ ادا نہ کیا جائے، بیوی سے صحبت جائز نہیں، البتہ کفارہ حب واجب ہوتا ہے، جب شوہر بیوی سے صحبت کرنے کا پختہ ارادہ کر لے۔ اس ارادہ صحبت کو قرآن مجید نے ”عود“ سے تعبیر کیا ہے۔ یہی حنفی کی رائے ہے۔ (۱)

حنفی کے ہاں اگر ایک ہی قول سے ایک سے زیادہ بیویوں سے ظہار کر لے تو ہر بیوی کے لیے الگ کفارہ واجب ہوگا۔ (۲)

اگر ایک ہی مجلس میں متعدد بار ظہار کے کلمات کہے اور اس کی نیت تاکید و تکرار کی ہو تو ایک ہی کفارہ واجب ہو گا اور اگر اس طرح کی نیت نہ ہو تو کفارہ بھی متعدد ہوگا اور اگر مختلف مجالس میں متعدد بار ظہار کے کلمات کہے تو متعدد کفارات واجب ہوں گے۔ (۳)

کفارہ ظہار کی تعیین خود قرآن کریم میں ہوئی ہے کہ یہ تین قسم کے کفارات ہیں جو بالترتیب واجب ہیں: غلام کا آزاد کرنا، دو ماہ مسلسل روزے رکھنا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو روزہ رکھے، روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (۴)

کفارہ کے روزوں میں تسلسل ضروری ہے، اس لیے ایسے مہینوں کا انتخاب کرے کہ درمیان میں رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق نہ آئیں۔ اگر دو ماہ کے درمیان ہی دن میں یا رات میں مظاہرہ بیوی سے صحبت کر لی تو از سر نو روزے رکھنے ہوں گے۔ اسی طرح اگر کسی مرض، سفر یا عید وغیرہ کی وجہ سے افطار کر لے، تب بھی استیناف لازمی ہوگا۔ اگر روزہ آغاز ماہ سے رکھے تو دو ماہ روزے رکھے، اگر چہ دونوں مہینے ۲۹ دن کے ہوں، البتہ اگر مہینے کے درمیان سے شروع کر دے تو پورے ساٹھ دن روزے رکھنے ہوں گے۔ (۵)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی کفارة: ۲۲/۵، الفتاویٰ الہندیۃ، الباب العاشر فی الکفارة: ۵۰۹/۱

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی حکم الظہار: ۱۷/۵

(۳) النور المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۳۲/۵-۱۳۳

(۴) المجادلۃ: ۳-۴

(۵) الفتاویٰ الہندیۃ، الباب العاشر فی الکفارة: ۵۱۲/۱

اگر کفارہ کے طور پر مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہے تو تین صورتیں ہیں:

ہر مسکین کو صدقہ فطر کے بقدر غلہ دے دے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ساٹھ الگ الگ فقرا کو دے یا ایک ہی محتاج شخص کو ساٹھ دن دے دے، ایک ہی شخص کو ایک ہی دن میں ساٹھ مسکینوں کا نصاب دینا جائز نہیں، چاہے ایک ساتھ دے دے یا ساٹھ مرتبہ الگ الگ دے دے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پکا ہوا کھانا کھلا دیا جائے۔ ایسی صورت میں دن رات دونوں وقت کا کھانا کھلانا ہوگا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو ایک صدقہ فطر (نصف صاع گندم) کی قیمت ادا کرے۔

اطعام یعنی کھانے کی صورت میں بھی یہ ضروری ہے کہ صحبت کرنے سے پہلے کھانا کھلا دے، تاہم اگر کھانا کھانے کے درمیان صحبت کر لے تو از سر نو کھانا کھلانے کی ضرورت نہیں۔ (۱)

ظہار کا حکم کن چیزوں سے باطل ہوتا ہے؟

(۱) احد الزوجین کی موت سے۔

(۲) کفارہ کی ادائیگی سے۔

(۳) ظہار موقت میں وقت گزرنے سے۔

بیوی سے ظہار کر لینے کے بعد طلاق دینے سے ظہار کا حکم باطل نہیں ہوتا، چاہے وہ طلاق بائن ہو یا طلاق ثلاثہ ہو، لہذا تجدید نکاح یا حلالہ کرنے کے بعد پھر بھی کفارہ کی ادائیگی واجب رہے گی، اسی طرح ارتداد احد الزوجین سے بھی ظہار کا حکم ختم نہیں ہوتا۔ (۲)



(۱) فتاویٰ الہندیہ، الباب العاشر فی الکفارة: ۱/۱۴۰۵

(۲) بلائع الصنائع، کتاب الظہار، فصل فی ما ینتہی بہ حکم الظہار: ۱۹/۵

## مسائل الظہار

(ظہار سے متعلقہ مسائل کا بیان)

”اگر تیرے ساتھ بات کی تو تجھ سے پیدا ہوں گا“ کہنا

سوال نمبر (262):

میاں بیوی کی آپس میں کسی بات پر ناچاقی ہوئی، بیوی نے بات کرنا چھوڑ دیا، شوہر ایک دن گھر آیا تو بیوی نے منہ موڑ لیا تو اس نے غصے میں بیوی سے کہا: ”اگر میں نے تیرے ساتھ بات کی تو تجھ سے پیدا ہوں گا۔“ کیا اس سے طلاق یا ظہار لازم آتا ہے؟

بینوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق:

جو الفاظ عرف میں طلاق یا ظہار کی بجائے گالی گلوچ یا دھمکی یا سخت ناراضگی کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں، ان سے طلاق یا ظہار نہیں ہوتا۔

صورتِ مسئلہ میں شوہر کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ: ”اگر تیرے ساتھ بات کی تو میں تجھ سے پیدا ہوں گا“ نہ یہ الفاظ ظہار میں سے ہے اور نہ عرف میں یہ الفاظ طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس لیے ان الفاظ سے نہ تو ظہار ہوگا اور نہ ہی ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

لوقال: إن و طنتک و طنت أُمی، فلاشی، علیہ. (۱)

ترجمہ:

اگر شوہر (بیوی کو) کہے کہ: ”اگر میں تجھ سے ہم بستری کروں تو اپنی ماں سے ہم بستری کروں“ اس سے شوہر پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔



## بیوی کو (اے بہن) کہہ کر پکارنا

سوال نمبر (263):

ایک شوہر اپنی بیوی کو یوں آواز دیتا ہے کہ "اے بہن" کبھی کہتا ہے "اے ماں" کیا اس صورت میں اس طرح کہنے سے ظہار واقع ہو جاتا ہے؟ نیز شریعت میں اس طرح الفاظ بولنے کا کیا حکم ہے؟

بینوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے شوہر کا بیوی کو اپنے محرمات ابدیہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے۔ محض نسبت کرنے سے جب اس میں حرف تشبیہ کا استعمال نہ ہوا ہو، ظہار کا حکم ثابت نہیں ہوتا، مثلاً: یوں کہے کہ: "اے بیٹی، اے بہن، اے ماں" وغیرہ۔ تاہم بیوی کو ان الفاظ سے پکارنا فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے۔

صورت مسئلہ میں بیوی کو "اے بہن" یا "اے ماں" کہنے والے پر ظہار واقع نہیں ہوتا، تاہم آئندہ اس طرح کے الفاظ سے پکارنے سے اجتناب ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلک:

ولو قال لہا: أنت امی لا یکون مظاهراً، و ینبغی ان یکون مکروہاً، و مثله ان یقول یا

ابنتی او یا اخی و نحوہ (۱)

ترجمہ: اور اگر خاندان نے بیوی سے کہا کہ: "تو میری ماں ہے" تو مظاہر (ظہار کرنے والا) نہیں ہوگا۔ البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسا کہنا مکروہ ہو۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ہے کہ: "اے بیٹی" اور "اے بہن" وغیرہ۔



## حرف تشبیہ کے بغیر بیوی کو ماں کہنے سے ظہار

سوال نمبر (264):

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: "تم میری ماں

ہو اور اس میں نیت طلاق کی نہ تھی۔ اب کیا یہ خاتون مطلقہ، یعنی طلاق یافتہ شمار ہوگی؟

بیٹھو! توجہ دو!

الجواب وبالله التوفیق:

الفاظ تشبیہ کے بغیر اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ کے نام سے پکارنا مکروہ ضرور ہے لیکن اس سے ظہار یا طلاق واقع نہیں ہوتا۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر شخص مذکور نے طلاق کی نیت کے بغیر یہ الفاظ کہے ہوں تو طلاق واقع نہیں ہوگی، تاہم ایسے الفاظ سے احتراز ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

ولو قال لها: أنت أمي لا يكون مظاهراً، وينبغي أن يكون مكروهاً، ومثله أن يقول يا

ابنتي، وبالله التوفيق ونحوه. (۱)

ترجمہ: اور اگر خاتوند نے بیوی سے کہا کہ: ”تو میری ماں ہے“ تو مظاہر (ظہار کرنے والا) نہیں ہوگا۔ البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسا کہنا مکروہ ہو۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ہے کہ: ”اے بیٹی“ اور ”اے بہن“ وغیرہ۔



جس طرح میری ماں بہن وقت گزار رہے ہیں تم بھی گزارو

سوال نمبر (265):

ایک شخص نے غصہ میں عورت کو کہا کہ: ”تم میرے لیے میری ماں بہن کی طرح ہو، جس طرح میری ماں بہن وقت گزار رہی ہیں اس طرح تم بھی گزارو۔“ اس سے طلاق یا ظہار واقع ہوتا ہے یا نہیں؟

بیٹھو! توجہ دو!

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی زد سے اگر کسی نے اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ کے ساتھ تشبیہ دی تو اس میں کہنے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا، اس کی جو نیت ہوگی، اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

لہذا صورت مسئلہ میں اگر شوہر کی نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہوگی، اگر ظہار کی ہو تو ظہار واقع ہوگا۔ حکم



نیت کے تابع رہے گا۔

والدلیل علی ذلک:

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي)..... (برأ وظهاراً، أو طلاقاً صحت نيته)..... لأنه كناية (والا)

بنو شیتا، أو حذف الکاف (لغاً) وتعين الأدنى أي البر یعنی الکرامة. (۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی "آنت علی مثل امی" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کناہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔



دو بیویوں کو "تم مجھ پر ماں، پھوپھی ہو" کہنے سے ظہار

سوال نمبر (266):

میں نے آج سے دس مہینے پہلے حالت غصہ میں اپنی دونوں بیویوں کو یوں کہا کہ: "تم مجھ پر تین پتھر، تین پتھر ہو، بہن ہو، ماں ہو، پھوپھی ہو" ان الفاظ سے یہ مذکورہ بیویاں مجھ سے جدا ہوتی ہیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ میں جبرود کا باشندہ ہوں، ہمارے یہاں اس سے طلاق دینا مقصود ہوتا ہے؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

بیوی کو ماں، بہن اور پھوپھی وغیرہ کہنا اگر الفاظ تشبیہ کے ساتھ ہو تو اس سے ظہار واقع ہوتا ہے اور الفاظ تشبیہ کے ذکر کیے بغیر کہنا نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتا، البتہ بیوی کو اس طرح کے الفاظ کہنا مکروہ ضرور ہے۔ ہاں اگر عرف اور علاقائی محاورہ کے لحاظ سے بیوی کو ماں، بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور وہاں کے لوگ یہ الفاظ طلاق کے لیے ہی استعمال کرتے ہوں تو پھر ان الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوگی۔

صورت مسئلہ میں جہاں یہ مسئلہ پیش آیا ہے، وہاں اگر واقعی عرف و عادت یہ ہو کہ بیوی کو ماں، بہن کہہ کر طلاق دینا مقصود ہوتا ہو تو سائل کی دونوں بیویوں پر طلاق بائن واقع ہوگی، بظاہر تین پتھر کے الفاظ سے اس کی نیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ طلاق مغلفہ کی نیت کر کے خاوند نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وہ شخص اپنی دونوں بیویوں کو جدا کر لے۔

والدلیل علی ذلك:

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي برا أو ظهاراً، أو طلاقاً صحت نيته..... لأنه كناية (وإلا) بنو شيئاً، أو حذف الكاف (لغاً) وتعين الأدنى أي البر يعني الكرامة، ويكره قوله أنت أمي وبآنتي وبآختي ونحوه. (۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی "آنت علی مثل امی" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کناہیہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔ اور اپنی بیوی کو یہ کہنا "تو میری ماں ہے" اور "اے میری بیٹی" اور "اے میری بہن" وغیرہ مکروہ ہے۔



اگر بھائی کے ساتھ بات کی تو میری بیوی میری ماں ہوگی سے ظہار

سوال نمبر (267):

ایک آدمی اپنے بھائی کے ساتھ صلح اور باتوں سے انکاری ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں نے اپنے بھائی کے ساتھ صلح یا باتیں کیں تو مجھ پر میری بیوی "ماں بہن" ہوگی۔ کیا اس سے ظہار واقع ہوتا ہے؟  
بیشوا تزجرہا  
الجواب وبالله التوفیق:

بیوی کو "ماں بہن" کہنا اگر حرف تشبیہ کے بغیر ہو تو اس سے ظہار واقع نہیں ہوتا، البتہ مکروہ ہے، مگر عرف و عادت اور علاقائی محاورات میں اگر لوگ بیوی کو "ماں، بہن" کہہ کر طلاق مراد لیتے ہوں اور وہاں یہ لفظ طلاق ہی کے مترادف سمجھا جاتا ہو تو طلاق کے حکم میں ہو کر اس سے طلاق یا کن واقع ہوگی۔  
صورت مسئلہ میں جس علاقے سے متعلق ہے، اگر وہاں پر بیوی کو "ماں بہن" کہنا طلاق کے مترادف ہو تو شرط کے موجود ہونے سے طلاق بائن واقع ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

والحاصل أن المتأخرين خالفوا المتقدمين في وقوع البائن بالمحرام بلا نية، حتى لا يصدق إذا قال (۱) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۳۱/۵

لَا يُلْغِي لِحَالِ الْعَرَفِ الْحَادِثُ فِي زَمَانِ الْمُنَافِقِينَ، فَيَتَوَقَّفُ الْآنَ وَقَوْلُ الْبَائِنِ بِهِ عَلَى وَجْهِ الْعَرَفِ. (۱)

ترجمہ:

اور حاصل یہ کہ متاخرین نے متقدمین کی اس بات میں مخالفت کی ہے کہ حرام کے لفظ سے طلاق بائن بغیر نیت کے واقع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر وہ کہے کہ میری نیت نہیں تھی تو اس کی تصدیق بھی نہ کی جائے گی۔ اس کی وجہ متاخرین کے زمانے میں نئے عرف کا بن جانا ہے، لہذا اس دور میں اس سے بائن طلاق کا وقوع عرف پر موقوف رہے گا۔



### ظہار معلق کا حکم

سوال نمبر (268):

میں نے اپنی بیوی کو فون پر یوں کہا: ”اگر تم بار بار مجھے فون کر کے مجھے چچا زاد بھائیوں کے سامنے رسوا کرتی رہی اور میری عزت کی لاج نہیں رکھتی تو تم مجھ پر ایسی ہو، جیسی میری فلاں بہن اور میں تجھ پر ایسا ہوں، جیسا کہ نہارا بھائی آصف اور اگر تم میرے ساتھ وقت گزارنا نہیں چاہتی تو تم مجھ پر طلاق ہو۔“ کیا اس صورت میں ظہار واقع ہوا ہے؟

ہیئو انو جردا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت مطہرہ کی روشنی میں اگر کوئی شخص طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس طرح اگر ظہار کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں یہ شخص منظر ہر سمجھا جائے گا اور جب تک یہ آدمی کفارہ ظہار ادا نہ کر لے، اس وقت تک اس کے لیے بیوی سے ازدواجی تعلقات رکھنا ناجائز ہے۔

صورت مسئلہ میں سائل نے دو جملے کہے ہیں۔ پہلا جملہ ”اگر تم بار بار مجھے فون کر کے مجھے چچا زاد بھائیوں کے سامنے رسوا کرتی رہی اور میری عزت کی لاج نہیں رکھتی تو تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری فلاں بہن اور میں

تجھ پر ایسا ہوں جیسا کہ تمہارا بھائی آصف؛ یہ جملہ ظہار معلق کے حکم میں ہے، لیکن چونکہ یہ جملہ ظہار کے لیے صریح نہیں، اس لیے نیت کا اعتبار ہوگا کہ ظہار کی نیت ہے یا طلاق کی یا کوئی بھی نیت نہیں، لہذا اگر عورت نے خاوند کو بچا زاد بھائیوں کے سامنے رسوا کرنے کے لیے بار بار فحش کیا تو اس صورت میں ان الفاظ سے اس کی جو بھی نیت تھی، وہ واقع ہوگی، اگر طلاق کی نیت تھی تو یہ عورت مطلقہ بائند ہوگی اور شوہر کے لیے بیوی کے ساتھ تعلقات رکھنا ناجائز رہے گا۔ اگر ظہار کی نیت ہو تو ظہار واقع ہوگا۔

دوسرا جملہ یہ ہے ”اگر تو میرے ساتھ وقت گزارنا نہیں چاہتی تو تم مجھ پر طلاق ہو“ یہ معلق طلاق ہے، اگر مجلس ہی میں عورت نے جواباً یہ کہا ہو کہ ہاں میں تمہارے پاس زندگی گزارنا پسند نہیں کرتی تو اس صورت میں بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگی، ورنہ دوسرے وقت میں بیوی کا زندگی نہ گزارنے کا عندیہ دینے پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي)..... (برا أو ظهاراً أو طلاقاً فصحت نيته)..... لأنه كناية (وإلا) بنو شيبان، أو حذف الكاف (لغا) وتعين الأدنى: أي البر، الكرامة. (۱)

ترجمہ:

اور اگر کوئی ”آنت علی مثل امی“ کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کناہیہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔

و بصرح ظہار زوجته تعليقاً بأن قال إن دخلت الدار، أو إن كلمت فلاناً فأنت علي كظہر أمي. (۲)

ترجمہ:

اور زوجہ سے معلق ظہار کرنا بھی صحیح ہے، مثلاً کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی یا تم نے فلاں سے بات کی تو مجھ پہ یوں ہوگی جس طرح میری ماں کی پیٹھے۔



(۱) اندر المختار علی صدر رد المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۳۱/۵

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار: ۵۰۹/۱

## جبراً کسی پر بیوی کے سامنے ”تو میری بیٹی ہے“ کہلوانا

سوال نمبر (269):

اگر حکومت یا کسی اور شخص کی طرف سے جبراً شوہر کو کہا جائے کہ تم بیوی سے کہو کہ: ”تو میری بیٹی ہے“ اور بیوی بھی تم کو باپ کہے تو کیا اکراہی کی صورت میں طلاق یا نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

دائم رہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہے کہ: ”تو میری بیٹی ہے یا اے بیٹی!“ تو چونکہ اس کلام میں حرمتِ ابدیہ کے ساتھ تشبیہ کے الفاظ نہیں ہیں، اس لیے باوجود تحریم یا ظہار کی نیت کے اس طرح کہنا بیوی کے حرام ہونے کا باعث یا ظہار یا طلاق کا مترادف متصور نہیں ہوگا، تاہم عام عادات میں اس طرح کے جملے کراہت سے خالی نہیں۔ نیز شریعت نے عورت کو ظہار یا طلاق کا حق نہیں دیا ہے، بلکہ ان امور کا اختیار صرف شوہر کو دیا ہے، اس لیے اگر عورت ظہار کے الفاظ استعمال کرے تب بھی کوئی حرمت لازم نہیں ہوتی۔

سوال میں مذکور الفاظ سے ظہار یا طلاق واقع نہیں ہوتی، خواہ طوعاً کہے ہوں یا اکراہی سے یا غیر ملجئی سے۔

والدلیل علی ذلک:

ولو قال لها: أنت أمی لا یکون مظاهراً، و ینسخی أن یکون مکروهاً، و مثله أن یقول یا

ابنتی، و یا أختی و نحوہ. (۱)

ترجمہ:

اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ: ”تو میری ماں ہے“ تو مظاہر (ظہار کرنے والا) نہیں ہوگا۔ البتہ مناسب یہ

ہے کہ ایسا کہنا مکروہ ہو۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ہے کہ: ”اے بیٹی“ اور ”اے بہن“ وغیرہ۔



## مکرر ظہار کرنے کا مسئلہ

سوال نمبر (270):

خاندان نے بیوی کو ٹیلی فون پر کہا کہ: ”اگر تو کراچی نہ آئی تو جس طرح نہنب میری بہن ہے، اس طرح تو بھی میری بہن ہوگی“ یہ الفاظ ایک دفعہ بیوی سے اور دو دفعہ ساس سے کہہ دیے۔ کیا اس سے نکاح پر اثر پڑتا ہے؟  
 بینوا انتوضرو

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ میں بیوی کو محرمات ابدیہ سے تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ثبوت ظہار پر شوہر بیوی سے حق۔ جب اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا، جب تک مسلسل دو ماہ روزے نہ رکھ لے یا ساٹھ مسکینوں کو بقدر فطرانہ صدقہ نہ دے دے۔

اگر صورت مسئلہ میں شوہر کی ان الفاظ سے نیت ظہار کی ہو تو بیوی کا کراچی نہ جانے کی صورت میں ظہار واقع ہو جائے گا۔ نیز یہ الفاظ شوہر نے ساس کے سامنے بھی دو مرتبہ کہے ہیں، لہذا ظہار کی نیت کی صورت میں یہ تین ظہار ہوں گے، جس کے لیے چھ مہینے روزے رکھنے پڑیں گے۔ بشرط یہ کہ شوہر کا ساس سے کہنے میں نیت ظہار کی نیت ہو، ورنہ سابقہ بات کی تاکید یا خبر دینے پر ایک ہی ظہار واقع ہوگا۔

اور اگر ان الفاظ سے شوہر کی مراد طلاق دینا ہو تو پھر مذکورہ تفصیل کے مطابق کراچی نہ جانے کی صورت میں ایک طلاق بائن ہوگی، کیونکہ پہلی دفعہ بیوی کو کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی اور ساس کو دوبارہ کہنے میں اگر طلاق کی نیت ہو تو بائن چوتھ بائن سے ملحق نہیں ہوتی، اس لیے یہ طلاق لغو شمار ہوگی۔

والدلیل علی ذلك:

لو ظاهر من امرأته مراراً في مجلس، فعليه لکلی ظہار کفارة إلا أن ينوي به الأول. (۱)

ترجمہ:

اگر کسی نے ایک مجلس میں عورت سے کئی بار ظہار کیا ہو تو شوہر پر ہر ایک ظہار کے لیے کفارہ واجب ہے، مگر یہ کہ اس کی نیت پہلے والے ظہار کو بار بار ذکر کرنا ہو تو پھر ایک ہی ظہار ہوگا۔

(وإن نوى بآنت علي مثل أمي)..... (برأو ظهاراً، أو طلاقاً صحت نيته)..... لأنه كناية (وإلا)

بشيء، أو حذف الكاف (لغا) وتعين الأدنى: أي البر، يعني الكرامة. (۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی "آنت علی مثل امی" کے الفاظ سے اس کی عزت یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی، کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کسی چیز کی نیت نہ کرے یا حرف کاف کو حذف کرے تو یہ لغو ہو جائے گا اور ادنیٰ درجہ یعنی اچھائی اور عزت کا معنی متعین ہوگا۔



### ”ہم بہن بھائی ہیں“ سے ظہار کا وقوع

سوال نمبر (271):

ایک مرتبہ بیوی سے تلخ کلامی ہوئی۔ بیوی نے غصہ میں کہا کہ: ”ہم بہن بھائی ہیں، لڑنے کی ضرورت نہیں“ تو میں نے کہا کہ: ”یہاں تو ہم بہن بھائی ہیں، لیکن پشاور میں بہن بھائی نہیں“ آیا ان الفاظ سے ظہار ہوتا ہے؟

بیٹو! تجھ کو

الجواب وبالله التوفيق:

فتویٰ تنظیم نظر سے ظہار کے مسئلہ میں حرف تشبیہ کا استعمال ضروری ہے، مثلاً شوہر یوں کہے کہ: ”تم مجھ پر بہن کی طرح ہو“۔

صورت مسئلہ میں خاوند کے الفاظ ”یہاں تو ہم بہن بھائی ہیں“ میں ادات تشبیہ نہیں، اس لیے یہ کلام لغو ہے، تاہم عرف کا معاملہ الگ ہے، لیکن واضح رہے کہ اس طرح الفاظ بیوی کو کہنا کراہت سے خالی نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

ولو قال لہا: أنت أمی لا یكون مظاهراً، و ینبغی أن یكون مکروہاً، و مثله أن یقول یا

ابنتی، و یا اختی، و نحوہ. (۲)

(۱) الدر المختار علی صدور المختار، کتاب الطلاق، باب الظہار: ۱۳۱/۵

(۲) الفتاویٰ البندیہ، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظہار: ۵۰۷/۱

ترجمہ:

اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ: "تو میری ماں ہے" تو مظاہر (ظہار کرنے والا) نہیں ہوگا۔ البتہ مناسب یہ ہے کہ ایسا کہنا مکروہ ہو۔ اسی طرح یہ کہنا بھی ہے کہ: "اے بیٹی" اور "اے بہن" وغیرہ۔



### میری بیوی مجھ پر بہن ہوگی

سوال نمبر (272):

میرے بھائی نے والد صاحب سے جھگڑا کیا اور کہا: "میں آئندہ اس گھر میں نہیں آؤں گا، اگر میں دوبارہ آیا تو میری بیوی مجھ پر بہن ہوگی"۔ اب وہ والد صاحب کے گھر آنے کی خواہش رکھتا ہے، لیکن بیوی حرام ہونے کے ڈر سے ہچکچاتا ہے، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

صورتِ مسئلہ میں مذکورہ الفاظ "اگر میں دوبارہ اس گھر میں آیا تو میری بیوی مجھ پر بہن ہوگی" ظہار کے الفاظ نہیں، کیونکہ ظہار میں حرفِ تشبیہ کا استعمال ضروری ہے جو اس کلام میں موجود نہیں، تاہم اگر علاقائی سطح پر عرف میں بیوی کو بہن کہنا طلاق کے مترادف ہو اور لوگ ان الفاظ سے طلاق مراد لیتے ہوں تو پھر مذکورہ شخص کا گھر میں رہنے یا داخل ہونے سے طلاقِ ہائِن واقع ہوگی۔

اور اگر عرف میں یہ طلاق کے لیے استعمال نہ ہوں تو پھر ایسے الفاظ کہنا مکروہ ہے، لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

والدلیل علی ذلك:

قال العلماء: لا بد في الظهار من التشبيه، وإذا قال أنت أمي لا يكون ظهاراً بل لغواً.

أقول: لا بد من أن يكون طلاقاً بائناً عند النية، وقد روي عن أبي يوسف، كما في العمدة (۱).

(۱) المعروف الشذی علی هامش الترمذی، ابواب الطلاق والرضاع، باب ما جاء في كفارة الظهار: ۱/۳۵۷



ترجمہ: علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظہار میں تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور جب شوہر (بیوی کو تشبیہ کے الفاظ ذکر کیے بغیر) کہے کہ ”تو میری ماں ہے“ تو یہ ظہار نہیں، بلکہ لغو ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیت کے وقت (اور جہاں عرف ہو، وہاں عرف نیت کے قائم مقام ہوتا ہے) ان الفاظ سے طلاق بائن کا واقع ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی بھی ہے جیسا کہ عمدۃ میں ہے۔



”میں تیرا بیٹا ہوں گا یا تجھ کو اپنی بہن سمجھوں گا“ سے ظہار

سوال نمبر (273):

گھر میں کسی بات پر بیوی کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی۔ میں نے بیوی سے کہا کہ: ”میں نے اپنے بچوں کو دو سال کے اندر ختنہ کرایا تو میں تیرا بچہ ہوں گا یا تم کو اپنی بہن سمجھوں گا“۔ اب میرے گھر میں بڑی بھابھی چاہتی ہے کہ وہ یہ کام سرانجام دے جس میں ہم دونوں کا ہاتھ نہیں ہوگا۔ آپ صاحبان سے قرآن و سنت کی روشنی میں پوچھنا ہے کہ کیا اس صورت میں مجھے کفارہ ظہار ادا کرنا پڑے گا؟ اور اگر میں خود دو سال سے پہلے کروانا چاہوں تو کیا مجھ پر کوئی کفارہ دے؟

بیتواتو جروا

الہواب وباللہ التوفیق:

ظہار میں لفظ تشبیہ کا صراحتاً استعمال ضروری ہے۔ صورت مسئلہ میں جب کہ آپ نے بیوی سے کہا کہ: ”میں نے اگر اپنے بچوں کو دو سال کے اندر ختنہ کرایا تو میں تمہارا بچہ ہوں گا یا تم کو اپنی بہن سمجھوں گا“ اس سے ظہار واقع نہیں ہوا۔ اس لیے کلام لغو ہو جائے گا اور بچہ کے ختنہ کرانے سے کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

والدلیل علی ذلک:

واللغا..... قال فی الشرح قولہ (أو حذف الکاف) بان قال أنت أمی..... ویدل علیہ ما نذکرہ

عن الفتح من أنه لا بد من التصريح بالأداة. (۱)

ترجمہ:

اگر کسی چیز کی نیت نہ کی ہو یا اس نے کاف (حرف تشبیہ) کو حذف کر دیا، مثلاً یوں کہا کہ: ”تو میری ماں ہے“ تو یہ کلام لغو ہو جائے گا۔ اور اس بات پر وہ عبارت دلیل ہے جو ہم فتح القدر سے ذکر کریں گے کہ ”اے شک عہد میں حرف تشبیہ پر تصریح کرنا ضروری ہے۔“



### بیوی کے قریب ہونے کو ماں کا قریب شمار کرنا

سوال نمبر (274):

میں نے ایک دن بیوی سے لڑائی کے دوران کہا: ”میں تیرے قریب نہیں ہوں گا اگر تیرے قریب ہوں تو اپنی ماں کے قریب ہوں“ کیا بیوی کو یہ الفاظ کہنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

بینوا و بنو

الجواب وبالله التوفیق:

بیوی کو مذکورہ الفاظ کہنے سے کچھ بھی واقع نہیں ہوتا، یہ ایک لغو کلام ہے، البتہ آئندہ اس قسم کی بے ہودہ گوئی سے احتراز کریں۔

والدلیل علی ذلك:

لو قال: إن وطئتک وطئت أمی، فلاشیء علیہ. (۱)

ترجمہ:

اگر شوہر (بیوی کو) کہے کہ: ”اگر میں تجھ سے ہم بستری کروں تو اپنی ماں سے ہم بستری کروں“ تو شوہر پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔



بیوی ظہار کو کسی فعل پر معلق کر دے اور شوہر اس کو تسلیم کر لے

سوال نمبر (275):

بیوی نے شوہر سے کہا کہ: "اگر تو نے فلاں کام کیا تو میں تجھ پر تیری ماں کی طرح ہوں گی" اور شوہر نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ: "ٹھیک ہے" اس صورت میں اگر شوہر وہ کام کر لے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المبراب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے ظہار کی نسبت جب شوہر اپنی بیوی کی طرف کرے تو اس میں ضروری ہے کہ وہ بیوی کی اپنے محرمات و اہل میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دے دے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ان محرمات کے پورے بدن یا کسی خاص عضو کے ساتھ تشبیہ ہو، جیسے پیٹ، پیٹ وغیرہ۔

صورتِ مسئلہ میں جب کہ شوہر نے بیوی کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ ٹھیک ہے تو یہ ایسا ہے گویا خود شوہر نے یہ کہا ہو کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو تجھ پر میری ماں کی طرح ہوگی، لہذا اگر ان الفاظ سے شوہر کی نیت طلاق کی ہو تو یہ کام کرنے کی صورت میں اس کی بیوی کو طلاق بائن ہو جائے گی اور اگر ظہار یا بیوی کو اپنے اوپر حرام کرنے کی نیت ہو تو ظہار ہو جائے گا۔

والدلیل علی ذلک:

لَوْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ عَلَيَّ مِثْلَ أُمِّي، أَوْ كَأُمِّي، بَنَوِي، فَإِنْ نَوَى الطَّلَاقَ وَقَعَ بَائِنًا، وَإِنْ نَوَى الْكِرَامَةَ أَوْ الظُّهْرَ، فَكَأَنَّهُ نَوَى، عَمَّا ذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ..... وَإِنْ نَوَى التَّحْرِيمَ اخْتَلَفَتْ الرَّوَايَاتُ فِيهِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَكُونُ ظُهْرًا عِنْدَ الْكُلِّ. (۱)

ترجمہ:

اگر شوہر بیوی سے کہے کہ: "تو مجھ پر میری ماں جیسی یا میری ماں کی طرح ہے" تو اگر اس کی نیت طلاق کی ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر اس کی نیت شرافت و احترام یا ظہار کی ہو تو وہی حکم ہوگا جو اس کی نیت ہے، اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔۔۔۔۔ اور اگر اس کی نیت بیوی کو حرام کرنے کی ہے تو اس سلسلے میں روایات مختلف

ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ تمام کے نزدیک یہ ظہار ہوگا۔

قال في الحنانية: لو قال: والله لتفعلن كذا، فقال الآخر نعم، فنهى على خمسة

أوجه: أحدها أن ينوي كل من المبتدئ والمجيب الحلف على نفسه، فنهى أحالفان:

أما الأول فظاهر، وأما الثاني فلأن قوله نعم يتضمن إعادة ما قبله، فكأنه قال: والله لأفعلن

كذا، فإذا لم يفعل حنثا جميعا.

والثاني: أن يريد المبتدئ الاستحلاف، والمجيب اليمين على نفسه، فالحالف

هو المجيب فقط. (۱)

ترجمہ:

خانیہ میں کہا ہے کہ: اگر ایک شخص نے کسی کو کہا کہ: ”اللہ کی قسم! تو ضرور فلاں کام کرے گا“ دوسرے شخص نے جواب میں کہا: ”ہاں“ تو اس کی پانچ صورتیں ہیں: پہلی یہ ہے کہ ابتدا کرنے والے اور جواب دینے والے دونوں اشخاص کی نیت قسم کھانے کی ہو تو ایسی صورت میں دونوں حالف شمار ہوں گے، پہلے شخص کا حالف ہونا تو ظاہر ہے اور دوسرا اس وجہ سے حالف ہوگا کہ اس کا ہاں کہنا ماقبل کلام کے اعادہ کو متضمن ہے، تو گویا اس نے یوں کہا ”اللہ کی قسم! میں فلاں کام کروں گا“ پس جب وہ یہ کام نہ کرے گا تو دونوں حائث ہو جائیں گے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ابتدا کرنے والے کی نیت تو قسم دینے کی ہو اور جواب دینے والے کی نیت قسم کھانے کی ہو تو اس صورت میں صرف جواب دینے والا ہی حالف ہوگا۔



(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الایمان، باب اليمين فی الضرب، مطلب: قال لتفعلن كذا: ۵/۶۶۶

## باب ثبوت النسب

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف اور حکمت مشروعیت:

اسلام میں نسب اور نسل کی حفاظت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس بار یک نوعیت کے معاملے میں شرعی احکام کاٹی ٹھوس اور محتاط ہیں، تاکہ کسی بھی انسان کی نسل کو حتی الوسع اختلاط اور اشتہاء سے بچایا جاسکے اور وہ معاشرے میں ایک قوم یا قبیلے کا باقاعدہ فرد شمار ہو کر سرخ روئی کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ شریعت مطہرہ میں زنا اور جنسی بے حیائیوں کے بارے میں سخت رویے اور عبرت ناک سزاؤں کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ حتی المقدور کسی محصوم مولود کو ولد الٹرا نا ہونے کی تہمت سے بچایا جاسکے اور اس کے مستقبل کو محفوظ کیا جاسکے۔ اسی مقصد کے لیے فقہائے کرام نے چند بنیادی اصول وضع کیے ہیں جو ”ثبوت النسب“ کے عنوان سے فقہی ذخائر میں پائے جاتے ہیں۔

نسب کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

لغت میں ایک چیز کی نسبت کسی دوسری چیز کی طرف کرنے کا نام نسب ہے، جب کہ اصطلاح میں نسب وہ قرابت ہے جو دو انسانوں کے مابین ولادت قریبہ (باپ بیٹا) یا ولادت بعیدہ (کسی اور رشتہ) کی وجہ سے حاصل ہو جائے۔ (۱)

ثبوت نسب سے متعلق بنیادی اصول اور شرعی ہدایات:

ثبوت نسب کا تمام تر دار و مدار احتیاط پر ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے کسی انسان کے نسب کو تحفظ دیا جائے، اس لیے کہ ایک انسان کے نسب کو تحفظ دینے میں اس بچے کا بھی حق ہے کہ اس کا تعلق ایک ایسے باپ سے استوار ہو جاتا ہے، جس کا اپنا تشخص اور اپنا خاندان و قبیلہ ہوتا ہے جو اس بچے کا کفیل اور غم خوار بن جاتا ہے۔ نسب کے تحفظ میں ماں کا بھی حق ہے، اس لیے کہ بغیر باپ کے بچہ جنماں کے زانیہ ہونے پر دلیل ہے۔ باپ کا بھی حق ہے کہ اس کو عمر بھر کے لیے ایک ایسا پشتی بان میسر آیا، جس سے اس کے ہاتھ مضبوط ہو گئے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نسب کے تحفظ میں اللہ تعالیٰ کا بھی حق ہے کہ اس نے صلہ رحمی اور ایک دوسرے کی عزت کا حکم دیا ہے، لہذا کسی مسلمان کے نسب کا تحفظ کرنے

سے سب سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے اور یہ عزت بھرا لباس اتارنے پر سب سے زیادہ غصہ بھی اس کو ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”ایما رجل جحد ولده وهو ينظر اليه احتجب الله منه وفضحه على رؤس الأولين والآخرين“۔

جو شخص بھی اپنے بچے (کے نسب سے) انکار کرے، حالانکہ وہ بچہ اس کی طرف دیکھ رہا ہو (یعنی اس کی

نسبت کا محتاج ہو) تو اللہ تعالیٰ اس سے حجاب فرمائے گا (یعنی اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے محروم کر دے

گا) اور قیامت کے دن اس کو اولین اور آخرین تمام مخلوقات کے سامنے رسوا کر دے گا۔ (۱)

لہذا جہاں کہیں کسی بچے کی نسبت حقیقی باپ کی طرف کرنے میں معمولی سی بھی گنجائش اور شرعی دلیل موجود ہو وہاں

پر بحث و کردار غیر ضروری تفتیش حرام اور ناجائز ہے چاہے ایسا کرنے والا خود شوہر ہو یا کوئی اور ہو۔ (۲)

ثبوت نسب کے طریقے:

اسلام میں ثبوت نسب کے چار طریقے ہیں: نکاح صحیح، نکاح فاسد، وطی بالشفہ اور ملکیت۔ (۳)

(۱) نکاح صحیح:

نکاح صحیح سے مراد یہ ہے کہ مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس میں نکاح کی تمام شرطوں کی رعایت

ہو، اس کے بعد اس عورت کو جو بچہ پیدا ہو، اس کا نسب اس شوہر سے ثابت ہوگا، بشرط یہ کہ تین باتیں پائی جائیں۔

(الف)..... شوہر بالغ یا قریب البلوغ ہو۔ خفیہ کے ہاں کم از کم اس کی عمر بارہ سال ہو۔ چونکہ مراثی سے کم عمر بچے میں

مادہ تناسل کا موجود ہونا ناممکن ہے، اس لیے حدیث ”الولد للفرأش.....“ کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا، جب

صاحب فرأش کی طرف سے کم از کم جماع کا تصور موجود ہو۔ (۴)

(ب)..... نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو۔ خفیہ کے ہاں نکاح کے وقت سے لے کر بچہ پیدا ہونے تک چھ ماہ مراد ہیں،

اس لیے کہ نکاح وطی کا امکان پیدا کرتا ہے اور ثبوت نسب میں یہ امکان بھی کافی ہے، البتہ اگر نکاح پر ابھی چھ ماہ بھی نہیں

گزرے تھے کہ عورت کو ولادت ہوگئی تو بچے کا نسب مرد سے ثابت نہیں ہوگا، اس لیے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب التغلیظ فی الانتفاء: ۱/۳۰۸، المعین

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة نسب: ۴۰/۲۳۳، رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۲۱۶

(۳) ملخص از قاموس الفقہ: ۳/۳۵

(۴) الهدایة مع الحاشیة للکھنوی: ۲/۴۳۰، الفتاویٰ الہندیہ: ۵/۶۱

$(1)_{-1}^{\infty}$ 

(ج).....جمہور کے نزدیک زوجین کے درمیان کسی بھی طور پر ملاقات ممکن ہو، یعنی عادی اس طرح ملاقات ہو سکتی ہو۔ خفیہ کے اس امکان عقلی بھی کافی ہے۔ ممکن ہے کہ درمیان کی مسافتیں اور رکاوٹیں شوہر کے لیے بطور اظہار کرامت ختم کر دی گئی ہوں اور وہ بیوی سے مل چکا ہو۔ (۲)

مذکورہ استدلال میں سقم تو بہر حال موجود ہے، البتہ موجودہ دور میں جدید ذرائع مواصلات کے ذریعے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کی مسافتیں جس طرح سمٹ گئی ہیں، اس کو مد نظر رکھ کر کسی کرامت کے قائل ہونے کی ضرورت نہیں۔ حنفیہ کے ہاں مذکورہ شرائط پائے جانے کے بعد نکاح صحیح کی صورت میں نسب کا ثبوت شوہر کے دعوے کا محتاج نہیں، بلکہ دعوے کے بغیر بھی نسب ثابت ہوگا، اس لیے کہ فرمان نبوی کے مطابق بچہ صاحبِ فراش، یعنی شوہر کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر (سنگسار ہونا یا خالی ہاتھ رہنا) ہے۔ (۳)

عدت کے دوران پیدا ہونے والے بچے کا ثبوت نسب:

حنفیہ کے ہاں نکاح صحیح میں طلاق دینے کے بعد درج ذیل صورتوں میں عدت کے دوران پیدا ہونے والے بچے کا نسب معتدہ عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا۔

(۱) ملائکہ رجحیہ کو طلاق کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو تو نسب ثابت ہو جائے گا اور وضع حمل کی وجہ سے عورت کی عدت ختم ہو کر وہ شوہر کے لیے بائند ہو جائے گی۔

(۲) مطلقہ رجعیہ نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا ہو اور واقعہ طلاق کے دو سال بعد بچہ پیدا ہو تو بچے کا نسب بھی ثابت ہوگا اور یہ بھی کہ شوہر نے بیوی سے رجوع کر لیا ہے، اس لیے کہ زیادہ سے زیادہ مدت حمل دو سال ہے، پس دو سال سے زیادہ مدت میں بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ یہ اس وطی کا نتیجہ ہے جو عدت کے دوران اس نے رجوع کر کے اپنی بیوی سے کی ہے۔

(۲) مطلقہ بابت کو طلاق کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہونے کا نسب ثابت ہوگا۔ دو سال کے بعد پیدا ہونے کا ثابت نہیں ہوگا، ہاں اگر خورمرد دعویٰ کرے کہ یہ بچہ اسی کا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے عدت میں شبہ حلت

(١) فيغناوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النكاح: ١/ ٥١٠، الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت

المسند: ٢/٢٥٠ - (٢) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة: ٢٤٥/٥

(۳) منن اهی دازد، کتاب الطلاق، باب الولد للغراش: ۱/ ۳۱۰

کی بنا پر اس سے دلی کر لی ہوگی۔

مطلقہ رہیہ اور ہائیکہ کا یہ حکم تب ہے جب اس عورت نے عدت گزرنے کا اعتراف نہ کیا ہو۔ اگر اعتراف کیا ہو تو پھر طلاق کی مدت کے بعد سے چھ ماہ کے اندر ہی نسب ثابت ہوگا زیادہ میں نہیں۔ (۱)

(۲) بیوہ عورت کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا نسب بھی فوت شدہ شوہر سے ثابت ہوگا، بشرط یہ کہ وفات سے دو سال کے اندر ولادت ہو اور اس نے انقضائے عدت کا دعویٰ نہیں کیا ہو۔ یا انقضائے عدت کا اقرار کیا ہو مگر اقرار کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو جائے تو بھی یہ بچہ ثابت النسب ہوگا ورنہ نہیں۔ (۲)

### اصولی نکتہ نمبر ۱:

اگر معتدہ عورت عدت ختم ہونے کا اقرار کر لے اور اقرار کر لینے کے بعد طلاق کی مدت سے لے کر چھ ماہ کے اندر اندر اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، البتہ اگر چھ ماہ سے زائد میں ولادت ہو جائے تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ (۳)

### اصولی نکتہ نمبر ۲:

علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ جن مطلقہ عورتوں پر عدت واجب نہیں ہوتی، مثلاً غیر مدخول بہا عورت تو اس کے پیدا ہونے والے بچے کا نسب عمومی حالات میں ثابت نہیں ہوگا، البتہ اس وقت ثابت ہوگا جب یہ تعیین ہو کہ واقعی یہ بچہ اسی شوہر کا ہے اور اس یقین کے لیے فقہائے کرام نے قاعدہ یہ رکھا ہے کہ بچہ طلاق کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو جائے۔ اور جن مطلقہ عورتوں پر عدت واجب ہوتی ہے، ان کے پیدا ہونے والے بچے کا نسب شوہر سے بہر صورت ثابت ہوگا، الا یہ کہ یقین ہو کہ یہ بچہ اس شوہر سے نہیں اور اس یقین کے لیے فقہائے کرام نے یہ قاعدہ رکھا ہے کہ بچہ طلاق کے بعد دو سال سے زیادہ مدت میں پیدا ہو جائے۔ (۴)

### ثبوت نسب کن صورتوں میں شوہر کے دعوے کا محتاج ہے اور کن میں نہیں؟

ثبوت نسب کے چار مراتب ہیں: ضعیف، متوسط، قوی اور اقویٰ۔

(۱) الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۵، ۴۳۶

(۲) الہدایۃ حوالہ بالا، بدائع الصنائع، فصل فی احکام العدة: ۴/۸۹

(۳) الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۶

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی احکام العدة: ۴/۸۱



(۱) ضعیف..... پامدی سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب، نسب ضعیف کہلاتا ہے، اس لیے کہ یہ آقا کے دعوے کا محتاج ہے۔

(۲) متوسط..... اُم ولدہ سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب بغیر دعوے کے ثابت ہوتا ہے، تاہم مالک بغیر لعان کے اس نسب کی نفی کر سکتا ہے۔

(۳) قوی..... منکوحہ (نکاح صحیح کے ساتھ) اور مطلقہ رجعیہ سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب، نسب قوی کہلاتا ہے۔ یہ نسب بغیر دعوے کے ثابت ہوتا ہے اور شوہر اس کی نفی نہیں کر سکتا۔ اگر نفی کرنا چاہے تو صرف لعان کے ذریعے نفی کرے گا۔

(۴) اقوی..... مطلقہ بائنہ کی عدت میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب بھی بلا دعوے کے ثابت ہوتا ہے اور شوہر کو کسی بھی صورت یہاں تک کہ لعان کے ذریعے بھی نسب کے انقضا کا حق نہیں بلکہ یہ بچہ ہر صورت اس کا ہوگا، اس لیے کہ لعان کے لیے زوجیت ضروری ہے اور معتدہ بائنہ میں زوجیت ختم ہو گئی ہے۔ (۱)

### (۲) نکاح فاسد میں ثبوت نسب:

ثبوت نسب کا دوسرا طریقہ نکاح فاسد ہے، یعنی ایسا نکاح جس میں تمام شرائط کی رعایت نہ کی گئی ہو۔ نکاح فاسد کی منکوحہ عورت کو دخول کے بعد کم از کم چھ ماہ پورے ہونے پر بچہ پیدا ہو تو بھی ثبوت نسب کے لیے وہی شرطیں ہیں جو نکاح صحیح کی صورت میں ہیں۔ (۲)

امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک نکاح صحیح کی طرح نکاح فاسد سے بھی چھ ماہ بعد جو بچہ پیدا ہو، اس کا نسب ثابت ہوگا، جب کہ امام محمد کے نزدیک وطی کے وقت سے چھ ماہ کا اعتبار ہوگا۔ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔ (۳)

### (۳) وطی بالشہ میں ثبوت نسب:

وطی بالشہ سے مراد یہ ہے کہ کسی مرد نے کسی اجنبی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر غلط فہمی میں وطی کر لی یا اپنی بیوی

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مطلب الفراش علی أربع مراقب: ۵/۲۴۵

(۲) فتاویٰ ہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر: ۱/۵۳۶، مباح الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی النکاح الفاسد: ۳/۶۱۵

(۳) البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر: ۳/۲۹۹، الفتاویٰ ہندیہ، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد و

سے طلاق بائن کے بعد عدت میں وطی کر لی اور یہ خیال کیا کہ طلاق رجعی کی طرح طلاق بائن کی عدت میں بھی وطی جائز ہوگی اور اس کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا، اس لیے کہ شہ نکاح حقیقت نکاح کے ساتھ ان تمام احکام میں برابر ہے جن کا دار و مدار احتیاط پر ہو، جیسے عدت اور ثبوت نسب۔ (۱)

### (۲) باندی کے بچے کا ثبوت نسب:

ثبوت نسب کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ جس عورت کو بچہ پیدا ہوا ہو، وہ اس کی باندی ہو۔ اگر عام باندی ہو تو مالک کے اقرار کے ساتھ نسب ثابت ہوگا اور اگر اتم ولد ہو تو دعویٰ اور اقرار کے بغیر ہی نسب ثابت ہوگا۔ (۲)

### زنا سے نسب کا ثبوت نہیں ہوتا:

جمہور فقہائے کرام کے ہاں زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ”بچہ صاحب فراش (شوہر) کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے“ یعنی اس کے لیے یا تو سنگسار ہونا ہے یا اس کے لیے کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح نکاح باطل سے بھی نسب ثابت نہیں ہوتا۔ (۳)

### نسب ثابت کرنے کے طریقے:

حنفیہ کے ہاں نسب کا اثبات تین ذرائع سے ہو سکتا ہے:

(۱)..... نکاح صحیح یا نکاح فاسد موجود ہو۔ (اس کی تفصیل گزر چکی) (۴)

(۲)..... اقرار، اس کی دو صورتیں ہیں:

اول ایسا اقرار جو خود اقرار کنندہ کے حقوق سے متعلق ہو، مثلاً کوئی شخص کسی کے بارے میں اس بات کا اقرار کر لے کہ وہ اس کا بیٹا ہے تو یہ اقرار تین شرائط کے ساتھ معتبر ہے۔  
(الف) اقرار کنندہ اس عمر کے بچے کا باپ بن سکتا ہو۔

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۲۶۷، مدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی مقادیر العدة و ما تنقضی به: ۴/۲۲۳، ۴/۲۲۴، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۱۹۸، ۵/۱۹۹؛

(۲) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مطلب الغرائش علی أربع مراتب: ۵/۲۴۵

(۳) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الدعوی، الباب الرابع عشر، الفصل الثامن فی دعوة الولد من الزنا: ۴/۱۲۷، الدر المختار مع

رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی ثبوت النسب: ۵/۲۵۲

(۴) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب: ۱/۵۳۶

(ب) جس کے متعلق اقرار کر رہا ہے، وہ کسی اور باپ کی طرف منسوب نہ ہو۔

(ج) جس کے متعلق اقرار کر رہا ہے، اگر وہ صاحب عقل و تیز ہو تو وہ خود بھی اس دعوے کی تصدیق کر رہا ہو۔

اقرار کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا اقرار دوسروں کے حقوق پر بھی اثر انداز ہو، مثلاً ایک شخص نے دوسرے کے بارے میں کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور اہل صورت والی مذکورہ شرائط موجود ہوں تو اس صورت میں اقرار کنندہ کا والد اور اس کے دیگر بھائی بھی اس کی تصدیق کر دیں تو ٹھیک ہے، ورنہ نسب ثابت نہ ہوگا۔ (۱)

(۲)..... شہادت و گواہی:

امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس بات کی شہادت دیں کہ یہ بچہ فلاں شخص کا ہے۔ واضح رہے کہ لوگوں کے مابین عام شہرت اور تسامع کی بنیاد پر بھی نسب، نکاح، تضا اور موت وغیرہ اشیاء پر گواہی دی جاسکتی ہے۔ (۲)

### بچے کی ولادت پر گواہی کا حکم:

منکوحہ عورت کا بچہ پیدا ہو تو بالا جماع دایہ یا صرف ایک عورت کی شہادت اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہوگی کہ یہی بچہ اس عورت سے پیدا ہوا ہے۔ اگر شوہر اس بچے کا باپ ہونے سے انکار کرے تو لعان کے بغیر بچے کا نسب اس سے منقطع نہیں ہوگا۔ وہ عورت جو طلاق کی عدت گزار رہی ہو اور دورانِ عدت اس کو ولادت ہوئی تو صاحبین کے ہاں اب بھی ایک ہی عورت کی گواہی کافی ہوگی، البتہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اگر حمل پہلے سے ظاہر نہ ہو یا شوہر کو خود اس کا اقرار نہ ہو تو اب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہوگی۔ (۳)

اور اگر عورت شوہر کی وفات کی عدت گزار رہی ہو تو بچے کی ولادت پر گواہی کے بغیر بھی اگر ورثہ اس کی تصدیق کر لیں تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ (۴)



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الإقرار، الباب السابع عشر فی الإقرار بالنسب: ۱/۲۱۰، الفقه الإسلامی وأدلته: ۶۹۵/۷

(۲) تکملة رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الشہادات: ۱۱/۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۲۹، المبسوط، کتاب الشہادات،

باب الشہادة فی النسب وغیرہ: ۱۶/۱۰۰، ۱۰۱

(۳) الہدایہ، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۳۶، ۳۷

(۴) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۲۷۱، ۲۷۲

## مسائل ثبوت النسب

(ثبوت نسب سے متعلق مسائل کا بیان)

طلاق مغلط کے بعد اکٹھے رہنے کی صورت میں بچے کا نسب

سوال نمبر (276):

ایک شوہر نے بیوی کو ایک طلاق رجعی دے دی، پھر رجوع کر کے دو سال بعد ایک اور طلاق دی اور دو مہینے بعد ایک اور طلاق دے دی، اس طرح یہ بیوی اس پر تین طلاقیں سے مغلطہ ہو گئی، خاوند کو یہ علم نہ تھا کہ اب بیوی اس پر مکمل حرام ہو گئی ہے اس لیے اس کے بعد بھی کئی سالوں تک اکٹھے رہے، اس تیسری طلاق کے چار سال بعد ان کے ہاں ایک بیٹا بھی پیدا ہوا۔ کئی سال بعد کسی سے معلوم ہوا کہ یوں تین طلاقیں ہو جانے کے بعد میاں بیوی کو اکٹھا رہنا جائز نہیں۔ اب اس بچے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کا نسب کس کی طرف منسوب ہوگا؟

بینوا و بنو جبروا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد اس سے ہم بستری کرتا ہے اور لاعلمی کی وجہ سے اسے جائز سمجھتا ہے تو یہ فقہائے کرام کے ہاں وطی بشیہ (شبہ کی وجہ سے ہم بستری کرنا) کہلاتا ہے اور اس میں شبہ فی الفعل ہے۔ شبہ فی الفعل کی صورت میں حد نہیں ہوتا البتہ اگر اس کے نتیجے میں بچہ پیدا ہو تو اس کا نسب اس آدمی سے ثابت نہیں ہوتا۔ صورت مسئلہ میں اگر واقعی شوہر تین طلاقیں کے بعد بھی لاعلمی کی وجہ سے بیوی کے ساتھ کئی سال تک اکٹھا رہا ہو اور ذاتی تعلقات قائم رکھے ہوں تو یہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا ہے جس سے سچے دل کے ساتھ توبہ کرنا اور آئندہ کے لیے مکمل الگ ہو جانا ضروری ہے۔ اس دوران تیسری طلاق کے چار سال بعد ان کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے اس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت نہیں ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

... فالحد يسقط بالنوعين والنسب يثبت في الثاني إن ادعى الولد ولا يثبت في الأول وإن ادعاه (۱)

ترجمہ: ... شبہ کی دونوں قسموں (شبہ فی الفعل اور شبہ فی الحمل) میں حد ساقط ہوتا ہے البتہ نسب دوسری قسم (شبہ فی

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحد..... ۱۴۷/۲

اصل میں ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ آدمی بچے کے نسب کا دعویٰ کرے، اور پہلی قسم (شہنی اطفال) میں نسب ثابت نہیں ہوتا اگر پہلی آدمی بھی کرے۔  
(\*) (\*) (\*)

### محارم سے نکاح کے بعد ثبوت نسب کا مسئلہ

سوال نمبر (277):

زید نے چند سال پہلے اپنی بھانجی کو اغوا کیا۔ کافی عرصہ ڈھونڈنے کے بعد مل گئی، جب کہ اس عورت کے اس سے بچے بھی ہیں۔ زید نے پوچھ کچھ کے بعد لاعلمی ظاہر کر دی ہے، مگر بعض قرائن سے وہ جھوٹا معلوم ہوا ہے۔ اب شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟  
بیتوا مؤجروا

بعد اب والہ التوفیق:

اسلام میں محارم کے ساتھ نکاح ابدی حرام ہے جس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں بن سکتی، اگر کوئی شخص کسی عرصہ کے ساتھ، باوجود اس علم کے کہ یہ میری محرمہ ہے، شادی کر لے تو یہ نکاح سرے سے معتقد نہیں ہوتا، بلکہ زمانے بھٹس کے حکم میں ہو کر اس سے پیدا ہونے والے بچے حرامی اور غیر ثابت النسب ہوں گے۔ صورت مسئلہ میں اگر واقعی زید سے بھانجی کے بچے پیدا ہوں تو یہ دونوں محارم کے مرتکب ہونے ہیں، اب دونوں کے درمیان فوری تفرقہ لازمی ہے، جہاں تک اولاد کا مسئلہ ہے، وہ غیر ثابت النسب ہوں گے، تاہم بغیر ثبوت و حاکم کے کسی پر جہت لگانا و افترا باندھنا گناہ عظیم ہے، جب تک حقائق کی تہہ تک نہ پہنچ سکیں۔

والدليل على ذلك:

نعم في البرازيل حكاية قولين في أن نكاح المحارم باطل، أو فاسد، والظاهر أن المراد بالبطل ما هو موقوف على عدمه، ولذا لا يثبت النسب، ولا العدة في نكاح المحارم. وفسر الفقهاء هنا الفاسد بالبطل ومثله بنكاح المحارم. (۱)

تجزہ: ہاں برازیل میں دو قول نقل ہیں کہ بے شک محارم سے نکاح باطل ہے یا فاسد ہے اور ظاہراً ”باطل ہے“ سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجود عدم کی طرح ہے، اسی لیے محارم کے ساتھ نکاح کرنے سے نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ جہت۔ قہستانی نے یہاں فاسد کی تفسیر باطل سے کی ہے اور اس کی مثال محارم کے ساتھ نکاح کرنے کی دی ہے۔

## ولد الزنا کے ثبوت النسب اور میراث کا مسئلہ

سوال نمبر (278):

ایک آدمی نے ایک لڑکی سے زنا کیا۔ زنا کے پانچ مہینے بعد اس کا حمل ظاہر ہو گیا، ظہور حمل پر جرک والوں نے فیصلہ سنایا کہ وہ آدمی اس لڑکی کو نکاح پر لے گا، اس آدمی نے اس لڑکی سے نکاح کیا اور شادی کے دو ماہ بعد اس کا بچہ پیدا ہوا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ بچہ ثابت النسب ہے یا نہیں؟ اور یہ مذکورہ آدمی کی میراث کا مستحق بن سکتا ہے یا نہیں؟

بہنو اتوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جس زانی کی وجہ سے مزیہ کا حمل ٹھہرا ہے، اس کے لیے اس حاملہ سے نکاح اور نکاح کے بعد ہم بستری بالاتفاق جائز ہے۔ اگر یہ بچہ نکاح کے چھ ماہ یا زائد مدت کے بعد پیدا ہوا ہو تو اس بچے کا نسب اس آدمی سے ثابت ہوگا اور بچہ اس آدمی کی میراث کا بھی حق دار ہوگا، لیکن اگر نکاح اور ولادت کے درمیان چھ مہینے سے کم مدت ہو تو ایسی صورت میں بچے کا نسب اس آدمی سے ثابت نہ ہوگا اور نہ ہی اس کی میراث کا مستحق ہوگا، الا یہ کہ یہ آدمی خود یہ دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہی ہے تو اس صورت میں قضاء نسب ثابت ہو جائے گا، بشرط یہ کہ وہ یہ نہ کہے کہ یہ بچہ میرے زنا کرنے سے پیدا ہوا ہے، تاہم دینا خاوند کے لیے اس بچے کے بارے میں اپنا بچہ ہونے کا دعویٰ کرنا جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

ولو زنی بامرأة فحملت، ثم تزوجتها، فولدت إن جاءت به لستة أشهر فصاعداً ثبت نسبه، وإن جاءت به لأقل من ستة أشهر لم يثبت نسبه إلا أن يدعيه، ولم يقل أنه من الزنا، أما إن قال أنه مني من الزنا فلا يثبت نسبه ولا يرث منه. (۱)

ترجمہ: اگر کسی آدمی نے ایک عورت سے زنا کیا، پس وہ حاملہ ہوئی، پھر اس سے شادی کی، پس اس نے بچہ جنا، اگر چھ مہینے یا زیادہ مدت بعد بچہ جنا ہو تو اس بچے کا نسب ثابت ہے اور اگر چھ مہینے سے کم مدت میں بچہ جنا ہو تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں، مگر یہ کہ آدمی خود اپنا بچہ ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ زنا سے ہے، چنانچہ اگر اس نے یہ کہا کہ یہ میرے زنا سے ہے تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ اس سے میراث لے گا۔

منی میں جرثومہ نہ ہو اور بچہ پیدا ہو

سوال نمبر (279):

میری بیوی بدکاری میں ملوث تھی اور اس سے میرے چار بچے بھی ہیں۔ بعد میں، میں نے اس بیوی کو طلاق دے دی، پھر میں نے دوسری شادی کی، اس سے میرا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تم میں بچے پیدا کرنے کے جراثیم نہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ چار بچے میرے ہیں یا نہیں؟ اور اگر میں ان کو میراث سے محروم کر دوں تو کیا میرے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

بیتنا انو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے دوران نکاح مدت حمل میں پیدا ہونے والے بچے اسی شخص کے متصور ہو کر ثابت النسب رہیں گے جس شخص کے نکاح میں یہ بیوی ہو۔ صورت مسئلہ میں یہ چار بچے بقول مستفتی نکاح کے قیام کے دوران پیدا ہوئے، اس لیے یہ ثابت النسب ہو کر باپ کی میراث میں حصہ دار ہوں گے، ان کو میراث سے محروم کرنا جائز نہیں۔ محض ٹیسٹ میں جرثومہ نہ ہونے کا رپورٹ ملنے پر اپنے بچوں سے انکار جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلک:

قام رجل فقال: یا رسول اللہ ﷺ ان فلانا ابني عاهرت بامہ فی الجاہلیۃ، فقال رسول اللہ ﷺ: لا دعوة فی الاسلام ذہب امر الجاہلیۃ، الولد للفراش، وللعاهر الحجر. (۱)

ترجمہ:

ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ: ”یا رسول اللہ ﷺ! بے شک یہ فلاں میرا بیٹا ہے۔ میں نے دور جاہلیت میں اس کی ماں سے زنا کیا تھا“ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اسلام میں دعویٰ کا کوئی تصور نہیں، جاہلیت کا دستور ختم ہو گیا، بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زنا کار کے لیے رجم ہوگا۔“



## نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ

سوال نمبر (280):

بہشتی زیور کے ایک مسئلہ پر بعض لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ مقلدین کی کتب میں یہ خرافات موجود ہیں کہ اگر ایک آدمی نکاح کر لے اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی کہ بچہ پیدا ہو جائے تو بچہ شوہر کا ہی ہوگا، اس طرح اگر کوئی شادی کے بعد برسوں گھر نہ آئے اور بیوی کا بچہ پیدا ہو جائے تو یہ بھی شوہر کا شمار ہوگا، یہ صورتیں عقل سے بالاتر ہیں، اس لیے ہمارے محلے میں بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو! آپ کی کتابوں میں یہ خرافات ہیں اور یہ آپ کے مفتیان کا مسلک بھی ہے۔

بیٹو! سوچو

الجواب وبالله التوفیق:

اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ بوجھ جیسی بڑی نعمت سے خاص طور پر فقہائے کرام کو نوازا ہے جو عام لوگوں کی طرح ظاہر بینی سے کام نہیں لیتے، بلکہ ہر مسئلے کی حقیقت اور تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے بعد مسائل کا استنباط کرتے ہیں، ان مسائل میں ایک اہم مسئلہ ثبوت النسب کا بھی ہے جس پر بعض ظاہر بینوں نے فقہائے کرام بالخصوص احناف کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ حقیقت نسب بالکل ایک امر مخفی ہے، معلوم نہیں کہ یہ بچہ کس کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اس لیے شریعت نے علامات ظاہرہ کو نسب کا معیار اور دار و مدار قرار دیا ہے جو شرعاً معتبر بھی ہے اور علامت ظاہرہ نکاح ہے، پس یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا ہے کہ جس شخص سے نکاح ہوا ہے، نسب اسی کا حق ہے، البتہ شوہر اگر خود اس کی نفی کر دے کہ یہ میرے نطفے سے نہیں ہے اور عورت کی زنا پر گواہ پیش کر دے یا عورت خود اس کی تصدیق کر دے تو نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا، بلکہ بچہ مجہول النسب رہے گا، لیکن اگر میاں بیوی دونوں انکار نہ کریں یا خاموش رہیں تو ایسی صورت میں بچہ اپنی ماں کے موجودہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا، اگر میاں بیوی کے ساتھ ملنے کا کوئی ظاہری سبب نہ ہو، مثلاً نکاح ہو جائے اور رخصتی سے قبل حمل ہو جائے، بشرط یہ کہ نکاح اور وضع حمل کے درمیان کم از کم چھ ماہ کی مدت موجود ہو یا کوئی شخص شادی کے بعد چند سال گھر سے باہر گزارے جس میں وہ گھر نہ آیا ہو اور اسی اثنا میں عورت کا حمل ٹھہر جائے تو اس صورت میں جس طرح کوئی یہ یقین نہیں کر سکتا کہ یہ بچہ اپنے باپ سے ہے، اسی طرح یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بچہ والد



اثرنا ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ درمیان میں شوہر چپکے سے گمراہ ہو اور چپکے سے واپس گیا ہو، جیسا کہ اشتہاری مجرموں کا بھی معمول ہوتا ہے۔ اسی طرح بزرگان دین سے مہینوں کا سفر چند گھنٹوں میں طے کرنا بھی ثابت ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ایسے ہو سکتے ہیں جن کی بدولت میاں بیوی کے ملنے کا احتمال پیدا ہو سکتا ہے، اس لیے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ بچہ ولد اثرنا ہے اور نہ یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ بچہ اپنے باپ کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، بلکہ جب شوہر گھر پر بھی ہو تب بھی کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ بچہ باپ کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ عورت نے خدا نخواستہ بدکاری کی ہو اور اس سے حمل ٹھہرا ہو تو جس طرح یہاں ظاہری علامت، یعنی نکاح اور حدیث "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کو مد نظر رکھ کر ہم بچے کو باپ ہی سے سمجھتے ہیں تو وہاں بھی اس علامت کی موجودگی اور احادیث صحیحہ کی وجہ سے بغیر کسی دلیل کے بچے پر ولد اثرنا ہونے کی تہمت لگانے کے مجاز نہیں۔ ہاں چونکہ حقیقت حال میاں بیوی کو معلوم ہے، اس لیے اگر وہ اس بچے کے نسب سے گواہوں کی موجودگی میں یا عورت کے اقرار سے انکار کر دے تو وہ الگ بات ہے اور اگر شوہر اپنے بچے کے نسب کا انکار کرے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور عورت بھی اقرار نہ کرے تو ایسی صورت میں اس کا حل لعان ہے۔

والدليل على ذلك:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْتَسِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! زیادہ تر بدگمانیوں سے بچو، بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔

قال عليه السلام "الولد للفراش وللعاهر الحجر" (۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زنا کار کے لیے رجم ہوگا۔"



زنا کار حاملہ عورت سے نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

سوال نمبر (281):

ایک شخص نے کسی لڑکی سے نکاح کر لیا تو یہ چلا کہ وہ حاملہ ہے، چونکہ وہ اس سے پہلے کسی کے نکاح میں نہیں

(۱) احکامات ۱۲/

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب الولد للفراش: ۳۱۰/۱

تھی، اس لیے یہ حمل زنا سے تھا، نکاح کے بعد اس عورت کا بچہ پیدا ہوا، شرعی نقطہ نظر سے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح اور اس بچے کا کیا حکم ہے؟

بیتوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفيق :

شریعت کی رو سے ایسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے جو زنا سے حاملہ ہو، ایسی عورت کے ساتھ نکاح منعقد ہو جاتا ہے، البتہ زنا کرنے والے کے علاوہ کسی اور شخص نے نکاح کیا ہو تو وضع حمل تک اس سے ہم بستری نہیں کی جاسکتی۔ وضع حمل کے بعد شوہر اس کے ساتھ ہم بستری کر سکتا ہے، جب کہ نکاح کے چھ مہینے یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جانے پر پیدا ہونے والا بچہ اسی شوہر کا بچہ شمار ہو کر ثابت النسب رہے گا۔

والدليل على ذلك :

وقال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى: يجوز أن يتزوج امرأة حاملا من الزنا، ولا يطلوها

حتى تضع. (۱)

ترجمہ:

امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اور وہ اس کے ساتھ ہم بستری تب تک نہیں کرے گا جب تک وضع حمل نہ ہو۔

وإذا تزوج الرجل امرأة فحاءت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه، وإن حاءت به ستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه. (۲)

ترجمہ:

اور جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کر لے اور وہ عورت شادی کے بعد چھ ماہ سے کم عرصے میں بچہ جن لے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوتا اور اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصے میں بچہ جن دے تو اس کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات: ۱/۲۸۰

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب: ۱/۵۳۶

## نکاح کے تین ماہ بعد باہم زنا سے پیدا شدہ بچے کا نسب

سوال نمبر (282):

ایک لڑکے کی منگنی ہوگئی، لیکن رخصتی و نکاح سے پہلے ہی اس نے اپنی منگیت سے ملنا شروع کیا، ہم بستی بھی کر لیتا تھا۔ جب نکاح ہو گیا تو اس کے تین ماہ بعد لڑکی کا بچہ پیدا ہو گیا۔ ایسے بچے کا شرعی حکم کیا ہے اور اس کا نسب ثابت رہے گا یا نہیں؟

بیٹو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

مرد و عورت کے ازدواجی تعلقات کے جواز کے لیے نکاح کا انعقاد ضروری ہے۔ اگر منگنی کی تقریب میں باقاعدہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرانے کی بجائے محض وعدہ نکاح اور رشتہ کی بات طے ہوئی ہو تو ایسی صورت میں انہیں ازدواجی تعلق رکھنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اس صورت میں شرعی نکاح ہو جانے کے بعد چھ ماہ سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا، بلکہ یہ بچہ ولد الزنا کہلائے گا جس پر توبہ و استغفار ضروری ہے اور اگر منگنی میں شرعی نکاح کے تقاضے بجالائے ہوں اور منگنی کے بعد بچہ جنمنے تک چھ ماہ بھی گزر گئے ہوں تو یہ بچہ اسی شخص کا بیٹا شمار ہو کر ثابت النسب رہے گا۔

صورتِ مسئلہ کے مطابق جب ان دونوں کی صرف منگنی ہوئی تھی اور شرعی طور پر باقاعدہ نکاح منعقد نہیں ہوا تھا تو ان دونوں کا میل ملاپ اور ازدواجی تعلق قائم کرنا شرعاً حرام تھا، لہذا اس دوران جماع سے ٹھہرنے والا حمل بھی ولد الزنا (حرامی) شمار ہوگا۔ اس حرکت پر توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔ البتہ اگر یہ شخص دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو قضاء بچے کا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ یہ نہ کہے کہ یہ بچہ میرے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک :

وأكثر مدة الحمل ستان، وأقله سنة أشهر. (۱)

ترجمہ: حمل کی اکثر مدت دو سال اور کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔



## کتاب النفقات

## (مباحث ابتدائیہ)

## تعارف اور حکمت مشروعیت:

نظام عالم کے استحکام، اعتدال اور توازن کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار حقوق و فرائض کے مابین پیدا فرمایا ہے۔ بچپن میں جب انسان اپنی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ والدین کے دلوں میں اس کے لیے رحم و شفقت ڈال کر اس کے خوراک، لباس اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری ان پر ڈال دیتا ہے۔ جوان ہو جاتا ہے تو اپنی ضروریات کی ذمہ داری خود اس کے ذمے آ جاتی ہے، ساتھ ساتھ اپنی بیوی، بال بچوں اور والدین کے اخراجات کا بوجھ بھی اپنے کندھوں پر اٹھالیتا ہے۔ ایک خاندانی نظام کے تحت زندگی گزارتے ہوئے بعض دوسرے قریبی رشتہ دار بھی اس کی توجہات اور مالی تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، جب کہ اس کی خدمت پر مامور غلام اور ہاندیاں بھی ضروریات زندگی کے حصول میں اس کو اپنی امیدوں کا محور بنا لیتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں بیوی، اولاد، والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے خوراک، لباس اور رہائش کی ذمہ داری نبھانے کو نفقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ بے شمار مصالح پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شریعت اسلامیہ کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ (۱)

## نفقہ کا لغوی معنی:

نفقہ یا تو نفوق سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں یا نفاق سے مشتق ہے جس کے معنی "مروج ہونا" ہے۔ مذکورہ لغوی معانی سے اصطلاحی مفہوم کی مطابقت یہ ہے کہ چونکہ اصطلاحی نفقات میں بھی مال ہلاک اور خرچ ہوتا ہے اور حالات رواج اور عرف کے مطابق چلتے ہیں، اس لیے نفوق یا نفاق کو اصل مادہ قرار دینا درست ہے۔ (۲)

تاہم علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ نفقہ نہ تو نفوق سے مشتق ہے اور نہ نفاق سے، بلکہ نفقہ بذات خود اس شے کا نام ہے جو کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کر رہا ہو۔ (۳)

(۱) مجموع شرح المہذب، کتاب النفقات، باب نفقة الأقارب: ۲۵۸/۲۲، حاشیہ علی هامش ردالمحتار، کتاب

الطلاق، باب النفقة: ۲۷۵/۵، ۲۷۶، ۲۷۷ (۲) الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۷۵/۵-۲۷۷

(۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۹۳/۴

## تبیح اصطلاحی معنی:

شریت کی اصطلاح میں خوراک، پوشاک اور رہائش کے انتظام کو نفقہ کہتے ہیں۔

”النفقة هي الطعام والكسوة والسكنى“ (۱)

حبیبی یہ تعریف اگر چہ انسانوں کے ساتھ خاص ہے تاہم ان کے ہاں انسان اور حیوان کے علاوہ زمین بھی

قلمی نفقہ ہے کہ سیراب کرنا اس کا نفقہ شمار ہوتا ہے، یا لگ بات ہے کہ اس پر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (۲)

## باب سے متعلقہ دیگر فقہی اصطلاحات:

عطا۔ امام یا قاضی کی طرف سے مستحقین کے لیے بیت المال سے مقرر کیا جانے والا حصہ عطا کہلاتا ہے۔ عطا اور نفقہ

میں فرق یہ ہے کہ نفقہ شریعت کی طرف سے خود انسان پر واجب ہے اور عطا قاضی یا امام کی موجب دیدہ پر بیت المال سے

دیاجاتا ہے۔ (۳)

## نفقہ کے اسباب والواضع:

حبیبی کے ہاں تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب پائے جانے کی وجہ سے ایک انسان پر کسی دوسرے کا نفقہ

واجب ہوتا ہے: زوجیت، قرابت اور ملک۔ (۴)

علامہ کاسانی اور علامہ شامی نے ان تین اسباب کی تحلیل کرتے ہوئے نفقہ کے درج ذیل الواضع ذکر کئے ہیں۔

(۱) بیویوں کا نفقہ

(۲) رشتہ داروں کا نفقہ

(۳) غلاموں کا نفقہ

(۴) حجۃ اور جمادات کا نفقہ۔ (۵)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۷۵/۵، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب

النفقة: ۲۹۳/۱

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۷۸/۵

(۳) الموسوعة الفقهية سادة نفقة: ۳۴/۱۱

(۴) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۷۸/۵

(۵) بدائع الصنائع، کتاب النفقة: ۱۰۸/۵ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۷۸/۵

## اپنے نفس کا نفقہ:

سب سے پہلے انسان پر خود اپنا نفقہ واجب ہے کہ آدمی اولاً خود اپنی ضروریات کو پورا کرے، اس لیے کہ آپ ﷺ

نے فرمایا:

”ابداً بنفسك فتصدق عليها، فإن فضل شئى فلاهلك، فإن فضل عن أحلك شئى نفى“

ذی قرابتك، فإن فضل عن ذی قرابتك، فهلكنا وھكنا“ (۱)

اپنے آپ سے شروع کرو اور اپنے نفس پر صدقہ کرو، اگر کچھ رہ جائے تو وہ آپ کے اہل و عیال کے لیے ہے اور اگر آپ کے اہل و عیال سے کچھ رہ جائے تو وہ آپ کے رشتہ داروں کے لیے ہے اور اسی طرح (یعنی جب نفقہ موجود ہو تو دوسرے مستحقین کو دیا جائے گا)۔

در اصل انسان کے ہاتھ میں اس کا وجود اللہ کی امانت ہے اور حتی المقدور اس کی صیانت و حفاظت واجب ہے۔ شریعت میں اس کی بے شمار مثالیں اور نظائر موجود ہیں۔

## زوجہ کا نفقہ:

بیوی کے نفقہ کا وجوب خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ﴾ (۲)

ترجمہ: چاہیے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (۳)

ترجمہ: اور باپ پر ان عورتوں کا کھانا اور کپڑا اور ستور کے مطابق واجب ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿اسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكُنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ﴾ (۴)

ترجمہ: ان بیویوں کو اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق گھر دو، رہنے کے واسطے، جہاں تم خود رہتے

۱۰۰

(۱) مسند أبی عوانة، کتاب الوصایہ، باب إباحة الرجوع فی التذیر، رقم ۵۸۰۵، ص ۳/۴۹۰

(۲) الطلاق: ۶

(۳) البقرة: ۲۳۳

(۴) الطلاق: ۲

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ولهن علیکم کسوتھن روزقھن بالمعروف“ (۱)

ترجمہ: تم پر بیویوں کا رزق اور ان کا لباس، معروف طریقہ پر واجب ہے۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب وہ خود کھائے تو بیوی کو بھی کلائے اور جب خود پینے تو اس کو بھی پہنائے“۔ (۲)

اسی طرح بیوی کے نفقہ کے وجوب پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے اور عقل بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ چونکہ عورت شوہر کے حقوق کی وجہ سے گھر میں محبوس ہو کر کمائی سے قاصر ہے، اس لیے اس کا نفقہ جس کرنے والے کے ذمے ہونا چاہیے۔ (۳)

### بیوی کے نفقہ کے وجوب کے لیے سبب:

حنفیہ کے ہاں نکاح صحیح کی وجہ سے عورت پر شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے لیے شوہر کے گھر میں جو جس اور استقرار پایا جائے، وہ نفقہ کے وجوب کے لیے سبب ہے۔ اسی قاعدے پر اکثر مسائل کا دارودار ہے۔ (۴)

لہذا مذکورہ جس کے بعد بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہو جاتا ہے، چاہے بیوی مال دار ہو یا تنگ دست ہو، جب کہ بیوی کے علاوہ دیگر رشتہ داروں (اولاد، والدین، ذی رحم محرم) کے نفقہ کے وجوب کے لیے بنیادی شرط ان کی محتاجی اور تنگ دست ہونا ہے۔ (۵)

### بیوی کے نفقہ کے وجوب کے لیے شرائط:

(۱) میاں بیوی کے مابین نکاح صحیح موجود ہو۔ نکاح فاسد اور نکاح باطل کی وجہ سے نفقہ واجب نہیں ہوتا۔ (۶)

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب حجة رسول اللہ ﷺ، ص: ۲۲۸

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق المرأة علی الزوج، ص: ۱۳۳

(۳) بدائع الصنائع، کتاب النفقة: ۵/۱۱۳، ۱۱۴، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۱/۲۹۲، ۲۹۴

(۴) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی سبب الزوج، ۵/۱۱۴، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۸۱، ۲۸۲

(۵) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی کیفیتہ الزوج، ۵/۱۹۷

(۶) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۷۹، ۲۸۰

(۲) نکاح صحیح کے بعد اگر عورت سے دخول وغیرہ ہو گیا ہو تو اس کے بعد طلاق رجعی، طلاق بائن، خلع یا تفریق قاضی کی وجہ سے عورت پر جو عدت واجب ہوتی ہے، اس میں بھی نفقہ واجب ہوتا ہے۔ چاہے عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔ (۱)  
نکاح فاسد کی عدت میں عورت کے لیے نہ تو نفقہ ہے اور نہ سکنی ہے۔ (۲)

(۳) عورت اس قابل ہو کہ اس سے جماع ہو سکے، یعنی بالغ ہو یا ایسی نابالغ ہو جو شہوت کی عمر کو پہنچ گئی ہو یا جماع کرنے کے قابل ہو۔ (۳)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر چھوٹی بچی (۹ سال سے کم) کسی قدر خدمت یا موانست کے قابل ہو تو شوہر کے گھر منتقل ہونے کے بعد شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ اگر چہ فی الحال جماع کرنے کے قابل نہ ہو۔ (۴)

(۴) عورت کی طرف سے کوئی ایسا مانع نہ ہو جس کی وجہ سے شوہر ازدواجی حقوق حاصل نہ کر سکے، یعنی عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور شوہر کے مابین تحلیہ کر دے اور شوہر کے گھر میں آ کر خود کو سپرد کر دے، تاہم اگر عورت کی طرف سے تحلیہ میں کوئی مانع نہ ہو، بلکہ شوہر خود ہی رخصتی اور انتقال کا مطالبہ نہیں کر رہا ہو تو نفقہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت کسی جائز حق، مثلاً مہر مغل کی ادائیگی تک شوہر کے گھر نہیں آتا چاہتی تو اس صورت میں بھی نفقہ واجب ہوگا۔ (۵)

(۵) اگر عدت میں ہو تو ضروری ہے کہ تفریق کا سبب کوئی ایسا فعل نہ ہو جو عورت کی طرف سے ہو اور وہ شرعاً حرام اور ممنوع ہو، مثلاً ارتداد یا شوہر کے بیٹے یا دوسرے اصول و فروع کو اپنے اوپر قدرت دے کر خود کو شوہر پر حرام کرنا وغیرہ۔ مذکورہ صورت میں اس عورت کے لیے نفقہ نہیں ہوگا، بلکہ صرف سکنی ہوگا، تاہم اگر سبب تفریق عورت کی وجہ سے ہو، لیکن وہ شرعاً حرام نہ ہو، مثلاً خیار عینین، خیار عتق، خیار بلوغ وغیرہ تو ایسی صورت میں عورت کے لیے نفقہ اور سکنی دونوں واجب ہوں گے اور اگر تفریق کا سبب شوہر ہو تو چاہے وہ سبب شرعاً ممنوع ہو یا غیر ممنوع؛ بہر صورت عدت کے دوران

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی سبب الوجوب: ۵/۱۲۱

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی سبب الوجوب: ۵/۱۲۰، ۱۱۷

(۳) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۸۳، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات،

مل الأول فی نفقة الزوجة: ۱/۵۴۴

بدائع الصنائع، فصل فی شرط الوجوب: ۵/۱۳۳

لدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۸۴، ۲۸۵، بدائع الصنائع، فصل فی شرط الوجوب:

۱۲۹، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول فی نفقة الزوجة: ۱/۵۴۵





(۱۰) عورت کو کسی نے اغوا کیا ہو، چاہے اس کی رضامندی سے ہو یا غیر رضامندی سے ہو۔ (۱)

(۱۱) عورت اپنے باپ کے گھر میں مریض ہو جائے اور رخصتی کے قابل نہ ہو۔ یہ صورت اگرچہ علامہ حنفیؒ نے ذکر فرمائی ہے، لیکن علامہ شامیؒ کو اس سے اتفاق نہیں، اس لیے کہ مریضہ کی طرف سے تسلیم نفس موجود ہے، یہ اور بات ہے کہ قدرتی مجبوری کی وجہ سے وہ شوہر کے یہاں منتقل نہیں ہو سکتی، لہذا اس کے لیے نفقہ واجب ہوگا، البتہ اگر مرض اس درجے کا ہو کہ شوہر کے گھر رخصتی اور انتقال بالکل ناممکن ہو جائے تو علامہ شامیؒ بھی عدم وجوب نفقہ کے قائل ہیں۔ (۲)

### حج کرنے والی عورت کا نفقہ:

اگر عورت شوہر کی بجائے کسی اور محرم کے ساتھ حج پر گئی ہو تو اس کا نفقہ بھی علامہ حنفیؒ کے ہاں شوہر پر واجب نہیں، چاہے فرض حج ہو یا نفل حج ہو، البتہ اگر شوہر کے ساتھ ہو تو حالت اقامت کے اعتبار سے نفقہ اس پر واجب ہوگا۔ سفر کے لحاظ سے نفقہ واجب نہیں ہوگا، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حج فرض کی صورت میں شوہر ساتھ نہ ہو تو پھر بھی حالت اقامت کا نفقہ اس کو ادا کرنا ہوگا، کیونکہ حج فرض کے لیے سفر کرنا بھی اس کے لیے عذر ہے۔ (۳)

### نفقہ کی کیفیت میں کس کا معیار معتبر ہوگا؟

نفقہ کا بنیادی مقصد ضروریات کی تکمیل ہے جو ہر زمانہ کے عرف اور رواج اور میاں بیوی کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں نفقہ کے ساتھ ”بالمعروف“ کی قید لگائی گئی ہے۔ (۴)

نفقہ کی کیفیت سے متعلق فقہائے حنفیہ کا مفتی یہ قول یہ ہے کہ اس میں میاں بیوی کی حالتوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر میاں بیوی دونوں مال دار ہوں تو مال داری کا نفقہ واجب ہوگا، اگر دونوں تنگ دست ہوں تو تنگ دستی کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں کی حالت مختلف ہو تو ظاہر الرویۃ کے مطابق شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر شوہر مال دار ہو تو مال داری کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر غریب ہو تو تنگ دستی کا نفقہ واجب ہوگا، تاہم مفتی یہ قول کو دیکھتے ہوئے میاں بیوی کے مالی حالات مختلف ہونے کے وقت متوسط یعنی درمیانی درجے کا نفقہ واجب ہوگا۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۸۸-۲۹۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۸۹-۲۹۰

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، حوالہ بالاقاموس الفقہ، مادة نفقة: ۵/۲۰۵

(۴) البقرة: ۲۳۳، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حجة رسول اللہ: ص ۲۲۸

جس میں میاں بیوی کے حالات اور "بالمعروف" ہر ایک کی رعایت ممکن ہو سکے گی، لہذا اگر شوہر انتہائی غریب ہو اور بیوی آسودہ ہو تو شوہر کی موجودہ وسعت کے مطابق نفقہ واجب ہوگا اور متوسط نفقہ میں جو کمی رہ گئی ہو، وہ آسودگی کے وقت تک مؤخر تصور کیا جائے گا۔

اور اگر شوہر آسودہ ہو اور عورت غریب ہو تو شوہر پر متوسط نفقہ واجب ہوگا، تاہم مستحب یہ ہے کہ وہ عورت کو بھی کچھ کھلائے پلائے جو خود کھاتا پیتا ہو۔ (۱)

### نفقہ کے انواع اور مشتملات:

قرآن وحدیث اور شریعت کے مزاج و مذاق کو سامنے رکھتے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے نفقہ میں اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں جو ہر زمانے اور عرف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں، تاہم بعض فقہانے ان کی تعیین و تحدید کرتے ہوئے سات چیزوں کا ذکر کیا ہے: طعام (روٹی)، سالن، صفائی ستھرائی اور ضروری ترسنت کا سامان، لباس، گھر کا ضروری اثاثہ اور سامان، رہائش گاہ اور اگر عورت ایسے سماج سے تعلق رکھتی ہو جس میں خدام سے کام لیا جاتا ہے تو خادموں کا نظم بھی ان چیزوں میں شامل ہے۔ (۲)

### (۱) خوراک:

شریعت کی رو سے شوہر پر کھانے کی کوئی خاص مقدار اور کیفیت واجب نہیں، بلکہ عرف و رواج کے مطابق جنی مقدار کافی ہو سکے، اتنی مقدار واجب ہوگی۔ (۳)

عورت پر دینا واجب ہے کہ وہ خود ہی کھانا تیار کر لے اور امور خانہ داری انجام دے، آپ ﷺ نے خود حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان امور تقسیم فرما کر گھر کے کام حضرت فاطمہؓ کے ذمے لگائے تھے، تاہم اگر عورت ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہو جس میں عورتیں خود کھانا نہیں پکاتیں یا وہ کھانا تو پکا سکتی ہو، لیکن کسی مرض کی وجہ سے پکانے کے قابل نہ ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ عورت کے لیے تیار کھانے کا بندوبست کرے یا کوئی خادم رکھ لے (۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۸۴، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۲۹۷

(۲) منی المحتاج، کتاب النفقات: ۳/۴۲۶

(۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۲۹۶، بدائع الصنائع، فصل فی مقدار الواجب: ۵/۱۴۵-۱۴۹

(۴) الفتاویٰ عثمانیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة: ۱/۵۴۸،

الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۹۰، ۲۹۱

جیسے غذا کی فراہمی شوہر کے ذمے ہے، اسی طرح کھانے پینے کے برتن وغیرہ بھی شوہر کے ذمے ہوں گے۔ ہمارے زمانے میں عرف کے مطابق جو اشیاء ضرورت کے دائرے میں آتی ہوں، ان کی فراہمی بھی نفقہ میں شامل ہو کر شوہر پر واجب ہوگی۔ (۱)

شوہر کے لیے مناسب ہے کہ وہ خود ہی عورت کے مذکورہ اخراجات کا بندوبست کرتا رہے، البتہ اگر عورت شوہر کے طریقہ خرچ سے راضی نہ ہو اور معاملہ قاضی تک پہنچ جائے تو قاضی شوہر پر سالانہ، ماہانہ، ہفتہ وار یا یومیہ نفقہ بھی واجب کر سکتا ہے، تاہم یہ میاں بیوی کے حالات اور قاضی کی صواب دید پر موقوف ہے۔ (۲)

### (۲) کسوت یعنی پوشاک:

بیوی کی پوشاک کا انتظام بھی شوہر پر واجب ہے۔ لباس میں بھی مقدار اور نوعیت متعین نہیں، بلکہ مختلف مقامات کے عرف اور موسم کی رعایت کرتے ہوئے لباس فراہم کرنا واجب ہے۔ علامہ ہسکٹی فرماتے ہیں کہ سال میں کم از کم دو جوڑے بنانے ضروری ہیں۔ (۳)

لباس کے معیار میں شوہر کی مالی استطاعت اور عورت کے خاندان کے لوگوں کے معیار زندگی کا بھی اعتبار ہوگا۔

علامہ ہسکٹی فرماتے ہیں:

”ويعتلف ذلك يساراً، وإعساراً، وحالاً، وبلداً“

آپ کا یہ بھی قول ہے کہ اگر عورت کے پاس اپنے کپڑے اور بسترو وغیرہ ہوں، تب بھی اس لیے اس کا استعمال واجب نہیں، بلکہ یہ اشیاء شوہر کے ذمے واجب ہوں گے۔ شوہر کی طرف سے عورت کو ذاتی اشیاء کے استعمال پر مجبور کرنا حرام ہے۔ (۴)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة: ۱/۵۴۸،

الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۹۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۹۲، ۲۹۳

(۳) التبصرة: ۲۳۳، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۹۶

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۲۹۶، ۲۹۸

## (۲) زیب و زینت کی اشیاء:

سامان آرائش میں بعض چیزیں تو لازمی درجہ کی ہیں، جیسے کنگھی، تیل، بنانے اور کپڑے دھونے کا صابن، ایسی خوشبو یا پاؤڈر جس سے پسینے کی بدبودور کی جاسکے، البتہ ایسی چیزیں جو خصوصی آرائش کے درجے میں ہوں اور شوہر آرائش پر واجب نہ ہو تو ان اشیاء کی فراہمی شوہر پر واجب نہیں، اس لیے کہ ضرورت سے زائد زینت شوہر کا حق ہے۔ وہ خود ہی نہ لیا جائے تو اس کو اختیار ہے۔ (۱)

## (۳) علاج اور تداوی:

نفتائے کرام کے ہاں بیوی کا علاج اور تداوی قضاء شوہر پر واجب نہیں، تاہم مرد کا شوہر یہ اخراجات برداشت کرے گا، البتہ قابلہ، یعنی دایہ وغیرہ کی اجرت (زچہ بچہ کے اخراجات) شوہر پر واجب ہوگی۔ (۲)

## (۵) رہائش:

شوہر کے ذمے بیوی کی رہائش کا انتظام بھی واجب ہے۔ (۳)

رہائش کے سلسلے میں بنیادی احکام یہ ہیں:

- (۱) یہ ضروری نہیں کہ رہائشی مکان مملوک ہو، کرایہ یا عاریت کا مکان بھی رہائش کے لیے کافی ہے۔ (۴)
- (۲) معیار کے اعتبار سے میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (۵)
- (۳) بیوی کو ایسا گھر فراہم کیا جائے جس میں اس کی خواہش کے بغیر اس کو دوسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔ اس بارے میں علامہ ہسکتی اور علامہ شامی کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے:
- (الف) اگر مکان ایک ہی کمرے کا ہو اور اس میں زوجین کے ساتھ کوئی اور مرد یا خاتون مقیم ہو یا ایسا بچہ جو صنفی تعلق کا شعور رکھتا ہو تو ایسا مکان مکفی کے لیے ناکافی ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الاول فی نفقة الزوجة: ۵۴۹/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الاول فی نفقة الزوجة: ۵۴۹/۱، بدائع الصنائع، کتاب

النفقة، فصل فی شرط الوجوب: ۱۳۷/۵

(۳) الطلاق: ۶

(۴) ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی مسکن الزوجة: ۳۲۰/۵

(۵) ردالمحتار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی مسکن الزوجة: ۳۲۰/۵

(ب) مکان کا ایک احاطہ ہو، اس میں کئی علیحدہ کمرے ہوں اور ہر کمرہ علیحدہ طور پر قفل کیا جاسکتا ہو، اس کمرے کا بیت الخلاء اور باورچی خانہ بھی الگ الگ ہو، دوسرے کمروں میں سوکن کے علاوہ دوسرے سسرالی رشتہ دار رہتے ہوں اور عورت کو ان سے کوئی اذیت نہ پہنچ رہی ہو، ورنہ رافع قول کے مطابق یہ سکنی کافی ہے۔

(ج) اور اگر یہی صورت ہو، لیکن دوسرے کمرے میں سوکن تقیم ہو تو اس صورت کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر بیوی اپنے خاندان کی ہو تو اس کے لیے علیحدہ گھر کا مطالبہ کرنا درست ہے اور اگر متوطا غریب درجے کی ہو تو وہ دوسرے گھر کا مطالبہ نہیں کر سکتی، البتہ اگر سوکن سے ضرر کا خطرہ ہو تو علیحدہ گھر دلانا واجب ہے۔ علامہ شامی آخر میں فرماتے ہیں:

"فعلى المفتي به أن ينظر إلى حال أهل زمانه، وبلده إذ يدون ذلك لا تحصل المعاشرة

بالمعروف، وقد قال تعالى ﴿وَلَا تَسَارَوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ﴾ (۱)

(د) یہ بھی ضروری ہے کہ مکان ایسی جگہ ہو جہاں نیک لوگوں کا پڑوس ہو اور عورت خوف اور وحشت محسوس نہ کرے۔ اگر پڑوس میں لوگ نہ ہوں تو ضروری ہے کہ مکان بھی محفوظ ہو اور شوہر بیوی کے ساتھ کوئی ایسی خاتون بھی رکھے جس سے وہ مانوس ہو، تاکہ تنہائی کی وحشت سے عقل اور نفسیات پر اثر نہ پڑے۔ (۲)

(ه) شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کے رشتہ داروں اور اس کے کسی سابقہ شوہر سے ہونے والی اولاد کو بیوی کے ساتھ اقامت کرنے سے منع کرے۔ (۳)

(و) بیوی کے والدین کو ہفتے میں ایک دن اور دوسرے محرم رشتہ داروں کو سال میں ایک دن آنے کا حق حاصل ہوگا۔ شوہر کو روکنے کا حق تو حاصل نہیں، البتہ رات گزارنے سے وہ ان کو منع کر سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی کو بھی حق ہے کہ اگر والدین نہ آسکتے ہوں تو وہ ہفتے میں ایک دن والدین کی ملاقات کے لیے جائے۔ (۴)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ہفتے میں ایک دن والدین کے ہاں جانا تب ہے، جب والدین آنے سے معذور ہوں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر مناسب یہ ہے کہ عرف و رواج کے مطابق شوہر کبھی کبھی اس کو والدین سے ملاقات کی

(۱) الطلاق: ۶، الدر المختار مع الرد المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی مسکن الزوجة: ۵/۳۱۹-۳۲۲

(۲) رد المختار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المینة: ۵/۳۱۶-۳۱۳

(۳) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۳۲۰

(۴) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۳۲۳-۳۲۴ ملخص از قامیس الفقہ: ۵/۲۰۸

اجازت دیتا رہے۔

”ينبغي أن يأذن لها في زيارتها في الحين بعد الحين على قدر متعارف“ (۱)

(ز) اگر بیوی کے والدین معذور ہوں اور کوئی دیکھ بال کرنے والا نہ ہو تو عورت ان کی تیمارداری کر سکتی ہے اور شوہر کو حق نہیں، کہ وہ عورت کو اس سے روکے، اگرچہ اس کے والدین کافر ہوں۔ (۲)

### خادم کا انتظام اور اس کا نفقہ:

اگر شوہر کی معاشی حالت بہتر ہو تو بیوی کے لیے خادم کا انتظام کرنا بھی شوہر کی ذمہ داری ہے۔ امام ابو حنیفہؒ محمدؒ کے ہاں تو ایک ہی خادم کافی ہے، تاہم قاضی ابو یوسفؒ کے ہاں اگر عورت کسی بڑے خاندان اور نوکر چاکر والی ہو تو کم از کم دو خادم رکھنے ہوں گے، جن میں سے ایک گھر کے امور پر اور دوسرا باہر کے امور پر مامور ہوگا اور ان خادموں کا نفقہ نجی بقدر عرف و عادت شوہر کے ذمے واجب ہوگا۔ (۳)

### بیوی کے لیے گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ کب شوہر پر ذمہ بن سکتا ہے؟

اگر کسی شخص نے کافی مدت تک بیوی کو نفقہ ادا نہیں کیا ہو اور عورت گزرے ہوئے دنوں کے نفقہ کی طالبہ ہو تو حنفیہ کے ہاں تین صورتوں میں شوہر پر گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ قضاء و دینا واجب ہوتا ہے۔

(۱) اس مدت کے دوران عورت نے قاضی کی اجازت سے یا قاضی کی اجازت کے بغیر قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کی ہوں، تاہم قاضی کی اجازت کے بغیر قرض لینے کی صورت میں اولاً قرض کا مطالبہ بیوی سے ہوگا، پھر بیوی شوہر سے رجوع کرے گی۔

(۲) قاضی نے اس مدت سے پہلے اپنے فیصلہ کے ذریعے نفقہ متعین کر دیا ہو، اس کے باوجود شوہر نے نفقہ ادا نہ کیا ہو۔

(۳) زوجین کے مابین ماہانہ نفقہ کی مقدار متعین ہوگئی ہو اور اس پر صلح ہوگئی ہو، پھر اس کے باوجود شوہر نے نفقہ ادا نہ کیا ہو،

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المونسۃ: ۵/۳۲۳، ۳۲۴

(۲) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۳۲۳، ۳۲۴

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی نفقة خادم المرأة: ۵/۳۰۳، ۳۰۶، الفتاویٰ الہندیہ،

کتاب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول فی نفقة الزوجة: ۱/۵۵۶

پھر ان میں سے پہلی صورت جو قرض لینے کی ہے، اس میں شوہر یا بیوی کی موت یا طلاق کے باوجود نفقہ واجب الادا رہتا ہے، لیکن قاضی کے فیصلے اور باہمی صلح کی وجہ سے عائد ہونے والا نفقہ زوجین میں سے کسی ایک کی موت یا طلاق یا بیوی کی نافرمانی (نشوز) کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ طلاق رجعی سے نفقہ کے سقوط کے بارے میں حنفیہ کے دو قول ہیں اور دونوں فقہائے حنفیہ کے ہاں مستحبی بہ ہیں، تاہم علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے طلاق رجعی کو سقوط نفقہ کے لیے وسیلہ بنایا ہو تو پھر نفقہ ساقط نہ ہونا فتوے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ (۱)

یاد رہے کہ آخری دو صورتوں میں صرف بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمے دین بنتا ہے۔ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ قضاے قاضی یا صلح کی وجہ سے شوہر کے ذمے دین نہیں بنتا۔ (۲)

جب کہ پہلی صورت (قاضی کی اجازت سے قرض لینے کی صورت میں) قرض چاہے بیوی کے نفقہ کے لیے لیا گیا ہو یا اولاد و صغار کے لیے؛ بہر صورت شوہر کے ذمے واجب رہے گا۔ (۳)

### پیشگی نفقہ لوٹانے کا حق:

اگر کسی شخص نے (حالت نکاح یا حالت عدت میں) بذاتِ خود یا اس کے والد نے اس کی طرف سے اس کی بیوی یا معتدہ کا نفقہ پیشگی ادا کر دیا، اس کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا یا طلاق واقع ہو گئی یا کسی وجہ سے بیوی نفقہ کی مستحق باقی نہ رہی یا (عدت کی صورت میں) چند ہی دنوں میں بیوی کا وضع حمل ہو گیا تو جتنے زیادہ دنوں کا نفقہ شوہر سے وصول ہو چکا ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ واپس نہیں لیا جاسکتا۔ امام محمدؒ کے نزدیک شوہر کو واپس لینے کا حق ہے، تاہم فتویٰ شیعین کے قول پر ہے۔ (۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، مطلب فی الأمر بالاستدانة علی الزوج: ۳۰۹، ۳۰۸/۵، مطلب لا تصیر النفقة دیناً إلا

بالقضاء أو الرضاء: ۳۱۱/۵-۳۱۴، بدائع الصنائع، فصل فی کیفیتہ الوجوب: ۱۵۴/۵، ۱۶۳/۵، ۱۶۴/۵، ۱۵۴/۵

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، مطلب لا تصیر النفقة دیناً إلا بالقضاء أو الرضاء: ۳۱۱/۵، بدائع الصنائع، فصل فی کیفیتہ الوجوب: ۱۶۳/۵

(۳) رد المحتار علی الدر المختار، مطلب فی الأمر بالاستدانة علی الزوج: ۳۰۹/۵

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة: ۳۱۵، ۳۱۴/۵



## قبل از وقت نفقہ معاف کرنا:

اگر عورت مستقبل کا نفقہ معاف کر دے تو بالاتفاق اس کا اعتبار نہیں اور آئندہ عورت دوبارہ نفقہ کی طلب کار ہو سکتی ہے، اس لیے کہ ابھی تو یہ نفقہ واجب ہی نہیں ہوا، لہذا اس پر معافی کا ترتیب کیسے ہو سکتا ہے؟ البتہ دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں:

اول یہ کہ خلع یا طلاق کے عوض عورت نفقہ عدت معاف کر دے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عورت ایسی مدت کا نفقہ معاف کر دے، جو مدت عملاً شروع ہو چکی ہو، جیسے مہینہ

شروع ہو چکا ہے اور اس مہینے کا نفقہ معاف کر دے۔ (۱)

## اولاد کا نفقہ:

نفقہ واجب ہونے کا دوسرا سبب قرابت ہے۔ ان میں سب سے اہم سبب قرابت ولادت ہے۔ قرابت ولادت سے مراد اولاد اور والدین ہیں۔ ان کا نفقہ خود قرآن سے بھی ثابت ہے، احادیث سے بھی اور اس پر اجماع و اتفاق بھی ہے۔ (۲)

کن صورتوں میں اولاد کا نفقہ واجب ہوگا اور کن میں نہیں؟ علامہ ابن ہمامؒ نے اس کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) باپ مال دار ہو اور اولاد بالغ ہوں، اس صورت میں اگر بچے خود اپنی کفالت کے قابل ہوں اور کسب معاش سے عاجز نہ ہوں تو ان کا نفقہ باپ کے ذمے نہیں ہوگا اور اگر بچے محتاج ہوں، یعنی اپنا مال بھی نہ ہو اور کمائی کے قابل نہ ہوں تو (الف) نکاح تک لڑکیوں کا نفقہ باپ کے ذمے ہوگا، اگرچہ وہ کسب معاش کی قابل ہوں۔ باپ بیٹیوں کو کسب معاش پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس طرح شادی شدہ لڑکیاں مطلقہ یا بیوہ ہو جائیں، تب بھی ان کا نفقہ باپ کے ذمے ہوگا۔

(ب) لڑکے مفلوج، نابینا، قاتر العقل ہونے کی وجہ سے کسب معاش کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں یا ابھی حصول تعلیم میں مشغول ہوں یا ان کی عزت کی وجہ سے کوئی ان سے مزدوری نہیں کروانا چاہتا تو ان کا نفقہ بھی باپ کے ذمے ہوگا۔ (۳)

(۲) باپ مال دار ہو اور بچے نابالغ ہوں تو:

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی ما یستقط بعد وحوہا و صیورتھا دنیا فی الذمۃ: ۱۶۵/۵، الفقہ الاسلامی

وأدلة بالفصل الخامس فی النفقات، المطلب الرابع، سابعاً الأبراء من النفقة: ۸۱۹/۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی نفقة الأقارب: ۱۶۶/۵-۱۷۲

(۳) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۱۱/۵

الف: اگر بچے خود اتنی جائیداد کے مالک نہ ہوں جس سے ان کی کفالت ہو سکے تو لڑکوں کے کمائی کے لائق ہونے تک اور لڑکیوں کی شادی تک باپ پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی اور باپ کو تنہا کفالت کی ذمہ داری اٹھانی ہوگی۔ کسب تک پہنچنے کے بعد باپ لڑکوں سے اپنا خرچہ کمانے کے لیے کوئی کام کاج بھی کروا سکتا ہے، لڑکیوں سے نہیں کروا سکتا۔

ب: اور اگر بچے خود صاحب استطاعت ہوں اور مال ان کے پاس موجود ہو تو باپ ان ہی کا مال ان پر خرچ کر سکتا ہے اور اگر مال اس کی دسترس میں نہ ہو اور قاضی کی اجازت سے باپ خرچ کرے یا بچوں کی جائداد سے وصول کرنے کی نیت سے خرچ کرے تو بعد میں بچے کے مال پر دسترس حاصل ہونے کے بعد اپنا پیسہ وصول کر سکتا ہے، تاہم قضاء اپنے پیسے واپس لینے کے لیے اپنی نیت پر گواہ بنانا ضروری ہے۔

(۳) باپ خود محتاج ہو اور نفقہ ادا کرنے کی قوت نہ رکھے، بچے نابالغ ہوں، لیکن مال دار ہوں یا بالغ ہوں اور مال دار ہوں یا خود کسب معاش کے لائق ہوں تو ان تمام صورتوں میں باپ پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں۔

(۴) باپ محتاج ہو، بچے بھی نابالغ محتاج ہوں یا بالغ ہوں، لیکن کسب معاش کے قابل نہ ہوں تو باپ کو کسب معاش پر مجبور کیا جائے گا، جس کے لیے اس کو قید بھی کیا جاسکتا ہے، تاہم اگر باپ خود بھی کسب معاش سے عاجز ہو تو پھر اگر دادا، ماں، چچا، ماموں وغیرہ ان کی کفالت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو ان پر ان لوگوں کی کفالت واجب ہوگی اور وہ اس پر مجبور کیے جائیں گے، البتہ جب باپ کے حالات بہتر ہو جائیں تو ان قرابت داروں کو حق ہوگا کہ وہ اپنے کیے ہوئے اخراجات اس سے وصول کر لیں۔ قریب کے رشتہ داروں کی عاجزی کی صورت میں دور کے رشتہ داروں کو بھی نفقہ پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

ان تمام صورتوں میں فقہائے کرام کا یہ قاعدہ مد نظر رہے کہ اصل تو یہ ہے کہ ہر شخص (بالغ ہو یا نابالغ) کا نفقہ اس کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ ہاں اگر ذاتی مال نہ ہو، تب باپ پر نفقہ واجب ہوگا۔ (۲)

اگر باپ اتنا غریب ہو کہ نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو اور کفالت کا کوئی اور طریقہ نہ ہو تو آخری درجہ میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ نفقہ کی ذمہ داری بیت المال پر ہوگی، جب کہ امام خصاص کے ہاں لوگوں سے سوال کر کے ضروریات پوری کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے گی۔ (۳)

(۱) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب النفقة، فصل ونفقة أولاد الصغار: ۴/۲۱۷

(۲) الہدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب النفقة، فصل ونفقة أولاد الصغار: ۴/۲۲۰

(۳) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب النفقة، فصل ونفقة أولاد الصغار: ۴/۲۱۷

بچے کو دودھ پلانے کی ذمہ داری:

اگر کوئی حقیقی عذر نہ ہو تو بچے کو دودھ پلانا ماں کا اخلاقی اور شرعی فریضہ ہے۔ اسی طرح اگر بچہ کسی اور کا دودھ نہیں پیتا اور اس کے لیے دودھ پلانے کی کوئی متبادل صورت فراہم نہ ہو سکے یا باپ متبادل صورت پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں دودھ پلانا ماں پر قانوناً بھی فرض ہے، البتہ مناسب متبادل موجود ہو اور باپ اس پر قادر ہو اور عورت دودھ نہیں پلانا چاہتی ہو تو دودھ پلانے کی ذمہ داری اور اس کا خرچہ باپ کے ذمے ہوگا۔ (۱)

بچے کا نکاح:

جب اولاد بالغ ہو جائے اور نکاح کی حاجت محسوس کرے تو اس کا نکاح کرنا باپ کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ (۲)

حنفیہ کے ہاں بچے کا نکاح کرنا باپ کی قانونی ذمہ داری نہیں۔ (۳)  
 البتہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بچے کا نکاح کر دیا اور بچہ محتاج ہو یا بالغ ہو، لیکن معذور ہو تو باپ پر اس کی بیوی کا نفقہ واجب ہوگا۔ (۴)

نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟

اگر کسی شخص کی اولاد اور والدین دونوں محتاج ہوں تو جہاں تک ممکن ہو، دونوں کی ضروریات کا خیال رکھے، البتہ اگر ایسا کرنا ناممکن ہو تو جو بچے کسب معاش کے قابل نہیں ہیں وہ مقدم ہوں گے۔ (۵)

والدین کا نفقہ:

والدین کے نفقہ کے وجوب پر قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس چاروں کے دلائل موجود ہیں۔ (۶)

- (۱) فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب النفقة، فصل ونفقة الأولاد الصغار: ۲۱۸/۴، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد: ۵۶۰/۱
- (۲) کنز العمال، الباب السابع فی برّ الأولاد وحقوقهم، الفصل الاول فی الأسماء والکنی، رقم ۴۵۱۹۱، ص ۱۶/۱۱۷
- (۳) المجموع شرح المہذب، کتاب النفقات، باب نفقة الأقارب: ۳۰۲، ۳۰۱/۲۲
- (۴) إدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة، مطلب فی نفقة زوجة الأب: ۳۴۴/۵
- (۵) إدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۴۴، ۳۴۳/۵
- (۶) بدائع الصنائع، فصل فی نفقة الأقارب: ۱۶۷/۵-۱۷۱

والدین کا نفقہ واجب ہونے کے لیے اصول و ضوابط:

(۱) حنفیہ کے ہاں اگر باپ محتاج ہو اور کسب معاش پر قدرت رکھتا ہو، لیکن نہ کما تا ہو، تب بھی اس کا نفقہ بیٹے کے ذمے واجب ہے، تاہم ایسی صورت میں وجوب نفقہ کے لیے شرط یہ ہے کہ بیٹا موسر ہو، یعنی آسودہ حال ہو، یعنی ذاتی خرچے اور اہل و عیال کے نفقہ سے کچھ بچت کر سکا ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ تنگ دستی کی صورت میں اس کو اپنی بیوی اور اولاد کے خرچے کے علاوہ کسی اور شخص کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) اگر والد کسی عذر یا بڑھاپے کی وجہ سے کسب معاش پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں چاہے بیٹا آسودہ حال ہو یا تنگ دست، بہر صورت اس کو باپ کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا، بشرطیکہ بیٹا کسب معاش پر قادر ہو۔ ایسی صورت میں باپ کا نفقہ برداشت کرنے کی تین صورتیں ہیں:

الف: اگر کمائی سے بچت ممکن ہو تو بچت کے بقدر باپ پر خرچہ کرنے پر اس کو مجبور کیا جائے گا۔

ب: اگر بچت ممکن نہ ہو اور بیٹا اکیلا (بغیر اہل و عیال) ہو اور صرف اپنے نفس کے لیے کمائی کر سکا ہو تو ریاضہ اس کو یہ حکم کیا جائے گا کہ تم باپ کو اپنے ساتھ ملاؤ اور ایک شخص کے نفقہ پر دونوں گزارہ کر لو۔

ج: اور اگر بچت ممکن نہ ہو لیکن بیٹا کثیر العیال ہو تو اس کو بیٹا و قضاء دونوں طرح مجبور کیا جائے گا کہ اپنے والد کو اپنے ساتھ ملاؤ، اس لیے کہ زیادہ لوگوں کے خرچے میں ایک شخص کے خرچے کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

(۳) ماں اگر فقیر اور تنگ دست ہو تو اس کا نفقہ بہر صورت بیٹے پر واجب ہوگا، چاہے بیٹا موسر ہو یا معسر ہو اور چاہے ماں کسب معاش پر قدرت رکھے یا نہ رکھے، اس لیے کہ نفس انوثت یعنی عورت ہونا ہی نفقہ کے وجوب کے لیے کافی ہے (۱)۔

(۴) حنفیہ کے ہاں والدین کے نفقہ میں بیٹا بیٹی کا کوئی فرق نہیں۔ والدین کا خرچہ دونوں پر تقسیم ہوگا۔ امام شافعی وغیرہ کے ہاں بشدیر میراث نفقہ کے ذمہ دار ہوں گے۔ (۲)

(۵) اگر کسی شخص کے ماں باپ دونوں ہوں اور دونوں کی معاشی حالت کمزور ہو تو حتی الوسع دونوں کی ضروریات کی رعایت رکھنی ضروری ہے، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو نفقہ کے اعتبار سے ماں کا حق مقدم ہے، اس لیے کہ ماں کے لیے

(۱) الدر المنثور مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی نفقة الأصول و مطلب صاحب الفتح من أصل

الاحتیاد: ۵/۳۵۰-۳۵۵، المجموع شرح المہذب، کتاب النفقات، باب نفقة الأقارب: ۲۲/۲۷۵، ۲۷۶

(۲) الدر المنثور مع رد المحتار حوالہ بالا: ۵/۳۵۵، البدایہ مع فتح القدیر، باب النفقة، فصل و علی الرجل أن ینفق علی

أبیہ: ۴/۲۲۳

کسب معاش و شوار ہے، تاہم مناسب یہ ہے کہ دونوں میں زیادہ ضرورت مند کی رعایت رکھی جائے۔ (۱)

### باپ کا نکاح اور سوتیلی ماں کا نفقہ:

اگر باپ نکاح کی حاجت رکھتا ہو اور اس کی خدمت یا پاک دامنی کے لیے نکاح ضروری ہو، لیکن وہ خود ایسا کرنے پر قادر نہ ہو تو اولاد کے لیے دیانتاً و اخلاقاً ضروری ہے کہ وہ اس کے لیے نکاح کا انتظام کر دیں۔ ائمہ ثلاثہ باقاعدہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ حنفیہ میں سے تلامذہ حنفی فرماتے ہیں:

”علیہ نفقة زوجة أبيه ..... بل وتزويجه أو تسريه“۔ (۲)

باپ کی طبیعتی ضرورت یا خدمت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی شادی کرائی جائے یا اس کے لیے ہاندي (اس وقت کے اعتبار سے) کا ہند و بست کیا جائے۔

اسی طرح اگر باپ معذور اور محتاج ہو تو اس کی بیوی (سوتیلی ماں) کا نفقہ ادا کرنا بھی اولاد کی ذمہ داری

ہے۔ (۳)

### داوا، نانا وغیرہ کا نفقہ:

نفقہ کے جوا حکام والدین سے متعلق ہیں ان میں داوا، وادی اور نانا، نانی بھی شامل ہیں۔ اگر وہ محتاج ہوں تو پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ان کا نفقہ ادا کریں گے، اگر چہ ان کا دین و ملت الگ ہو۔ (۴)

### دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ:

حنفیہ کے ہاں ذی رحم محرم رشتہ دار کا نفقہ واجب ہوتا ہے، جب کہ امام مالک وشافعی کے ہاں قرابت و ولادت (اولاد اور والدین) کے علاوہ دوسرے قرابت داروں کا نفقہ واجب نہیں۔ غیر ذی رحم محرم رشتہ داروں کا نفقہ ائمہ اربعہ کے ہاں بالاتفاق واجب نہیں۔ (۵)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۴۳/۵

(۲) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۴۴/۵، المجموع شرح المہذب، کتاب النفقات، باب نفقة الأقارب:

۳۰۲، ۳۰۱/۲۲

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في نفقة زوجة الأب: ۳۴۴/۵

(۴) التہدایہ مع نفع القدیر، فصل وعلى الرجل أن يتفق على أبيه: ۲۲۱، ۲۲۰/۴

(۵) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل في نفقة الأقارب: ۱۷۲/۵-۱۷۴

## ذی رحم محرم رشتہ داروں کے نفقہ کے وجوب کے لیے شرائط:

ذی رحم محرم (اولاد اور والدین کے علاوہ) رشتہ داروں کے نفقہ کے وجوب کے لیے فقہائے کرام نے درج ذیل شرائط عائد کیے ہیں۔

(۱) وہ رشتہ دار محتاج ہو یعنی اتنا غریب ہو کہ اس کے لیے صدقہ لینا جائز ہو، جب کہ دوسرے قول کے مطابق محتاج وہ ہے جس کا اپنا گھر اور ضرورت کا سامان تو موجود ہو، لیکن وہ ان اشیاء کو فروخت کیے بغیر اپنی ضروریات پوری نہ کر سکا ہو۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ دوسری صورت میں گھر فروخت کرنے کی بجائے قریبی رشتہ داروں کو نفقہ کا حکم کیا جائے گا۔

(۲) وہ رشتہ دار کسب معاش سے عاجز ہو، یعنی معذور، پا پا، نابینا، معتوہ، مقطوع الیدین والرجلین وغیرہ ہو۔

(۳) جس شخص کے ذمے نفقہ واجب قرار دیا جائے، وہ صاحب منجائش اور آسودہ حال ہو۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں اس کے پاس کسی بھی نوعیت کا اتنا مال ہو جو نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے، جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ایک ماہ کی ضروریات سے زیادہ مال اس کے پاس موجود ہو۔ جو شخص صاحب حرفت ہو، یعنی ہر روز کماتا ہو تو اس کے حق میں صاحب وسعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دن نفقہ ادا کرنے سے کچھ بچ جاتا ہو۔

(۵) دونوں رشتہ داروں کا دین اور مذہب ایک ہو۔

(۶) دونوں کے درمیان اتحاد داریں ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک دار الحرب میں جب کہ دوسرا دارالاسلام میں ہو۔ (۱)

## ملاحظہ الف:

رشتہ داروں کا نفقہ بھی بقدر کفایت واجب ہوتا ہے، یعنی کھانا پینا، لباس اور رہائش وغیرہ واجب ہوں گے (۲)

## ملاحظہ ب:

مذکورہ شرائط زوجات، اولاد اور والدین کے نفقہ میں لاگو نہیں ہوں گے۔ ان لوگوں کا نفقہ ان شرائط کے بغیر بھی واجب ہوگا جس کی تفصیل گزر چکی۔ (۳)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی شرائط وجوب هذه النفقة: ۵/ ۱۸۰-۱۹۱، الدر المختار مع رد المحتار، باب

النفقة، مطلب فی نفقة فراہ غیر الولاد من الرحم المحرم: ۵/ ۳۶۱، ۳۶۲

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی مقدار الواجب من هذه النفقة: ۵/ ۱۹۴

(۳) بدائع الصنائع، فصل فی شرائط وجوب هذه النفقة: ۵/ ۱۸۰-۱۹۳، فصل فی کیفیت الواجب: ۵/ ۱۹۴-۱۹۷

## ملاحظہ (ج).....:

ذی رحم محرم رشتہ داروں کا نفقہ میراث کے تناسب سے واجب ہوتا ہے، یعنی جو رشتہ دار اس محتاج شخص کی موت کی صورت میں اس سے جتنی میراث پاسکتے ہیں، اسی تناسب سے وہ نفقہ بھی ادا کریں گے۔ (۱)

رشتہ داروں کا نفقہ کب دین بنتا ہے اور کب ساقط ہوتا ہے؟

بیوی کے علاوہ رشتہ داروں (والدین، اولاد، ذی رحم محرم) کا نفقہ وقت گزرنے سے ساقط ہوتا ہے، اگرچہ قاضی کا فیصلہ یا باہمی تراضی اور صلح ہو چکی ہو، البتہ فیصلہ کرنے کے بعد اگر محتاج رشتہ دار نفقہ پر قبضہ کر لے یا قاضی کے حکم اور فیصلے سے قرض لے لیں تو ان دو صورتوں میں اب نفقہ ساقط نہیں ہو سکتا۔ (۲)

غائب شخص کے مال سے بقدر نفقہ مال لینا:

اگر کوئی شخص غائب ہو اور اس کا مال موجود ہو تو قاضی اس مال میں سے بیوی، نابالغ اولاد اور والدین کا نفقہ دلا سکتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ رشتہ دار خود بھی (قاضی کے فیصلے کے بغیر) اس مال میں سے بقدر ضرورت لے سکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں باپ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا منقولی سامان اپنے نفقہ کے لیے فروخت کرے، تاہم زمین وغیرہ (غیر منقولی اشیا) فروخت نہیں کر سکتا۔ (۳)

غلام کا نفقہ:

غلام کا وجود اگرچہ اس زمانے میں نہیں، تاہم فقہی ذخائر میں غلام کے لیے بھی نفقہ کے تمام انواع آقا کے ذمے واجب قرار دیے گئے ہیں۔ (۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۳۶۳، ۳۶۴

(۲) بدائع الصنائع، فصل فی کیفیتہ الوجوب: ۵/۱۹۴، وفصل فی المبطل لہا بعد الوجوب: ۵/۱۹۸، الہدایۃ مع فتح القلندر، باب النفقة، فصل وعلى الرجل أن یفق علی أبویہ: ۴/۲۲۹ مرد المختار، مطلب فی موضع لا یضمن فیہا المنفق إذا قصد الإصلاح: ۵/۳۷۰

(۳) الہدایۃ مع فتح القلندر، باب النفقة، فصل وعلى الرجل أن یفق علی أبویہ: ۴/۲۲۷، ۲۲۸

(۴) بدائع الصنائع، کتاب النفقة، فصل فی نفقة الرقیق: ۵/۱۹۸، ۱۹۹، الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة، مطلب

فی نفقة المملوک: ۵/۳۷۱

جانوروں کا نفقہ:

اسلام دین رحمت ہے اور جیسے اس نے انسانوں کے ساتھ ظلم و جبر کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح حیوانات پر بھی اپنا دامن رحمت دراز کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک عورت کو جہنم میں دیکھا جو اس لیے جہنم میں داخل کی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا، نہ خود کھانے کا انتظام کیا اور نہ اسے چھوڑا کہ کچھ کھائے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ (۱)

اس لیے جانور کا نفقہ بھی انسان پر واجب ہے، البتہ حنفیہ کے ظاہر الرویہ کے مطابق یہ وجوب دیا گیا ہے۔ قاضی جانور کے مالک کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا۔ امام ابو یوسفؒ کے ہاں چونکہ اس میں تعذیب حیوان اور تصبیح مال ہے، اس لیے اس کو مجبور کیا جاسکتا ہے۔ (۲)

البتہ اگر کسی جانور کی ملکیت میں دو آدمی شریک ہوں، ایک چارہ دیتا ہو اور دوسرا فریق اپنی باری میں بھوکا رکھتا ہو تو بالاتفاق دوسرے شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ یا تو اسے چارہ دے یا اپنا حصہ فروخت کر دے، تاکہ دوسرے فریق کو نقصان نہ ہو۔ (۳)

جمادات کا نفقہ، یعنی حقوق:

فقہائے کرام کے ہاں زمین، مکانات اور فصل وغیرہ کو باقی اور محفوظ رکھنے کے لیے جو لوازم ہوں، ان کو اختیار کرنا چاہیے۔ اگرچہ اس پر مجبور تو نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس میں کوتاہی کراہت سے خالی نہیں، اس لیے کہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے اور بلا مقصد تصبیح مال مکروہ ہے۔ (۴)



(۱) مستند أحمد رقم ۱۴۰۰۸: ص ۴/۲۶۰، ۲۶۱

(۲) بدائع الصنائع، فصل فی کیفیتہ وجوبہا: ۲۰۱/۵

(۳) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۷۷/۵

(۴) بدائع الصنائع، فصل فی کیفیتہ وجوبہا: ۲۰۱/۵، الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۷۷/۵

باب النفقة کے مباحث تغیر پسیر اور بعض اضافوں کے ساتھ قاموس الفقہ سے لیے گئے ہیں۔



## مسائل النفقات

(نفقہ سے متعلق مسائل کا بیان)

نکاح نامہ میں درج کردہ ماہانہ خرچ

سوال نمبر (283):

زید نے نکاح کرتے وقت اسٹامپ پیپر پر حق مہر و دیگر لوازمات نکاح لکھنے کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ میں اپنی منکوحہ بیوی کو ماہانہ دو ہزار نقدی بطور نفقہ دیا کروں گا۔ شرعی نقطہ نظر سے وعدہ کی معنی ایسی رقم کا کیا حکم ہے؟  
بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاح کر لینے سے شوہر کے ذمہ نہ صرف منکوحہ عورت کا مہر لازم ہو جاتا ہے، بلکہ اس کا نفقہ بھی لازم ہو جاتا ہے، تاہم شریعت نے نفقہ کی تعیین کسی خاص مقدار کی نفقہ مالیت سے نہیں کی، بلکہ کھانا، پینا، لباس اور رہائش جیسی عام طبعی ضروریات کی فراہمی لازم قرار دی ہے، البتہ جس نقد رقم پر میاں بیوی کا اتفاق ہو جائے اور وہی رقم دونوں کے مابین نان و نفقہ کے طور پر طے ہو، تو یہ طے شدہ رقم، وقت و مقدار کے مطابق لازم ہوگی۔

والد لیل علیٰ ذلک:

ولو فرضت لها النفقة مشاهرة بدفع إليها كل شهر، فإن لم يدفع وطلبت كل يوم، لها أن تطالب

عند المساء. (۱)

ترجمہ:

اور اگر اس کے لیے نفقہ ماہ وار مقرر کر دیا جائے تو ہر مہینے میں دیا جائے گا اور اگر نہیں دیا گیا اور اس نے ہر روز طلب کرنا شروع کر دیا تو وہ شام کو مانگ سکتی ہے۔



## نفقہ کی مقدار مقرر کرنا

سوال نمبر (284):

ایک عورت کے لیے شوہر نے بطور نفقہ ماہانہ خرچہ مقرر کیا ہوا ہے، جو کہ وہ بیرون ملک سے اسے ماہانہ بھیج دیتا ہے جس رقم پر ان کا اتفاق ہوا تھا کہ کافی ہے، وہ آج کل کے حساب سے کم پڑ رہی ہے تو کیا بیوی اپنے نفقہ کے بارے میں مقرر شدہ حد سے زائد کا مطالبہ بقدر کفایت کر سکتی ہے؟

بینہ انور جسرہ

الجواب وبالله التوفیق :

عورت کا نفقہ بقدر کفایت شوہر کے ذمہ لازم ہے، جسے رقم کی صورت میں شریعت نے متعین نہیں کیا البتہ اگر میاں بیوی باہم رضا مندی سے کوئی مقدار طے کر لیں تو شوہر کے ذمے وہی لازم ہوگا۔ تاہم حالات بدلنے اور مہنگائی بڑھنے سے اگر وہ مقرر کردہ رقم نا کافی ہو جائے تو عورت کو اس میں اضافے کا مطالبہ کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔

والد لیل علیٰ ذلک :

(ولا تقدر بدواہم ودنائسہم) لا تقدر ریشیہ معین بحیث لا تزید ولا تنقص فی کل مکان

وزمان ..... وإنما علی القاضی فی زماننا اعتبار الکفایۃ بالمعروف. (۱)

ترجمہ: نفقہ کو درہم و دینار سے مقرر نہیں کیا جائے گا یعنی معین چیز سے مقرر نہیں کیا جائے گا یا اس طور کہ وہ کسی جگہ اور وقت میں کم یا زیادہ نہ ہو سکے۔۔۔۔۔ بلکہ ہمارے زمانے میں قاضی کو چاہیے کہ (نفقہ کا) اندازہ عرف کے مطابق بقدر کفایت لگائے۔



بیوی کے گزشتہ سالوں کا نفقہ نہ دینے کی وجہ سے شوہر کو میراث سے محروم کرنا

سوال نمبر (285):

ایک عورت شوہر کے ظلم و تشدد کی وجہ سے میکے چلی گئی اور عرصہ دس سال وہاں رہی۔ اس دوران شوہر نے اسے واپس لانے کی کوئی کوشش نہیں کی، دس سال بعد عورت وفات پا گئی، شوہر نے اپنے حصہ میراث کا مطالبہ کر دیا، لیکن

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی أخذ المرأة کفیلاً بالنفقة: ۲۹۷/۵

بیوی کے بھائیوں نے یہ کہہ کر اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا کہ ہماری بہن کا دس سال نفقہ تمہارے ذمے باقی ہے۔ اس کی ادائیگی کے بعد آپ میراث کا مطالبہ کر سکتے ہیں، شرعی نقطہ نگاہ سے گزشتہ سالوں کا نفقہ کیا حکم رکھتا ہے؟

بینوا بنوا

الجواب وبالله التوفیق :

نکاح منعقد ہونے پر شوہر کے ذمے بیوی کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں، ان میں سے نان و نفقہ بھی ہے جو عدم ادائیگی کی صورت میں تب ذین بنتا ہے جب قضا کے طور پر شوہر کے ذمے اس کی مقدار متعین کی گئی ہو یا میاں بیوی کے مابین کسی مقدار پر اتفاق ہوا ہو، جب کہ روٹھی ہوئی بیوی کا نفقہ اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جب وہ شوہر کی نافرمانی کرے اور اس کے حکم کے باوجود اس کے پاس نہ لوٹے۔

لہذا صورت مسئلہ میں اگر مذکورہ عورت نے شوہر کے ناروا سلوک اور ناجائز برتاؤ اور رویہ سے پناہ لی ہو اور شوہر کی حکم عدولی نہ کی ہو، ساتھ ہی اس کا نفقہ قضا یا ان دونوں کی باہمی رضامندی سے متعین ہو تو جتنا عرصہ اسے نفقہ نہیں دیا گیا ہو، وہ نفقہ حسب مقدار معینہ شوہر کے ذمے ذین رہے گا۔ موت کی صورت میں اس کے ترکہ کا حصہ بنے گا، جب کہ شوہر دیگر درجہ کی طرح حق و ارث کا حق دار ہے اور اگر مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو شوہر کے ذمے گزرے عرصے کا نفقہ واجب نہیں اور ترکہ میں حصہ کا حق دار ہے۔

والد لیل علی ذلک :

(وإذا مضت مدة لم ينفق الزوج علیها، وطالبته بذلك، فلا شيء لها إلا أن يكون القاضي فرض

لها النفقة، أو صالحت الزوج علی مقدار نفقتها، فيقضى لها بنفقة ماضی. (۱)

ترجمہ:

اور جب کچھ عرصہ ایسا گزر جائے جس میں شوہر اس پر خرچ نہ کرے اور بیوی اس کا مطالبہ کر دے تو بیوی کا کوئی حق نہیں، ہاں اگر قاضی نے اس کے لیے نفقہ مقرر کر دیا ہو یا شوہر نے اس کے نفقہ کی مقدار پر اس سے مصالحت کی ہو تو گزرے نفقہ کا اس کے لیے فیصلہ کیا جائے گا۔



## روٹھی ہوئی بیوی کا نان و نفقہ

سوال نمبر (286):

ایک شخص کی بیوی اپنے شوہر کے حق میں کوتاہی کا ارتکاب کرتی رہی، بعد ازاں یہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر والدین کے گھر چلی گئی اور مدت دراز تک وہاں بیٹھی رہی تو کیا از روئے شریعت ایسی روٹھی ہوئی بیوی کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟

بیٹوانو جردا

الجواب وبالله التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے نکاح ہو جانے کے بعد شوہر اور بیوی کی ازدواجی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ اکٹھی زندگی میں دونوں کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق لازم ہوتے ہیں جن کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے، چونکہ عورت شوہر کے حق میں مجبوس ہو کر اس کے گھر رہتی ہے، اس لیے شریعت نے شوہر پر عورت کا نان و نفقہ ادا کر سکنی لازم کر دیا ہے، لیکن عورت کی نافرمانی اور گھر سے نکل جانے پر اس کا یہ حق ساقط ہو جاتا ہے۔

صورت مسئلہ میں جب کہ عورت شوہر کے حق میں مجبوس نہیں بلکہ گھر سے نکل چکی ہے تو شوہر کے گھر واپس آنے تک یہ عورت نان و نفقہ کا کوئی مطالبہ نہیں کر سکتی۔

والد لیل علی ذلک:

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشره هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة

نفسها منه. (۱)

ترجمہ:

اور نافرمان عورت کے لیے نفقہ کا کوئی حق حاصل نہیں، جب تک وہ شوہر کے گھر واپس نہ آئے اور ناشرہ عورت ہے جو شوہر کے گھر سے نکل جائے اور اپنے آپ کو شوہر سے روک رکھے۔



## بڑے گھر کا مطالبہ

سوال نمبر (287):

زید کا ذاتی گھر نہیں ہے، کرائے کے مکان میں زندگی بسر کر رہا ہے، بیوی اس مکان سے نسبتاً بڑے مکان کا مطالبہ کر رہی ہے، کیا اس کا یہ مطالبہ درست ہے یا نہیں؟  
بیتراؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت نے جہاں شوہر پر بیوی کا نان و نفقہ لازم قرار دیا ہے، وہاں اس کی رہائشی ضرورت کی کفالت بھی واجب قرار دی ہے جس کی نوعیت یہ ہونی چاہیے کہ جس رہائشی جگہ اور ماحول پر میاں بیوی کا اتفاق ہو جائے، وہی کافی ہے، البتہ بیوی کی جانب سے بطور حق کسی خاص رہائشی سہولت کے مطالبہ کی صورت میں اس کی معاشی کیفیت اور شوہر کی اپنی ذاتی معاشی توفیق کا اعتبار ہوگا۔ چنانچہ بیوی کا تعلق اگر نسبتاً امیر و مال دار طبقہ سے ہو تو اس کے لیے سب رشتہ داروں سے الگ رہائشی مکان دیا جائے گا۔ متوسط طبقہ سے تعلق کی صورت میں کنسی مکان کے اندر ایک رہائشی کمرہ، باورچی خانہ، غسل خانہ اور بیت الخلا کی سہولت دینا ضروری ہوگا، جب کہ ادنیٰ طبقہ سے تعلق رکھنے کی صورت میں صرف ایک رہائشی کمرہ کی سہولت دینا ضروری ہے، جب کہ دیگر طبعی ضرورتوں کے لیے مشترکہ سہولیات سے استفادہ کرے گی۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ رہائشی سہولت دینے میں شوہر کی اپنی رہائش کا بھی اعتبار ہے کہ وہ جس نوعیت کی رہائش اختیار کیے ہوئے ہے اس کے مناسب بیوی کو بھی دے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

قولہ: (و مفادہ لزوم کنیف و مطبخ) أي: بیت الخلاء، و موضع الطبخ، بان یكون داخل البيت، أو فی الدار لا یشار کھا فیہما أحد من اهل الدار قلت: و ینبغي أن یكون هذا فی غیر الفقراء الذین یسکنون فی الریوع، و لأحواش، بحيث یكون لكل واحد بیت بخصه، و بعض المرافق مشتركة، كالخلاء، و الثنور، و بئر الماء. (۱)

ترجمہ: اس کا مفادہ، بیت الخلا اور باورچی خانے کا ہونا ہے یعنی بیت الخلا اور کھانا پکانے کی جگہ کہ وہ کمرے کے اندر ہوں یا گھر کے اندر، جن میں گھر کا کوئی فرد اس میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو، میں کہتا ہوں کہ مناسب یہ ہے کہ یہ حکم

غیر فقراء لوگوں کے لیے ہے جبکہ عام اور کھلے گھروں میں اس طرح بیٹے ہیں کہ ہر ایک کے لیے الگ خاص کمرہ ہوتا ہے اور بعض منافع (لوازم و خاندان) مشترک ہوتے ہیں، جیسا کہ بیت الخلا، تنور اور پانی کا کنواں۔



### بطور نفقہ ملنے والی رقم کا استعمال

سوال نمبر (288):

زید اپنی بیوی کو مختلف اوقات میں رقم دیتا رہتا ہے جس میں اس کی ضرورت کی رقم بھی ہوتی ہے تو کیا بیوی اس رقم کا استعمال اپنی مرضی سے مختلف مصارف میں کر سکتی ہے؟ اگر بعض مصارف میں خرچ کرنا شوہر کو ناگوار ہو تو بیوی کا یہ تصرف شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟

بینموا تنو جروا

الجواب وبالله التوفیق :

شریعت مطہرہ نے خاوند پر بیوی کے جن حقوق کی پاس داری لازم کی ہے، ان میں نان و نفقہ بھی ہے، بلکہ بعض اخراجات شوہر کو مردانہ برداشت کرنے پڑتے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے وہ رقم بھی دے سکتا ہے اور براہ راست بھی ضرورت کا احساس کر کے مطلوبہ اشیاء فراہم کر سکتا ہے۔

صورت مسئلہ میں جو رقم اسے ذاتی ضروریات کی کفالت کے لیے دی جائے، اس میں وہ ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتی ہے اور جو رقم اسے امانتاً دی جائے، اس میں اجازت کی صورت میں شوہر کے منشا کے مطابق تصرف کر سکتی ہے، چاہے اجازت صراحتاً ہو یا دلالتاً یا عرفاً، البتہ امانت کی صورت میں اس کی حفاظت لازم ہے اور اس میں ایسا تصرف نہیں کرنا چاہیے جو شوہر کے منشا کے خلاف ہو۔ بالخصوص اس میں ایسا تصرف کرنا جس کی وجہ سے ان کی خانگی زندگی متاثر ہوتی ہو، ناجائز ہے۔

والدلیل علی ذلك :

ولیس لها ان تعطی شیاء من بیتہ بغیر اذنه. (۱)

ترجمہ: عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ شوہر کے گھر سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔



## بیوی کا خاوند سے الگ گھر کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر (289):

شوہر کے گھر میں ایک عورت کو سسر سے شکایت ہے، اس کو سسر کی بعض حرکات کی وجہ سے یہ شک ہے کہ اس کی نیت خراب ہے تو ایسے حالات میں کیا بیوی خاوند سے الگ گھر کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

بیٹو! نزہت

۹۴۰

الجواب وبالله التوفیق :

شرعی لحاظ سے عورت کو نکاح کے سبب جو حقوق حاصل ہوتے ہیں ان میں رہائش بھی ہے، چنانچہ حسب توفیق کم از کم ایک الگ کمرے کی فراہمی شوہر پر لازم ہے اور معاشرتی لحاظ سے شوہر کے والدین وغیرہ کی خدمت اور اس کا خیال رکھنا عورت کی اخلاقی ذمہ داری ہے، لیکن اگر واقعی شوہر کا کوئی نسبی رشتہ دار اس کی بیوی کے بارے میں غلط ارادہ اور مخفی سوچ رکھتا ہو، تو اس پر لازم ہے کہ بیوی کو کسی الگ رہائش گاہ میں رکھے، ایسی صورت میں بیوی پر مذکورہ رشتہ داروں کی خدمت بھی لازم نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک :

ويشترط أن لا يكون في الدار أحد من أحماء الزوج يؤذيها، كما في الخانية، قالوا: للزوج أن

يسكنها حيث أحب، ولكن بين حيران صالحين. (۱)

ترجمہ:

اور یہ شرط ہے کہ رہائشی جگہ میں کوئی ایسا سسرالی رشتہ دار نہ ہو جو عورت کے لیے ہمارے تکلیف ہو، جیسا کہ خانہ میں لکھا ہے۔ علمائے یہ بھی فرمایا ہے کہ شوہر اپنی من پسند جگہ میں بیوی کو ٹھہرا سکتا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہاں ہم سایہ نیک لوگ ہوں۔



## علاج و معالجہ کی ذمہ داری

سوال نمبر (290):

عورت کی بیماری کا علاج و معالجہ کس کے ذمے ہے؟ کیا شوہر تنفقہ کے لزوم کی وجہ سے ان اخراجات کی ادائیگی کو بطور مستحق قرار دے سکتا ہے؟

بیشوا انزجری

الجواب: وبالله التوفیق:

ازدواجی بندھن کے سبب شوہر پر بیوی کا نان و نفقہ واجب ہو جاتا ہے جس میں فقہائے کرام نے کھانا، لباس اور رہائش شامل کی ہے، البتہ زمانہ، عرف، خاندانی روایات اور معاشی حالت کے فرق کے مطابق نفقہ میں شامل ذمہ داریوں کی کیفیت و مقدار میں فرق ضرور آتا ہے، چنانچہ علاج و معالجہ کو بھی عصر حاضر کے بعض فقہائے کرام نے مذکورہ فرق کے لحاظ سے نفقہ میں شامل کیا ہے، چونکہ نفقہ کی کیفیت بدل سکتی ہے، لہذا اس میں شامل ذمہ داریوں کو بدلتے ہوئے سمجھا جاتا ہے۔

صورتِ مسئلہ میں عرف و زمانہ کے لحاظ سے علاج و معالجہ کے اخراجات کو شوہر کی ذمہ داری قرار دیا جائے گا، البتہ کیفیت علاج میں ان کی معاشی حالات کا اعتبار ضرور ہوگا، لہذا شوہر پر لازم ہے کہ اپنی مالی وسعت اور ضرورتِ نان کا موازنہ کر کے بیوی کا علاج کرائے۔

والدلیل علیٰ ذلك:

لیس فی الشفقة عندنا تقدير لازم؛ لأن المقصود من النفقة الكفاية وذلك مما يختلف فيه لمباح الناس وأحوالهم، ويختلف باختلاف الأوقات أيضاً. (۱)

ترجمہ:

ہمارے نزدیک فقہاء کی مقدار مقرر کرنے میں کوئی خاص انداز نہیں، کیونکہ اس سے مقصود عورت کی ضرورت پوری کرنا ہے اور یہ لوگوں کے طبائع اور حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں، ایسا ہی اوقات کے اعتبار سے بھی نفقہ بدلتا رہتا ہے۔



وهذا كله في عرفهم، أما في عرفنا نفقة المرأة تختلف باختلاف الناس والأوقات. (۱)

ترجمہ: یہ ان کا عرف ہے، ہمارے عرف میں عورت کا نفقہ اوقات اور شخصیات کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے۔



## کسی خاص علاقہ کی رہائش کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر (291):

زید کی شادی کو عرصہ دس سال بیت چکا ہے۔ یہ سارا عرصہ سسرال کی طرف سے مختلف مطالبات کے پورا کرنے اور ان کے مزاج کا خیال رکھنے میں گزرا، لیکن اب ان کی طرف سے یہ مطالبہ سامنے آیا ہے کہ ہماری بیٹی کو دوسرے مکان خرید کر دو اور انہیں فلاں شہر میں بساؤ۔ تم لوگ جہاں رہ رہے ہو، ہمیں وہاں کے امن و امان کا اعتماد نہیں، جب کہ زید ان مطالبات کے پورا کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا، ایسی صورت میں شریعت ان کے مطالبات کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

بینوا تو جہروا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے نکاح کر لینے سے شوہر کے ذمے بیوی کے جو حقوق لازم ہو جاتے ہیں، ان میں مہر کی ادائیگی، نان و نفقہ اور رہائشی سہولت کی فراہمی ہے جس میں دونوں کی معاشی و ذالی حیثیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، حیثیت سے زائد مالی و دیگر مشاورات کا مطالبہ درست نہیں۔

صورت مسئلہ میں اگر شوہر نے مہر ادا کر دیا ہو تو اس بعد ملکیتی بنیاد پر کسی قسم کا مطالبہ جائز نہیں، جب کہ پراسن رہائش دلانا بیوی کا حق ضرور ہے، جس کا وہ مطالبہ کر سکتی ہے، لیکن اس مطالبہ میں کسی خاص علاقہ یا شہر کے تعین کا میکہ والوں یا بیوی کو کوئی حق حاصل نہیں۔

والدليل على ذلك:

ويشترط أن لا يكون في الدار أحد من أحماء الزوج يذيقها كعافي الخانية، قالوا: للزوج أن

يسكنها حيث أحب، ولكن بين حيران صالحين. (۲)

(۱) فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۱/۲۶۶

(۲) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة، تحت قوله: والساكنی فی بیت حال: ۴/۳۶۹

ترجمہ: اور یہ شرط ہے کہ رہائشی جگہ میں کوئی ایسا سرکاری رشتہ دار نہ ہو جو عورت کے لیے باعث تکلیف ہو، جیسا کہ خانہ میں لکھا ہے۔ علامہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شوہر اپنی من پسند جگہ میں بیوی کو ٹھہرا سکتا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہاں ہم سایہ نیک لوگ ہوں۔



### نفقہ میں بچت کے باوجود مزید مطالبہ

سوال نمبر (292):

زید اپنی بیوی کو روزانہ خرچ کے حساب سے بطور نفقہ رقم دیتا ہے جس میں اس کی بیوی بچت کرتی رہتی ہے، چنانچہ بچت کرتے کرتے اس عورت کے ساتھ ہزاروں روپے جمع ہو چکے ہیں، لیکن اب بھی روزانہ خرچ کا مطالبہ برابر کر رہی ہے۔ شرعی لحاظ سے اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

بیشواؤن جروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ نے شوہر پر بیوی کے نان و نفقہ کی ادائیگی کی جو ذمہ داری ڈالی ہے، اس سے مراد معاشی طور پر عورت کی بنیادی ضروریات کا پورا کرنا ہے جس میں کھانا، پینا، رہائش اور لباس جیسی چیزیں شامل ہیں، چنانچہ ان ضروریات کو اپنی معاشی کیفیت اور توفیق کے مطابق پورا کر لینے سے یہ واجب ذمہ داری ادا ہو جائے گی، جب کہ رقم دینا نان و نفقہ کی ادائیگی کا لازمی جز نہیں ہے، لہذا اگر مذکورہ رقم اس نے بیوی کو تملیک کر دی ہو تو بیوی اس کی مالک ہو کر اس میں ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتی ہے، لیکن اگر شوہر نے یہ رقم اس کو بقدر ضرورت استعمال کرنے کے لیے دی ہو تو بچت شدہ رقم پر شوہر کا حق ہے، تاہم آئندہ کے لیے اگر وہ نان و نفقہ مطلوبہ چیزوں کی فراہمی کی صورت میں ادا کرتا رہے تو بیوی کو کس خاص رقم کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں پہنچے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک:

النفقة الواجبة: المأکول، والملبوس، والسكنی، أما المأکول فالذقیق، والماء، والحطب، والسماع، والذهن. وفي حوامع الحوامع، والنفقة الواجبة: الأکل، والشرب، والملبس، والسكنی، والرضاع

و کذا حاتم تحتاج إلیہ. (۱)

ترجمہ:

واجب نفقہ کھانا، لباس اور رہائش ہے۔ کھانا، آنا، پانی، کپڑی (ایدھن) نہک اور تیل ہے۔ جامع الجوامع میں ہے کہ واجب نفقہ کھانا، پینا، لباس، رہائش اور دودھ پلانا ہے، اسی طرح خادم بھی اگر وہ (عورت) خادم کو محتاق ہو۔

﴿۵﴾ ﴿۵﴾ ﴿۵﴾

## طلاق پا کر عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ

سوال نمبر (293):

زینب کو شوہر سے طلاق مل گئی، چونکہ ان کے تعلقات شروع ہی سے ناگواری کا شکار رہے جو کہ طلاق پر منتج ہو گئے، اس لیے طلاق کے بعد دوران عدت بھی شوہر بیوی سے نفرت کا اظہار کرتا ہے اور اسے نفقہ بھی نہیں دیتا اور نہ ہی اس کے ضروری اخراجات کا خیال رکھتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے عدت گزارنے والی عورت کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

بیٹو! خوجروا

الجواب وبالله التوفیق:

نکاح ہو جانے کے بعد جب تک عورت شوہر کے گھر میں رو کر اس کی فرماں بردار رہے، تب تک شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے، البتہ نکاح ختم ہو جانے کے بعد شوہر نفقہ کا ذمہ دار نہیں رہتا، لیکن طلاق کے بعد جب تک عورت کی پوری عدت نہ گزر جائے، تب تک نکاح پوری طرح ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ میاں بیوی کے درمیان نکاح بعض احکام کے لحاظ سے قائم رہتا ہے، لہذا عدت کے اختتام تک بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، اُسے چاہیے کہ اپنی واجبی ذمہ داری سے پہلو تہی نہ کرے۔

والد لیل علی ذلک :

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة، والسكنی کان الطلاق رجعیاً أو بانناً أو ثلاثاً، حاملاً كانت

المرأة، أو لم تكن. (۱)

ترجمہ: طلاق سے عدت گزارنے والی عورت نفقہ اور سکنی کا حق رکھتی ہے، چاہے طلاق رجعی ہو یا پائین ہو یا تین طلاقیں ہوں اور چاہے عورت حاملہ ہو یا (حاملہ) نہ ہو۔

## گھریلو استعمال کی چیزوں میں شوہر کی اجازت

سوال نمبر (294):

گھریلو استعمال کی چیزیں شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو ہدایت یا عاریتاً دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ نیز شوہر کا مال کس طور پر استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

بینوا تزہروا

الجواب وبالله التوفیق :

معاشرے میں رہتے ہوئے، عزیز و اقارب، پڑوسیوں اور دیگر ضرورت مندوں کا خیال رکھنا ایک بہترین مسلمان کی شان ہے، تاہم اس میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ دوسرے محتاج کی حاجت روائی سے کسی کا حق متاثر نہ ہو۔ صورت مسئلہ میں گھر کے اندر جو چیزیں بیوی کی ملکیت ہوں، انہیں تو وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کسی کو دے سکتی ہے، البتہ جو چیزیں شوہر کی ملکیت ہوں، ان میں شوہر کی رضامندی ضروری ہے، اسی طرح شوہر کے مال کو ایسے مصارف میں خرچ کرنا چاہیے، جو واقعی گھر کی ضرورت ہوں اور ان میں شوہر کی ناگواری بھی نہ ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک :

ولیس لہا ان نعطي شيئاً من بیتہ بغیر اذنہ. (۱)

ترجمہ:

عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ شوہر کے گھر سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔



شوہر کے بغیر کسی سے حسب وعدہ نفقہ کا مطالبہ

سوال نمبر (295):

زید نے اپنے بیٹے کے لیے خالہ سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا، لیکن زید کے بیٹے کی بے روزگاری اور دوسرے غیر ضروری مشاغل کی وجہ سے وہ آمادہ نہ ہوا تو اسلم نے یہ کہہ کر دوبارہ پیغام بھیجا کہ لڑکا روزگار شروع کر لے گا، بلکہ

میں بذات خود اس کی بیوی کے نان و نفقہ کا ذمہ دار رہوں گا، لہذا رشتہ طے کر لیجیے، چنانچہ اس یقین دہانی پر نکاح کر دیا گیا، لیکن اسلام کے اپنے موقف سے ہٹ جانے پر لڑکی کی شادی (رخصتی) روک دی گئی، بعد ازاں اس کا رشتہ دوسری جگہ طے کر کے نکاح کر دیا گیا، شرعاً اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

بینوا و بینوا

الجواب وبالله التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے، ان میں سے وہ عورت بھی ہے جو کسی اور کے نکاح میں ہو۔ صورت مسئول میں اگر واقعی زید کے بیٹے کے ساتھ خالد کی بیٹی کا نکاح شرعی تقاضوں کے مطابق باقاعدہ طور پر کر لیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اس نکاح کے ہوتے ہوئے منکوحہ عورت کا نکاح کہیں اور جائز نہیں، جہاں تک شرط پوری نہ ہونے کا تعلق ہے تو نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے، اسی سے مطالبہ بھی کیا جاسکتا ہے، کسی دوسرے شخص کے وعدہ کی پاسداری نہ کرنے پر نکاح نہیں توڑا جاسکتا۔

والدلیل علیٰ ذلک :

(ولا یفرق بینہما معجزہ عنہما) باتوا عنہا الثلاثہ (ولا یعدم إیقانہ) لو غائب (حقہا، ولو مو سراً)۔ (۱)  
ترجمہ: میاں بیوی کے درمیان نفقہ کے تین قسموں سے عاجز آنے سے تفریق نہیں لائی جائے گی اور نہ اس صورت میں کہ وہ غائب ہو اور بیوی کا حق ادا نہ کرتا ہو، اگرچہ مال دار ہو۔

لأن النکاح لا یبطل بالشروط الفاسدة۔ (۲)

ترجمہ: کیونکہ نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔



نافرمان بیوی اور اس کی نابالغ اولاد کا نفقہ

سوال نمبر (296):

دو بھائیوں کی شادی دو لڑکیوں (جو کہ آپس میں بھینس ہیں) سے ہو گئی، چھوٹے بھائی کا اپنی بیوی کو باہمی

(۱) الدر المختار علی صمد رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۰۶/۵

(۲) فتاویٰ، کتاب النکاح: ۳۳۴/۶

تازے کی بنا پر طلاق دینے سے بڑی بہن غیرت میں آکر اپنے شوہر اور گھر کو خیر باد کہہ گئی اور میرے جا کر بیٹھ گئی، شوہر کی متعدد ہارکوششوں کے باوجود ایسی پر آمادہ نہیں ہو رہی۔ اب اپنے چھوٹے شیرخوار بچے اور اپنے لیے نان و نفقہ اور خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہے، اس مسئلہ کے بارے میں شریعت کا فرمان واضح کر دیجیے۔

بینوا بنوا

الجواب وبالله التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی منکوحہ عورت کا نان و نفقہ اس کے شوہر کے ذمے واجب ہے، لیکن جہاں شوہر کے ذمے بیوی کے حقوق لازم ہیں وہاں اس کے بدلے عورت کا شوہر کے ہاں رہ کر اس کے حقوق کی ادائیگی لازمی ہے، لہذا عورت کی نافرمانی کی صورت میں اس کا حق نفقہ متاثر ہو جاتا ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی عورت اپنی ذاتیات اور ضد و عناد کی وجہ سے شوہر سے روٹھ کر چلی گئی ہو تو اس کے اس نامناسب اقدام کی وجہ سے اس کا حق نفقہ ساقط ہوگا، جب کہ بچوں کا نفقہ باوجود غ تک بدستور والد ہی کے ذمے واجب ہوگا۔

والدليل على ذلك:

فإن كان الزوج قد طالبها بالنفقة، فإن لم تمتنع عن الانتقال إلى بيت الزوج، فلها النفقة، فاما إذا امتنعت عن الانتقال، فإن كان الامتناع بحق، بأن امتنعت لتستوفي مهرها، فلها النفقة، وأما إذا كان الامتناع بغير حق، بأن كان أو فاحشاً المعهر، أو كان المعهر معجلاً، أو وهبته منه، فلا نفقة لها. (۱)

ترجمہ: اگر شوہر اس (بیوی) سے منتقل ہو جانے کا مطالبہ کر دے تو اگر وہ شوہر کے گھر منتقل ہونے سے انکار نہ کرے تو اس کے لیے نفقہ لازمی ہے اور اگر منتقل ہونے سے انکار کرے اور منتقل نہ ہونا کسی حق کی وجہ سے ہو، مثلاً: وہ اس لیے جانے سے انکار کرے تاکہ اپنا مہر وصول کر لے۔ تو اس کے لیے نفقہ ثابت ہے اور اگر منتقل نہ ہونا کسی حق کے بغیر ہو، مثلاً: شوہر نے مہر ادا کر دی، تو یہ مہر مؤجل ہو یا اس نے شوہر کو بہہ کر دیا ہو تو اس عورت کا کوئی نفقہ نہیں۔

نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشترط فيه أحد. (۲)

ترجمہ: چھوٹی (نا بالغ) اولاد کا نفقہ باپ پر لازم ہے، اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب سابع عشر فی النفقات: ۵۴/۱

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب سابع عشر فی النفقات: ۵۶۰/۱

## عورت کی آمدنی سے گھر کا خرچہ پورا کرنا

سوال نمبر (297):

زید کی بیوی سکول میں استانی ہے، اسے ہر ماہ جو تنخواہ ملتی ہے، زید اس تنخواہ پر نظر رکھتا ہے اور اپنی آمدنی کا بے دریغ استعمال صرف اس لیے کرتا ہے کہ اخراجات کے لیے آمدنی کے کم پڑ جانے کی صورت میں بیوی کی آمدنی کو استعمال کر لے گا، وہ متعدد بار بیوی کی آمدنی سے گھر کا خرچہ چلا چکا ہے۔ کیا شرعی لحاظ سے عورت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی آمدنی سے گھر کا خرچہ برداشت کر لے؟

بینوا انؤصروا

الجواب وبالله التوفیق :

بیوی اور بال بچوں کا نفقہ سمیت گھر کا خرچہ چلانا شوہر کی ذمہ داری ہے، چاہے وہ اپنی آمدنی سے یہ خرچہ پورا کر لے یا بوقت ضرورت کسی سے قرض حاصل کر لے، بیوی پر ایسی کوئی معاشی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، بلکہ عورت کا ذاتی نفقہ بھی شوہر کے ذمے واجب ہے۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں شوہر گھر کے تمام اخراجات کا تنہا ذمہ دار ہے۔ بیوی کی اجازت اور حقیقی رضامندی کے بغیر اس کا مال استعمال کرنا شوہر کے لیے جائز نہیں، البتہ بیوی ضرورت کے وقت خاندان کے ذمہ دار فرو کی حیثیت سے اپنی مرضی سے شوہر کے ساتھ مالی تعاون کرنا چاہے تو شوہر کے لیے اس کا تعاون لینا جائز رہے گا۔

والدلیل علیٰ ذلک :

النفقة واجبة للزوجة علی زوجہا مسلمة كانت أو كافرة إذا سلمت نفسها إلی منزله، فعليه

نفقتها، وکسورتها، وسکناها. (۱)

ترجمہ:

خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے، چاہے وہ (بیوی) مسلمان ہو یا کافر، جب کہ وہ اپنے آپ کو اس کے گھر میں

توالہ کر دے تو اس (شوہر) پر نفقہ، لباس اور رہائش لازم ہے۔



## اولاد کا نفقہ: کیفیت اور مدت

سوال نمبر (298):

اگر کوئی والد اولاد کے نفقہ میں کوتاہی کا ارتکاب کرے، چاہے کمانے کے لحاظ سے یا لگانے کے لحاظ سے، اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

بیٹوں اور بیٹیوں

الجواب وبالله التوفیق :

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق والد پر بیٹوں کا نفقہ ان کے بالغ ہونے تک واجب ہے اور بیٹیوں کا نفقہ تب تک واجب ہے، جب تک وہ نکاح نہ کر لیں یا ان کے پاس مال نہ آجائے۔ بیٹے اگر بلوغ کے بعد اپنی کمائی کسی مجبوری کی وجہ سے نہ کر سکیں تو والد ان کو کسی کام یا مزدوری وغیرہ پر لگائے گا۔ اور پھر ان کی کمائی اور روزگار بنانے کے لیے بھی خرچ کرے گا اور پھر ان کی کمائی سے ان پر خرچ کرے گا یہ اس پر لازم ہے، اسی طرح جو اولاد بلوغ کے باوجود اپنا مال نہ رکھتے ہوں اور کمائی بھی نہ کر سکتے ہوں، مثلاً: معذور یا بیمار یا طالب علم ہوں تو ان کا نفقہ بھی والد کے ذمے ہے، اگر والد اس کی مالی توفیق رکھے، چنانچہ نفقہ واجبہ کے سلسلے میں والد اگر مال دار ہونے کے باوجود نفقہ کی ادائیگی میں کوتاہی کا ارتکاب کرے تو اسے بذریعہ قاضی و عدالت وقت نفقہ کی ادائیگی پر مجبور بھی کیا جاسکتا ہے، چنانچہ قاضی و عدالت اس کے مال سے نفقہ مقرر کر دے گا، اسی طرح اگر وہ مالدار تو نہ ہو، البتہ وہ کمائی کر سکتا ہو، لیکن کماتا نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ اسے کمانے اور خرچ کرنے پر مجبور و مجبوس کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اولاد نابالغ یا بیمار و معذور اور کمانے سے عاجز یا بیٹیاں فقیر ہوں، ورنہ والد کی صحت بدن اور کمانے کی لیاقت کے باوجود بالغ بیٹوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ والد کی راحت و رسانی کے لیے اس کے کاندھوں سے کمائی کا بوجھ ہٹا دیں اور خود کما کر والد کی خدمت و مدد کریں اور اس پر خرچ کریں۔

والد لیل علی ذلک :

نفقه الأولاد الصغار علی الأب لا یشار کہ فیہا أحد..... فإن أبی أن یکتسب، وینفق علیہم یحبر علی ذلک، و یحبس کذا فی المحيط..... الذکور من الأولاد إذا بلغوا أحد الکسب، ولم یبلغوا فی أنفسهم یدفعہم الأب إلی عمل؛ لیکسبوا أو یواجرہم، وینفق علیہم من آخرتہم



وكسبهم ..... إذا كان الابن من أبناء الكرام، ولا يستأجره الناس، فهو عاجز، وكذا طلبة العلم إذا كانوا عاجزين عن الكسب لا يهتمون إليه لا تسقط نفقتهم عن آبائهم إذا كانوا مشغولين بالعلوم الشرعية..... ونفقة الأنثى واجبة مطلقاً على الآباء، ما لم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال..... ولا يجب على الأب نفقة الذكور الكبار إلا أن يكون الولد عاجزاً عن الكسب لزمانة أو مرض، (١)

ترجمة:

٢٠

چھوٹے بچوں کا نفقہ باپ کے ذمے (واجب) ہے، اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔۔۔۔۔ پس اگر وہ کمانے یا خرچ کرنے سے انکار کر دے تو اسے اس پر مجبور کیا جائے گا اور قید کیا جائے گا۔۔۔۔۔ مذکور اولاد جب (عمر کے لحاظ سے) کمانے کی حد تک پہنچ جائیں اور (صلاحیت کے لحاظ سے) اپنے طور پر نہ پہنچ سکیں تو والد انہیں کسی کام پر لگائے گا، تاکہ خود کمائیں یا مزدوری پر لگا دے گا اور ان کی کمائی اور اجرت سے ان پر خرچ کرے گا۔۔۔۔۔ جب بیٹا شریف لوگوں کی اولاد ہو اور لوگ اس کو مزدوری پر نہ رکھتے ہوں تو وہ عاجز ہے۔ طالب علموں کا بھی یہی حکم ہے، جب وہ کمائی نہ کر سکیں، ان کا نفقہ ان کے آبا کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا، جب وہ علوہ شریعہ میں مشغول ہوں۔۔۔۔۔ لڑکیوں کا نفقہ آبا پر مطلقاً واجب ہے، جب تک وہ شادی نہ کر لیں یا ان کا اپنا مال نہ ہو۔۔۔۔۔ اور باپ پر بڑے (بالغ) بیٹوں کا نفقہ واجب نہیں، ہاں اگر بیٹا کمانے سے عاجز ہو، کسی دائمی بیماری (مثلاً اپانج) یا مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے۔

ويجبر الولد المؤمن على نفقة الأبوين المعسرين مسلمين كانوا، أو ذميين قدر أعلى الكسب، أو

لَمْ يَقْدِرُوا (٢)

آری

مالدار (ساحب استطاعت) بیٹے کو تادار والدین کے نفقہ پر مجبور کیا جائیگا، چاہے (والدین) مسلمان ہوں یا  
فنی، کافری کر سکیں یا نہ کر سکیں۔



(١) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب سابع عشر في النفقات: ١/٥٦٠-٥٦٣.

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب سابع عشر في النفقات: ٥٦٩/١.

## بالغ اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری

سوال نمبر (299):

جس گھر میں والدین کے ساتھ اس کے سارے بچے اکٹھے رہ رہے ہوں، جن میں بالغ اور بڑے بیٹے بھی شامل ہوں تو بڑے بیٹوں کا نان و نفقہ والدین پر واجب ہے یا وہ خود کو اس سے بری الذمہ قرار دے سکتے ہیں؟

بیٹو! توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ والد اپنے ان بچوں کے نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے جو نابالغ اور چھوٹے ہوں، جب کہ بڑے اور بالغ بیٹوں کا نان و نفقہ اس کے ذمہ واجب نہیں، تاہم بلوغ اور بڑے ہونے کے باوجود اگر بیٹے بے روزگار ہوں یا معذور ہوں، یعنی ان کو روزی کمانے کا موقع میسر نہ آتا ہو یا وہ کمانے کی اہلیت و صلاحیت نہ رکھیں تو والد مرد و نان بیٹوں کی ضروریات کی بھی کفالت کرتا رہے۔

والد لیل علیٰ ذلک :

ولا یحب علی الأب نفقة الذکور الکبار الا ان یكون الولد عاجزا عن الکسب لزمانة أو مرض،

ومن یقدر علی العمل لکن لا یحسن العمل، فهو بمنزلة العاجز. (۱)

ترجمہ: باپ پر بڑے بیٹوں کا نفقہ واجب نہیں ہاں اگر بیٹا کمانے سے عاجز ہو کسی دائمی بیماری، مثلاً: اپانچ یا مرض میں مبتلا ہو (تو واجب ہے) اور جو کام کے کرنے پر قدرت رکھتا ہو، لیکن اچھی طرح نہ کر سکتا ہو تو وہ بھی عاجز کی طرح ہے۔



## بالغ بیٹیوں کا نفقہ

سوال نمبر (300):

جس لڑکی کی متنی ہو چکی ہو، لیکن رخصتی نہیں ہوئی ہو اور وہ باپ کے گھر رہ رہی ہو تو اس کا نان و نفقہ اور ضروری اخراجات کس کے ذمے ہوں گے؟

بیٹو! توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق :

مقتنی سے مراد اگر شخص رکھی کھلات کی بنیاد پر وعدہ نکاح ہو تو اس عورت میں شوہر کے ذمے اخراجات واجب نہیں، البتہ اگر نکاح بھی ہو چکا ہو تو پھر نکاح کی وجہ سے نان و نفقہ لازم تو ہو جاتا ہے، لیکن عورت جب تک شوہر کے گھر آ کر اس کے پاس نہ رہے، بلکہ والد کے پاس رہے تو شوہر کے ذمے نان و نفقہ واجب نہیں۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ جس بیٹی کی رخصتی شوہر کے گھر نہ ہوئی ہو اور لڑکی ناوار ہو تو اس کا نان و نفقہ اور ضروری بنیادی اخراجات تب تک برداشت کر لیں، جب تک اسے شوہر کے گھر رخصت نہ کریں۔

والد لیل علیٰ ذلک :

ونفقة الإناث واجبة مطلقاً علی الآباء ما لم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال. (۱)

ترجمہ: لڑکیوں کا نفقہ تب تک والدین پر واجب ہے، جب تک شادی نہ کر لیں، اگر وہ خود مالدار نہ ہوں۔



بچے کو بازار کا گھٹلا یا ڈبوں کا دودھ پلانا

سوال نمبر (301):

شیر خوار بچوں کو اپنی ماں کا دودھ پلانا کیا حکم رکھتا ہے، اگر بچوں کو اپنی ماں کے دودھ کی بجائے عام گھٹلا دودھ یا ڈبوں کا دودھ پلایا جائے تو والد یا والدین اس سے گناہ گار تو نہیں ہوں گے؟

بیٹو! خوجرو!

الجواب وبالله التوفیق :

فتبائے کرام کی تصریحات کے مطابق شیر خوار بچے کو دودھ پلانا اس کی ماں پر دیکھنا واجب ہے اور یہی دودھ اس کی بہترین صحت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

لہذا ماں کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں کسی قسم کی غیر ذمہ دارانہ رویے کی مرتکب نہ ہو، لیکن اگر خدا خواست کسی "قتول" سے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے والد کو چاہیے کہ کسی دوسری عورت سے بچے کو دودھ پلوائے، اس میں اگر انہر دینے کی ضرورت پڑے تو بھی والد اس میں پس و پیش سے کام نہ لے، بصورت دیگر کوئی بھی ایسا متبادل انتہائی

الجواب وبالله التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین کے بے سہارا ہونے کی صورت میں ان کی مال دار صاحب انساب اولاد ان کے نان و نفقہ اور گزر اوقات کے خرچ کے ذمہ دار ہیں، بلکہ حسب استطاعت والدین کی خدمت، ان کی اطاعت اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا بھی اولاد کی ذمہ داری ہے، تاہم والدین اپنی اولاد سے نفقہ گذشتہ کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ صورتِ مسئلہ میں جب والدین خود نفقہ گذشتہ کا مطالبہ نہیں کر سکتے تو کسی بھائی کو بھی دوسرے بھائی سے والدین کے نفقہ گذشتہ کا مطالبہ کرنا درست نہیں، تاہم کوئی بھائی والدین کے خادم بھائی کی معاونت کر لے تو یہ اقدام والدین کی خدمت شمار ہوگا، جس پر وہ ثواب کا مستحق ہے۔

والدليل على ذلك :

(قضى بنفقة غير الزوجة) زاد الزيلعي والصغير (ومضت مدة) أي شهر فاشتر (مقتات) لاحتسب الاستغناء فيما مضى، وأما ما دون شهر، و نفقة الزوجة والصغير فتصير ديناً بانقضاء (إلا أن يستدين) غير الزوجة (بأمر قاض) فلو لم يستدين بالفعل، فلا رجوع. (۱)

ترجمہ:

بیوی کے علاوہ کسی اور رشتہ دار کے نفقہ کا قاضی نے فیصلہ دیا، زیلعی نے زوجہ کے ساتھ چھوٹے بچے کو بھی شمار کر کے اضافہ کیا (یعنی صغیر کے علاوہ) پس اگر نفقہ کی عدم ادائیگی پر مہینہ یا زیادہ عرصہ گزر چکا ہو تو ساقط ہوگا کیوں کہ گزرے ہوئے عرصہ میں استغنا (یعنی عدم احتیاج) حاصل ہوئی (لہذا وہ سابقہ مدت کے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتے) البتہ مہینہ سے کم مدت گزرا ہو یا نفقہ بیوی و صغیر کا ہو تو یہ قضا کی وجہ سے دین بن جاتا ہے، البتہ اگر وہ بیوی کے علاوہ قاضی کے حکم پر قرض مانگے (تو ان کا نفقہ بھی لازم ہوگا) اور اگر عملی طور پر قرض نہ لیا ہو تو اسے رجوع کا حق حاصل نہیں۔



بیمار چچا کا نفقہ

سوال نمبر (304):

بیمار اور ضعیف العمر چچا نے اپنی جائیداد ایک بیٹے کو بیچ دی، اسی کے پاس دور ہائش اختیار کیے ہوئے ہے،

(۱) الدر المختار علی صمد رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۵/۳۶۹-۳۷۱

لیکن نہ تو اسے اپنی رقم مل رہی ہے اور نہ ہی نفقہ بہ قدر کفایت۔ شرعی لحاظ سے چچا بھتیجیوں پر نفقہ کا کیا حق رکھتا ہے؟  
بیٹو! ڈھرو!

الجواب وبالله التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے انسان کو حقوق کی ادائیگی، صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی گئی ہے، جو رشتہ دار محرمیت کے دائرے میں آتے ہیں، ان کا نفقہ تب واجب ہوتا ہے، جب وہ نابالغ اور حالت فقر میں ہوں یا بالغ شخص ہو، لیکن وہ فقیر ہو اور کسی خاص وجہ سے کمائی نہ کر سکتا ہو۔

صورت مسئلہ میں ضروری یہ ہے کہ چچا کو اس کا اپنا حق ادا دیا جائے، تاکہ وہ خود ہی اپنی زندگی با عزت گزار سکے، بصورت دیگر محرمیت کے رشتہ کی وجہ سے اگر واقعی چچا نادار ہو اور کمائی سے عاجز ہو تو بھتیجیوں پر اس کا نفقہ واجب ہے۔

والدلیل علی ذلك :

والنفقة لكل ذي رحم محرم إذا كان صغيراً فقيراً، أو كانت امرأة بالغة فقيرة، أو كان ذكراً بالغاً فقيراً زماً، أو أعمى، (۱)

ترجمہ:

اور ہر ذی رحم محرم کا نفقہ (واجب ہوتا ہے) جب وہ نابالغ، نادار ہو یا کوئی بالغ عورت نادار ہو یا کوئی بالغ مرد فقیر، بیمار یا مایوس ہو۔



## مسائل متعلقہ حقوق الزوجین

## شوہر کے حقوق

سوال نمبر (305):

شوہر اپنی بیوی پر کیا حق رکھتا ہے، اس کی ناراضگی مول لینا یا ہر کام اور ہر بات کا نہ ماننا درست ہے یا نہیں؟

ہینوا توجروا

الجواب و بالله التوفیق :

شریعت مطہرہ نے مردوں کو عورتوں کا نگہبان اور نگران قرار دیا ہے اور بیوی کو شوہر کی اطاعت کا حکم دے رکھا ہے۔ نافرمانی بد اخلاقی اور اطاعت نہ کرنے پر شوہر کو مرحلہ وار تادیبی کارروائی کی اجازت بھی دی ہے۔ شوہر عورت پر ہر جائز اور مباح امر کی اطاعت کا حق رکھتا ہے، چنانچہ نافرمان بیوی کے لیے شریعت میں ترہیب ہے، جب کہ فرمانبردار بیوی کے لیے بشارتیں اور خوش خبریاں ذکر کی گئی ہیں۔ اطاعت گزار بیوی ہی شوہر کی خدمت اور اطاعت سے خوش گوار زندگی گزار کر آخرت کے انعامات کی مستحق بن سکتی ہے، جب کہ نافرمان بیوی کے لیے لعنت تک کے الفاظ ذکر کیے گئے ہیں۔

صورت مسئلہ میں جو کام جائز اور مباح ہو، شوہر کے کہنے پر وہ ضروری اور قابل ایقان جاتا ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو ایذا رسانی اور مشقت کا قصد نہ کریں۔

والدلیل علی ذلك:

عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لو أمرت أحدًا أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. (۱)

ترجمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں (بالفرض) کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔



(۱) ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، أبواب النکاح، حق الزوج علی المرأة: ص ۱۳۴

## ناراض شوہر کو راضی کرنا

سوال نمبر (306):

کسی عورت کا شوہر جائز بات پر اس سے ناراض ہو جائے اور اس سے ناراضگی کا اظہار کر کے وقتی طور پر جدائی اختیار کر لے، تاکہ عورت پر دباؤ پڑے اور معافی مانگے۔ کیا شوہر عورت سے معافی طلب کرنے کا حق رکھتا ہے؟  
بیسوا نؤ صروا

الجواب و باللہ التوفیق:

شریعت مطہرہ نے خاوند کو بیوی کا نگران اور نگہبان بنا کر دونوں کے حقوق متعین کیے ہیں۔ مباح اور جائز امور میں عورت پر شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری قرار دی ہے۔ البتہ ناجائز امور کے مطالبہ پر عورت اطاعت کی پابند نہیں۔ اگر شوہر کسی جائز کام کے بارے میں عورت سے ناراض ہو تو وہ اس کا حق رکھتا ہے۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کو راضی کر لے اور اس کی رضا مندی کے حصول کے لیے معافی مانگے، حق میں کوتاہی نہ کرے اور بھرپور خدمت کرے، ورنہ شریعت کی رو سے قابل ملامت ہوگی۔

والدلیل علی ذلک:

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لو أمرت أحداً أن

يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. (۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں (بالفرض) کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔



۱۲

فاسقہ، فاجرہ بیوی سے زوتہ

سوال نمبر (307):

زید کی بیوی نہ صرف صوم و سلوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کا ارتکاب کرتی ہے، بلکہ اجنبی مردوں سے بات چیت

(۱) ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، أبواب النکاح، حق الزوج علی المرأة، ص ۱۳۴

اور اتفاق رکھنے میں بھی احتیاط نہیں کرتی، زید بارہا اسے سمجھا چکا ہے، اسے راہِ راست پر لانے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کر چکا ہے۔ کیا یہ تو ضروری نہیں کہ وہ اسے طلاق دے؟ کیا ایسی عورت کو بیوی بنائے رکھنے سے وہ گناہ گار ہوگا؟

بیشوا توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق :

بیوی اور اہل و عیال کو ہر ناجائز کام اور معاصی سے روکنا اور ترغیب و ترہیب کرنا مرد کی ذمہ داری ہے، جس کے لیے وہ مختلف طور طریقے اور حکمتِ عملی اپنا سکتا ہے، لیکن ہدایت دینا کسی انسان کے بس کا کام نہیں، چنانچہ فقہی رو سے شوہر پر یہ لازم نہیں کہ بیوی کے فسق و فجور کے ارتکاب کی وجہ سے اسے طلاق دے دے، البتہ اگر عورت کسی ناگفتہ بہ صورتِ حال سے دوچار ہو جس پر خبر کرنا ممکن نہ ہو تو طلاق دے سکتا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک :

لا یجب علی الزوج تطلیق الفاحشۃ، ولا علیہا تسریح الفاحشۃ إلا إذا خاف أن لا یقیمہا حدود

اللہ، فلا یاس أن ینفقا، (۱)

ترجمہ:

شوہر پر فاحرہ (بیوی) کو طلاق دینا واجب نہیں اور نہ ہی بیوی کا فاحرہ شوہر کو چھوڑنا، البتہ اگر وہ یہ خوف رکھیں کہ اللہ کے حدود (قوانین، اصول و احکام) کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر دونوں کے درمیان جدائی میں کوئی حرج نہیں۔



والدین سے ملاقات کی حد، کیفیت اور سفر خرچ

سوال نمبر (308):

شادی شدہ عورت اگر والدین سے ملنا چاہے یا ان کے گھر جانا چاہے تو اس کے لیے شرعی اصول کیا ہیں؟ یعنی اس کی ملاقات کا جواز کتنے عرصے بعد ہے؟ والدین کے گھر جا کر کتنی مدت تک رہ سکتی ہے؟ نیز آنے جانے کا خرچہ شوہر کے ذمے ہے یا کسی اور کے ذمے؟ شریعتِ مطہرہ کی رُود سے واضح کر دیجیے۔

بیشوا توجہ روا



## الجواب وبالله التوفیق :

شریعت مطہرہ نے صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے ساتھ خوش گوار تعلقات اور باہمی روابط کو خاص اہمیت دی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہر حق دار کو اپنے حق تک رسائی کے لیے اسے دوسرے لوگوں کی حق تلفی نہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ والدین کے ساتھ ہفتہ میں ایک مرتبہ ملے، جب کہ دیگر محارم کے ساتھ سال بھر میں ایک مرتبہ ملاقات کر سکتی ہے، ان ملاقاتوں کے لیے وہ گھر سے باہر بھی جاسکتی ہے، لیکن اس میں شوہر کی اجازت اور خوفِ فتنہ کے نہ ہونے کو خاص دخل حاصل ہے، اگر فتنہ کا خوف ہو تو اس کا نکلنا کسی طرح مناسب نہیں، بلکہ شادی شدہ عورت کا والدین (میکے) چلے جانے اور وہاں چند دنوں تک رہنے کو عرف کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے۔ اگرچہ فقہائے کرام نے مذکورہ تصریحات کی ہیں، لیکن ساتھ فقہائے کرام نے عرف کو بھی خاص طور پر معتبر قرار دیا ہے، لہذا ایسے امور کو عرفی عادات اور رسم و رواج کی نظر سے دیکھ کر حل کیا جائے، تاکہ شرعی اصول کی خلاف ورزی بھی نہ ہو اور فتنہ و فساد اور صلہ رحمی کے قطع ہونے کی نوبت بھی نہ آئے، جہاں تک سفر خرچ کا تعلق ہے تو یہ اگرچہ قضاء شوہر پر لازم نہیں، لیکن مردت کا تقاضا بہر حال یہی ہے کہ شوہر اس قسم کے خرچ برداشت کرتا رہے۔

## والدلیل علیٰ ذلك :

قال: وإن لم یكونا كذلك ینبغی أن یأذن لها فی زیارتہما فی الحین بعد الحین علی قدر متعارف، أما فی کل جمعة، فهو بعید، فإن فی کثرة الخروج فتح باب الفتنہ خصوصاً، إن کانت شابة، والرجل من ذوی البینات. (۱)

ترجمہ:

اور اگر والدین ملاقات کے لیے آنے کے قابل نہ ہوں تو شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو والدین سے ملنے کی وقتاً فوقتاً متعارف مقدار کے مطابق اجازت دے، البتہ ہر جمعہ کو چھوڑنا مشکل ہے، کیونکہ زیادہ نکلنا فتنے کا دروازہ کھولتا ہے، خاص کر جب عورت جوان ہو اور مرد خوبصورت ہو۔



(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر: ۴/۲۹۳

## بیوی کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے کی حد

سوال نمبر (309):

خاوند اور بیوی جنسی تعلق رکھتے وقت کتنا فائدہ لے سکتے ہیں۔ نیز ایک دوسرے کے مخصوص اعضا کو دیکھنا اور چھونا کیا حکم رکھتا ہے؟

بیٹھنا اور جھڑوا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی طور پر نکاح منعقد ہو جانے کے بعد مرد و عورت کا ایک دوسرے کے جسم سے لذت حاصل کرنا جائز ہو جاتا ہے، بالخصوص جب جماع کے لیے طبعی میلان پیدا کرنے یا اسے بڑھانے کے لیے کوئی خاص طریقہ اختیار کیا جائے تو جائز ہے۔ بعض حضرات نے مخصوص اعضا کو دیکھنا اور چھونا بھی اس میں بلا حرج شامل کیا ہے، یہ عمل اگرچہ قابل مواخذہ نہیں، تاہم اکثر فقہائے کرام نے اسے غیر مناسب قرار دیا ہے۔

والدلیل علی ذلك:

قال ابن عابدین: وفي البدائع أن من أحكامه ملك المتعة، وهو اختصاص الزوج بمنافع بضعها، وسائر أعضائها استمتاعاً، أو ملك الذات، والنفس في حق التمتع. (۱)

ترجمہ:

نکاح کے احکام میں سے متعہ کا مالک بننا ہے اور وہ یہ ہے کہ شوہر عورت کے عضو مخصوص اور اس کے تمام اعضا سے فائدہ لینے کے لحاظ سے اس کے منافع کا مالک بن جاتا ہے یا فائدہ کے بارے میں ذات اور نفس کا مالک بننا ہے۔

لأن من أحكام النكاح، حل استمتاع كل منهما بالآخر. (۲)

ترجمہ:

کیونکہ نکاح کے احکام میں سے دونوں کا ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کرنے کا حلال ہوتا ہے۔



(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح: ۵۹/۴

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح: ۶۰/۴

## خاوند کا بیوی کی میت کو غسل دینا

سوال نمبر (310):

بیوی کی موت پر خاوند اس کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

بیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہ حنفی کی رو سے میاں بیوی کی زوجیت کا رشتہ کلی طور پر ان کی زندگی تک محدود رہتا ہے، بالخصوص عورت کی وفات پر ان کا رشتہ ازدواج بالکل ختم ہو جاتا ہے اور عورت وفات کے بعد اپنے سابقہ شوہر کے لیے بالکل اجنبی بن جاتی ہے، اس لیے مرد نہ تو اسے غسل دے سکتا اور نہ ہی اسے چھو سکتا ہے، البتہ اگر دیدار کرنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔

والدلیل علی ذلک:

و يمنع زوجها من غسلها، ومسها، لا من النظر اليها. (۱)

ترجمہ:

اس کے شوہر کو اس کے غسل اور چھونے سے منع کیا جائے گا، دیکھنے سے نہیں۔



## بیوی کو رشتہ داروں کی ملاقات سے روکنا

سوال نمبر (311):

ایک شخص کے تعلقات اپنے سسرال کے ساتھ کشیدہ ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو والدین اور دیگر رشتہ داروں سے ملنے نہیں دیتا۔ کیا شرعاً ان کا یہ فعل درست ہے؟

بیِّنُوا تَوَجُّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی لحاظ سے زوجہ کے رشتہ داروں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے ملاقات کریں، خاوند کے لیے مناسب

(۱) تنویر الأبصار علی صدر رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الحنازة: ۳/۹۰

نہیں کہ ذاتی رنجش کی بنا پر اُسے منع کرے، البتہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کی مدت ملاقات میں یہ فرق ہے کہ والدین ہفتہ میں ایک مرتبہ اور دیگر رشتہ دار سال بھر میں ایک دفعہ مل سکتے ہیں۔ رشتہ داروں سے مراد محارم ہیں، یعنی جن کے ساتھ نکاح کا رشتہ ابدی طور پر حرام ہے۔

والد لیل علیٰ ذلک :

(ولا یمنعہما من الخروج إلى الوالدین) فی کل جمعة..... (ولا یمنعہما من الدخول علیہما فی کل جمعة، وفي غیر ہما من المحارم فی کل سنة). (۱)  
ترجمہ:

خاوند بیوی کو ہفتے میں ایک مرتبہ والدین سے ملنے سے منع نہیں کریگا۔۔۔ اور نہ انھیں ہفتے کے دوران بیٹی سے ملاقات کرنے سے روکے گا، البتہ والدین کے علاوہ دیگر محارم رشتہ داروں کو سال بھر میں ایک مرتبہ ملنے کی اجازت ہوگی۔



بیٹی کو بیاہنے کے بعد والدین کا دائرہ اختیار

سوال نمبر (312):

ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح ایسے گھرانے میں کرادے جس کے بارے میں اس کا خیال دین داری کا ہو، لیکن بد قسمتی سے وہ ماحول دینی نہ ہو۔ شوہر اسے بے پروگی کے ماحول میں بسانا چاہے اور لڑکی والدین سے بھی الگ تھلگ ہو تو کیا والدین کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ داماد کو مجبور کر کے بیٹی کو اچھے ماحول کی فراہمی کے لیے اپنے ہاں بسالے۔ شرعی نقطہ نظر سے شوہر اور والدین کو اس لڑکی پر کتنی قدرت اور اختیار حاصل ہے؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق :

میاں بیوی کے درمیان نکاح ہو جانے کے بعد دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق لازم ہو جاتے ہیں، بیوی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ شوہر (کی فرمان برداری کر کے اس) سے نان و نفقہ اور رہائشی سہولت کا مطالبہ کرے اور شوہر پر ان حقوق کی پاس داری لازم ہے۔ شوہر اگر عورت کا حق مہر ادا کر دے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ اسے اپنے پاس رکھے اور

اپنے ساتھ سفر پر بھی لے جاسکتا ہے، تاہم اس کی عزت و عصمت کا خیال رکھنا بھی اس کی شرعی ذمہ داری ہے، اسی طرح اس کو نیک ماحول کی فراہمی بھی اس کی ذمہ داریوں میں سے ہے، والدین اپنی بیٹی کی شادی کرانے کے بعد ہفتہ میں ایک مرتبہ مل سکتے ہیں، اگر اس سے زیادہ ملنے پر شوہر ناراض ہوتا ہو تو اس کی ناراضگی کا خیال رکھنا ضروری ہے، لیکن اپنی بیٹی کے سفر و حضر اور ملنے وغیرہ جیسے امور میں مداخلت کرنا ان کا حق نہیں۔

والد لیل علی ذلک :

تحب السکنی لہانی بیت خیال عن أهلہ، وأهلہا إلا ان تختار ذلک. (۱)

ترجمہ:

شوہر پر بیوی کو ایسے گھر میں بسانا واجب ہے جو کہ دونوں کے خاندان سے خالی ہو، البتہ اگر بیوی اس پر راضی ہے (تو ضروری نہیں)۔

(و یسافر بہا بعد أداء کلہ) موحلاً، ومعجلًا (إذا كان مأموناً علیہا وإلا) یؤد کلہ، اولم یکن

مأموناً (لا) یسافر بہا، وہ یفتی. (۲)

ترجمہ:

اور اسے سفر پر لے جاسکتا ہے، تمام مہر کی ادائیگی کے بعد، چاہے مہر موحل ہو یا معجل، اگر اسے امن دے سکتا ہو، ورنہ پورا مہر ادا کرے گا یا امن نہ دے سکا تو سفر پر نہیں لے جاسکتا۔



## حاملہ بیوی کے ساتھ جماع

سوال نمبر (313):

بیوی حاملہ ہو جائے تو کتنی مدت تک اس کے ساتھ ہم بستری جائز ہوتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ حاملہ عورت کے ساتھ جماع جائز نہیں ہوتا، کیوں کہ اس سے بچے کو نقصان پہنچتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

بیٹنوا توجروا

(۱) فتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الثانی فی السکنی: ۱/۵۶

(۲) المصنوع علی صدر رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر: ۴/۲۹۴

الجواب وبالله التوفیق :

شرعی لحاظ سے بیوی کے ساتھ جن صورتوں میں یقینی طور پر جماع حرام ہوتا ہے، وہ حالت حیض و نفاس اور ظہار کی صورت میں کفارہ سے قبل کی حالت ہے، جب کہ ان صورتوں کے علاوہ کسی خاص صورت میں جماع بذات خود حرام و ناجائز تو نہیں ہوتا، البتہ عورت کو کسی قسم کی کمزوری، مرض، کم ہنی یا کوئی بھی ایسا عارض پیش ہو جس کی وجہ سے وہ جماع کی اہل نہ ہو تو فقہائے کرام کے نزدیک ایسی حالت میں جماع غیر مناسب اور قابل احتراز ہے۔ ان صورتوں اور مواقع کی تعیین قاضی یا دیگر عورتیں کریں گی، اگر وہ نہ کر سکیں تو خود عورت کے کہنے پر اجتناب برتنا جائے گا۔

صورت مسئلہ میں حالت حمل میں جماع جائز ہے، البتہ اگر عورت یا اس کے بچے کو اس سے نقصان یا تکلیف پہنچتا ہو تو اجتناب کر لینا چاہیے۔

والدلیل علیٰ ذلک :

فیقتصر علی ما تعلیق منه عدداً بنظر القاضی، أو أخبار النساء، وإن لم يعلم بذلك فبقولها، (۱)

ترجمہ:

قاضی کی رائے یا عورتوں کے بتانے سے عورت کی طاقت کے مطابق جماع کی تعداد کو متعین کیا جائے گا اور اگر انہیں بھی معلوم نہ ہو تو خود عورت کی رائے معتبر ہوگی۔



## بیوی کو مارنے کا شرعی حکم

سوال نمبر (314):

ازدواجی زندگی میں مختلف قسم کے حالات پیش آتے ہیں، بسا اوقات بیوی شوہر کی نافرمانی کرتی ہے، اس صورت میں بیوی کو مارنا درست ہے یا نہیں؟ شریعت اسلامیہ کا حکم واضح فرمائیں۔

بیِّنُوا تَوَجُّدَا

الجواب وبالله التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسان رہتے میں بڑھے ہوئے انسان کے ماتحت، انعام و بھلائی کی خاطر اچھی کارکردگی دکھاتا ہے اور خوف و ذر کی وجہ سے ست ردی سے اجتناب کرتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں بھی شوہر، بیوی سے رتبہ میں بڑھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے گھر پر سربراہی کا حق دیا ہے جسے وہ ہر ممکن طریقے سے اچھی طرح نبھانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن شریعت نے اُسے اس معاملے میں آزاد و مختار نہیں چھوڑا، بلکہ اس کی رہنمائی کی ہے، چنانچہ قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے۔

﴿وَالَّذِينَ يَخَافُونَ إِسْوَءَ مَا يَعْمَلُونَ فَهِيَ كَالْإِبْرَةِ فِي الْعَيْنِ﴾ (۱)

ترجمہ: اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو ان کی نافرمانی کا احتمال ہو تو ان کو زبانی نصیحت کرو، پھر ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو، پھر ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے رفعت اور عظمت والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو واضح طور پر تدریجاً اور مرحلہ وار بیوی کی اصلاح کا طریقہ بتلایا ہے۔ چنانچہ عورت کی نافرمانی پر اُسے حسن اخلاق اور بھلے طریقے سے وعظ و نصیحت اور تنبیہ کی جائے، یہ طریقہ کار آمد نہ ہو تو اُس سے لاتعلقی اختیار کر کے اُسے تنہا چھوڑ دے اور اُسے ڈانٹ دے اور خوف دلائے، اس سے خاطر خواہ تبدیلی سامنے نہ آئے تو انتہائی اقدام کے طور پر اسے مار بھی سکتا ہے، لیکن ہر نافرمانی اور ہر عمل اس قابل نہیں ہوا کرتا کہ اُس پر عورت کو مارا جائے، بلکہ فقہائے کرام نے چند امور کی نشان دہی کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس طرح کے امور میں مارنا جائز ہے، جب کہ مارنے کی حد اور کیفیت یہ ہوگی کہ کسی ایسی چیز سے مارا جائے، جو نہ تو اُسے زخمی کرے اور نہ بدن کو عارضی یا دائمی نقصان پہنچائے، چنانچہ زخمی کرانے والا قابل تعزیر ہے۔ مارنے کی اجازت ان امور میں دی گئی ہے۔

۱۔ عورت اپنے آپ کو نہ سنوارے (جب کہ شوہر کو سنوارنا مطلوب ہو)۔

۲۔ شوہر اسے اپنے پاس (بستر پر) بلائے اور وہ انکار کر دے۔

۳۔ نماز نہ پڑھے، فرش و واجب غسل نہ کرے (یعنی غرائض میں کوتاہی کرے)۔

۴..... بغیر اجازت گھر سے نکلے۔

الغرض: مارنا ابتدائی دو مراحل (وعظ، ڈانٹ اور منہ موڑنے) کی ناکامی کے بعد ہو، نقصان دہ نہ ہو، اہمیت والے امور میں ہو تو مباح ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک :

قوله : بخلاف الزوج إذا عزر زوجته لترك الزينة، والإحابة إذا دعاها إلى فراشه، وترك الصلاة،

والخروج من البيت. (۱)

ترجمہ: (تقریر میں کسی کو مار دینے سے حد جاری ہوتی ہے) مگر شوہر اس حکم سے مستثنیٰ ہے، جب وہ بیوی کو زینت نہ کرنے یا جب وہ اس کو ہم بستری کے لیے بلا لے، وہ نہ آئے اور نماز چھوڑ دینے یا بلا اجازت گھر سے نکلنے پر مارے۔



### متعدد بیویوں کا شوہر پر حق

سوال نمبر (315):

کسی شخص کی دو بیویاں ہوں تو ہر بیوی اس سے کیا مطالبہ کر سکتی ہے؟ ان کا شوہر پر کیا حق ہے؟

بیشواؤ جہودا

الجواب و باللہ التوفیق :

شریعت مطہرہ نے متعدد بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے کو عدل کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ جو شخص ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ شادی کرے، اس پر اختیاری امور میں ان کے مابین مساوات و برابری کرنا ضروری ہے، مثلاً: رہائش، سہولیات، کھانا پینا، تحفے تحائف، وقت دینا، رات گزارنا وغیرہ جب کہ غیر اختیاری امور میں وہ اس کا پابند نہیں، مثلاً جماع کرنا (جو کہ شہوت و رغبت کی بنا پر ہوتا ہے جو غیر اختیاری چیز ہے) اور محبت رکھنا وغیرہ۔

چنانچہ صورت مسئلہ میں بیوی شوہر سے اختیاری امور میں برابری کی توقع رکھے اور اس کے حقوق کی بھرپور ادائیگی کر کے اُسے حقوق کی ادائیگی پر آمادہ کرے۔



والدلیل علیٰ ذلک :

ففي النكاح: ومما يجب على الأزواج للنساء: العدل، والتسوية بينهما فيما يملكه، والبيتوتة عندهما للصحة، والمؤانسة لافيما لا يملكه، وهو الحب والجماع (۱).  
ترجمہ:

خانیہ میں ہے کہ: شوہر پر بیویوں کے یہ حقوق واجب ہیں: عدل، ان کے مابین اختیاری چیزوں میں برابری کرنا، ان کے ساتھ مل بیٹھنے اور دل لگی کرنے کے لیے رات گزارنا۔ غیر اختیاری امور میں برابری ضروری نہیں جیسے، محبت و جماع۔



### تعویذ کے ذریعے شوہر کا میلان حاصل کرنا

سوال نمبر (316):

کسی عورت کا شوہر دوسری بیوی کی طرف میلان زیادہ رکھے تو کیا وہ عورت شوہر کو تعویذ کے ذریعے اپنی جانب مائل کر سکتی ہے؟

بیٹنوا توجروا

الجواب و بالله التوفيق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ایک سے زائد بیویوں کے شوہر کے لیے بیویوں کے درمیان ان امور میں عدل اور برابری ضروری ہے جو فطری لحاظ سے اس کے اختیار میں ہوں، لہذا اگر شوہر قلبی میلان و محبت کی وجہ سے ایک بیوی کی طرف مائل ہو لیکن اختیاری امور میں وہ مساوات رکھتا ہو تو وہ شرعی طور پر قابل مواخذہ نہیں اور اگر وہ اختیاری امور میں عدل و برابری سے کام نہیں لے رہا تو پہلی بیوی کو چاہیے کہ شوہر کی اچھی خدمت و اطاعت کر کے، حسن اخلاق سے اپنے حقوق کی طرف متوجہ کرے اور اگر مقصد سوکن سے توجہ ہٹانا ہی ہو تو یہ مقصد جائز نہیں۔ صورت مسئلہ میں اگر شرعاً جائز تعویذ کا استعمال صرف اپنے حقوق کی طلب کے لیے ہو تو مباح ہے، لیکن اطاعت و خدمت کا طریقہ زیادہ بہتر ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك :

ولا بأس بالزنى؛ لأنه عليه السلام كان يفعل ذلك. (۱)

ترجمہ:

دم کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ حضور ﷺ قوم کرتے تھے۔



سابق شوہر جب دیور ہو تو اس کے ساتھ مشترک گھر میں رہنا

سوال نمبر (317):

اگر کسی عورت کو شوہر طلاق دے دے، عدت گزارنے کے بعد وہ عورت سابق شوہر کے بھائی سے نکاح کر لے لیکن اس کا سابق شوہر بھی اسی گھر میں ایک ساتھ رہ رہا ہو تو کیا ان سب کا اس طرح ایک ہی گھر میں رہنا بسنا جائز ہے؟

بیتواترہروا

الجواب وبالله التوفيق:

طلاق ملی ہوئی عورت اپنی مرضی سے غیر محرم کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کا یہ فیصلہ جائز ہے، البتہ دیور کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہنا فتنہ سے خالی نہیں ہوتا، بالخصوص جب دیور، سابق شوہر ہو۔  
لہذا صورت مسئلہ میں عورت اور اس کے شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی رہائش کو محفوظ و علیحدہ کرنے کی کوشش کریں، ورنہ موجودہ حالات میں فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلك :

(الحمو الموت) أي دخوله كالموت مهلك يعني الفتنة منه أكثر لمساولة الناس في ذلك. (۲)  
ترجمہ: دیور موت ہے، یعنی اس کا داخل ہونا موت کی طرح مہلک ہے، یعنی اس سے فتنہ اکثر پھیلتا ہے، کیونکہ لوگ اس بارے میں غفلت سے کام لیتے ہیں۔

(۱) الزیلعی، فخر الدین عثمان بن علی، تبیین الحقائق، کتاب الکراعیۃ، فصل فی البیع: ۷/۷۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۲) مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المعطوبة و بیان العورات: ۶/۲۷۸

## ناپسندیدہ بیوی کا حکم

سوال نمبر (318):

جس لڑکے کی شادی اس کے والدین کی مرضی سے ہو جائے، اس نے قبل از رضعتی بیوی کو نہ دیکھا ہو، رضعتی کے بعد دیکھے اور پسند نہ آئے تو کیا وہ اسے طلاق دے سکتا ہے؟

بیوا تو جردا

الجواب وبالله التوفیق :

شریعت نے والدین کو اپنی اولاد کے نکاح کا اختیار دیا ہے، کیونکہ والدین ہی سب سے زیادہ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جب والدین کے نکاح کرانے پر بالغ اولاد رضامندی ظاہر کر لیں تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، پھر اس نکاح کا بھانا، بیوی کے حقوق ادا کرنا اور والدین کے فیصلے (انتخاب) کی لاج رکھنا ضروری ہو جاتا ہے، جب کہ چھوٹی موٹی باتوں پر طلاق کا تصور کرنے کی شریعت حوصلہ شکنی کرتی ہے، شریعت صرف اس صورت میں طلاق کی اجازت دیتی ہے، جب زوجین کو یقین ہو جائے کہ شرعی احکام اور اصولوں کی پاس داری مشکل و ناقابل عمل ہو رہی ہے۔ صورت مسئلہ میں ایک دوسرے کو سمجھنے اور باہمی الفت پیدا کرنے کی پوری کوشش کی جائے، اگر شرعی حقوق کی ادائیگی سے عاجز آجائیں تو طلاق بطریقہ شریعت مباح ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک :

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: أَبْغَضُ الْخَلَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى

(الطلاق) (۱)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ہاتھ بچاؤں میں سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔



## باب الحضانة

### (مباحث ابتدائیہ)

#### تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

نکاح کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد تو والد و تناسل بھی ہے۔ جس طرح شریعتِ مطہرہ نے تو والد و تناسل کے لیے نکاح جیسے مضبوط اور مستحکم بندھن کو لازمی قرار دیا ہے، اسی طرح تو والد و تناسل کے فوراً بعد بچے کی پرورش اور تربیت کو بھی ایک اہم معاملہ قرار دیا ہے۔

چونکہ بچے کی پرورش اور تربیت کا تمام تر دار و مدار شفقت پر ہے اور عورتوں میں طبعی طور پر شفقت و محبت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے ابتدائی پرورش اور تربیت کا حق عورتوں کو دیا گیا ہے اور بعد میں چونکہ بچے کو حفاظت کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن، آداب و اخلاقیات اور زندگی کے مختلف شعبوں میں جسمانی، نفسیاتی اور ذہنی تربیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے بعد میں پرورش کا یہ حق عورتوں سے مردوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس مخصوص تربیت کا نام ”حضانة“ ہے۔ (۱)

#### حضانة کا لغوی معنی:

حضانة لغت میں حُضَن سے ماخوذ ہے۔ حُضَن کا معنی پہلو اور کوکھ کے ہیں۔ اسی مناسبت سے بچے کو گود میں اٹھانا، کوکھ پر رکھنا، تربیت کرنا، کسی اور شے کو پہلو میں رکھنا؛ سب کے سب حضانة کے لغوی معانی ہیں۔ اسی طرح پرندے جب اپنے انڈے پر دلوں کے نیچے ڈھانپ لیتے ہیں تو عربی زبان میں کہا جاتا ہے:

”حضنت الطائر بیضها“۔ (۲)

#### حضانة کا اصطلاحی معنی:

حُضْنِی کے ہاں حضانة کا اصطلاحی معنی ہے:

”تربیة الطفل، ورعايته، والقيام بجميع أموره في سنّ معينة ممن له الحق في الحضانة“۔ (۳)

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۴/۲۷۹، ۲۸۰

(۲) حاشیہ بدائع الصنائع، کتاب الحضانة: ۵/۲۰۲، ۲۰۳

(۳) حاشیہ الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵/۲۰۲

پرورش کرنے کے حق دار اور مستحق لوگوں کا ایک خاص عمر میں بچے کی تربیت اور پرورش کی رعایت اور جملہ امور میں نگرانی و نگہبانی کا نام حضانہ ہے۔

### باب حضانہ سے متعلق اصطلاحات:

(۱) حضانة.....: مخصوص وقت میں مخصوص لوگوں کا بچے کی پرورش اور تربیت کرنا۔

(۲) حاضن.....: پرورش کرنے والا مرد یا عورت۔

(۳) حاضنة.....: پرورش کرنے والی عورت۔

(۴) محضون.....: وہ بچہ جس کی پرورش اور تربیت کی جارہی ہے۔ (۱)

### دیگر متعلقہ فقہی اصطلاحات:

(۱) الكفالة.....: کفالت فقہ میں کنیل کو اخیل کے ساتھ مال یا نفس کے مطالبے میں برابر شریک کرنے کا نام ہے، تاہم عربی لغت کے حوالے سے کفالت کا لفظ کبھی کبھی حضانہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۲) الولاية.....: کسی کے مال یا نفس میں تصرف کرنے کی قدرت اور اختیار کو ولایت کہتے ہیں۔ حضانہ بھی ولایت کی ایک قسم ہے، مگر ولایت اعم مطلق ہو اور حضانہ اخص مطلق ہو۔

(۳) الوصاية.....: موت کے بعد کسی کو تصرف کا مختار بنانے کا نام وصیت ہے۔ وصیت اور حضانہ میں فرق یہ ہے کہ وصیت میں اختیار موصیٰ کو حاصل ہوتا ہے اور حضانہ میں بذات خود شریعت کی طرف سے پرورش کرنے کا حق

ملتا ہے۔ (۲)

### حضانہ کی مشروعیت:

حضانہ کی مشروعیت حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور

عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کے لیے برتن بنا رہا اور میرا سینا اس کے لیے مشکیزہ بنا رہا اور میرا گود اس کے لیے مسکن اور گہوارا بنا رہا، (اب) اس کے والد نے مجھے طلاق دی ہے اور

(۱) حاشیۃ المدرس المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵/۲۵، الموسوعة الفقهية، مادة حضانة: ۱۷/۳۰۹

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة حضانة: ۱۷/۲۹۹، ۳۰۰

اب اس (بچے) کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تو اس بچے کی زیادہ حق دار ہے، اس وقت تک، جب تک تو دوسرا نکاح نہ کرے۔“ (۱)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے جب اپنی بیوی جمیلہ ام عاصم کو طلاق دی اور اس سے اپنا بیٹا عاصم چھیننا چاہا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ”اس عورت اور اس کے بچے کو چھوڑ دو، بے شک اس عورت کی گود، اس کو خوشبو اور اس کا لعاب اس بچے کے لیے تمھارے ہاں شہد سے زیادہ بہتر ہے، یہاں تک کہ بچہ جوان ہو جائے۔“ چنانچہ حضرت عمرؓ نے عاصم کو اس کی ماں کے حوالہ کر دیا۔ مذکورہ فیصلے کے وقت اکثر صحابہ کرامؓ حاضر تھے اور کسی نے بھی اس فیصلے پر کبیر نہیں فرمایا، لہذا اس پر اجماع منعقد ہوا۔ (۲)

### حضانہ کا حکم:

حنفیہ کے ہاں حضانہ کے سلسلے میں یہ بات تو مسلم ہے کہ ابتدائی حالت میں ماں بچے کی پرورش اور دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے، البتہ اس پر یہ بات واجب ہوگی یا نہیں؟ تو اس میں حنفیہ کے دو اقوال ہیں اور دونوں ہی حنفیہ کے ہاں مفتی بہ ہیں، تاہم اکثر فقہانے دونوں اقوال میں تطبیق یوں کی ہے کہ اگر بچے کے لیے کوئی مناسب دایہ اور پرورش کرنے والی عورت نہ مل سکے یا بچہ کسی اور کا دودھ پینا قبول نہ کرے یا والد اتنا مفلس ہو کہ مرضعہ کا خرچہ برداشت نہ کر سکے تو مذکورہ صورتوں میں ماں پر حضانہ واجب ہوگی اور اس کو حضانہ پر مجبور کیا جائے گا ورنہ اس پر حضانہ واجب نہیں۔ (۳)

### حضانہ، یعنی پرورش کی حق دار عورتیں:

پرورش کا حق عمر کی ایک حد تک عورتوں کو اور اس کے بعد مردوں کو حاصل ہوتا ہے، البتہ حق پرورش کے معاملے میں شریعت نے عورتوں کی طبعی شفقت اور چھوٹے بچوں کی طبعی صلاحیت نیز خود ماں کی ممتا اور اس کے جذبات مادری کی رعایت کرتے ہوئے عورتوں کو اولویت دی ہے۔ پھر عورتوں میں ترتیب درج ذیل ہوگی:

(۱) ماں (۲) نانی ..... اوپر تک (۳) سگی بہن (۴) ماں شریک بہن (۵) باپ شریک بہن (۶) سگی

(۱) أبوداؤد، کتاب الطلاق، باب من أحق بالولد: ۳۲۹/۱

(۲) تعلیق علی بدائع الصنائع، کتاب الحضانة: ۲۰۳/۵، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۸۲/۴

(۳) البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۸۱، ۲۸۰/۴، بدائع الصنائع، کتاب الحضانة: ۲۰۴/۵

خالہ (۸) ماں شریک خالہ (۹) باپ شریک خالہ (۱۰) مذکورہ تربیت کے اعتبار سے پھر بھیاں۔ (۱)

### مردوں میں حضانت کے حق دار افراد:

اگر مذکورہ خواتین نہ ہوں یا ان میں حضانت کی شرائط نہ ہوں تو پھر حق پرورش ان مردوں کی طرف لوٹے گا، جو عصبہ رشتہ دار ہوں اور ان رشتہ داروں میں جو وارث ہونے کے اعتبار سے مقدم ہوگا، وہی حق پرورش کا بھی ذمہ دار ہوگا۔ مردوں میں حق پرورش کی تربیت یوں ہوگی: (۱) باپ (۲) دادا یا پردادا وغیرہ (۳) سگا بھائی (۴) باپ شریک بھائی (۵) سگے بھائی کا بیٹا (بھتیجا) (۶) علاتی (باپ شریک) بھائی کا بیٹا (۷) سگا چچا (۸) علاتی چچا (۹) سگے چچا کا بیٹا (۱۰) علاتی چچا کا بیٹا۔ چچا زاد بیٹوں کو حضانت کا حق قبی حاصل ہوگا جب محضون (جس کی پرورش کی جارہی ہے) لڑکا ہو، اگر لڑکی ہو تو چچا زاد بھائیوں کو حق حضانت حاصل نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کے ہاں مذکور رشتہ داروں میں جو رشتہ صرف ماں کی طرف سے ہوگا، وہ حضانت کے لیے سبب نہیں بنے گا، البتہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ماموں چچا زاد بھائی سے زیادہ مستحق ہے، اس لیے کہ ماموں اگرچہ عصبہ نہیں لیکن محرم ہے اور باب حضانت میں بحریت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ (۲)

### ایک ہی درجے کے رشتہ داروں میں ولایت کس کو ہوگی؟

فقہائے کرام کے ہاں ایسی صورت میں صاحب تقویٰ کو ترجیح دی جائیگی، اگر تقویٰ میں بھی برابر ہوں تو پھر جو زیادہ عمر کا ہوگا، وہی زیادہ مستحق ہوگا۔ (۳)

### حق پرورش کے لیے شرائط:

یہ شرائط چار قسم کی ہیں:

(۱) جس کی پرورش کی جارہی ہو یعنی محضون سے متعلق شرائط۔

(۲) پرورش کرنے والے (مرد ہو یا عورت) کے لیے عمومی شرائط۔

(۳) پرورش کرنے والی عورت سے متعلق مخصوص شرائط۔

(۱) کنز الدقائق علی هامش بحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانۃ: ۲۷۹/۴-۲۸۳، ہدایع الصنائع، کتاب الحضانۃ،

فصل فی بیان من لہ الحضانۃ: ۲۰۵/۵-۲۱۰

(۲) ہدایع الصنائع، کتاب الحضانۃ، فصل فی وقت الحضانۃ من قبل النساء: ۲۱۵/۵-۲۱۶

(۳) ہدایع الصنائع، کتاب الحضانۃ، فصل فی وقت الحضانۃ من قبل النساء: ۲۱۵/۵

(۴) پرورش کرنے والے مرد سے متعلق مخصوص شرائط۔

### محضون سے متعلق شرائط:

جس کی پرورش کی جارہی ہے، اس کا نابالغ ہونا ضروری ہے، البتہ حنفیہ شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں بالغ معتزہ اور بچوں کی پرورش بھی حق حضانت کے زمرے میں آتا ہے اور مذکورہ قواعد اس کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔ (۱)

پرورش کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے لیے عمومی شرائط:

- (۱) حنفیہ کے ہاں پرورش کرنے والا چاہے مرد ہو یا عورت، اس کے لیے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔
- (۲) پرورش کرنے والا ایسے ظاہری فسق میں مبتلا نہ ہو، جس کی وجہ سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، مثلاً: شراب نوشی، چوری اور ایسی فحش کاری جس کی وجہ سے بچے سے غفلت برتی جائے۔ (۲)
- (۳) بچے کی پرورش پر قدرت حاصل ہو، لہذا انتہائی بوڑھے شخص (مرد ہو یا عورت)، مریض، معذور، اندھے، گونگے، اپاہج وغیرہ کو حق حضانت حاصل نہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی حضانت کے اہل نہیں جن کا پیشہ ایسا ہو جس کی وجہ سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ (۳)

(۴) پرورش کرنے والا شخص متعدی مرض میں مبتلا نہ ہو، جیسے جذام اور برص وغیرہ، اسی طرح اس حکم میں ہر وہ بیماری بھی داخل ہے جس سے بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

مالکیہ اور شافعیہ نے پرورش کرنے والے کے لیے مسلمان ہونا، رشید (صاحبِ فہم و فراست) ہونا اور پراسن جگہ میں رہنا بھی شرط قرار دیا ہے۔ (۴)

### پرورش کرنے والی عورت سے متعلق مخصوص شرائط:

(۱) عورت مرتد نہ ہو۔ کافرہ یا اہل کتاب میں سے ہونا حق حضانت سے مانع نہیں، اس لیے کہ ماں کے ہاں جس وقت بچہ دیتا ہے، اس وقت بچہ اویان کا فہم نہیں رکھتا۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵/۲۷۱، الموسوعة الفقهية، مادة حضانة: ۳۰۱/۱۷

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵/۲۵۴، ۲۵۳

(۳) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵/۲۵۴، الموسوعة الفقهية، مادة حضانة: ۳۰۶/۱۷، مغنی المحتاج،

کتاب النفقات، فصل فی حقیقة الحضانة: ۳/۵۶

(۴) مغنی المحتاج و الموسوعة حوالہ بالا



(۲) عاقلہ، بالغہ، آزاد، امانت دار اور حضانت پر قادر ہو۔ ان شرائط کی تفصیل پیچھے گزر گئی ہے۔

(۳) حاضنہ عورت بچے کی ذی رحم محرم رشتہ دار ہو۔ لہذا ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد اور چچا زاد عورتوں کو حق حضانت حاصل نہیں۔

(۴) حاضنہ عورت نے کسی ایسے مرد سے نکاح نہ کیا ہو جو اس زیر پرورش بچے کا محرم نہ ہو۔ اگر عورت نے کسی اجنبی سے نکاح کر لیا تو اس کا حق حضانت ختم ہو جائے گا۔

(۵) حاضنہ عورت بچے کو ایسے گھر میں نہ رکھے، جس میں کوئی شخص اس بچے سے نفرت اور بغض رکھنے والا ہو۔

(۶) عورت ایسی نہ ہو کہ بچے کے باپ کے افلاس اور فقر کے وقت و دمغت پرورش سے انکار کر دے۔ (۱)

### پرورش کرنے والے مرد سے متعلق مخصوص شرائط:

(۱) پرورش کرنے والا مرد زیر پرورش بچے کا عصبہ ہو۔

(۲) پرورش کرنے والا مسلمان ہو، حنفیہ کے ہاں اسلام کی شرط مرد پرورش کرنے والے کے حق میں معتبر ہے، اس لیے

کہ جب بچہ مرد کے زیر پرورش آتا ہے تو وہ دین کا فہم رکھتا ہے۔

(۳) اگر زیر پرورش لڑکی ہو تو مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا محرم ہو، لہذا چچا زاد بھائی لڑکی کی پرورش نہیں کر سکتا،

البتہ اگر کوئی دوسرا پرورش کنندہ موجود نہ ہو اور قاضی اس چچا زاد بھائی کی دیانت اور امانت سے مطمئن ہو تو لڑکی بھی اس کی

پرورش میں دے سکتا ہے، البتہ اگر مطمئن نہ ہو تو کسی امانت دار عورت کے سپرد کر دے۔

(۴) لڑکی کا حق پرورش جس کو دیا جائے، ضروری ہے کہ وہ مرد عورت کے نفس اور مال دونوں میں امین اور قابل اعتماد

ہو۔ یہاں تک کہ اگر بھائی اور چچا پر فسق و خیانت کی وجہ سے اطمینان حاصل نہ ہو تو ان کو حق پرورش حاصل نہیں ہو سکے گا،

بلکہ قاضی کوئی امانت دار اور عادلہ عورت تلاش کر کے بچی کو اس کے حوالہ کر دے۔ (۲)

### حق پرورش کی مدت:

یہ حق ابتداء عورتوں کو حاصل ہے، اس کے بعد مردوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔

(۱) المسر المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵/۲۵۰، ۲۵۱، بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی

بيان من له الحضانة: ۵/۲۰۵-۲۱۲

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الحضانة، فصل فی وقت الحضانة من قبل النساء: ۵/۲۱۴-۲۱۶

(۱) عورتوں کے لیے حق پرورش کی مدت:

پرورش کرنے والی عورتیں دو قسم کی ہیں: (۱) ماں، ثانی، دادی (۲) ان کے علاوہ عورتیں۔ پھر محضون، یعنی زیر پرورش بچے کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) لڑکا (۲) لڑکی۔ ان میں سے ہر ایک کا حکم الگ ہے۔

اگر پرورش کرنے والی ماں، ثانی یا دادی ہو تو لڑکا ہونے کی صورت میں ان کو اس وقت تک حق پرورش حاصل ہوگا، جب تک کہ وہ خود کھانے پینے، کپڑے بدلنے اور استنجا کرنے کے قائل نہ ہو جائے۔ فقہاء کے ہاں مذکورہ مدت کا اندازہ سات سال تک ہے۔ اس کے بعد چونکہ لڑکوں کو تہذیب و ثقافت اور آداب و اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے دو باپ کے حوالے کر دیے جائیں گے، تاکہ مردوں کی صحبت میں رہ کر مردانگی کے خواص پیدا ہو جائیں۔

اور اگر ماں، ثانی یا دادی کی زیر پرورش لڑکی ہو تو بلوغ کی حد تک ان کو پرورش کا حق حاصل ہے، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کثرتِ فساد کی وجہ سے مشبہات ہونے تک لڑکی کی پرورش کا حق ماں، ثانی اور دادی کو دینے کے قائل ہیں تاکہ بالغ یا مشبہات ہونے تک گھریلو نظام چلانے کی جملہ خوبیاں اس میں پیدا ہوں، تاہم بلوغ یا حدِ شہوت تک پہنچنے کے بعد اب ان کی حفاظت اور عصمت کی ضرورت پیدا ہوتی ہے، اس لیے اب ان کو باپ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اور اگر پرورش کرنے والی عورتیں ماں اور ثانی دادی کے علاوہ ہوں تو ان کے پاس لڑکے سات سال کی عمر اور لڑکیاں مشبہات ہونے کی عمر تک زیر پرورش رہیں گی۔ اس کے بعد ان کو باپ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

مردوں کے لیے حق پرورش:

مردوں کے لیے لڑکوں کی پرورش کا حق سات سال کے بعد سے لے کر بلوغ تک ہے۔ بلوغ کے بعد اگر لڑکا صاحبِ رائے اور سمجھدار ہو اور اس پر کسی قسم کا خوف نہ ہو تو باپ اس کو زیرِ دست نہیں روک سکتا، لہذا اس کو اپنے نفس اور مال میں خود تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے، تاہم اگر بلوغ تک اس میں سمجھ داری کے آثار مکمل نہ ہوں اور نقصان کا خوف ہو تو باپ اس کو مزید اپنے پاس روک سکتا ہے۔

لڑکیوں کی پرورش کا حق مردوں کے لیے یا تو بلوغ کے بعد (ماں، ثانی، دادی کی صورت میں) حاصل ہوتا ہے یا استغناء، یعنی سات سال کے بعد، تاہم بالغ ہونے کے بعد اگر لڑکی باکرہ یعنی کنواری ہو تو باپ اس کو کسی بھی صورت میں اختیار نہیں دے سکتا، بلکہ وہ بدستور باپ کے زیر پرورش رہے گی، اگرچہ وہ خود سمجھدار ہو اور اپنے لیے خطرے سے پاک مستقبل کا فیصلہ کر سکتی ہو، اس لیے کہ کنواری (باکرہ) عورت میں ہر کوئی دل چسپی رکھتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اس کی سادگی

(کنوار پن) کی وجہ سے دھوکہ دے دے۔

البتہ اگر لڑکی بالغہ شبیہ (شوہر دیدہ) ہو اور اس کے متعلق کسی قسم کا خطرہ نہ ہو تو باپ کے لیے اس کو اپنے پاس روکنے کا حق نہیں، تاہم اگر کوئی خطرہ ہو، تب وہ اس کو بھی اپنے پاس روک سکتا ہے۔ (۱)

### پرورش کی جگہ سے متعلق تفصیل:

زیر پرورش بچے کے والدین میں اگر رشتہ نکاح برقرار ہو تو ظاہر ہے کہ بچے کی پرورش ایسی جگہ ہوگی، جہاں زوجین موجود رہیں، تاہم اگر شوہر اس جگہ سے تنہا اپنے چھوٹے بچے کو لے جانا چاہے تو اس کو یہ اجازت نہیں۔ عورت کے لیے بھی بلا اجازت نہ تو خود کہیں جانے کی اجازت ہے اور نہ اپنے چھوٹے بچے کو لے کر وہ کہیں جاسکتی ہے۔ یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جب عورت مذکورہ شوہر سے عدت گزار رہی ہو، تاہم علاحدگی اور عدت گزارنے کے بعد بچے کی پرورش کہاں ہو سکتی ہے تو اس سلسلے میں امر اربعہ کا متفقہ اصول یہ ہے کہ جس شہر میں باپ مقیم ہو، وہی شہر بچے کا مکان حضانت ہوگا۔ (۲)

البتہ بچے کو منتقل کرنے سے متعلق علامہ کا سائی فرماتے ہیں:

- (۱) عورت اگر دارالحرب کی رہنے والی ہے تو وہ بچے کو دارالحرب نہیں لے جاسکتی۔
  - (۲) عورت بچے کو دوسرے شہر لے جانا چاہے اور اس کی دوری زیادہ ہو تو دو شرطوں کے ساتھ لے جاسکتی ہے۔
- الف: وہ شہر اس کا آبائی ہو، یعنی وہاں اس کا میکہ ہو۔

ب: اس شہر میں ان کا نکاح ہوا ہو۔

اگر مذکورہ شرطوں میں سے کوئی نہ ہو، یعنی میکہ ہو، لیکن مقام عقد نہ ہو یا مقام عقد ہو لیکن وہاں عورت کا میکہ نہ ہو تو دونوں صورتوں میں بچے کو وہاں منتقل کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

- (۳) تاہم اگر دونوں شہروں کی مسافت اتنی کم ہو کہ باپ ہر روز اپنے بچے کو دیکھ کر واپس آ سکے تو عورت کو دوسرے شہر میں منتقل ہونے کا حق حاصل ہے، اگرچہ وہ اس کا میکہ یا مقام عقد نہ ہو۔
- (۴) عورت بچے کو شہر سے دیہات منتقل کرنا چاہے اور مسافت بھی کم ہو، یعنی شوہر ہر روز اپنے بچے کو دیکھ سکتا ہو، لیکن وہ

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الحضانۃ، فصل فی وقت الحضانۃ من قبل النساء: ۵/۲۱۳، ۲۱۴

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة حضانة: ۳۰۹/۱۷

دیہات اس کامیکہ اور مقام عقد نہ ہو تو ایسی صورت میں عورت کو یہ حق حاصل نہیں، اس لیے کہ دیہات والوں کا پرورش اور تہذیب و اخلاق شہر والوں کے مقابلے میں کم تر ہوتا ہے، تاہم اگر مذکورہ دیہات اس کا آبائی وطن (میکہ) ہو اور وہاں پر عقد نکاح بھی ہوا ہو تو عورت کے لیے بچے کو منتقل کرنے کا حق ہے۔ (۱)

### حضانہ کی اجرت:

حنفیہ کے ہاں اگر پرورش کرنے والی ماں ہو اور وہ شوہر کے نکاح یا عدت میں ہو تو وہ حضانہ کے بدلے اجرت طلب نہیں کر سکتی، اس لیے کہ مذکورہ صورت میں حضانہ اور رضاعت اس پر دینا واجب ہیں اور فقہ اس کو شوہر کی جانب سے ویسے بھی مل رہا ہے۔

البتہ اگر ماں کے علاوہ کوئی اور عورت ہو یا ماں ہو، لیکن نکاح یا عدت میں نہ ہو تو وہ بچے کے باپ سے تین چیزیں طلب کر سکتی ہے۔

(۱) اگر بچہ دودھ پی رہا ہو تو رضاعت کی اجرت طلب کر سکتی ہے۔

(۲) پرورش (حضانہ) کی اجرت بھی طلب کر سکتی ہے۔

(۳) اور بچے کا خرچہ اور نان نفقہ بھی طلب کر سکتی ہے۔

اگر کوئی محرم عورت بچے کی مفت تربیت کرنا چاہتی ہو اور ماں اجرت کے بدلے، تو ماں سے کہا جائے گا کہ یا تو مفت میں پرورش کر داور یا دوسری عورت کو دے دو، تاہم اگر باپ آسودہ حال اور مال دار ہو اور بچے کا ذاتی مال نہ ہو تو ماں اجرت طلب کرنے کے باوجود محرم عورت سے زیادہ حق دار ہے، لہذا باپ پر اجرت مثل واجب ہوگی۔

جہاں تک غیر محرم عورت کی بات ہے تو ماں اس سے بہر صورت (اگرچہ ماں اجرت بھی طلب کرے) پرورش کی زیادہ حق دار ہے۔ اسی طرح حنفیہ کے رائج قول کے مطابق حضانہ کے لیے کرائے پر لیے جانے والے مکان اور خادم (بوقت ضرورت) کا خرچہ بھی باپ کے ذمے ہوگا۔ (۲)



(۱) بدائع الصنائع، کتاب الحضانة، فصل في مكان الحضانة: ۲۱۷/۵۔ ۲۲۱، البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الحضانة:

۲۹۲، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۷۲/۵۔ ۲۷۳،

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۵۹/۵۔ ۲۶۲،

## مسائل الحضانة

(حق پرورش سے متعلق مسائل کا بیان)

بچے کا اپنی ماں کا دودھ پینے کا حق

سوال نمبر (319):

میری بیوی بچے کو دودھ پلانے میں نخرے کرتی ہے، سوال یہ ہے کہ شیر خوار بچہ اپنی ماں پر دودھ پلانے کا کیا حق رکھتا ہے۔ اگر وہ بلا سبب یا ذاتی مفاد یا عذر کی وجہ سے دودھ نہ پلائے تو وہ گناہگار ہوگی یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا

الجواب وبالله التوفیق :

بچے چاہے شیر خوار ہوں، قریب البلوغ ہوں، ہالغ بیمار ہوں یا نادار، ان کا نفقہ والدہ پر نہیں، والد پر واجب ہے۔ شیر خوار بچے کا نفقہ بھی اس کی عمر اور صحت کی ضرورت کے لحاظ سے والد پر واجب ہے، تاہم چونکہ والدہ کا دودھ اللہ تعالیٰ کا ایسا عطیہ ہے جس کا بدل کوئی غذا نہیں ہو سکتی، اس لیے والدہ پر دیا نہ یہ واجب ہے کہ اس عطیہ خداوندی سے بچے کی پرورش کرے۔ اس سے خود اس کی فضیلت و شرافت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور بچے کی روحانیت پر بھی یہ اثر انداز ہوتا ہے۔ صورت مسئلہ میں ماں پر دیا نہ لازم ہے کہ بچے کو اپنا دودھ پلائے، تاہم اگر کوئی عذر ہو تو پھر نہ پلانا جائز ہے اور اگر بلا عذر نہ پلائے تو چونکہ یہ دیانت کا معاملہ ہے، لہذا اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، ہاں اگر بچے کی غذا کا متبادل بندوبست نہ ہو یا ہو لیکن بچے کی صحت یا نہ پینے کی وجہ سے ناممکن ہو تو والدہ کو بغیر اجرت دیے بچے کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔

والد لیل علی ذلک :

(ولا تجبرامہ لترضع) لانه كالتنفقه، وهي علی الأب، وعسی أن لا تقدر، فلا تحبر علیہ قضاء، وغمرہ دیانۃ لانه من باب الاستخدام، و هو واجب علیہا دیانۃ. (۱)

ترجمہ: (بچے کی ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا) کیوں کہ یہ (ارضاع) نفقہ کی مانند ہے، جو کہ باپ

پر واجب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دودھ پلانے کی قدرت نہ رکھتی ہو تو قضاء اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا البتہ دیا یا اس کو حکم دیا جاسکتا ہے، کیوں کہ یہ (ارضاع) خدمت کے قبیل سے ہے جو کہ اس پر دینا واجب ہے۔

وذلك إذا كان توجد من ترضعه، أما إذا كان لا توجد من ترضعه، فحبر الأم على الإرضاع

صيانة للصبي عن الضياع. (۱)

ترجمہ: اور یہ (مجبور نہ کرنے کا حکم) تب ہے جب دودھ پلانے والی (کوئی اور) موجود ہو، چنانچہ اگر دودھ پلانے والی کوئی اور نہ ملے تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا، تاکہ بچہ ضائع ہونے سے بچ سکے۔



## ثانی کی تربیت پر اعتماد نہ ہونے کی صورت میں حق حضانت

سوال نمبر (320):

ایک یتیم بچہ ماں کی وفات کے بعد ثانی کے زیر پرورش ہے، لیکن ثانی کی پرورش میں رہ کر اس کی دیکھ بھال اور تربیت میں کمی کے واضح آثار نظر آ رہے ہیں اور قوی اندیشہ ہے کہ اس کے پاس رہ کر بچہ نہ تو پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی اخلاق و اطوار سیکھ سکتا ہے۔ اس صورت میں اس کی تربیت کا کیا حکم ہے؟

بیتناؤ صروا

الجواب وبالله التوفيق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ یتیم بچے کا حق حضانت بنیادی طور پر ماں کو حاصل ہے، جب کہ ماں کے بعد یہ حق ثانی کو منتقل ہو جاتا ہے، لیکن اس کی حضانت میں بنیادی طور پر اس کی تعلیم و تربیت مد نظر ہوتی ہے، تاکہ بچہ ان تمام ضروری امور، اخلاق و عادات اور معاشرتی رویوں سے آگاہ ہو جو کسی بھی اچھے انسان کی بہترین صفات سمجھے جاتے ہوں، یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں والدہ کی پرورش میں رہ کر اس کی تربیت میں کمی آنے کا قوی اندیشہ ہو، وہاں والدہ سے بھی حق چھینا جاتا ہے۔ (جیسا کہ والدہ کا بدکردار ہونا، مرتد ہونا، غیر محرم سے نکاح کرنا وغیرہ)۔

لہذا اگر ثانی کی پرورش میں رہ کر بھی واقعی اس کی تربیت اور اخلاق و اطوار کے نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو حضانت کے اصول کے مطابق حق حضانت بالترتیب دیگر اولیا کو منتقل ہوگا۔

والدليل على ذلك :

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم، إلا أن تكون مرتدة، أو فاجرة، غير مأمونة..... وكذا لو كانت سارقة، أو مغنية، أو فاحشة، فلا حق لها..... وإن لم يكن له أم تستحق الحضانة بأن كانت غير أهل الحضانة، أو متزوجة بغير محرم، أو ماتت، فأم الأم أولى من كل واحدة وإن علت، فإن لم يكن للأم أم، فأم الأب أولى ممن سواها وإن علت. (۱)

ترجمہ:

نکاح کے ہوتے ہوئے اور جدائی کے بعد، چھوٹے بچے کی تربیت میں ماں سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہے، مگر اس حال میں نہیں جب وہ مرتد ہو جائے یا فاجر ہو، اس کے بارے میں اطمینان نہ ہو۔۔۔۔۔ اسی طرح اگر وہ چوری کرنے والی ہو یا گانے والی ہو یا روئے پٹنے والی ہو تو اسے کوئی حق نہیں۔۔۔۔۔ اور اگر اس کی ماں ایسی نہ ہو جو تربیت کا حق رکھے یا اس طور کہ وہ حضانت کی اہل نہ ہو یا غیر محرم سے نکاح کرے یا وفات پا جائے تو ہر کسی سے ثانی بہتر ہے، اگرچہ بعید ہو اور اگر ثانی نہ ہو، تو دادی سب عورتوں سے بہتر ہے اگرچہ اوپر درجے کی ہو۔



## نابالغ بچے کی حق تربیت کا مطالبہ

سوال نمبر (321):

ایک مطلقہ عورت جس کے بچے کی عمر تین سال ہے اور اس کا یہ موقف ہے کہ طلاق مل جانے کے بعد بچہ میرے زیر تربیت رہے گا، کیونکہ بچے کی تربیت میرا حق ہے تو اس کا یہ مطالبہ از روئے شریعت جائز ہے؟

بینوا انزہروا

الجواب وبالله التوفيق :

شرعی نقطہ نظر سے بچوں کی تربیت ماں اور باپ (اپنے اپنے دائرہ کار میں) دونوں کی ذمہ داری بنتی ہے، تاہم ابتدائی چند سالوں میں شریعت نے پردریش ماں کے ذمہ لگائی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی بھی اس جیسی تربیت نہیں کر سکتا،

بچہ (مذکر) سن تیز تک ماں کے ہاں رہے گا، جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اپنے آپ کو ہر طرح سے سنبھال سکے اور اپنی طبعی ضروریات (کھانا، پینا، صفائی وغیرہ) خود ہی پوری کر سکے، اس وقت تک ماں کے زیر تربیت رہے گا۔ اس عمر کا اندازہ فقہائے کرام نے سات سال مقرر کیا ہے، لہذا اگر میاں بیوی کا بندھن ٹوٹ جائے تو سات سال تک ماں، جب کہ اس کے بعد والد اس کی تربیت کا حق رکھتا ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک :

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم. (۱)

ترجمہ: نکاح کے ہوتے ہوئے اور جدائی آنے کے بعد چھوٹے بچے کی تربیت میں ماں سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہے۔

(والحاضنة) أمًا أو غيرها (أحق به) أي بالغلام حتى يستغني عن النساء، وفلن بسبع، وبه يفتى؛

لأنه الغالب. (۲)

ترجمہ: تربیت کرنے والی چاہے ماں ہو یا دوسری عورت اس بچے کی (حضانہ کی) حقدار ہے، جب تک وہ عورتوں کی تربیت سے مستغنی نہ ہو جائے، جس کی حد سات سال مقرر کی گئی ہے اور اس پر فتویٰ ہے، کیونکہ غالب یہی ہے (اکثر ایسا ہی ہوتا ہے)۔



ثانی کا بچی کو والد سے ملنے نہ دینا

سوال نمبر (322):

والدہ کی فوتگی پر بیٹی ثانی کے پاس رہتی ہے، والد کی کوشش ہے کہ وہ اسے اپنے پاس لا کر خود اس کی پرورش کرے، لیکن اس کے سسرال والے بضد ہیں کہ ہمیں شرعی حق حاصل ہے کہ لڑکی ہمارے پاس رہے، حتیٰ کہ والد اس سے ملنے کو بھی ترس رہا ہے۔ شرعی حکم واضح فرمائیں۔

بیشواؤ جروا

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانة: ۵۴۱/۱

(۲) الدر المختار علیٰ صدورہ المختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲۶۷/۵



الجواب وبالله التوفيق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین کی جدائی یا والدہ کی فوتگی کی صورت میں بچی کی پرورش کا حق والدہ اور والدہ کی عدم موجودگی میں اس کی والدہ (نانی) کو مل جاتا ہے۔ اس لحاظ سے صورت مسئلہ میں جب والدہ حیات نہیں تو نانی کو اس بچی کی پرورش کا حق حاصل ہے، لیکن پرورش کا حق رکھنا اور والد کو ملنے کا یہ مطلب نہیں کہ والد کو ملنے نہ دیا جائے۔ چنانچہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اگر بچہ والدین میں سے کسی ایک کے پاس ہو تو وہ دوسرے کو دیکھنے اور ملنے سے منع نہیں کر سکتا۔ جب والدین ایک دوسرے کو ملنے سے نہیں روک سکتے تو نانی کے پاس رہ کر بھی والد کو دیکھنے اور ملنے سے نہیں روکا جاسکتا۔

والدليل على ذلك:

الولد متى كان عند أحد الأبوين، لا يمنع الآخر عن النظر اليه وعن تعاهده. (۱)

ترجمہ: جب والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو تو وہ دوسرے کو اس بچے کے دیکھنے اور ملنے سے منع نہیں کر سکتا۔



### مطلقہ والدہ کا حق حضانت و رضاعت اور اس پر اجرت لینا

سوال نمبر (323):

اگر ایک عورت کو طلاق مل جائے اور اس کے چھوٹے بچے ہوں جن میں شیر خوار بچہ بھی ہو تو کیا یہ عورت بچوں کے والد سے رضاعت اور حضانت کی اجرت طلب کر سکتی ہے؟ ایسی صورت میں والد کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفيق:

نکاح کی حالت میں میاں بیوی کی خاص ذمہ داریاں اور کچھ حقوق ہوتے ہیں، حقوق کے استحقاق کی طرح ذمہ داریوں کا نبھانا اس پر لازم ہوتا ہے۔ جب کسی شخص کے بیوی اور بچے ہوں تو بیوی کا نفقہ، سکنی اور لباس اس پر واجب ہوتا ہے، ساتھ ہی اولاد میں سے بیٹے جب بالغ نہ ہوں، ان کا نفقہ والد کے ذمہ واجب ہے اور بیٹیاں جب تک نکاح نہیں نہ دی جائیں تب تک نفقہ کی مستحق ہیں۔ چھوٹے بچوں کی پرورش و تربیت والدہ کی ذمہ داری ہوتی ہے شیر خوار

بچوں کو دودھ پلانا، بچوں کا حق ہے، البتہ جب شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی آجائے تو بچوں کی پرورش ماں کو منتقل ہو جاتی ہے، والد اس میں کوئی استحقاق نہیں رکھتا، جب تک بچے پرورش و دیکھ بھال کے محتاج ہوں، والدہ سے اس احتیاج کے پورا کرنے کی توقع رکھے گا۔

اس صورت میں نفقہ اور سکنی پھر بھی والد کی ذمہ داری ہے۔ علاوہ ازیں پرورش پر جو مالی اخراجات اور ضروریات بچوں کے لیے محسوس کی جائیں گی، ان کا مہیا کرنا بھی والد کی ذمہ داری ہے۔

حضانہ کے حق کے بارے میں علمائے کرام نے یہ اختلاف کیا ہے کہ حضانہ والدہ کا حق ہے یا بچے کا؟ اسی بنیاد پر والدہ کو حضانہ کے بدلے اجرت دینے کی گنجائش ملتی ہے، چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ جب عورت بچوں کی حضانہ کا حق رکھتی ہے اور ہر مستحق اپنا حق معاف کر کے اس سے برأت کا اظہار کر سکتا ہے تو والدہ بھی برأت کر سکتی ہے، لیکن برأت کے اظہار کے بعد اگر کوئی مناسب عورت نہ ہو اور دوسری کوئی صورت ممکن نہ ہو تو والدہ کو بہر حال ذمہ داری لینے پر قائل کیا جائے گا۔ اگر اس میں اس کو مالی معاوضہ دینے کی ضرورت پڑے تو اسے دے دیا جائے، کیونکہ اب وہ ان بچوں کے والد کے نکاح میں نہیں۔ یہی مسئلہ شیر خوار بچے کی رضاعت کا بھی ہے کہ والدہ اگرچہ اس بچے کو دودھ پلانے پر مامور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اولاد کی نعمت سے نواز کر اس بچے کے نفقہ کا قدرتی بندوبست ایسے طور پر کیا ہے کہ کوئی دوسری غذا اس کا نعم البدل نہیں، لیکن انکار کی صورت میں متبادل بندوبست نہ ہو سکے تو اس پر جبر کر کے اسے معاوضہ دیا جائے کہ پرورش اور رضاعت دونوں ایسے امور ہیں کہ ماں کے علاوہ کوئی اور ان کو بہتر انداز میں انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی والدہ کسی بڑی مجبوری کے بغیر بچوں کی رضاعت و پرورش سے انکار کر سکتی ہے۔

لہذا طلاق یافتہ والدہ کو حضانہ و رضاعت پر معاوضہ دیا جاسکتا ہے، جسے اجارہ کا بدل کہنے کی بجائے پرورش اور رضاعت میں اس کی امداد کہا جانا زیادہ بہتر ہے۔

والدليل على ذلك:

(وليس على أمه إرضاعه) قضاء بل ديانة (إلا إذا تعينت) فتحيبر..... (ويستأجر الأب من نرضعه

عندها) لأن الحضانة لها والنفقة عليه. (۱)

ترجمہ:

بچے کی ماں پر اسے دودھ پلانا قضاء (واجب) نہیں، بلکہ دیانۃً (واجب) ہے، ہاں اگر وہ متعین ہو جائے تو

اسے مجبور کیا جائے گا اور باپ ہر اس عورت کو اجرت دے گا جو ماں کے پاس بچے کو دودھ پلائے، کیونکہ پرورش ماں کا حق ہے اور اس کا نفقہ باپ پر لازم ہے۔

لہذا اخذاً لاجرة بعد البینونة؛ لانه لا تجبر علی إرضاعه قضاءً، وامتناعاً عن إرضاعه مع وفور شفتها علیہ دلیل حاجتها، ولا یستغنی الأب عن إرضاعه عند غیرها، فکونه عند أمه بالأجرة أنفع له ولها، إلا أن توجد متبرعة، فتكون أولى دفعاً للمضارة عن الأب ابضاً. (۱)

ترجمہ:

ماں مکمل جدائی کے بعد اجرت لے سکتی ہے، کیوں کہ قضاءً اُسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بچے پر زیادہ شفقت ہونے کے باوجود دودھ نہ پلانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اجرت کی حاجت رکھتی ہے اور باپ تو کسی کے ہاں بھی دودھ پلانے سے مستغنی نہیں ہو سکتا تو بچے کا اپنی ماں کے پاس بطور اجرت ہونا بچے اور ماں کے لیے فائدہ مند ہے، ہاں البتہ اگر مفت پلانے والی عورت مل جائے تو وہی بہتر ہے، تاکہ باپ کو بھی نقصان سے بچایا جاسکے۔



## بیٹے کے ہمیشہ ساتھ رہنے کی خواہش

سوال نمبر (324):

ایک عورت کو طلاق پڑ گئی، اس نے بیٹا اپنے ساتھ رکھ لیا جو کہ دو سال کا تھا، کچھ عرصہ بعد والد اُسے چھین کر ساتھ لے گیا، ماں چاہتی ہے کہ میں بے سہارا ہوں، بیٹا ہمیشہ میرے ساتھ رہے، سہارے کا ذریعہ رہے۔ شرعی لحاظ سے ماں کا استحقاق واضح کر دیجیے۔

بینوا نؤہروا

العبواب وبالله التوفیق :

میاں بیوی میں جدائی کی صورت میں بچے کا حق پرورش و تربیت والدہ کو حاصل ہو جاتا ہے۔ بیٹا ہو تو سات سال تک کم از کم ماں کی تربیت و پرورش میں رہے گا۔ اس کے بعد تب تک عصبہ اقرب کے پاس رہے گا، جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، اس کے بعد وہ جس کے ساتھ رہنا چاہے، رہ سکتا ہے۔

صورت مسئلہ میں سات برس تک تو شرعی استحقاق کے طور پر بیٹا ماں کے پاس رہے گا، جب کہ باورغ تک وہ عصب اقرب کے پاس اور اس کے بعد اپنی مرضی سے جہاں رہنا چاہے، رہ سکتا ہے۔ واضح رہے کہ والدین کی فرقت کے باوجود ان کا حق خدمت، شفقت، ملاقات متاثر نہیں ہوتا۔ اگر بیٹا سات سال تک نہیں پہنچا تو والدہ حق پرورش کے لحاظ سے بیٹا ساتھ رکھ سکتی ہے، جب کہ اس کے بعد ساری زندگی وہ بیٹے سے خدمت کی پوری توقع رکھے، والدین کی فرقت کی وجہ سے والدہ بیٹے کے سہارے سے محروم نہیں ہوتی۔

والدلیل علیٰ ذلک :

والأم والحدۃ أحق بالغلام حتی یتغنی، وقدر یتسع سنین، وقال القدوری: حتی یماکل وحده، وبشر ب وحده، و یتنحی وحده، وقدرہ أبو بکر الرازی یتسع سنین، والفتویٰ علی الأول..... وبعد ما استغنی الغلام، وبلغت السحابة، فالعصبة أولى، يقدم الأقرب فالأقرب، كذا في فتاویٰ قاضی خان. ویحکمه هؤلاء إن کان غلاماً إلی أن یدرک، فبعد ذلك ینظر إن کان قد اجتمع رأیه، و هو مأمون علی نفسه یخلی سبیلہ، فیلذہب حیث شاء. (۱)

ترجمہ: ماں اور نانی لڑکے (کی پرورش) کی زیادہ حق دار ہیں، جب تک وہ عورتوں کی تربیت سے مستغنی نہ ہو جائے، اس کا اندازہ سات سال تک لگایا گیا ہے۔ (امام) قدوری نے فرمایا ہے کہ جب وہ خود کھانا پی سکے اور اکیلے استیجا کر سکے۔ ابو بکر رازی نے اس کا اندازہ نو سال لگایا ہے، جب کہ فتویٰ اول قول پر ہے۔۔۔۔۔ لڑکے کا محتاج نہ رہنے کے بعد اور لڑکی کے بالغ ہو جانے کے بعد، عصبہ (ان کی نگرانی کے لیے) بہتر ہیں، نزدیک سے نزدیک ترین پہلے ہو گا، فتاویٰ قاضی خان میں بھی یہی حکم ہے۔ اگر وہ لڑکا ہو تو جب تک وہ بالغ نہ ہو، وہ لوگ اُسے (اپنے پاس) روکے رکھیں گے، اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر اُس کی رائے ٹھیک ہے اور اگر وہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے تو اس کا راستہ خالی کیا جائے گا، پس جہاں چاہے جا سکتا ہے۔



بیوہ کے نکاح کی صورت میں بچوں کا حق حضانت

سوال نمبر (325):

اگر بیوہ عورت کسی شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہے اور اس عورت کی دو نابالغ بیٹیاں ہوں تو ایسی صورت میں

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانة: ۱/۵۲۶

ان بچوں کا حق حضانت کس کے ذمے ہے؟ واضح رہے کہ بچوں کا چچا ان کی حضانت کا حق اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، ایسی صورت میں از روئے شریعت حضانت کا حق کس کو پہنچتا ہے؟

بیشوا تنویر ما

الجواب وبالله التوفیق :

شریعت نے بچوں کی پرورش اور بہتر مستقبل کی خاطر ان کی تعلیم و تربیت کا ایک مستقل نظام بنایا ہے جس میں والدین کو اولین ترجیح حاصل ہے، خاص کر والدہ کی موجودگی میں کسی اور سے بہتر تربیت کی توقع رکھنا بے سود ہے، چنانچہ صورتِ مسئلہ میں حق حضانت ماں کو پہنچتا ہے، لیکن اگر یہ عورت بچے کے کسی غیر ذی رحم محرم سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو تربیت کی ذمہ داری ثانی کو منتقل ہو جائے گی، اسی طرح بالترتیب (عجز کی صورت میں) یہ ذمہ داری دادی، پھر بچوں کی بڑی بہن، پھر خالہ کو منتقل ہوتی ہے۔

والد لیل علیٰ ذلک :

(الحضانۃ للأُم بلا جبر ہا طلق، أولاً، ثم أمہا وإن علّت، ثم أم ابیہ، ثم أختہ لأب وأم، ثم لأُم،

ثم لأب، ثم خالہ كذلك. (۱)

ترجمہ: تربیت کا حق والدہ کو حاصل ہے بغیر کسی زبردستی کے، چاہے مطلقہ ہو یا نہ ہو، اس کے بعد ثانی، اگرچہ یہ سلسلہ اوپر کی طرف جائے، اس کے بعد دادی کو، اس کے بعد حقیقی بہن کو، پھر خانی بہن کو پھر علاقہ بہن کو پھر اسی طرح خالہ کو۔



## ثانی حضانت کی زیادہ حق دار ہے یا دادی؟

سوال نمبر (326):

ایک شخص دو اور تین سال کے دو بچوں کو چھوڑ کر مرا، بچوں کی ماں نے غیر خاندان میں دوسری شادی کر لی ہے، اتنی بات تو ہمیں معلوم ہے کہ غیر خاندان میں شادی کرنے سے ماں کا اولاد کی پرورش کا حق ختم ہو جاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جب ماں کا حق ختم ہو جائے یا وہ پرورش نہ کرے تو اس کے بعد بچوں کی پرورش کی حق دار دادی ہے یا ثانی؟ جب کہ دونوں ان بچوں کو گود میں لینے کا اصرار کر رہی ہیں۔

بیشوا تنویر ما

الجواب وبالله التوفيق:

خاوند کی وفات کے بعد بچے کے غیر ذی رحم محرم سے شادی کرنے کی صورت میں ماں سے بچے کی پرورش کا حق مانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔  
صورتِ مسئلہ میں بچوں کی پرورش کے سلسلے میں دادی کی یہ نسبت مانی زیادہ حق دار ہے۔

والدليل على ذلك:

ثم أي بعد الأم بأن ماتت، أو لم تقبل، أو أسقطت حقها، أو تزوجت باجنبي أم الأم، ثم أم الأب. (۱)  
ترجمہ: پھر ماں کے بعد، یعنی ماں مر جائے یا پرورش سے انکار کر دے یا اپنا حق ساقط کر دے یا اجنبی سے شادی کر لے تو ماں کی ماں زیادہ حقدار ہے پھر دادی۔



ماں فاسق و فاجر ہو تو حضانت کا حق دار کون؟

سوال نمبر (327):

میری بیوی کہتی ہے کہ میرے والد نے اس کے ساتھ پانچ چھ مرتبہ زنا کیا ہے، میرا والد فوت ہو چکا ہے، والد صاحب کے سابقہ کردار کی بنا پر بیوی کی بات جھوٹ بھی معلوم نہیں ہوتی، جب کہ میری بیوی اب بھی اس مرض میں گرفتار ہے، میں اس کو مزید اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا، میرے دو بچے ہیں جن کی عمر تین اور چار سال ہے، اگر میں اس بیوی کو چھوڑ دوں تو ان بچوں کا حق دار کون ہوگا؟

بیشنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جب آپ کی بیوی بھی اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ سر نے اس کے ساتھ کئی مرتبہ زنا کیا ہے اور آپ خود بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں تو آپ کی بیوی آپ پر حرام ہو چکی ہے، آپ پر لازم ہے کہ بیوی کو طلاق وغیرہ کے الفاظ کہہ کر اپنے آپ سے جدا کر دیں۔

عام حالات میں ماں سات سال تک اپنے بچے کی پرورش کی زیادہ حق دار ٹھہرتی ہے، لیکن اگر ماں ایسے فسق

و فجور میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے بچے کے اخلاق ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر اس کا حق ساقط ہو کر بچے کی نانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور جب بچوں کی عمر سات سال ہو جائے تو پھر آپ کو ان کی تربیت کا حق حاصل ہو جائے گا۔

والذي نيل علي ذلك :

(تثبت للأم ..... إلا أن تكون ..... فاجرة) فحورا يضيع الولد به، كنزنا ..... (ثم) أي بعد الأم، بأن

مات، أولم تقبل، أو استقلت حقها، أو تزوجت بأجنبي (أم الأم). (١)

تہ:

پرویش کا حق ماں کو حاصل ہے، مگر یہ کہ وہ ایسے گناہ میں مبتلا ہو جس سے بچہ ضائع ہوتا ہو، مثلاً زنا۔۔۔۔۔

بچہ ماں کے بعد یعنی ماں مر جائے یا وہ خدمت قبول نہ کرے یا اپنا حق ساقط کر دے یا کسی اجنبی سے شادی کر لے تو نانی کو پرویش کا حق ہے۔



مختلف عمر کے بچوں کی پرورش کا حق دار کون؟

سوال نمبر (328):

میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، میرے اس سے مختلف عمر کے سات بچے ہیں۔ براؤ کرم واضح فرمائیں کہ ہماری اولاد کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟

يٰۤاَيُّهَا تَوَّابُوا

الجواب وبالله التوفيق:

شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق واقع ہو جانے کے بعد مذکور بالغ اولاد کو تو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ والدین میں سے جس کے ساتھ چاہیں رہ لیں اور الگ رہنا چاہیں تو الگ رہ لیں، بیٹیوں میں سے جو قابل شہوت ہوں (اندازاً نو سال والی بیٹیاں) وہ باپ کے زیر سایہ رہیں گی، کیونکہ اس عمر میں مونث اولاد پاکدامنی اور تحفظ عصمت کی محتاج ہوتی ہیں اور یہ فریضہ باپ بطریق احسن انجام دے سکتا ہے۔ تا بالغ اولاد میں سے بیٹے سن تیز تک، جب کہ بیٹیاں مشہدۃً (نو سال کی عمر) ہونے تک ماں کے زیر تربیت رہیں گی، لیکن اس دوران بھی ان کا خرچ باپ کے ذمہ لازم ہوگا اور اس

کے بعد ان کی پرورش کا حق باپ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، بن تیز سے مراد وہ عمر ہے جس میں بچہ خود کھانے پینے، کپڑے پہننے اور خود غسل و استنجا وغیرہ کرنے کے قابل ہو جائے، عام طور پر تقریباً سات سال کی عمر میں بچہ اس قابل ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ جن صورتوں میں ماں اولاد کی تربیت کا حق رکھتی ہے، ان صورتوں میں اگر وہ بچے کے غیر ذی رحم محرم سے شادی کر لے یا کسی ناگفتہ بہ کردار میں مبتلا ہو تو پھر بچے کی تربیت کا حق نانی کو حاصل ہوگا اور اگر نانی نہ ہو تو پھر دادی یہ فریضہ انجام دے گی۔

والدلیل علی ذلک:

(والمحاضنة) اما او غیرها (أحق به) أي بالغلام، حتى يستغني عن النساء، وقد رتب سبع ..... (والأم، والحدة) لأم أو لأب (أحق بهما) بالصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ ..... (وغيرهما أحق بهما، حتى تستغني) (وعن محمد أن الحكم في الأم والحدة كذلك) وبه يغني، لكثرة الفساد ..... أما بعده، فيخير بين أبيه، وإن أراد الانفراء، فله ذلك. (۱)

ترجمہ: پرورش کرنے والی چاہے ماں ہوں یا کوئی اور ہو، لڑکے کی اس وقت تک حق دار ہے، جب تک وہ عورتوں سے مستغنی نہ ہو جائے اور اس کا اندازہ سات سال کی عمر لگایا گیا ہے۔۔۔۔۔ اور ماں اور نانی یا دادی لڑکی کی پرورش کے حق دار ہیں، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں، جب کہ ماں اور نانی یا دادی کے علاوہ دیگر لوگ اس وقت تک پرورش کے حق دار ہیں کہ لڑکی قابل شہوت ہو جائے، جو اندازاً نو سال کی عمر ہے۔۔۔۔۔ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ماں اور نانی یا دادی کے حق میں بھی یہی حکم ہے اور اسی پر فساد کی کثرت کی وجہ سے فتویٰ دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔ جب کہ بلوغ کے بعد لڑکے کو والدین کے درمیان اختیار دیا جائے گا اور اگر وہ الگ رہنا چاہتا ہو تو اس کو اس کا بھی اختیار ہے۔



باپ کی وفات کے بعد بچی کی پرورش کا حق دار

سوال نمبر (329):

میرا شوہر فوت ہو گیا ہے۔ اس سے میری دو سال کی ایک بچی ہے۔ میرے سسرال والے یہ بچی مجھ سے لینا



ہے، براے مہربانی واضح فرمائیں کہ اس کی پرورش کا حق دار کون ہے؟

بیٹھو اور جروا

میرا اب وباللہ التوفیق:

اس بچی کی پرورش کا حق دار اس کی ماں ہے، چاہے شوہر زندہ ہو یا مر چکا ہو، البتہ اگر ماں اس بچی کے ذی رحم و رحمہ کے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح کر لے یا وہ کسی ایسے فتنہ و فاجر میں مبتلا ہو جس سے بچی کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو بچہ پرورش کا حق بچی کی مائی، پھر دادی اور پھر بہن و خیرہ کی طرف بالترتیب منتقل ہوگا اور جب بچی نو سال کی ہو جائے، تو اس کے مصاہرات (دار، چچا و خیرہ) اس کو اپنی تربیت اور نگرانی میں لے سکتے ہیں۔

والد قبل علی ذلک:

(ثبت لہم) النسبۃ (والد) کنسبۃ، أو محرمۃ، أو (بعداً لغير قتلان شکون ..... فاحرة) فحورا  
بمعنی لولد بہ ..... (ثم) بعد الأم، بان ماتت، أو لم تغفل، أو استطعت حتماً، أو تزوجت بأجنبي (أم الأم، ثم  
اب ..... ثم الأخوت)، (۱)

ترجمہ:

پرورش کا حق خاوند سے جدائی کے بعد بھی نسباً ماں کو حاصل ہے، اگرچہ وہ کتابی یا مجوسی ہو۔۔۔۔۔ مگر یہ کہ وہ ایسے  
گنہگار ہو جس سے بچہ ضائع ہوگا۔۔۔۔۔ پھر ماں کے بعد، یعنی ماں مر جائے یا وہ یہ خدمت قبول نہ کرے یا اپنا حق  
برقرار نہ کرے یا کسی وجہ سے شادی کر لے تو نانی کو پرورش کا حق ہے، پھر دادی۔۔۔۔۔ اور پھر بہن کو۔  
(۱) (۲) (۳) (۴)

نسیانیت کی طرف میلان رکھنے والی ماں کا حق حضانت

سوال نمبر (330):

میرے بیٹے کی شادی ایک ایسی لڑکی سے ہوئی جو نسیانیت چھوڑ کر مسلمان ہوئی ہے، لیکن اس کے والدین  
اب بھی عیسائی ہیں، یہ لڑکی کلمہ وغیرہ پڑھنے کے باوجود نسیانیت کی طرف رجحان رکھتی ہے، بعض اوقات چرچ بھی جاتی  
ہے اور پوچھنے پر تلافی سے کہہ دیاں پرانی سہیلیوں سے ملنے جاتی ہوں، ایک دفعہ اس کے پاس صلیب کا نشان بھی دیکھا

گیا ہے، لیکن اس نے کبھی اسلام کے خلاف کوئی بات واضح نہیں کی، بلکہ بدستور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اقرار کرتی ہے، کچھ ہی دن پہلے میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے، اس کی آٹھ ماہ کی ایک بیٹی ہے جو اپنی (اس کا فرہ) ماں کے پاس ہوتی ہے ہم اس کے بارے میں کافی پریشان ہیں کہ کہیں اس پر بھی اس کی ماں کا اثر نہ ہو جائے، ہم چاہتے ہیں کہ بچی کی دادی اس کی پرورش کرے، شریعت مطہرہ ایسی صورت میں کیا حکم دیتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب وبالله التوفیق:

مذکورہ بالا صورت میں جب کہ ماں کلمہ طیبہ پڑھ کر اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتی ہے اور کوئی یقینی کفریہ حرکت یا بات بھی نہیں کرتی تو اس کو کا فرہ کہنا درست نہیں، البتہ اگر وہ واقعی بیان کردہ حالات کے مطابق مسلمان ہونے کے باوجود عیسائیت کی طرف میلان رکھتی ہو تو جب بچی عمر کی اس حد تک پہنچ جائے کہ جس میں اس کو مزید ماں کے ساتھ چھوڑنے میں ماں کے غلط خیالات سے اس کے متاثر ہونے کا خوف ہو تو اس وقت اس کو ماں سے علیحدہ کر لینا چاہیے، اس وقت اس کی حضانت کا حق اس کی دادی کو حاصل ہو جائے گا۔

والد تئیل علی ذلک:

(والذمیه أحق بولدھا المسلم مالم یعقل الأديان)..... فإذا عقل الأديان، ينزع منها الاحتمال

الضرر..... فظاهره أنه إذا خيف أن يآلف الكفر نزع منها، وإن لم يعقل ديناً. (۱)

ترجمہ: ذمیا اپنے مسلمان بچے کی حضانت کی زیادہ حق دار ہے، جب تک کہ بچہ دین کو سمجھنے نہ لگے۔۔۔۔۔ جب بچہ ادیان کو سمجھنے لگے تو احتمال ضرر کی بنا پر وہ ماں سے لے لیا جائے گا۔۔۔۔۔ ظاہر یہ ہے کہ جب بچے پر کفر کی طرف میلان کا خوف ہونے لگے تو اسے ماں سے لے لیا جائے گا، اگر چہ وہ کسی دین کو نہ سمجھتا ہو۔



ناچاتی کی صورت میں بچوں کی حضانت کا حق دار

سوال نمبر (331):

ایک عورت شوہر کے گھر سے زوٹھ کر ماں باپ کے گھر چلی گئی ہے، البتہ اس کو ابھی تک طلاق نہیں ہوئی، ان کی

ایک دو سال بچی ہے، شوہر کا کہنا ہے کہ چونکہ اس نے بیوی کو طلاق نہیں دی، اس لیے مدت رضاعت کے بعد بچی میرے ساتھ رہے گی، آپ وضاحت کریں کہ طلاق سے پہلے یا بعد میں اس بچی کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟

بیِّنُوا تَوْجَرُوا

الجواب وبالله التوفيق:

جس وقت تک بچہ اپنی ضروریات (کھانا، پینا، قضاے حاجت وغیرہ) خود پوری نہیں کر سکتا، اور بچی عمر کی اس حد تک نہ پہنچے جس میں قابل شہوت ہو جائے، تب تک بچے اور بچی کی پرورش کی حق دار اس کی ماں ہے، چاہے میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہوئی ہو یا نہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر ماں کسی ایسے فتنہ و فحور میں مبتلا نہ ہو جس سے بچی کے اخلاق ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو بچی کی عمر نو سال ہونے تک ماں اس کی پرورش کی حق دار ہے۔ نو سال کے بعد اس کا باپ اس کی پرورش کا حق دار ہے۔

والدليل على ذلك:

(تثبت للام) النسبية (ولو) كتابية، أو محوسية، أو (بعد الفرفة). قال العلامة الطحطاوي: قوله: (أو بعد الفرفة) أي هذا إذا كان قبل الفرفة، بل ولو كان بعدها. (۱)  
ترجمہ: پرورش کا حق نسب کی ماں کو حاصل ہے، اگرچہ وہ کتابی یا محوسی یا (یہ پرورش خاوند سے) جدائی کے بعد ہو۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ماتن کے قول ”أو بعد الفرفة“ کا معنی یہ ہے کہ ماں کے لیے یہ پرورش کا حق جدائی واقع ہونے سے پہلے بھی ہے، اور اگر جدائی واقع ہو جائے تب بھی اسے ہی پرورش کا حق ہے۔

(والأم، والجدّة) لأم أو لأب (أحق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ..... (وغيرهما أحق بها، حتى تستهي) يوفتر تسع..... (وعن محمد أن الحكم في الأم والجدّة كذلك) وبه يفتي، لكثرة الفساد. (۱)  
ترجمہ: اور ماں اور نانی یا دادی لڑکی کی پرورش کی حق دار ہیں، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں، جب کہ ماں اور نانی یا دادی کے علاوہ دیگر اس وقت تک پرورش کی حق دار ہیں کہ لڑکی قابل شہوت ہو جائے، جو اندازاً نو سال کی عمر ہے۔۔۔ امام محمد سے روایت ہے کہ ماں اور نانی یا دادی کے حق میں بھی یہی حکم ہے اور اسی پر فساد کی کثرت کی وجہ سے فتویٰ دیا جاتا ہے۔



(۱) الطحطاوي، السيد احمد، حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الحضانة: ۲/۲۷۲، المكتبة العربية كوتہ

(۲) الدر المختار على صدر رد المختار، باب الحضانة: ۵/۲۶۷-۲۷۰

## باب العدة

## (مباحث ابتدائیہ)

## تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

عدت سے شریعت کا بنیادی مقصد نسب کا تحفظ ہے۔ اسلام کی نظر میں نسب کی ایک خاص اہمیت ہے اور اس پر خاندانی زندگی کا مدار و انحصار ہے۔ اگر باپ کی شناخت باقی نہ رہے اور اولاد کو ان کا حقیقی خاندان میسر نہ آ سکے تو پھر انسان اور حیوان کے درمیان فرق ختم ہو جائے گا۔ اسی لیے اسلام نے عورت کا ایک مرد کے بعد دوسرے مرد کے نکاح میں جانے کے درمیان ایک وقفہ رکھا ہے، تاکہ نسب میں اختلاف نہ ہو۔ اسی وقفہ کا نام عدت ہے۔ (۱)

عدت سے نہ صرف یہ کہ رحم کی صفائی کا علم ہوتا ہے، بلکہ اس میں شوہر، بچے، بیوی اور خود اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی مضمر ہیں۔ عدت سے نکاح کی عظمت و شرافت کا اظہار ہوتا ہے، شوہر کو طلاق رجعی کی صورت میں تاہم ہو کر رجوع کا حق باقی رہتا ہے، پیٹ میں موجود حمل (بچے) کے نسب کو تحفظ مل جاتا ہے، عورت کو اپنے مستقبل کے بارے میں آزادانہ سوچ و پکار کا موقع مل جاتا ہے؛ غرض اسلام کا قانون عدت سراسر خیر و مصلحت پر مبنی ایک مستحکم ضابطہ ہے جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں مل سکتی۔ (۲)

## عدت کی لغوی تعریف:

عدت لغت میں شمار کرنے اور گننے کے معانی میں آتا ہے، البتہ عین کے ضمہ کے ساتھ اس کا معنی ہے: ”التہیول للأمر“ یعنی کسی کام کے لیے خود کو تیار کرنا۔ (۳)

## عدت کی اصطلاحی تعریف:

علامہ حاکمی فرماتے ہیں:

”ترہص يلزم المرأة عند زوال النكاح أو شبهته كنكاح فاسد ومزفوفة لغیر زوجہا“.

(۱) قاموس الفقہ ۱/ ۲۷۴

(۲) تعلیق علی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/ ۱۷۷، قاموس الفقہ، مادة عدت: ۴/ ۳۷۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/ ۱۷۷

ندت اس مخصوص انتشار کا نام ہے جو عورت پر نکاح یا شبہ نکاح زائل ہونے کی وجہ سے لازم ہو جائے۔

شبہ نکاح سے مراد نکاح فاسد یا غلطی سے کسی دوسری عورت کے ساتھ شبہ زفاف گزارنا ہے۔ (۱)

علامہ کا سائی فرماتے ہیں:

”هی اسم لأجل ضرب لانقضاء ماہی من آثار النکاح.“ (۲)

نکاح کے بقیہ آثار و احکام کو ختم کرنے کے لیے مقرر کی جانے والی مدت کا نام ندت ہے۔

### باب العدة سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) ندت.....: تعریف گزر گئی۔

(۲) معتدہ.....: وہ عورت جس پر ندت واجب ہو۔

(۳) معتدة الطهر.....: وہ عورت جس کو بندش حیض کا طویل وقفہ درپیش ہو۔

(۴) معتدة الحیض.....: وہ عورت جس کو مسلسل خون آتا ہو۔

### باب العدة سے ملتی جلتی دیگر اصطلاحات:

(۱) استبراء.....: استبراء باندی پر لازم ہونے والی اس مدت کا نام ہے جس میں اس کے رحم کی صفائی ہو سکے۔ ندت اور استبراء دونوں کا مقصد برائت رحم ہے۔ البتہ استبراء صرف ایک حیض کے ذریعے اس وقت کی جاتی ہے، جب رحم کی

صفائی کا یقینی ظہور نہ ہو، جب کہ ندت بہر صورت تین حیض کے ساتھ ہوتی ہے، چاہے برائت رحم کا یقین ہو یا نہ ہو۔

(۲) إحداد.....: مخصوص احوال میں عورت کا زیارت و سناٹا چھوڑنا احداد، یعنی سوگ کہلاتا ہے۔ سوگ ندت کے احکام

میں سے ایک حکم ہے۔ (۳)

### ندت کی مشروعیت:

سبب ندت (طلاق، تفریق قاضی یا خاندان کی موت) پائے جانے کے بعد عورت پر ندت لازم ہونے میں

تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ ان کا استدلال قرآن، حدیث اور اجماع تینوں سے ہے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۱۷۹

(۲) مدنی النصاب، کتاب الطلاق، فصل فی ما یعلق بتوابع الطلاق: ۴/۱۱۴

(۳) الموسوعة الفقهية، مادة عدت: ۲۹/۳۰۵، ۳۰۴

قرآن کریم میں ہے: ﴿وَالْمُطَلَّغَةُ تَنْتَضِعُ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ (۱)

دوسری جگہ ہے:

﴿وَاللَّيْئِي يَتَسَنَّ مِنَ الْمُحْجِضِ مِنْ نَسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّتِي لَمْ يَحْضَنْ وَأُولَٰئِكَ

الْأَحْمَالُ أَنْ يُضَعْنَ حَمَلَتَيْنِ﴾ (۲)

تیسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرْتَضِعْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ (۳)

معدۃ الوفات کے بارے میں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے:

کسی مسلمان عورت کے لیے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، تین دنوں سے زیادہ کا سوگ

جائز نہیں، سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دنوں کا سوگ کیا جاتا ہے۔ (۴)

اور معدۃ الطلاق کے بارے میں آپ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس سے فرمایا:

”اعندي في بيت ابن ام مكنوم“

ترجمہ: ابن ام مکنوم کے گھر میں عدت گزار لو۔ (۵)

### عدت واجب ہونے کے اسباب:

حنفیہ کے ہاں سبب عدت پائے جانے کے فوراً بعد عورت پر عدت لازم ہو جاتی ہے، اگرچہ اس کو سبب کا علم

نہ ہو۔ عدت کے اسباب یہ ہیں۔

(۱) نکاح صحیح میں دخول (صحبت) یا خلوت صحیحہ کے بعد بیوی کو طلاق دینا۔

(۲) نکاح صحیح میں دخول سے پہلے یا بعد شوہر کا فوت ہو جانا۔

(۳) نکاح صحیح میں قاضی کی تفریق اور لعان وغیرہ کی وجہ سے زوجین میں جدائی کا پایا جانا۔

(۱) البقرة: ۲۲۸ (۲) الطلاق: ۴

(۳) البقرة: ۲۲۴

(۴) الصحيح لمسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحدا في عدة الوفاة: ۱/۸۶، بیج ایم سعید کمپنی

(۵) الصحيح لمسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها: ۱/۸۳

(۳) نکاح فاسد میں عورت کے ساتھ دخول کے بعد جدائی یا تفریق قاضی کا پایا جانا۔ (۱)

عدت کا رکن:

عدت کا رکن وہ تمام افعال ہیں جن پر عمل کرنا عورت کے لیے اس مخصوص مدت میں لازم ہوتا ہے، جیسے شوہر کے گھر میں رہنا، زینت و زیبائش سے پرہیز کرنا، کسی اور سے نکاح کرنے سے باز رہنا وغیرہ جیسے امور عدت کے ارکان ہیں۔

عدت کی شرط:

نکاح یا شبہ نکاح کا کسی بھی طریقے (موت الزوج، طلاق، تفریق، لعان) سے زائل اور ختم ہو جانا عدت کے وجوب کے لیے واحد شرط ہے۔ (۲)

عدت کی قسمیں:

عدت کی تین قسمیں ہیں: حیض کے ساتھ عدت گزارنا، ہیبتوں کے ساتھ عدت گزارنا اور وضع حمل کے ذریعے عدت گزارنا۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) عدت بالاقرء، یعنی حیضوں کے ساتھ عدت گزارنا:

حیض کے ہاں درج ذیل صورتوں میں آزاد عورت تین مکمل حیضوں کے ساتھ عدت گزارے گی، چاہے وہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو، بشرطیکہ اسے حیض آتا ہو:

(۱) نکاح صحیح کی صورت میں شوہر بیوی کو طلاق دے دے۔

(۲) نکاح صحیح کی صورت میں میاں بیوی کے مابین قاضی بغیر طلاق کے تفریق کر دے، بشرطیکہ مذکورہ دونوں صورتوں میں دخول یا خلوت صحیح ہو چکی ہو۔

(۳) نکاح فاسد کی صورت میں شوہر نے بیوی سے صحبت کی ہو اور قاضی ان کے مابین تفریق کر دے یا شوہر خود اس کو چھوڑ دے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۱۸۰، ہدایع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما یتعلق بتواہع

الطلاق: ۴/۴۱۵، وفصل فی مقادیر العدة ومانتہی بہ: ۴/۴۲۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۱۸۰

(۴) نکاح فاسد کی صورت میں دخول کے بعد شوہر کی موت واقع ہو جائے، تب بھی حیض والی عورت تین حیض کے ساتھ عدت گزارے گی، اس لیے کہ نکاح فاسد میں شوہر اور فاسد نکاح ختم ہونے پر سوگ اور غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (۱)  
 (۵) شبہ نکاح (مثلاً شادی کی پہلی رات غلطی سے کسی دوسری عورت سے جماع کرنے) کی صورت میں جس عورت سے جماع ہو جائے، وہ بھی احتیاطاً تین حیض کے ساتھ عدت گزارے گی، تاہم یہ عدت وہ زوج اول کے ساتھ گزارے گی اگر شادی شدہ ہو۔ (۲)

(۶) ام ولد آزاد ہو جائے یا اس کا آقا مر جائے تو وہ بھی تین حیض کے ساتھ عدت گزارے گی۔ (۳)  
(۲) مہینوں کے ساتھ عدت گزارنا:

مہینوں کے ساتھ عدت گزارنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت.....: پہلی صورت وہ ہے جس میں مہینے حیض کے قائم مقام ہوں، یعنی جن چھ صورتوں (جن کا تذکرہ اوپر ہوا) میں تین حیض لازم ہوں، وہاں پر حیض نہ آنے کی وجہ سے تین مہینے ان تین حیضوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔ تین مہینوں سے مراد قمری مہینے ہیں، البتہ اگر مہینے کے درمیان میں تفریق آجائے تو پھر مکمل نوے (۹۰) دن تک عدت گزارنا واجب ہوگا۔ مذکورہ عدت تین قسم کی عورتوں پر واجب ہے:

(۱) نابالغہ صغیرہ عورت۔

(۲) آنکسہ یعنی وہ عورت جو کبر سن کی وجہ سے حیض آنے سے عاری ہو۔

(۳) اور وہ عورت جس کو بالکل حیض نہ آتا ہو۔ (۴)

(۲) دوسری صورت.....: دوسری صورت وہ ہے جس میں مہینے بذات خود اصل اور مقصود ہوں، جیسے ”شوہر کی موت“ کی صورت میں ”عدۃ الوفاة“ گزارنا۔ غیر حاملہ عورتوں کے لیے عدت وفات چار ماہ دس دن ہے۔ (۵)

(۱) الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴۲۹/۲، المعیزان

(۲) الہدایۃ حوالہ بالالہ للدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۱۹۹، ۱۹۸/۵

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما یتعلق بتوابع الطلاق: ۴/۱۱۵-۱۱۸، وفصل فی مقادیر العدة وما تنقضی بہ:

۴۲۴، ۴۲۳/۱

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی مقادیر العدة وما تنقضی بہ: ۴/۴۲۸، ۴۲۹، وفصل فی عدۃ الأشهر: ۴/۴۱۸

(۵) البقرة: ۲۳۴





شکل و صورت ظاہر ہو چکی تھی اور وہ ساقط ہو گیا تو اس کی بات قسم کے ساتھ مان لی جائے گی، اس لیے کہ شریعت نے اس معاملے میں عورت ہی کو اٹھن بتایا ہے:

﴿وَلَا يَجِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ﴾ (۱)

تاہم اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تمام حمل ساقط ہو گیا ہو۔ اگر پیٹ میں حمل کا کچھ حصہ یا دوسرا بچہ موجود ہو تو اس کے ساقط ہونے تک عدت برقرار رہے گی۔

اور اگر حیض والی عورت مطلقہ ہو اور وہ تین حیض گزرنے کی خبر دے تو گزرنے والی مدت کو دیکھا جائے گا کہ آیا یہ مدت اس قابل ہے کہ اس میں تین حیض گزر جائیں یا نہیں۔ اگر واقعی وہ مدت اتنی وسیع ہو تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی، ورنہ نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں یہ مدت کم از کم ساٹھ دن پر مشتمل ہوگی، جب کہ صاحبین کے ہاں انٹالیس دن بھی کافی ہیں، تاہم امام صاحب کے قول پر عمل کرنا زیادہ محتاط اور مناسب ہے۔ (۲)

### عدت کب ختم متصور کی جائے گی؟

اگر تیسرا حیض دس دن گزرنے پر ختم ہو جائے تو عورت کی عدت بالاتفاق گزر گئی، اگرچہ اس نے غسل نہ کیا ہو، اس لیے کہ دس دن سے زائد حیض کا اعتبار نہیں، لہذا شوہر کے لیے اب بیوی سے رجوع کا حق باقی نہیں رہا، البتہ اگر دس دن سے پہلے خون بند ہو جائے تو جب تک وہ غسل نہ کرے یا تیمم کر کے اس سے نماز نہ پڑھ لے یا کسی فرض نماز کا وقت گزر نہ جائے تو وہ عدت ہی میں شمار ہوگی، لہذا رجوع کا حق بھی باقی رہے گا۔ (۳)

### عدت کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا:

عدت کی تین قسموں میں سے ایک قسم دوسری قسم کی طرف منتقل ہو سکتی ہے جس کی چار صورتیں ہیں۔

#### (۱) مہینوں سے حیض کی طرف انتقال:

اگر مہینوں کے ساتھ عدت گزارنے کے دوران صغیرہ یا بالذ (جس کو حیض نہیں آتا تھا) کا حیض جاری ہو جائے تو وہ از سر نو تین حیض کے ساتھ عدت گزارے گی، البتہ اگر تین مہینے پورے ہونے کے ایک لحظہ بعد بھی حیض شروع

(۱) البقرة: ۲۲۸

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی ما یعرف به انقضاء العدة: ۴/۴۳۴ بالفوا المختار مع رد المحتار، کتاب

الطلاق، باب العدة: ۵/۱۹۱، ۱۹۰ بحوالہ هذا ۵/۲۰۸، ۲۰۷

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط حواجز الرجعة: ۴/۳۹۶، ۳۹۷

ہو جائے تو انتقال نہیں ہوگا۔ یہی حکم حنفیہ کے رائج قول کے مطابق آئمہ کا بھی ہے۔ آئمہ سے مراد وہ عورت ہے جو چار یا پچھن سال یا کبیر سنی کو پہنچ جائے کے بعد حیض سے بری ہو جائے۔

### (۲) حیض سے مہینوں کی طرف انتقال:

مثلاً حیض والی عورت کی عدت میں ایک یا دو حیض گزر گئے، اس کے بعد وہ حیض سے مایوس ہو گئی تو اب وہ از سر نو تین مہینوں کے ساتھ عدت گزارے گی۔ (۱)

### (۳) عدت طلاق سے عدت وفات کی طرف انتقال:

..... اگر کسی شخص نے حالت صحت یا مرض الموت میں بیوی کو طلاق رجعی دی اور دوران عدت خاوند کا انتقال ہوا تو اس کی عدت خاوند کی وفات کے بعد بالاتفاق عدت طلاق سے عدت وفات کی طرف منتقل ہو جائے گی اور وہ میراث کی بھی مستحق ہوگی۔  
..... اگر حالت صحت میں طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دی ہو تو اس کی عدت بالاتفاق منتقل نہیں ہوگی۔

..... اگر بیوی کے مطالبے پر طلاق بائن دی ہو (چاہے صحت میں ہو یا مرض الموت میں) تب بھی عدت منتقل نہیں ہوگی۔  
..... اگر مرض الموت میں بیوی کے نہ چاہتے ہوئے بھی طلاق بائن دی اور پھر اس مرض میں فوت ہو گیا تو عورت پر احتیاطاً بعد از اہلین یعنی عدت طلاق اور عدت وفات میں سے جو عدت زیادہ لمبی ہو، وہی واجب ہوگی اور عورت کو میراث بھی ملے گی۔ (۲)

### (۴) حیض یا مہینوں سے وضع حمل کی طرف انتقال:

اگر معتدہ کو حیض یا مہینوں سے عدت گزارتے ہوئے حمل کا احساس ہوا تو عدت وضع حمل کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ یہ قول علامہ کرخی کا ہے۔ علامہ کاسانی نے امام محمد کا قول نقل کر کے عدم انتقال کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

### طویل وقفہ حیض والی عورت (معتدۃ الحیض):

کسی عورت کو مسلسل خون جاری ہو اور بند ہی نہ ہوتا ہو تو اس کی عدت سات ماہ ہے۔ دس دس دن تین حیض کے اور دو ماہ وقفہ طہر کے جو کل ملا کر سات مہینے بنتے ہیں۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (۴)

(۱) بدائع الصنائع، فصل فی انتقال العدة: ۴/۴۳۷، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة:

۱۹۴/۵-۱۹۶- (۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی انتقال العدة: ۴/۴۳۸، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب

طلاق، باب طلاق المریض: ۳/۵، الہدایہ، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲/۲۹۹، بالمیزان

(۳) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی انتقال العدة: ۴/۴۳۹

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۱۸۷

طویل وقتہ طہر والی عورت (ممتدة الطہر):

اگر کسی عورت کی عدت حیض سے شروع ہوئی اور اس کے بعد حیض کا سلسلہ ایسا بند ہوا کہ خون آتا ہی نہیں تو حیض کے اصل مذہب کے مطابق ایسی عورت جب تک سن ایسا (حیض سے مایوسی کی عمر، یعنی پچاس یا پچہن سال) کو نہ پہنچ جائے، عدت ہی میں تصور کی جائے گی۔ لیکن چونکہ اس میں بڑی دقت ہے، اس لیے علامہ ”حسکلی“ اور علامہ شامی نے مالکیہ کی رائے پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔ مالکیہ کے ہاں ایسی عورت کی عدت ایک سال ہے۔ چونکہ عام طور پر حمل نو ماہ کے لیے رہتا ہے، اس لیے یہ مدت شبہ حمل کو دور کرنے اور اطمینان قلب کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ (۱)

عدت کے احکام:

عدت کے بعض احکام تو بذات خود عورت سے متعلق ہیں جن کی بحث آگے آرہی ہے، البتہ مرد سے متعلق چند احکام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ احکام پر عدت کا اطلاق نہ تو لفظاً صحیح ہے اور نہ شرعاً بلکہ یہ عدت کے وہ بعض آثار ہیں جن کا تعلق مرد کے ساتھ ہوتا ہے، اس لیے فقہاء ”باب العدة“ میں ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) حیض کے ہاں طلاق رجعی اور طلاق بائن دونوں کی عدت میں مرد کے لیے مطلقہ بیوی کی ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، بہنچی وغیرہ سے نکاح یا چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دینے کے بعد اس کی عدت میں پانچویں سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔ علامہ شامی نے اس لیے اسے مواضع بتائے ہیں، جہاں پر دوسرا نکاح کرنے کے لیے مرد پر مطاقہ عورت کی عدت گزرنے تک انتظار واجب ہوتا ہے۔ (۲)

(۲) عدت کے دوران شوہر کے لیے مطلقہ بیوی کو ایک اور طلاق دینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ: (الف)..... عورت پہلے سے تین طلاقیں کے ساتھ منغلظہ نہ ہو۔ (ب)..... طلاق بائن دینے کے بعد طلاق بائن بالکنا یا ت نہ ہو۔ (۳)

عورت سے متعلق عدت کے احکامات:(۱) پیغام نکاح:

عدت کی حالت میں کسی اجنبی شخص کے لیے صراحۃً عورت کو نکاح کا پیغام دینا درست نہیں، البتہ مظاہر رحمہ

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ۵/۱۸۵، ۱۸۶، از قاموس الفقہ ۴/۴۷۷

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب عشرون موضعاً بعد فیہا الرحل، ۵/۱۷۸

(۳) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب عشرون موضعاً بعد فیہا الرحل، ۵/۱۸۰

اور طلاق یا بتر کے علاوہ دوسری معتمدہ عورتوں (مثلاً: مطلقہ، ملانہ، حائضہ، اوفاء وغیرہ) کو اشارہ کیا پیغام دینا درست ہے (۱)

### (۲) نکاح:

عدت کی حالت میں کسی انہی کے لیے معتمدہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں، چاہے عدت طلاق، حیض یا عدت  
نسخ ہو یا عدت وفات ہو اور چاہے طلاق رسمی ہو یا طلاق بائن یا طلاق مغلطہ ہو، البتہ طلاق مغلطہ کے علاوہ صورتوں میں  
شوہر خود نکاح کر سکتا ہے۔ (۲)

### (۳) شوہر کے گھر میں عدت:

معتمدہ عورت پر شوہر کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے، اگرچہ طلاق یا شوہر کی موت کے وقت کسی اور جگہ ہو  
لہذا اس کے لیے شوہر کے گھر لوٹ کر آنا ضروری ہے۔ شوہر کے گھر سے مراد وہ گھر ہے جس میں طلاق یا موت سے قبل  
دونوں رہ رہے ہوں، اگرچہ وہ کسی اور کی ملکیت ہو۔ (۳)

### (۴) شوہر کے گھر سے نہ نکلنا:

حنفیہ کے ہاں مطلقہ رہیے، باندہ اور مغلطہ تینوں کے لیے دن رات کسی بھی وقت بلا عذر شوہر کے گھر سے  
نکلنا جائز نہیں۔ پھر جس طرح خود نکلنا جائز نہیں، اسی طرح شوہر یا اس کے ورثہ کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ معتمدہ عورت  
کو گھر سے باہر نکال دے، البتہ متولیٰ عنہا زوجہ، یعنی بیوہ عورت عدت کے دوران دن کے وقت شدید ضرورت اور نان  
نقد کی کمائی کے لیے باہر جاسکتی ہے، تاہم وہ باہر کہیں رات نہیں گزار سکتی۔

البتہ معتمدہ عورت کو اگر اس گھر میں اپنی عزت یا مال کا خطرہ ہو یا گھر خستہ حالی کی وجہ سے منہدم ہو رہا ہو یا گھر کا  
کرایہ دستیاب نہ ہو یا طلاق بائن اور طلاق مغلطہ کی صورت میں شوہر کی دست درازی اور انتہاء فسق کا اندیشہ ہو تو وہ کسی  
قریبی محفوظ جگہ منتقل ہو سکتی ہے جہاں وہ مکمل عدت گزارے گی۔ (۴)

حنفیہ کے ہاں نکاح فاسد کی وجہ سے عدت گزارنے والی عورت کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے،  
تاہم شوہر کو منع کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس طرح صغیرہ معتمدہ بھی عدت کے دوران گھر سے باہر جاسکتی ہے، البتہ

(۱) التفسیر الکبیر للرازی، بالقرۃ: ۲۳۵، ص: ۶۶۹/۲، بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی احکام العدة: ۱/۴۹۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی احکام العدة: ۱/۴۴۵، ۴۴۶

(۳) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ۵/۲۲۵

(۴) الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۲۲۵، ۲۲۷، بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی احکام العدة: ۴/۱۱۹، ۱۵۱

طلاق رجعی میں اس کا باہر نکلنا شوہر کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (۱)

### (۵) سفر کرنا یا سفر میں لے جانا:

مطلقہ رجعیہ، اپنے اور مغلطہ تینوں کے لیے نہ تو خود سفر کرنا جائز ہے اور نہ شوہر ان کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاسکتا ہے، اگرچہ حج کیوں نہ ہو اور چاہے محرم کے ساتھ، ویسا غیر محرم کے ساتھ، البتہ مطلقہ رجعیہ سے رجوع کرنے کے بعد یا رجوع کے ارادے سے شوہر اس کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاسکتا ہے۔ (۲)

### (۶) سوگ:

حنفیہ کے ہاں بیوہ معتدہ پر بالاتفاق سوگ اور ترک زینت واجب ہے اور مطلقہ رجعیہ کے لیے بالاتفاق ترک سوگ مستحب ہے۔ بقیہ میں تفصیل ہے جو باب الاحداد میں ذکر ہوگی۔ (۳)

### (۷) نفقہ اور سکنتی:

درج ذیل صورتوں میں شوہر پر نفقہ اور سکنتی واجب ہے:

- (۱) طلاق رجعی کی عدت میں بالاتفاق نفقہ اور سکنتی شوہر پر واجب ہے۔
  - (۲) اگر طلاق بائن یا مغلطہ ہونے کی صورت میں عورت حاملہ ہو، تب بھی بالاتفاق نفقہ اور سکنتی واجب ہے۔
  - (۳) اگر مذکورہ صورت میں عورت حاملہ نہ ہو تو بھی حنفیہ کے ہاں نفقہ اور سکنتی واجب ہے۔
- جب کہ درج ذیل صورتوں میں نفقہ اور سکنتی واجب نہیں:

- (۱) عدت وفات کا نفقہ شوہر پر بالاتفاق واجب نہیں۔
- (۲) نکاح فاسد سے عدت گزارنے والی کے لیے بھی نفقہ اور سکنتی نہیں۔ (۴)

### (۸) میراث:

حنفیہ کے ہاں صرف دو قسم کی معتدہ عورتیں میراث کی حق دار ہیں:

(۱) بدائع الصنائع ایضاً: ۱/۴۵۴، ۴۵۵، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحدود: ۱/۵۲۳-۵۲۶

(۲) بدائع، کتاب الطلاق، فصل فی احکام العدة: ۱/۴۵۱-۴۵۳

(۳) بدائع الصنائع حوالہ بالا: ۱/۴۵۶-۴۶۲، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۱/۴۷۳ (۴) بدائع، کتاب

الطلاق، فصل فی احکام العدة: ۱/۴۶۳-۴۷۹

(۱) مطلقہ رجعیہ کی عدت میں شوہر کا انتقال ہو جائے۔

(۲) مرض یا عدت میں بیوی کے نہ چاہتے ہوئے شوہر نے طلاق بائن دی ہو اور پھر شوہر عدت کے دوران اسی مرض سے وفات پا جائے۔ (۱)

### (۹) معاشرت:

طلاق بائن یا طلاق مغلظ کی عدت گزارنے والی عورت شوہر کے لیے اجنبیہ کی طرح ہے، لہذا اُس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور خلوت شوہر کے لیے جائز نہیں۔ علامہ حسکتی فرماتے ہیں کہ قاضی کو چاہیے کہ وہ ان کے مابین ایک ایسی عورت مقرر کر دے جو میاں بیوی کو باہمی میل جول اور ملاپ سے روکنے پر قادر ہو۔ (۲) تاہم یہ حکم مطلقہ رجعیہ کے لیے نہیں۔ اُس کے ساتھ شوہر کا میل جول اور ملاپ اگر رجوع کی نیت سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (۳)

رجوع بالفعل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یا تو شوہر شہوت کے ساتھ تقبیل اور بوس و کنار وغیرہ کرے یا اُس کے عضو مخصوص کے داخلے جسے کو شہوت کی نظر سے دیکھے۔ اگر شہوت نہ ہو، تب رجوع کی نیت ضروری ہوگی۔ اگر رجوع کی نیت یا شہوت ایک بھی نہ ہو تو پھر شوہر کے لیے بیوی کے ساتھ میل جول اور سفر کرنا وغیرہ مکروہ ہے۔ (۴)

### (۱۰) ثبوت نسب:

اس کی تفصیل باب ثبوت النسب میں گزر چکی ہے۔

### (۱۱) معتدہ کو زکوٰۃ دینا:

جن صورتوں میں شریعت کی جانب سے عدت کے دوران شوہر پر نفقہ واجب ہے۔ اُن صورتوں میں وہ اپنی

طاقت پوری کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور جن صورتوں میں نفقہ لازم نہ ہو، اُن میں زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (۵)

(۱) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض: ۳/۵، بدائع الصنائع کتاب الطلاق، فصل فی

انفال العدة: ۴۳۸/۴، فصل فی حکم الطلاق: ۳۸۷/۴، فصل فی احکام العدة: ۵۰۹/۴

(۲) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ۲۲۷/۲۲۶/۵

(۳) بدائع کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق: ۳۸۷/۴

(۴) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۱/۱۶۹-۴۷۳

(۵) الدر المختار مع رد المختار، کتاب الزکوٰۃ، باب المصروف: ۲۹۴/۳، بالہدایہ مع فتح القدیر، کتاب الزکوٰۃ، باب من

یحوز دفع الصدقة إلیہ ومن لا یحوز: ۲/۲۰۹

## مسائل العدة

(عدت سے متعلق مسائل کا بیان)

معتدہ وفات کا بھائی کے فوت ہونے پر گھر سے نکلنا

سوال نمبر (332):

کسی عورت کا خاوند فوت ہو جانے کے تین چار دن بعد بھائی فوت ہو جائے تو کیا از روئے شریعت یہ معتدہ عورت بھائی کی آخری زیارت کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے؟  
بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی عبارات سے یہ بات عیاں ہے کہ معتدہ وفات کو اگر بقدر کثایت نان نفقہ میسر نہ ہو تو وہ دن کے کچھ حصے میں طلب معاش کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے، تاہم اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ کام سے فراغت پر جلد از جلد خاوند کے گھر پہنچے، نیز اسے رات شوہر کے گھر میں بسر کرنا ضروری ہے۔  
صورت مسئلہ میں اگر عدت وفات میں کسی عورت کا بھائی فوت ہو تو اس کے آخری دیدار کے لیے جانا مریض ہے، تاہم اسے رات اپنے گھر میں گزارنا ضروری ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

فالظاهر من كلامهم جواز خروج السعدة عن وفاة نهاراً ولو كانت قادرة على النفقة، ولهذا استدلال أصحابنا بحديث قریعة بنت أبي سعيد الخدري رضي الله عنهما أن زوجها لما قتل أتت النبي ﷺ فاستأذنته في الانتقال إلى بني خدره، فقال لها: أمكني في بيتك حتى يبلغ الكتاب أجله، فدل على حكمين (إباحة الخروج بالنهار، حرمة الانتقال حيث لم ينكر خروجها، ومنعها من الانتقال). (۱)

ترجمہ: یس ان کے کلام سے معتدہ وفات کا دن میں نکلنے کا جواز ظاہر ہوتا ہے، اگرچہ وہ نفقہ پر قادر نہ ہو۔ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے قریعہ بنت ابی سعید الخدري رضي الله عنهما کی حدیث سے استدلال کیا کہ جب اس کا خاوند قتل کیا گیا تو وہ آپ ﷺ کے پاس آئی اور بنی خدرہ منتقل ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ: ”اپنے گھر میں

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فی الإحداد، تحت قوله (ومعتدة الوفاة تخرج يومئذ) ۲۵۹/۴



انتظار کرو، یہاں تک کہ وقت مکمل ہو جائے۔ پس یہ دو حکموں پر دلالت کرتی ہے کہ دن کے وقت نکلنا جائز ہے اور منتقل ہونا منوع ہے، کیونکہ اس کے نکلنے پر آپ ﷺ نے منع نہیں کیا، لیکن منتقل ہونے سے اس کو منع کیا۔

**معتدہ وفات کا خاوند کے چہلم کے لیے گھر سے نکلنا**

سوال نمبر (333):

ایک عورت پشاور میں مستقل گھر میں رہتی ہے اور اصل وطن صوابی ہے، یعنی وہاں سے یہ عورت مستقل یہاں آگئی ہے۔ یہاں پر اس کا خاوند فوت ہو جائے تو کیا وہ عدت کے دوران چہلم وغیرہ کے لیے صوابی جاسکتی ہے؟  
بیشوا نذیر

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے معتدہ عورت کے لیے عدت خاوند کے گھر گزارنا ضروری ہے۔ عدت کے دوران عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں، ہاں عدت وفات میں اگر بقدر کفایت نان نفقہ نہ ہو تو اس کے حصول کے لیے دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے، تاہم رات کو واپس آنا ضروری ہے۔

صورت مسئلہ میں عورت کا عدت وفات میں شوہر کے چہلم وغیرہ کے لیے دوسری جگہ جانا جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسی بدعات کی شریعت میں اجازت نہیں، لہذا نا جائز طور پر گھر سے نکلنے سے احتراز کرے۔

والدلیل علی ذلك:

ومعتدة الموت تخرج يوماً، وبعض الليل؛ لتكسب لأجل قيام المعيشة؛ لأنه لا نفقة لها، حتى لو كان عندها كفايتها صارت كال المطلقة، فلا يحل لها أن تخرج لزيارة، ولا لغيرها ليلًا ولا نهاراً. (۱)

ترجمہ:

اور معتدہ وفات معیشت کی خاطر کائی کے لیے دن میں اور رات کے کچھ حصے میں گھر سے نکل سکتی ہے، کیونکہ اس کے لیے نفقہ کا انتظام نہیں، یہاں تک کہ اگر اس کے پاس بقدر کفایت نفقہ موجود ہو تو یہ مطلقہ کی طرح ہوگئی، اس کے لیے دن یا رات میں ملاقات یا دیگر کسی چیز کے لیے نکلنا جائز نہیں۔



## دورانِ عدت نکاح کرنا

سوال نمبر (334):

ایک شخص نے ایک خاتون کے ساتھ زمانہ عدت میں نکاح کیا اور اس کا عرصہ چار سال بھی ہو گیا ہے۔ اب اس نکاح کا کیا حکم ہے، اگر یہ فاسد ہے تو کیسے درست کیا جائے گا اور عدت گزارنے کا کیا طریقہ کار ہوگا؟

بیشواؤ جبروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت کی رو سے دورانِ عدت نکاح حرام ہے، اس لیے اگر کہیں بے خبری میں ایسا نکاح ہو بھی جائے تو وہ فاسد ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے اس عورت سے ہم بستری کی ہو تو نکاح میں مقرر شدہ مہر اور مہر مثل میں سے جو کم مہر ہو، وہ شوہر کے ذمہ لازم ہے، مرد اور عورت دونوں پر فوراً ایک دوسرے سے جدا ہونا لازم ہے، لیکن جدائی کے لیے یہ ضروری ہے کہ مرد عورت کو جدا ہونے کے الفاظ ذکر کرے، مثلاً یوں کہے کہ میں تجھ کو چھوڑتا ہوں وغیرہ، نیز جدائی کے بعد عورت پر دوسری عدت بھی لازم ہوتی ہے، اور اگر پہلی عدت نہیں گزرتی تھی تو دونوں عدتوں میں مداخل ہو سکتا ہے۔ صورتِ مسئلہ میں شوہر کے لیے جدائی کے الفاظ استعمال کر کے فوری طور پر جدا ہونا ضروری ہے۔ دونوں اس گناہ پر توبہ و استغفار کریں، جدائی کے بعد عورت پر نکاح فاسد کی عدت بھی لازم ہے، البتہ اگر یہی شخص نکاح کا خواہش مند ہو تو وہ نکاح فاسد کی اس عدت میں بھی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے جس کے لیے الگ مہر مقرر ہوگا۔

والدلیل علی ذلک:

(یحب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطء) فی القیبل (لابغیرہ، ولم یزد علی المسمی). (۱)

ترجمہ: اور نکاح فاسد میں جماع کرنے سے مہر مثل لازم ہوتا ہے کسی اور وجہ سے نہیں اور مہر مسمیٰ پر اضافہ نہیں کیا جائے گا

و یجوز لصاحب العدة أن یتزوجہا، لأن النہی عن التزوج للأحباب لا لزواج. (۲)

ترجمہ: اور صاحبِ عدت کے لیے اس معتدہ کی عدت میں نکاح جائز ہے، کیوں کہ ممانعتِ اجنبی کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے میں ہے، مطلق نکاح کے بارے میں نہیں۔

(۱) الدر المختار علی صمدرد المختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱/۲۷۵، ۲۷۵

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی أحكام العدة: ۵/۴۱۶

عدت و فوات میں بوقت ضرورت رشتہ داروں یا بھائیوں کے ہاں جانا

سوال نمبر (335):

کیا معتدہ وفات بوقت ضرورت گھر سے باہر رشتہ داروں یا بھائیوں کے ہاں جاسکتی ہے؟ اگر بوقت ضرورت جانا مریض ہے تو کتنی دیر تک ٹھہر سکتی ہے اور کب واپس آنا ضروری ہے۔

بینوا انزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

جس عورت کا شوہر فوت ہو چکا ہو، اس عورت پر قرآن پاک کی آیت کی رو سے چار ماہ دس دن عدت گزارنا شوہر کے گھر لازم ہے جس گھر میں وہ شوہر کی زندگی میں رہتی تھی اور بغیر ضرورت شدیدہ کے اس گھر سے نکلنا اس کے لیے جائز نہیں، تاوقت یہ کہ عدت پوری نہ ہو، تاہم ضرورت شدیدہ کے وقت اس کے لیے دن کے وقت گھر سے نکلنا مریض ہے، بشرط یہ کہ وہ کام نمٹاتے ہی گھر واپس ہو اور اس کے لیے رات گزارنا شوہر کے گھر پر ضروری ہے۔ صورت مسئلہ میں کسی شدیدہ یا گزیر عذر یا ضرورت کی بنا پر اس عورت کا دن کے وقت رشتہ داروں یا بھائیوں کے ہاں جانا مریض ہے، تاہم ضرورت نمٹاتے ہی فوراً گھر لوٹنا ضروری ہوگا۔

والدلیل علی ذلک:

فالظاہر من کلامہم جواز خروج المعتدة عن وفاة نهاراً ولو كانت قادرة علی النفقة. (۱)

ترجمہ:

پس ان کے کلام سے معتدہ وفات کا دن میں نکلنے کا جواز ظاہر ہوتا ہے، اگرچہ وہ فقہ پر قادر ہو۔



شوہر کے قتل میں شریک عورت کے لیے مکانِ عدت

سوال نمبر (336):

اگر ایک عورت اپنے شوہر کے قتل میں شریک ہونے کا اقرار کرے اور بعد میں انکاری ہو تو کیا جیل سے رہائی

(۱) البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فی الإحداد، تحت قوله (ومعتدة الوفاة تخرج يوماً) ۲۵۹/۴

کی صورت میں وہ شوہر کے مکان میں عدت گزارے گی یا کہیں اور بھی گزار سکتی ہے؟ واضح رہے کہ جیل سے رہائی قتل کے دو ہفتے بعد ہوئی۔

بیشوا تزجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے وفات یا طلاق کے ذریعہ جدا ہونے والی عورت عدت کی مقررہ مدت شوہر کے مکان میں گزارے گی، بشرط یہ کہ وہاں پر رہائش کی صورت میں کوئی یقینی خطرہ نہ ہو، مثلاً خوف، موت، ضیاع مال و جان وغیرہ نہ ہو، بصورت دیگر اس کے لیے کسی اور جگہ بندوبست کر دیا جائے گا، لہذا صورت مسئولہ میں اگر خاتون کو خاندان کے گھر میں عدت گزارنا کسی جائز وجہ کی بنا پر ممکن نہ ہو اور ناقابل برداشت ہو تو پھر کسی اور جگہ عدت گزارنا مریض ہوگا۔

والله لیل علی ذلك:

(وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجهت فيه) ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج، أو ينهدم المنزل، أو تخاف.....) ونحو ذلك من الضرورات. (۱)

ترجمہ:

اور معتدة طلاق اور معتدة وفات اس گھر میں عدت گزاریں گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہو اور اس گھر سے نہیں نکلے گی، جب تک گھر سے نکالی نہ جائے یا گھر منہدم ہوتا ہو یا کوئی خطرہ ہو یا اس جیسی کوئی ضرورت پیش آئے۔



عدت وفات میں نان نفقہ کے لیے نکلنا

سوال نمبر (337):

ایک خاتون کا شوہر بیمار و معذور ہے، چنانچہ عورت ملازمت کر کے کماتی ہے اور اپنے خاندان والوں کا پیٹ پالتی ہے، اس دوران اس کا شوہر فوت ہو جائے، اگر یہ عورت عدت میں چار ماہ دس دن نوکری کو نہیں جاتی تو یہ نوکری ختم ہو جاتی ہے اور ظاہری اسباب کے تحت اس کے لیے کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ کیا ایسی صورت میں اس کا نوکری کے لیے نکلنا جائز ہے؟

بیشوا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جس خاتون کا خاوند فوت ہو جائے، اس کا نان نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں، اگر کہیں اس معتدہ عورت کو کسی اور طریقے سے نان نفقہ کا انتظام میسر نہ ہو اور اس میں اس کی یا اس کی اولاد کی بلاکت کا خطرہ ہو تو عذر شدید کی بنا پر وہ طلب معاش کے لیے شوہر کے گھر سے نکل سکتی ہے، لیکن وہ رات کے اکثر حصے کے لیے شوہر کے گھر آئے گی، تاہم بلا ضرورت اس کا شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی اس عورت کے نان نفقہ کا بندوبست نہ ہو اور عدت پوری کرنے پر اس کی ملازمت ختم ہو جاتی ہو تو شرعی امور کی رعایت کرتے ہوئے نکلنا مریض ہے، تاہم وہ رات کو گھر واپس آئے گی۔

والدلیل علی ذلك:

المعتوفی عنہا زوجہا تخرج نهاراً، وبعض اللیالی، ولا تبیت فی غیر منزلہا. (۱)

ترجمہ:

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ (طلب معاش یا دوسری ضرورت شدیدہ کے لیے) دن کو گھر سے نکلے اور رات کے تھوڑے سے حصے میں بھی، لیکن وہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور رات نہیں گزارے گی۔



## بیوی کی فوتگی کی صورت میں سالی سے نکاح

سوال نمبر (338):

میری بیوی فوت ہو گئی ہے۔ اب میں بیوی کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور ان کی پرورش ایک مشکل کام ہے۔ کیا میرے لیے فوری نکاح جائز ہے؟

بیشوا انوہرما

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت مطہرہ کی رو سے اگر کسی خاتون کا شوہر فوت ہو جائے تو بیوی پر عدت گزارنا ضروری ہے، لیکن بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں شوہر کے لیے عدت کا تصور نہیں ہے۔ عورت (بیوی) فوت ہونے پر چونکہ آدی کے لیے

ایسی ہو جاتی ہے، لہذا اس کی وفات کے فوراً بعد ہی اس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے۔  
لہذا صورتِ مسئلہ میں آپ کے لیے اپنی سالی سے نکاح کرنا جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

والدلیل علی ذلک:

مانت امراته له التزوج باختها بعد يوم من موتها. (۱)

ترجمہ:

شوہر کی بیوی فوت ہو گئی تو وہ اس کی بہن سے موت کے دوسرے دن ہی نکاح کر سکتا ہے۔



بیوی کی تدفین سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر (339):

میری بیوی مرضِ الوفا میں ہے کیا اس کی بہن کے ساتھ تدفین سے پہلے نکاح کر سکتا ہوں یا نہیں؟

بیٹھو! توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

موت سے ازدواجی تعلقات اختتام پذیر ہو جاتے ہیں، اس لیے بیوی کے مرنے کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی بیوی کے مرنے پر شوہر پر عدت لازم آتی ہے، اس لیے صورتِ مذکورہ میں آپ اپنی بیوی کی وفات کے بعد اس کی بہن سے شادی کر سکتے ہیں، اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، تاہم تدفین سے پہلے اس طرح کا نکاح کرنا مروت کے خلاف ہے۔

والدلیل علی ذلک:

مانت امراته له التزوج باختها بعد يوم من موتها. (۲)

ترجمہ: شوہر کی بیوی فوت ہو گئی تو وہ اس کی بہن سے موت کے دوسرے دن ہی نکاح کر سکتا ہے۔

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۱۶/۴

(۲) ایضاً

## عدت میں حج کرنا

سوال نمبر (340):

ایک عورت نے حج کا داخلہ کیا، منکوری بھی ہوئی اور وہ اپنے بھائی کے ساتھ حج کو جا رہی تھی، لیکن اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ کیا یہ دوران عدت حج کو جا سکتی ہے؟  
 بیسوا نتو جردا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے معتدہ عذر شدید، مثلاً: نان نفقہ، خوف، ہلاکت، گھر کا منہدم ہونا وغیرہ کے بغیر گھر سے نہیں نکلی سکتی۔

صورت مسئلہ میں معتدہ عورت کو حج کے لیے جانا اور سفر کرنا صحیح نہیں، اگر اس کے باوجود بھی چلی گئی تو اگرچہ فرض حج ادا ہو جائے گا، لیکن ایسا کرنے پر گناہ گار ہوگی جس سے توبہ لازم ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

المعتدة لا تسافر لالحج، ولا لغيره، ولا يسافر ببازو جهن عندنا. (۱)

ترجمہ:

معتدہ کے لیے نہ تو سفر حج جائز ہے اور نہ کوئی اور سفر اور احناف کے ہاں مطلقہ معتدہ عورت شوہر کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی۔



## خاوند فوت ہونے پر سال تک انتظار کرنا

سوال نمبر (341):

ہمارے ہاں جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا ہے تو وہ عورت آئندہ سال کے اسی دن تک انتظار کرتی ہے، اس سے پہلے چار ماہ دس دن گزر جانے پر عورت کو دوسری شادی کرنے کا کوئی رواج نہیں۔ کیا عورت کو ایک سال تک مجبور رکھنا اسلام میں جائز ہے؟  
 بیسوا نتو جردا

الجواب وبالله التوفيق:

جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے، اس کے لیے شریعت نے اپنے گھر میں چار ماہ دس دن تک عدت مقرر کی ہے، اس مقررہ مدت میں سوگ منانے کی خاطر اس عورت کو خوشبو لگانا، سنگھار کرنا، بلا ضرورت سرمہ، تیل یا دوا لگانا اور بغیر کسی شدید عذر کے گھر سے لگنا درست نہیں اور نہ کسی شخص سے عدت کے اندر نکاح کر سکتی ہے، لیکن عدت ختم ہونے کے بعد اس کے لیے یہ مذکورہ افعال جائز ہو جاتے ہیں اور وہ اگر چاہے تو دوسری جگہ نکاح بھی کر سکتی ہے، لہذا عورت کو ایک سال تک انتظار پر مجبور کرنا ظلم اور غیر شرعی فعل ہے۔

والدلیل علی ذلک:

قَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا حُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (۱)

ترجمہ:

اور وہ لوگ جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور چھوڑ دیں بیویاں تو ان بیویوں پر لازم ہے کہ انتظار کریں چار ماہ اور دس دن، جب وہ پہنچ جائیں اپنی مدت کو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اس میں جو شرعی قاعدے کے مطابق یہ عورتیں کریں اور اللہ جو تم کرتے ہو، اس پر خبردار ہے۔



### عدتِ وفات میں نکاح

سوال نمبر (342):

میں نے اپنے بیٹے زید کا نکاح کروایا، رخصتی سے پہلے زید فوت ہوا، میں نے زید کی وفات کے تین مہینے اور پندرہ دن بعد اس لڑکی کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے بکر سے کروایا۔ کیا ایک بیٹے سے عدت وفات گزارنے والی معتدہ کا دورانِ عدت دوسرے بیٹے سے نکاح کرنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



الجواب وبالله التوفیق:

جس عورت کا شوہر مر جائے، اس پر عدت گزارنا لازم ہے، چاہے اس عورت کے ساتھ جماع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، عدت وفات چار مہینے اور دس دن ہے۔ اس عدت کے اندر نکاح جائز نہیں۔  
صورت مسئلہ میں چونکہ اس عورت کا نکاح عدت کے اندر ہوا، اس لیے از روئے شریعت یہ نکاح درست نہیں، لہذا ان کو چاہیے کہ بیوی کو چھوڑ کر عدت وفات گزرنے کے بعد تجدید نکاح کریں۔

والدلیل علی ذلك:

العدة: هي انتظار مدة معلومة، يلزم المرأة بعد زوال النكاح حقيقة، أو شبهة المتأكد بالدخول،

أو الموت. (۱)

ترجمہ: عدت ایک معلوم مدت تک انتظار کا نام ہے جو ایک عورت پر حقیقتاً نکاح یا ہمبستری کے ذریعے مؤکد شہ کے زائل ہونے سے لازم ہو جاتی ہے، یعنی دخول کے ساتھ یا موت کے ساتھ۔



عدت ختم ہونے کے بعد عورت کا سرال میں رہنا

سوال نمبر (343):

ایک عورت کا خاوند دو سال پہلے فوت ہو چکا ہے۔ اب تک یہ عورت اپنے دو نابالغ بچوں سمیت سرال میں رہتی تھی، اب والدین کے پاس آگئی ہے۔ سرال والے کہتے ہیں کہ یہ عورت ہمارے پاس ہی رہے، جب کہ عورت ان کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ شریعت مطہرہ نے ایسی صورت میں اس عورت کو کیا اختیارات دیے ہیں؟

بیشک انتہی ضرور!

الجواب وبالله التوفیق:

جس عورت کا خاوند مر گیا ہو، اس عورت کے لیے عدت وفات اپنے شوہر کے گھر میں گزارنا ضروری ہے۔ عدت مکمل ہونے کے بعد اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ شوہر کے مکان میں رہے یا والدین کے پاس رہے، استیجابی اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسرے آدمی کے ساتھ شادی کرے یا تنہائی کی زندگی گزارے۔ رہائش کے بارے میں

سہرال والے اس کو اپنے ہاں رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

والدلیل علی ذلك:

قال الحصاص في أحكام القرآن: قد نزلت هذه الآية ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ على جواز النكاح إذا عقدت على نفسها..... وعن ابن عباس: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس للولي مع الشيب أمره فقوله: (ليس للولي مع الشيب أمر) يسقط اعتبار الولي في العقد، وقوله: (الأب أحق بنفسها من وليها) يمنع أن يكون له حق في منعها بالعقد على نفسها. (۱)

ترجمہ:

اما حصاص احکام القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ یہ آیت ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ نکاح کے جواز پر نازل ہوئی ہے۔ جب عورت اپنا عقد خود کر لے اور عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”شیبہ پر ولی کا اختیار نہیں“ یہ قول عقد نکاح میں ولی کے اختیار کو ماقطع کر دیتا ہے اور یہ حدیث کہ: ”شوہر ویدہ عورتیں اپنے اوپر ولی سے زیادہ حقدار ہیں“ اس اختیار کو بھی ختم کر دیتا ہے کہ وہ عورت کو نکاح سے روکے۔



## عدت و فوات میں نقل مکانی

سوال نمبر (344):

ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور وہ اس گھر میں عدت گزار رہی ہے۔ اب اس عورت کے تمام بچے ایک اور گھر منتقل ہو رہے ہیں تو کیا عدت کے دوران ایک عورت خاوند کا گھر چھوڑ سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ گھر میں اکیلی رہ جاتی ہو، البتہ اس کے گھر کے قریب عورت کے چچا زاد بھائیوں کے گھر موجود ہیں؟

ہوئیوا تنجروا

الجواب وبالله التوفیق:

وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا، وہ اس کے لیے شریعت نے رخصت دی ہے کہ وہ اپنے حوائج کے لیے دکان کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، مگر عدت کے دوران خاوند کے گھر سے نقل مکانی کرنا یا دوسری جگہ رات گزارنا جائز نہیں، ہاں اگر کسی عورت کو کوئی شدید عذر پیش آئے، مثلاً: اپنے نفس یا گھر کے سامان کے ضائع ہونے یا گھر گر جانے کا خوف ہو یا خاوند نے وہ مکان کرایہ پر لیا تھا اور اب اس عورت کے پاس کرایہ دینے کا کوئی انتظام نہیں یا اس کو جو مکان ورثے میں ملا ہے، وہ اس کی رہائش کے لیے ناکافی ہے یا اس کے رہنے میں بہت زیادہ ڈرتی ہو تو فقہائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں ان اعداد کی بنا پر اس عورت کے لیے نقل مکانی کرنا رخصت ہے، تاہم عذر شدید کے بغیر نقل مکانی جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

علی المعتدة أن تمتد فی المنزل الذی یضاف إلیها بالسکنی حال وقوع الفرقة، أو الموت ..... وإن اضطرت إلی الخروج من بینها بأن خافت سقوط منزلها، أو خافت علی مالها، أو کان المنزل بأحد، ولا تحد ما تلذیه فی آخرته فی عدة الوفاة، فلا بأس عند ذلك أن تنتقل. (۱)

ترجمہ: معتدہ پر واجب ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جو جدائی کے وقت یا وفات کے وقت اس کی طرف منسوب ہے اور اگر وہ نکلنے پر مجبور ہوگئی، مثلاً مکان گرنے سے ڈرتی ہو یا اپنے مال پر ڈرتی ہو یا وہ مکان کرایہ پر ہو اور عدت وفات میں اس کے پاس کرایہ شدہ، تو ایسی صورت میں اس کے لیے نقل مکانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔



عدت طلاق میں دوسرے مرد سے نکاح کرنا

سوال نمبر (345):

ایک عورت نے شوہر سے طلاق لے کر عدت گزارنے سے پہلے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا عدت کے بعد اس پر تجدید نکاح لازم ہے؟

بیشوا نوجہ روا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت کی روشنی میں عدت کے دوران دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں، جب تک عورت پوری عدت نہ گزرے۔ اگر کسی عورت نے عدت کے اندر اندر نکاح کر لیا تو یہ نکاح فاسد شمار ہوگا، لہذا میاں جدائی کے الفاظ کہہ کر بیوی سے فوراً علیحدہ ہو جائے، تاہم عدت گزرنے کے بعد دونوں نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح کر سکتے ہیں۔ مذکورہ حکم میں عدت طلاق، عدت نفخ اور عدت وفات سب برابر ہیں۔

صورت مسئلہ میں عدت پوری ہونے کے بعد اس کے لیے دوسرا نکاح کرنا ضروری ہے، لہذا شوہر کو چاہیے کہ اس عورت کو جدائی کے الفاظ کہہ کر اس سے علیحدہ ہو جائے اور جب عدت پوری ہو جائے تو پھر اگر چاہے تو عقد جدید کرے۔

والدلیل علی ذلك:

واما احکام العدة: فمنها انه لا يجوز للأجنبي نكاح المعتدة..... واما المعتدة ثلاثا، أو بائنا، والمتوفى عنها زوجها؛ فلأن النكاح حال قيام العدة قائم من كل وجه لقيام بعض آثاره. (۱)  
ترجمہ: اور عدت کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ معتدہ کا عدت کے دوران اجنبی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔۔۔۔۔  
مطلقہ، بائنا اور جس کا شوہر فوت ہو چکا ہو ان کے لیے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ عدت کے دوران نکاح کے بعض آثار باقی رہنے کی وجہ سے نکاح قائم رہتا ہے۔



### مطلقہ عورت کا میکے میں عدت گزارنا

سوال نمبر (346):

ایک عورت جس کا خاوند شادی کے تین چار ماہ بعد بیرون ملک چلا گیا اور تین سال ادھر رہا، دریں اثنا سر بہو کے درمیان لڑائی کی وجہ سے وہ عورت میکے چلی گئی۔ تین سال بعد اس کا خاوند آیا تو والدین نے بیٹے کو طلاق پر مجبور کیا تو اس نے طلاق دے دی اور دوسری جگہ رشتہ کیا۔ اب کیا یہ عورت والدین کے گھر عدت گزار سکتی ہے؟

بیشوا تضرعوا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے مطلقہ عورت کو عدت کے ایام خاوند کے گھر گزارنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سفر کے موقع پر گھر سے باہر بھی اگر کہیں طلاق کا معاملہ پیش آ جائے تو عورت کا خاوند کے گھر لوٹنا ضروری ہے، تاہم کسی عذر کی بنا پر مطلقہ عورت کو دوسری جگہ عدت گزارنے کی گنجائش موجود ہے، بشرطیکہ وہ عذر شرعاً معتبر ہو۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی اس عورت کو خاوند کے گھر میں عدت گزارنا ناقابل برداشت ہو تو مجبوری کے تحت اس عورت کا یہ عدت میکے میں گزارنا بھی درست رہے گا اور اسی گھر سے بلا عذر شرعی باہر نکلنا جائز نہیں رہے گا۔

والدليل على ذلك:

(واعتدان) أي مَحْشَدَةُ طَلَاقٍ وَمَوْتٍ (فِي بَيْتٍ وَجِبْتٍ فِيهِ) وَلَا يَخْرُجَانِ مِنْهُ (إِلَّا أَنْ تَخْرُجَ أَوْ

يُنْهَدَمَ الْمَنْزِلُ أَوْ تَخَافُ.....) وَنَحْوُ ذَلِكَ مِنَ الْضَّرُورَاتِ. (۱)

ترجمہ: اور معتدہ طلاق اور معتدہ وفات اس گھر میں عدت گزاریں گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہو اور اس گھر سے نہیں نکلے گی، جب تک گھر سے نہ نکالی نہ جائے یا گھر منہدم ہوتا ہو یا کوئی خطرہ ہو یا اس جیسی کوئی ضرورت پیش آئے۔



حلالہ کے بعد زوج اول کے گھر میں عدت گزارنا

سوال نمبر (347):

ایک مطلقہ خاتون پہلے خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اسی نیت سے وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح اور طہی کرنے کے بعد طلاق حاصل کرتے ہوئے زوج اول کے گھر میں عدت گزارنا چاہتی ہے۔ اس کا زوج اول کے گھر پر عدت گزارنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

بعضواً تجزوا

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت مطہرہ کی رو سے اگر کوئی شخص بیوی کو تین طلاق دے دے تو اس کے بعد یہ عورت اس اول خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی، جب تک عدت پوری کرنے کے بعد یہ کسی اور آدمی سے نکاح کر لے، وہ اس کے

ساتھ جماع کرے اور اگر طلاق طے اور عدت گزارے تو تب یہ زوج اول سے شادی کر سکتی ہے۔ اس عدت کو مال سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک حلالہ کے نکاح میں اگر پہلے سے یہ شرط لگائی گئی ہو کہ طلاق کر کے تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر پہلے سے کوئی شرط نہیں لگائی، بلکہ دوسرا شخص احسان کی نیت سے اس عورت سے نکاح اور طلاق کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے تو اس میں کوئی کراہت نہیں، بلکہ یہ آدمی اس وقت مہجور ہوگا۔ زوج ثانی کی طلاق کے بعد عورت عدت اسی زوج ثانی کے گھر میں گزارے گی، پہلے شوہر کے گھر میں عدت نہیں گزار سکتی۔ تاہم اگر دوسرے شوہر کا مکان نہ ہو تو وہ یہ انتظام کر سکتا ہے کہ پہلے شوہر کو اس کے مکان کا کرایہ دے کر اس عورت کو وہاں عدت میں بسائے۔ البتہ پہلا شوہر اب بالکل اجنبی ہے اس لیے اس کے گھر میں رہتے ہوئے تحفظ کا یقینی ہونا ضروری امر ہے۔

والدلیل علی ذلك:

و كبره التزوج للثاني (تحريماً) لحديث لعن المحلل، والمحلل له (بشرط التحليل) كزوجتك علي أن أحللك..... (أما إذا اضراً ذلك لا) يكره، (وكان) الرجل (مأجوراً) لقصد الإصلاح. (۱)

ترجمہ: اور اس حدیث کی وجہ سے حلالہ کی شرط لگا کر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کہ ”آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ ہو رہا ہو، دونوں پر لعنت بھیجی ہے“ مثلاً: یوں کہے کہ میں تم کو حلال کرنے کے واسطے نکاح کرتا ہوں۔۔۔ اگر دونوں نے دل میں یہ بات چھپائی ہو تو یہ مکروہ نہیں اور اصلاح کے ارادے سے یہ آدمی مہجور ہوگا۔

(و تعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج، أو يتهدم المنزل، أو تخاف) انه دمه أو (تلف مالها، أو لاتجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه. (۲)

ترجمہ: اور معتدہ طلاق اور جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس گھر میں عدت گزارے گی جس گھر میں عدت لازم ہو گئی ہے اور یہ دونوں عورتیں اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گی، مگر یہ کہ ان کو نکالا جائے یا گھر منہدم ہو گیا یا منہدم ہونے کا خطرہ ہو یا مال بالاک ہو گیا یا گھر کا کرایہ دینے کی استطاعت نہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور ضرورت پیش آجائے تو اس گھر کے قریب ترین جگہ کی طرف نقل مکانی کرے گی۔

(۱) الدر المختار علی صدور المختار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۵/۴۷، ۱۸۰

(۲) الدر المختار علی صدور المختار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۲۲۵

## خلوت سے عدت پر اثر پڑنا

سوال نمبر (348):

ایک شخص نے بیوی کو کنائی الفاظ سے ایک طلاق دی، عورت نے اسی کے گھر میں عدت گزاری۔ دورانِ عدت دونوں الگ کمروں میں سوتے تاہم ایک دوبارہ کھٹے کمرے میں سوئے لیکن ایک دوسرے کے قریب نہ ہوئے۔ عدت گزرنے کے بعد اس خاتون نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا، اب اس کے دل میں یہ شبہ ہے کہ ایک دوراتیں جو اس نے پہلے شوہر کے ساتھ عدت کے دوران خلوت میں گزاری تھیں کیا اس کی وجہ سے دوسرے نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟

بیٹو! انزہروا

الجواب وبالله التوفیق:

نقہ پام کی تصریحات کے مطابق مطلقہ یا نہ کے لیے خاوند کے گھر میں عدت گزارنا لازم ہے، تاہم دورانِ عدت اس خاوند سے بھی پردے کا اہتمام کرنا اور خلوت سے اجتناب کرنا ضروری ہے، تا کہ کہیں گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔

صورتِ مسئلہ کے مطابق اگر خاوند نے بیوی کو ایک طلاق بائن دی ہو، پھر اس بیوی نے خاوند کے گھر میں عدت گزاری ہو اور اس کے بعد زواجِ ثانی سے شادی کی ہو تو ایسی صورت میں اس عورت کی عدت زواجِ اول کے گھر میں درست ہے اور عدت کے بعد زواجِ ثانی سے نکاح بھی صحیح متصور ہوگا۔ زواجِ اول سے عدت کے دوران ایک دوراتوں میں جو خلوت ہوئی ہے اس سے عدت یا دوسرے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اجنبی مرد سے خلوت کی وجہ سے گنہگار ہے لہذا توبہ کرے۔

والدلیل علی ذلک:

فإن كانت معنودة من نكاح صحيح، وهي حرة مطلقّة بالغة عاقلة مسلمة، والحال حال

الاختیار، فإنها لا تخرج ليلاً ولا نهاراً سواء كان الطلاق ثلاثاً، أو بائناً، أو رجعيّاً. (۱)

ترجمہ: پس اگر عورت نکاح صحیح سے عدت گزارنے والی ہو اور یہ عورت آزاد، عاقلہ، مسلمہ ہو اور حالت ایسی ہو جس میں عورت کو اختیار حاصل ہو تو یہ عورت دن کے وقت باہر نکلے گی، نہ رات کو، چاہے تین طلاق ہوں، بائن ہو یا رجعی ہو۔

إذا طلقها ثلاثاً، أو واحدة بائنة، وليس له إلا بيت واحد، فينبغي له أن يجعل بينه وبينها واحدة أبداً حتى لا تنزع الخلوة بينه وبين الأجنبية. (۱)

ترجمہ:

جب شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں یا ایک طلاق بائن اور اس کا صرف ایک گھر ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے اور اس عورت کے مابین پردہ لٹکا دے، تاکہ اس کے اور اجنبیہ کے درمیان خلوت لازم نہ آئے۔



### طلاق کے بعد عدت گزارنا

سوال نمبر (349):

۱..... طلاق کے بعد عورت پر از روئے شریعت عدت گزارنا لازم ہے یا نہیں؟

۲..... نیز مدت حیض کتنی ہے؟

۳..... اگر عورت پر وقوع طلاق کے بعد عدت لازم ہو تو وہ عدت کہاں گزارے؟

پیشوا نقیب و

الجواب وبالله التوفيق:

شریعت کی رو سے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی، طلاق بائن یا طلاق مغلطہ دے دے تو وقوع طلاق کے بعد اس عورت پر خاوند کے گھر پر عدت گزارنا لازم ہے۔ اگر عورت حائضہ ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر عورت سفیرہ یا آکر ہو تو پھر طلاق کے بعد تین مہینے عدت گزارے گی اور دوران عدت بلا عذر شدید کے گھر سے نکلتا جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

إذا طلق الرجل امرأة طلاقاً بائناً، أو رجعياً، أو ثلاثاً، أو وقعت الفرجة بينهما بنير طلاق، وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء..... والعدة لعن لم تحض لصغير، أو كبير، أو بلغت بالسن، ولم تحض ثلاثة أشهر. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الإحصاء: ۱/۵۳۵

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۱/۵۲۶



ترجمہ:

جب ایک آدمی عورت کو طلاق یا تین طلاق دے دے یا بغیر طلاق کے ان کے مابین جدائی آگئی۔ اور یہ عورت آزاد حائضہ ہو تو پھر عدت تین حیض ہے۔۔۔۔۔ اور جس عورت کا حیض کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے نہ آتا ہو یا ایسی حالت میں بلوغت کو پہنچی کہ اس کو حیض نہیں آتا تھا تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔

(واعتدان) ای معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا تخرجان منه (إلا أن تخرج أو يتهدم المنزل، أو تخاف) انهدامه أو (تلف ماله)، أو لاتجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه. (۱)

ترجمہ:

اور معتدہ طلاق اور جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس گھر میں عدت گزارے گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہے اور یہ دونوں عورتیں اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گی، مگر یہ کہ ان کو نکالا جائے یا گھر منہدم ہو گیا یا منہدم ہونے کا خطرہ ہو یا مال ہلاک ہو گیا یا گھر کا کرایہ دینے کی استطاعت نہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور ضرورت پیش آجائے تو اس گھر کے قریب ترین جگہ کی طرف نقل مکانی کرے گی۔



## دوران عدت نکاح کرنے سے عدت کی مدت

سوال نمبر (350):

میں نے تین طلاق سے معتدہ عورت کے ساتھ دو حیض گزرنے کے بعد نکاح کیا ہے، مجھے شرعی مسئلہ معلوم نہ تھا، اب جب کہ رخصتی کو چند دن رہ گئے ہیں ایک عالم نے بتایا کہ یہ نکاح جائز نہیں، آپ دوبارہ نکاح کر لیں۔ آج اس عورت کا تیسرا حیض بھی ختم ہو گیا تو کیا میں اب اس عورت سے نکاح کر سکتا ہوں؟ نیز وہ پہلے دو حیض عدت میں شمار ہوں گے یا نہیں؟

بیتنا تزجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے اگر کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو من جملہ دیگر امور کے اس امر کا لحاظ

بھی رکھنا ضروری ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد کے نکاح یا عدت میں نہ ہو، بصورت دیگر نکاح ثانی باطل اور حرام ہوگا۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی اس عورت کو پہلے شوہر نے تین طلاقیں دی ہوں اور آپ نے دورانِ عدت دو حیضوں کے بعد اس عورت سے نکاح کر لیا ہو تو یہ نکاح شرعاً ناجائز اور فاسد ہے، تاہم اس کی عدت پر کوئی اثر نہیں پڑتا لہذا اب تیسرا حیض ختم ہونے کے بعد آپ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

والدلیل علی ذلك:

وأما النكاح الفاسد، فلا حکم له قبل الدخول، وأما بعد الدخول، فينتعلق به أحكام منها: ثبوت النسب، ومنها: وجوب العدة، وهو حکم الدخول في الحقيقة. (۱)

ترجمہ: نکاح فاسد کے احکام میں سے یہ ہے کہ طہی سے پہلے کچھ لازم نہیں اور اگر طہی کی ہو تو پھر ثبوت نسب اور عدت ثابت ہوتی ہے اور حقیقت میں یہ طہی کرنے کا حکم ہے۔



## خلع کی صورت میں مکانِ عدت

سوال نمبر (351):

خلع کی صورت میں عورت شوہر کے گھر میں عدت گزارے گی یا والدین کے گھر پر اور دورانِ عدت نان نفقہ اور سکنی کس پر ہوگا؟

بینوا تنصروا

الجواب وبالله التوفيق:

عدت شوہر کے گھر گزارنا لازم ہے۔ اس دوران عورت کے نان نفقہ اور سکنی کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، اس شرط پر کہ عورت عدت خاوند کے گھر گزارے۔ اگر عورت عدت شوہر کے مکان میں نہیں گزارتی تو اس کا نان نفقہ شوہر پر لازم نہیں۔

صورت مسئلہ میں اگر عورت شوہر کے مکان پر عدت گزارتی ہو تو شوہر پر اس عورت کا نان نفقہ اور سکنی لازم واجب ہے، البتہ اگر خلع میں استطاعت نفقہ کی شرط لگائی گئی ہو تو پھر نفقہ شوہر سے ساقط ہو جائے گا۔

والدلیل علی ذلك:

الأصل أن العدة متى كانت من جهة الزوج، فلها النفقة، وإن كانت من جهة المرأة، وإن كانت بحق لها النفقة، وإن كانت بمصيبة لا نفقة لها، وإن كانت بمعنى من جهة غيرها، فلها النفقة، فللعامة النفقة، والسكنى، والميانة بالمخلع، والإبلاء، (۱)

ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ جب جدائی خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کے لیے نفقہ لازم ہے، اور اگر جدائی بیوی کی طرف سے ہو تو اگر وہ حق پر ہو تو اس کے لیے نفقہ ہے اور اگر وہ حق پر نہ ہو تو اس کے لیے نفقہ نہیں۔ اگر جدائی کسی اور وجہ سے ہو تو بھی بیوی کے لیے نفقہ لازم ہے۔ پس ملاءعہ اور مطلق اور ایلا کی وجہ سے باندہ کے لیے نفقہ بھی ہے اور سکنی بھی۔

﴿﴾﴿﴾﴿﴾

### تفصیل نکاح کے بعد ابتدائے عدت

سوال نمبر (352):

سائلہ نے مفتیان صاحبان کے فتویٰ کے مطابق عدالت سے تفصیل نکاح ذکر کی حاصل کی ہے، اب وہ دوسرے شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ واضح رہے کہ عدالت کا فیصلہ تقریباً ۲۰ دن پہلے ہوا ہے اور سائلہ کا خاوند عرصہ 10 سال سے تاحال غائب ہے اور اس سے ما نہیں تو کیا اس صورت میں عدت گزارنا ضروری ہے؟ اگر ہے تو عدت کب سے شمار کرے؟

بیٹھو! تو جھرو!

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے خاوند کے مفقود الخبر ہونے کی صورت میں اگر قاضی تمام شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے عدت کے حق میں تفصیل نکاح کا فیصلہ کر دے تو یہ طلاق رجعی شمار ہو کر اسی تاریخ سے عدت شروع ہوگی اور عدت پوری ہونے تک یہ عورت سوگ منائے گی۔

صورت مسئلہ میں جب سے ذکر کی ملی ہے، اس معین تاریخ سے عدت شمار ہوگی۔ عورت اگر حائضہ ہے تو تین حیض اور اگر آگے ہے تو تین مہینے عدت گزارنے تک دوسرے شخص سے شادی نہیں کر سکتی اور عدت پوری ہونے کے بعد وہ کہیں بھی اپنی مرضی سے شادی کر سکتی ہے۔

(۱) القنایہ الہدیۃ، کتاب العلاق، الباب السابع عشر من الفقات، الفعل الثالث فی نفقة المحدثہ: ۵۵۷/۱

والدلیل علی ذلك:

وابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق، وفي الوفاة عقيب الوفاة. (۱)  
ترجمہ: طلاق کی صورت میں عدت کی ابتدا وقوع طلاق سے ہوگی اور وفات کی صورت میں عدت کی ابتدا وفات کے بعد سے ہوگی۔



عدت وفات میں علاج کے لیے گھر سے باہر نکلنا

سوال نمبر (353):

میرا ماموں پچھلے مہینے فوت ہو گیا ہے۔ اب میری ممانی عدت میں ہے اور چند دنوں سے بیمار ہے۔ کیا علاج کے لیے اس کا گھر سے نکلنا جائز ہے؟

بینوا تزوجروا

الجواب وبالله التوفيق:

معتدہ عورت پر خاندان کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے اور بغیر عذر رشید کے اس کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہیں، تاہم اگر اس کے پاس بقدر کفایت نفقہ نہ ہو یا کوئی اور عذر رشید درپیش ہو، مثلاً وہ بیمار ہو جس کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہو تو صحت کے پیش نظر اس کے لیے دن کے وقت گھر سے نکلنا مریض ہوگا، تاہم رات کو خاندان کے گھر آنا اور رات ادھر گزارنا لازمی ہے۔

صورت مسئلہ میں عدت دالی عورت کو عذر و تکلیف کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس جانا مریض ہے، تاہم ضرورت سے فراغت کے فوراً بعد اسے گھر لوٹنا چاہیے، بلا ضرورت اس کے لیے گھر سے باہر وقت گزارنا جائز نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

(وتعتلن) أي معتلة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا تخرجان منه (إلا أن تخرج، أو يتهدم المنزل أو تخاف) انه يدمر أو تلف مالهان أو لاتجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه. (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۱/۵۳۲، ۵۳۱

(۲) الدر المختار علی صمد رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۲۲۵

ترجمہ:

اور معتدہ طلاق اور جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس گھر میں عدت گزارے گی۔ جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہے اور یہ دونوں عورتیں اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گی، مگر یہ کہ ان کو نکالا جائے یا گھر منہدم ہو گیا یا منہدم ہونے کا خطرہ ہو یا مال ہلاک ہو گیا یا گھر کا کرایہ دینے کی استطاعت نہ ہو یا اسی طرح کی کوئی اور ضرورت پیش آ جائے تو اس گھر کے قریب ترین جگہ کی طرف نقل مکانی کرے گی۔



### مطالعہ عورت کا عدت میں ملازمت کے لیے نکلنا

سوال نمبر (354):

- ۱..... ایک مطلقہ عورت جو کسی گورنمنٹ یا پرائیویٹ سکول میں ملازمت کرتی ہو اور اس کی کفالت کے لیے شوہر اس کو نفقہ نہیں دیتا تو اس کا باہر مجبوری دوران عدت گھر سے نکلنا جائز ہو گا یا نہیں؟
- ۲..... بعض کتب میں معتدہ مطلقہ کے لیے بوقت ضرورت گھر سے نکلنا جائز قرار دیا گیا ہے اور حوالہ کے لیے علامہ ابن نجیم کی عبارات سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ ابن نجیم "للضرورة" کو نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں کہ اگر ہم مطلقہ معتدہ کے لیے بھی ضرورت کی بنا پر یہ حکم ثابت کریں تو "فما لفرق بینہما" (یعنی معتدہ مطلقہ اور معتدہ دقات) تو آیا اس عبارت سے استدلال درست ہے۔ نیز درست نہ ہونے کی صورت میں کوئی اور دلیل ہو تو وضاحت کریں۔

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

- ۱..... فقہی نقطہ نظر سے جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو، اس کا نان نفقہ شوہر کے ترکے سے مقرر نہیں ہوتا، جب کہ نادان اسے احتیاج بھی ہوتی ہے، اس لیے اگر صورت حال اس طرح ہو کہ اس کی کفالت کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو اسے دن کے وقت کمانے کے لیے نکلنا مرخص ہے، تاہم رات کو خاوند کے گھر واپس آنا ضروری ہے۔

جہاں تک مطلقہ معتدہ کا حکم ہے تو دوران عدت اس کا نان نفقہ شوہر کے ذمے ہوتا ہے، اس لیے کمائی سے فارغ ہونے کی بنا پر فقہائے کرام نے اس کا نکلنا ناجائز قرار دیا ہے، تاہم ضرورت کو از روئے شریعت بہ نظر اعتبار دیکھا جاتا ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں اگر نوکری کا چھوڑنا انکس اور محتاجی کا پیش خیمہ ہو تو اسے باقی رکھنے کے لیے نکلنا

شرعی حدود میں مرض ہوگا۔

۲..... شہنشاہی کے متعلق تو یہ بات ملحوظ ہو کہ مطلقہ معتدہ کا مذکورہ حکم تو اتفاقی ہے جس میں دیگر فقہائے کرام کے ساتھ علامہ ابن نجیم بھی اتفاق رائے رکھتے ہیں، اس لیے اس مسئلے میں ان کی عبارت سے استدلال میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ علامہ موصوف نے معتدہ وفات کے متعلق جو کلام کیا ہے، اس میں اضطراب ہے۔ چونکہ متون میں جہاں پر (عروج عن الیت) کا ذکر آیا ہے، وہاں اس کے ساتھ (لحاجة) کی تصریح نہیں ہے، اس لیے علامہ موصوف نے ابتدائے کلام میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ متوفیٰ عنہا زوجہ ایام عدت میں نان نفقہ کے احتیاج کے بغیر بھی گھر سے نکل سکتی ہے، ورنہ ضرورت کو معیار قرار دینے سے مطلقہ معتدہ اور متوفیٰ عنہا زوجہ میں فرق نہیں رہے گا، لیکن دیگر علما نے اس سے متبادل رائے اختیار کی ہے کہ ضرورت ہی پر نکلنے کے جواز کا دار و مدار ہے اور:

(۱)..... متون میں ضرورت اور حاجت کی عدم تصریح سے یہ لازم نہیں آتا کہ مذکورہ قید ہی نظر انداز ہو، لہذا ضرورت کے دائرہ میں دونوں (مطلقہ معتدہ اور متوفیٰ عنہا زوجہ) یکساں ہیں۔

(ب)..... متوفیٰ عنہا زوجہ کو شرعاً ترکہ سے خرچہ نہ ملنے کی وجہ سے اکثر واغلب و محتاج رہتی ہے، جب کہ مطلقہ معتدہ کا خرچہ شوہر برداشت کرتا ہے جس کی وجہ سے احتیاج نہیں رکھتی تو ایک فرق تو اکثر واغلب کے اعتبار سے ہوا۔

(ج)..... ایک فرق یہ ہے کہ مطلقہ معتدہ کو تعریض بالخطبہ جائز نہیں، جب کہ متوفیٰ عنہا زوجہ کو جائز ہے۔

(د)..... یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ علامہ ابن نجیم کے مذکورہ اشکال کو پیش نظر رکھا جائے، لیکن درحقیقت وہ خود بھی آخر کلام میں دیگر فقہائے کرام سے متفق ہو چکے ہیں اور اتفاقی مسئلہ یوں قرار پایا کہ ضرورت کی بنیاد پر دونوں گھر سے نکل سکتی ہیں، ویسے نہیں۔

والدلیل علی ذلك:

قال في الفتح: والحاصل أن مدار الحل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة، فيتقدر بقدره، فمتى انقضت حاجتها، لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها، بهذا اندفع قول البحر..... وجه الدفع أن معتدة الموت لما كانت في العادة محتاجة إلى الخروج، لأجل أن تكسب النفقة، قالوا: إنيأ تخرج في النهار وبعض الليل بخلاف المطلقة، وأما الخروج للضرورة، فلا فرق فيه بينهما..... نعم عبارة المتون يوهم ظاهرهما قاله في البحر، فلو قيدوا خروجها بالحاجة كما فعل في الكافي لكان أظهير. (۱)

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب الحق أن علی المفتی أن ينظر..... ۲۲۵/۵

ترجمہ:

فتح القدیر کے مصنف فرماتے ہیں کہ متوفی عنہا زوجہ کا گھر سے لگتا ہاں نفقہ کی کمائی میں مشغول ہونے کی وجہ سے جائز ہے تو اس کا اندازہ کیا جائے کہ جب اس کی حاجت پوری ہو، اس کے بعد اس کا گھر سے باہر دقت گزارنا صحیح نہیں اور اس سے بھر کا قول بھی دفع ہوا۔۔۔ اور دفع کرنے کی توجیہ یوں ہے کہ معتدہ عورت جو عادتاً کمائی کے لیے نکلنے کی حاجت ہوتی ہے تو نقبائے کرام نے فرمایا ہے کہ وہ دن کے وقت اور رات کے بعض حصے میں گھر سے نکل سکتی ہے اور جہاں ضرورت کی بنا پر لگتا ہے تو پھر مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ ہاں متون کی عبارات سے ظاہری طور پر وہ سوہوم ہوتا ہے، جو کہ بحر میں ہے۔ پس کافی کی طرح اگر متون میں حاجت کی قید لگا دیتے تو یہاں تکبر ہوتا۔



مطلقہ مغالطہ کے ساتھ دورانِ عدت دبر میں وطی کرنا

سوال نمبر (355):

ایک شخص نے عورت کو تین طلاق دیں، پھر اس کی بیوی نے عدت گزارنا شروع کی۔ دورانِ عدت شوہر نے اس کے ساتھ پانچکانہ کے راستے سے وطی کا ارتکاب کیا۔ کیا اس فعل سے نئی عدت شروع کی جائے گی یا جو پہلی آرہی ہے اس کا اعتبار ہوگا؟

پیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

پانچکانہ کے راستے سے وطی کرنا ایک ہیجانہ حرکت ہے جو ہر شریعت میں حرام رہا ہے، تاہم ایسا کرنے سے عدت پر اثر نہیں پڑتا۔ جیسا کہ حرام سمجھتے ہوئے زنا کرنے سے عدت پر اثر نہیں پڑتا۔

والدلیل علی ذلک:

فإن كانا عالمين بالحرمة مقرين بوقوع الحرمة الغليظة، ولكن يظلهما، فحاضت ثلاث حيض، ثم أرادت أن تتزوج بزوج آخر، قال: يجوز نكاحها؛ لأنهما إذا كانا مقرين بالحرمة كان الوطى زنا، والزنا لا يوجب العدة، ولا يمنع أن تتزوج. (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، باب السادس فی الرجعة: ۱/۲۷۵

ترجمہ:

اگر دونوں کو حرمت کا علم ہو اور حرمت غلیظہ کے وقوع پر اقرار کرنے والے ہوں، لیکن وہ بیوی سے جماع کرے اور تین حیض گزر گئے، پھر عورت نے دوسرے شوہر سے شادی کا ارادہ کیا تو اس کا نکاح جائز ہے، اس لیے کہ جب وہ حرمت پر اقرار کرنے والے ہیں تو یہ جماع زنا ہے اور زنا موجب عدت نہیں اور نہ نکاح کرنے سے مانع ہے۔



### طلاق مغلظ دینے کے بعد جدا نہ ہونے کی صورت میں عدت

سوال نمبر (356):

طلاق مغلظ کے بعد دوڑھائی سال تک شوہر شرم و حیا کی وجہ سے جدا نہیں ہوا اور جماع کے علاوہ اس بیوی کے ساتھ دیگر دوائی مس و تقبیل کرتا رہا۔ کیا ایسی صورت میں عورت کی عدت گزر گئی ہے؟

بینوا توجروا

الجابواب وبالله التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں طلاق مغلظ کے بعد عورت کے پاس جانا، لمس و تقبیل کرنا سخت گناہ ہے اور اس کے ساتھ جماع کرنا زنا شمار ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص طلاق ثلاثہ کے بعد اپنی بیوی سے شرم و حیا یا کسی اور وجہ سے جدا نہیں ہوتا اور یہ حرمت کے قائل بھی ہوں، پھر بھی ایک دوسرے سے ملتے ہوں تو یہ زنا ہے جب کہ زنا سے عدت واجب نہیں ہوتی، لہذا ایسی صورت میں طلاق مغلظہ کے بعد سے تین حیضوں کا گزرنا عدت شمار ہوگا۔

والدلیل علی ذلک:

فإن كانا عالمين بالحرمة مقرين بوقوع الحرمة الغليظة، ولكن يطلوها، فحاضت ثلاث حيض، ثم أرادت أن تنزوج بمزوج آخر، قال: يجوز نكاحها؛ لأنهما إذا كانا مقرين بالحرمة كان الوطء زنا، والزنا لا يوجب العدة، ولا يمنع أن تنزوج. (۱)

ترجمہ:

اگر دونوں کو حرمت کا علم ہو اور حرمت غلیظہ کے وقوع پر اقرار کرنے والے ہوں، لیکن وہ بیوی سے جماع

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۱/۴۷۵



کرے اور تین حیض گزر گئے، پھر عورت نے دوسرے شوہر کا ارادہ کیا تو اس کا نکاح جائز ہے، اس لیے کہ جب وہ حرمت پر اتر کر کرنے والے ہیں تو یہ حرام نہ ہے اور زنا موجب عدت نہیں اور نہ نکاح کرنے سے مانع ہے۔



### وضع حمل سے عدت

سوال نمبر (357):

ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوا، انتقال کے چند دن بعد اس کا بیٹا پیدا ہوا اور وہ عورت والدین کے پاس چلی گئی۔ اب یہ عورت والدین کے ہاں عدت گزارے گی یا شوہر کے گھر میں؟

یٰسُو! تَوَصَّرُوا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ متوفی عنہا زوجہ پر شوہر کے گھر عدت گزارنا لازم ہے، تاہم اگر وہ حاملہ ہو تو ولادت کے ساتھ اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے۔

صورت مسئلہ میں اگر شوہر کی وفات کے بعد لڑکا پیدا ہوا ہو تو لڑکے کی پیدائش کے ساتھ ہی عدت پوری ہو گئی ہے اور اس کا والدین کے ہاں جانا صحیح ہے اور اگر بچے کی پیدائش سے پہلے گئی ہو تو اس صورت میں گناہ گار ہوگی۔ اس پر استغفار لازم ہے۔

والدلیل علی ذلک:

﴿وَأُولَٰئِ الْأَحْمَالُ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (۱)

ترجمہ:

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل سے ہے۔

وقال عمر بن الخطاب: وزوجها على سريرة لانقضت عدتها وحل لها ان تنزوج. (۱)  
ترجمہ: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: ”اگر اس کی ولادت ہوئی درآنحالیکہ اس کا شوہر تختہ پر ہو تو اس کی عدت پوری ہوئی اور اس کے لیے دوسری شادی حلال ہے۔“



شوہر کے دو گھر ہوں تو عورت کس گھر میں عدت گزارے

سوال نمبر (358):

ایک آدمی کے دو گھر ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو عورت کس گھر میں عدت گزارے گی؟ جس گھر میں شوہر فوت ہوا ہے یا عدت گزارنے کے لیے شوہر کے ملک میں رہنے والے دوسرے گھر میں بھی گزار سکتی ہے؟

بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

شرعی نقطہ نظر سے معتدہ پر اس گھر میں عدت گزارنا لازم ہے جو جدائی یا شوہر کی موت کے وقت رہائش کے سلسلے میں اس کی طرف منسوب ہو۔ عدت کے دوران اس گھر سے بلا عذر شدید باہر نکلنا جائز نہیں، تاہم اگر اس گھر میں رہائش کی صورت ممکن نہ ہو یا کسی دوسری ضرورت شدیدہ کے پیش نظر گھر سے باہر نکلنا ضروری ہو تو باہر مجبوری اس گھر سے نکلنا مباح ہوگا۔

والدليل على ذلك:

على المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفراق، أو الموت كذا في الكافي، ولو كانت زائرة أهلها، أو كانت في غير بيتها الأمر حين وقوع الطلاق انتقلت إلى بيت سكنها. (۲)  
ترجمہ: معتدہ عورت کے لیے اس گھر میں عدت گزارنا لازم ہے جو جدائی یا موت کے وقت رہائش کے سلسلے میں اس کی طرف منسوب ہو اور اگر وہ طلاق واقع ہونے کے وقت اپنے گھر والوں کی زیارت کے لیے چلی گئی ہو یا کسی کام کی وجہ سے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں ہو تو اپنے بسنے والے گھر کو منتقل ہوگی۔

(۱) الہدایہ، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲/۲۸، ۲۹، ۳۰

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد: ۱/۳۵

عدتِ وفات اور عدتِ طلاق میں سے ایک کی تعیین

سوال نمبر (359):

ایک شخص نے بیوی کو غصہ میں طلاق کی نیت سے کہا: ”نکل جاؤ میرے گھر سے“ پھر چھ مہینے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ اب عدت کی کیا صورت ہے اور کون سی طلاق واقع ہوگی؟ کیا یہ عدت طلاق گزارے گی یا عدت وفات؟

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْزِلُ اِلَيْكُمْ الْبُرْجَانَ

الجواب وبالله التوفيق:

کنائی طلاق میں نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر کنائی طلاق میں نیت کی ہو تو پھر طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اور طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ میاں بیوی کو ازدواجی زندگی بحال کرنے کے لیے تجویز نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کہ عدت کی تفصیل یہ ہے کہ جس تاریخ کو طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، اس دن سے عدت شروع ہو جاتی ہے اور اسی دن سے عدت طلاق شمار ہوگی جو کہ تین حیض یا تین مہینے ہے، جب کہ متوفی عنہا زوجہا کے ذمے چار ماہ دس دن عدت گزارنا لازم ہے، لیکن طلاق بائن کی وجہ سے چونکہ نکاح باقی نہیں، اس لیے جو عدت شروع ہو چکی ہے، وہی پورا کرے گی۔ عدت طلاق اور وفات میں متداخل نہ ہوگا۔

صورتِ مسئلہ میں اگر واقعی شوہر نے ”نکل جاؤ میرے گھر سے“ سے طلاق کی نیت کی ہو تو اس دن سے عدت شروع ہوئی ہے، عورت کے ذمے تین حیض تک اگر آئے نہ ہو، ورنہ تین مہینے تک عدت گزارنا لازم ہو جاتا ہے۔ عدت پوری ہونے کے بعد اپنی مرضی سے اگر چاہے تو شادی کر سکتی ہے۔

والذي جعل علي ذلك:

وقيدنا بكونه في مرض موته؛ لأنه لو طلقها يائناً في صحته، لم تستقل، ولا ترث..... لأن النكاح

فقد انقطع قبل الموت بالطلاق، ولزمها ثلاث حيض. (١)

ترجمہ: اور ہم نے اس کو ”مرض موت“ سے متعین کیا، کیونکہ اگر اس نے صحت میں اس کو طلاق بائن دی تو یہ عدتِ اوفات کو تبدیل نہ ہوگی، نہ یہ عورت اس سے میراث لے گی۔۔۔ کیونکہ طلاق کے ساتھ عورت کا نکاح ختم ہو گیا ہے اور اس کے ذمے تین حیض (عدت) لازم ہو گئے ہیں۔

## عدتِ وفات میں خاوند کی پنشن کے لیے نکلنا

سوال نمبر (360):

ہمارے بھائی سکول میں استاد تھے۔ حج سے واپسی پر وہ وفات پا گئے۔ اب ایک طرف بھابھی عدت میں ہے، دوسری طرف محکمہ تعلیم والوں نے اس کی پنشن کو جلد از جلد وصولی کے لیے شناختی کارڈ بنوانے اور پنشن وصولی کے لیے کہا ہے۔ کیا بھابھی اس کے لیے دورانِ عدت گھر سے نکل سکتی ہے؟

بیٹنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اور حاملہ نہ ہو تو شوہر کے گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔ اس دوران اس کے لیے سنگھار، خوشبو یا تیل وغیرہ لگانا اور گھر سے عذر شرعی کے بغیر نکلنا ممنوع ہے، تاہم عذر شرعی کی بنا پر اس کے لیے دن کے وقت گھر سے نکلنا مخص ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر پنشن کی وصولی کے لیے سرکاری قانون کے مطابق عورت کا گھر سے نکلنا ضروری ہو اور وقت پر نہ جانے سے رقم ضائع ہونے یا ملتوی ہونے کا خطرہ ہو تو وہ گھر کے اخراجات کے لیے پنشن حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے، تاہم کام کو جلد از جلد نمٹا کر گھر واپس آنا ضروری ہے، تاکہ اس کا گھر سے باہر تھوڑا وقت خرچ ہو۔

والدلیل علی ذلک:

علی المعتمدۃ أن تعتد فی المنزل الذی یضاف إلیہا بالکسبی حال وقوع الفرقة، أو الموت ..... وإن اضطرت إلی الخروج من بیتها بأن خافت سقوط منزلها، أو خافت علی مالها، أو سکان المنزل باجرة، ولا تحدا ما تؤدیہ فی أجرة فی عدة الوفاة، فلا بأس عند ذلک أن تنقل. (۱)

ترجمہ:

معتدہ پر واجب ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جو جدائی کے وقت یا وفات کے وقت رہائش کے سلسلے میں اس کی طرف منسوب ہو اور اگر وہ نکلنے پر مجبور ہوگی، مثلاً مکان گرنے سے ڈرتی ہو یا اپنے مال پر ڈرتی ہو یا وہ مکان کرایہ پر ہو اور عدت وفات میں اس کے پاس کرایہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نقل مکانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

## بڑھیا کی عدت

سوال نمبر (361):

ایک بوڑھی عورت ہو جو نہایت ضعیف و نحیف ہو اور اس کے بڑے بڑے پوتے نواسے بھی ہوں جو اس وقت شادی بھی نہیں کر سکتی، پھر ایسی بوڑھی عورت کے لیے عدت گزارنے میں کیا حکمت ہے؟

بیتوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق:

بحیثیت مسلمان ہر آدمی کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات انسان پر لازم کیے ہیں، ان میں سے ہر حکم میں انسان کی بھلائی کا راز مضمر ہے، کوئی بھی امر مصلحت کے خلاف نہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات انسانی عقل ان مصالح کا ادراک نہیں کر سکتی، لیکن یہ بات یاد رہے کہ احکامات الہیہ فوق عقل العادی تو ہو سکتے ہیں، لیکن خلاف عقل نہیں ہو سکتے۔ صورت مسئلہ میں بوڑھی عورت کے لیے عدت گزارنے میں حکمت یہ ہے کہ عدت سے مقصود نکاح کی تعظیم کا اظہار و بیان ہے کہ یہ ایک محترم اور معظم فعل ہے، جس کے انعقاد کے لیے بہت سی شرطوں کا وجود ضروری ہے، اس طرح اس کے ختم ہونے کے لیے بھی کچھ لوازمات ہیں، ان میں سے ایک عدت بھی ہے، لہذا بڑھیا پر بھی عدت گزارنا واجب ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

ومنها التنويه بفحامة أمر النكاح حيث لم يكن أمراً ينتظم إلا بجمع رجال، ولا ينفك إلا بانتظار طویل، ولولا ذلك لكان بمنزلة لعب الصبيان، ينتظم ثم يفلک فی الساعة. (۱)  
ترجمہ: اور ان (عدت کی مصلحتوں) میں سے نکاح کے معاملہ کی عظمت و شان کو دوبالا کرنا بھی ہے۔ چنانچہ نکاح مردوں کو اکٹھا کیے بغیر منعقد نہیں ہو سکتا، اور پھر لمبے انتظار کے بغیر ختم نہیں ہوتا۔ اگر نکاح کے منعقد ہونے اور پھر ختم ہونے کے لیے ایسا ضروری نہ ہوتا تو پھر یہ بچوں کے کھیل جیسا ہوتا جو لمحوں میں منعقد ہوتا ہے اور لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے۔



(۱) الدہلوی، شاہ ولی اللہ، حجة الله البالغة، من أبواب تدبیر المنزل بالعدة و حکمة التشريع فیہا: ۱۴۲/۲۔

## استطاعت کے باوجود عدت میں ملازمت کے لیے نکلنا

سوال نمبر (362):

ایک عورت سرکاری ملازمہ ہے اور اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ اب اس کے پاس خرچہ بھی ہے اور گزر اوقات کا بھی بندوبست ہے، لیکن پھر بھی ملازمت کے لیے گھر سے نکلتی ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

بیٹنوا توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق:

دورانِ عدت عورت کے لیے شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ اگر مذکورہ خاتون کے دیگر محارم اس کے نان نفقہ کا بوجھ خود برداشت کرتے ہوں یا عورت مال دار ہو، اپنا خرچہ برداشت کر سکتی ہو تو پھر اس کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہیں، لیکن اگر نان نفقہ کا بندوبست نہ ہو اور عدت پوری ہونے سے نوکری ختم ہونے کا خطرہ بھی ہو تو پھر دن کے وقت ایسی عورت کے لیے گھر سے نکلنا مریض ہے، بشرط یہ کہ وہ رات کو شوہر کے گھر واپس لوٹ آئے۔

والدلیل علی ذلك:

على المعنونة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة، أو الموت ..... وإن اضطرت إلى الخروج من بيتها بأن خافت سقوط منزلها، أو خافت على مالها، أو كان المنزل بأجرة، ولا تحدا ما تؤديه في أجرته في عدة الوفاة، فلا بأس عند ذلك أن تنتقل. (۱)

ترجمہ:

معتمدہ پر واجب ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جو جدائی کے وقت یا وفات کے وقت اس کی طرف منسوب ہو اور اگر وہ نکلنے پر مجبور ہوگئی، مثلاً: مکان گرنے سے ڈرتی ہو یا اپنے مال پر ڈرتی ہو یا وہ مکان کرایہ پر ہو اور عدتِ وفات میں اس کے پاس کرایہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نقل مکانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔



## عدت کے دوران رجوع کرنا

سوال نمبر (363):

طلاق رجعی میں دوران عدت اگر خاوند اپنی بیوی سے فون پر صلح کی نیت سے رابطہ کرے اور کہے کہ تم میری بیوی ہو اور میں تیرا خاوند ہوں، میں تمہیں اپنے ساتھ آباد کرنا چاہتا ہوں۔ خاوند بیوی کے بڑے بھائی کے ساتھ بھی بار ملاقات کر کے صلح کی کوشش کرنا چاہتا ہے، تو ایسا کرنے سے رجوع مکمل ہو جانے پر کیا عدت پوری کرنا لازم ہے یا نہیں؟

بیّنوا تزوجوا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دے اور عدت گزارنے سے قبل ہی خاوند رجوع کر لے تو بغیر تجدید نکاح کے بیوی اس کے لیے حلال ہو جاتی ہے، یہ رجوع خواہ قول کے ذریعے سے ہو یا فعل کے ذریعے سے ہو، بیوی اس پر راضی ہو یا نہ ہو، عورت کے لیے عدت مکمل کرنا ضروری نہیں۔

صورت مسئلہ میں اگر واقعی خاوند نے بیوی کو فون پر مذکورہ کلمات کہے ہوں تو اس سے رجوع ثابت ہو کر عدت گزارنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور رجوع کے بعد خاتون بدستور بیوی رہے گی۔

والدلیل علی ذلك:

وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقة قطعية، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك، أو لم

نرضى. (۱)

ترجمہ:

جب شوہر نے بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دی تو اس کے لیے جائز ہے کہ اسی عدت میں بیوی کو رجوع کر لے، خواہ وہ عورت اس رجوع پر راضی ہو یا نہ ہو۔



## طلاق حسن میں عدت

سوال نمبر (364):

اگر کوئی شخص بیوی کو حالت طہر میں ایک طلاق دے دے، پھر جب طہر کے بعد حیض گزر جائے تو اگلے طہر میں دوسری طلاق دے دے اور پھر اگلے طہر میں تیسری طلاق دے دے تو اس میں عدت کون سی طلاق سے شروع ہوگی۔ پہلی طلاق سے یا تیسری طلاق سے؟ وضاحت فرمائیں۔

بیشوداً تزوجاً

الجواب وبالله التوفیق:

اگر کوئی شخص حالت طہر میں بیوی کو ایک صریحی طلاق دے دے، پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے دے، پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے دے تو یہ طلاق حسن کہلاتی ہے۔ فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق حسن میں عدت پہلی طلاق کے بعد شروع ہو جاتی ہے، لہذا اس کے بعد سے جب تین حیض گزر جائیں تو عدت ختم ہو جاتی ہے۔

والمدلل علی ذلک:

ثم إذا وقع عليها ثلاث تطليقات في ثلاثة أطهار، فقد مضى من عدتها حیضتان، إن كانت حرة؛ لأن العدة بالحیض عندنا، وبقيت حیضة واحدة، فإذا حاضت حیضة أخرى، فقد انقضت عدتها. (۱)

ترجمہ:

جب اس پر تین طہروں میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں، پس اس کی عدت سے دو حیض گزر گئے، اگر وہ عورت آزاد عورت ہو، کیونکہ احتاف کے نزدیک عدت حیض کے اعتبار سے ہے اور ایک حیض باقی رہ گیا، پس جب عورت کو ایک اور حیض آگیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی۔





## بچپن دن عدت میں چار حیضوں کا دعویٰ کرنا

سوال نمبر (365):

ایک خاتون خاندان سے ایک طلاق رجعی لینے کے بعد دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرتی ہے، دوسرے نکاح اور طلاق کے درمیان صرف بچپن دن گزر چکے ہیں اور عورت دعویٰ کرتی ہے کہ مجھے ان دنوں میں چار مرتبہ ماہ واری آچکی ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا از روئے شریعت بچپن دنوں میں چار حیض آنے کے قول کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟  
دوسری بات یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے صحیح ہے یا نہیں۔ اگر درست نہ ہو تو کیا تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی؟

بینوا نرجسوا

الجواب وبالله التوفیق:

اگر صاحبین کے قول کا اعتبار کیا جائے تو عدت کے تین حیض گزرنے کے لیے اتالیس دن کم از کم ہونا ضروری ہے، جب کہ امام ابو حنیفہ کے ہاں تین حیض کے لیے دو رات یہ کم از کم ساٹھ دن ہے۔  
صورتِ مسئلہ میں خاتون کا یہ کہنا کہ بچپن دنوں میں چار حیض آئے ہیں، ناقابلِ تسلیم ہے اور اس میں عورت کی تصدیق نہیں کی جاسکتی کیونکہ چار دفعہ حیض آنے کے لیے بقول صاحبین ساٹھ دن ضروری ہیں، لہذا یہ کہ عورت چوتھی بار حیض سے ایک آدھ دن حیض کی ابتدا مراد لیتی ہو، بہتر یہ ہے کہ خاتون کی عادت کو جان کر حساب لگوا لیا جائے۔

والدلیل علی ذلك:

فإذا أخبرت بالانقطاع في مدة تنقضي في مثلها يقبل قولها، ولا يقبل إذا كانت المدة مما لا تنقضي في مثلها العدة..... ثم اختلف في أقل ما تصدق فيه المعتدة بالأقراء، قال أبو حنيفة: أقل ما تصدق فيه الحرة ستون يوماً، وقال أبو يوسف ومحمد: تسعة وثلاثون يوماً. (۱)

ترجمہ:

پھر اگر عورت نے اتنی مدت میں عدت پوری ہونے کی خبر دی، جتنے وقت میں عدت پوری ہو سکتی ہے تو اس کے قول کو قبول کیا جائے گا اور اگر اس نے خبر اتنے وقت میں دی جس میں عدت پوری نہیں ہو سکتی تو اس کے قول کو قبول نہیں

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فیما یعرف به انقطاع العدة: ۴/ ۴۳۵

کیا جائے گا۔ پھر حیض کے ذریعے عدت گزارنے والی عورت کی تصدیق کے لیے کم از کم مدت میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک آزاد عورت کے لیے کم از کم ساٹھ دن ہیں اور صاحبین کے نزدیک اسی دن ہیں۔



عدت میں بہو سے تنگ ہو کر گھر سے نکلنا

سوال نمبر (366):

اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے اور وہ بہو کے جھگڑوں سے تنگ ہو تو کیا دورانِ عدت یہ گھر چھوڑ سکتی ہے؟ یعنی کیا یہ ایسا عذر ہے کہ جس کی وجہ سے عدت گزارنے والی خاتون کا گھر سے باہر نکلنا جائز ہو؟

بیشواؤ جروا

الجواب وبالله التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے شوہر فوت ہونے والی خاتون کو شوہر کے گھر میں عدت گزارنا لازم ہے اور بغیر عذر شرعی کے اس گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ چنانچہ بہو سے تنگ آنا یا خیال نہ رکھنا کوئی ایسا عذر شرعی نہیں ہے جس کی وجہ سے گھر سے نکلنا مریض ہو، کیونکہ ماس اور بہو کے درمیان کشیدگی تو معمول کی بات ہے، اس لیے شرعی حکم پورا کرنے کے لیے یہ تکلیف معمول کے مطابق سمجھنا چاہیے اور صبر سے کام لے کر ایامِ عدت شوہر کے گھر میں گزارے جائیں۔

والدلیل علی ذلك:

(وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج، أو ينهدم المنزل، أو تخاف.....) ونحو ذلك من الضرورات. (۱)

ترجمہ:

اور معتدة طلاق اور معتدة وفات اس گھر میں عدت گزاریں گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہو اور اس گھر سے نہیں نکلے گی، جب تک گھر سے نہ نکال جائے یا گھر منہدم ہوتا ہو یا کوئی خطرہ ہو یا اس جیسی کوئی ضرورت پیش آئے۔



## خلع کے ذریعے طلاق یافتہ خاتون کا باہر نکلنا

سوال نمبر (367):

ایک عورت کو خلع کے ذریعے طلاق ملی ہوئی ہے۔ اب وہی عورت عدت کے دوران ملازمت کے لیے ضرورت کے درجہ میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ سرکاری طرف سے چھٹی نہ ملتی ہو۔

بیشوا انو جروا

الجواب وبالله التوفیق:

معتدہ عورت خواہ کسی بھی طریقے سے جدا ہوگئی ہو، مگر سے باہر نہیں جاسکتی، خواہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے یا طلاق بائن واقع ہو یا خلع کے ذریعے فرقت آگئی ہو، البتہ ضرورت کے درجہ میں باہر جاسکتی ہے۔

صورتِ مسئلہ میں اگر مذکورہ عورت کی ملازمت کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش ہو تو پھر اس کے لیے ملازمت کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہیں، لیکن اگر ملازمت کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہ ہو اور عورت کے نہ نکلنے سے ملازمت متاثر ہوتی ہے، سرکاری طور پر چھٹی بھی نہ ملتی ہو تو پھر ضرورت کے درجے میں نکل سکتی ہے، تاہم اپنی طرف سے چھٹی کی درخواست دے دے اگر درخواست منظور ہوئی تو پھر نکلنا جائز نہ ہوگا۔

والدلیل علی ذلك:

(ولا تخرج معتدة رجعي أو بائن) بأي فرقة كانت علی ما فی الظہیریۃ، ولو مختلعة علی نفقة عدتها..... قال ابن عابدین: قال فی الفتح: والحق أن علی المفتی أن ینظر فی خصوص الوقائع، فإن علم فی واقعة

عجز هذه المختلعة عن المعیشة إن لم تخرج، أفتاها بالحل، وإن علم قنوتها أفتاها بالحرمة. (۱)

ترجمہ: معتدہ رجعیہ اور بائنہ گھر سے نہیں نکل سکتی چاہے جو بھی جدائی ہو، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اگرچہ اس نے خاوند سے نفقہ عدت پر خلع کیا ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ فتح القدیر میں ہے کہ حق بات تو یہ ہے کہ مشتی پر یہ لازم ہے کہ وہ خاص حالات میں غور کرے اگر کسی صورت میں اس کو یہ علم ہو جائے کہ اگر نفقہ عدت پر خلع کرنے والی گھر سے نہ نکلے گی تو معاش سے عاجز ہو جائے گی تو اس کے گھر سے نکلنے کے جواز پر فتویٰ دے اور اگر اس کو معلوم ہو کہ عورت نان نفقہ پر قدرت رکھتی ہے تو پھر گھر سے نکلنے پر حرمت کا فتویٰ دے دے۔



## باب الإحداد

### (مباحث ابتدائیہ)

#### احداد کی لغوی تعریف:

احداد کا لغوی معنی ہے "منع کرنا اور چھوڑنا" عورت کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے اس کا معنی زینت و ہنر چھوڑنا ہے۔ یہ باب افعال سے زیادہ مستعمل ہے، تاہم باب نصر و ضرب سے بھی کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔

#### اصطلاحی تعریف:

علامہ حنفی فرماتے ہیں:

"وشر عاترك الزينة ونحوها للمعندة بالن أو موت".

طلاق یا ن یا شوہر کی موت کی وجہ سے عدت گزارنے والی عورت کا ترک زینت اور اس جیسی دوسری اشیاء سے پرہیز کرنا احداد، یعنی سوگ کہلاتا ہے۔ (۱)

#### احداد (سوگ) کی مشروعیت:

متوفی عنہا ازوجہا (بیوہ عورت) پر سوگ کے وجوب کے بارے میں تمام ائمہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "کسی بھی عورت کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، یہ جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کی وفات پر تین دن سے زیادہ رنج و غم کا اظہار کرے، سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ دس دن تک رنج و غم کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ (۲)

#### زوجہ کے علاوہ کسی اور کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانے کا حکم:

آپ ﷺ نے تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع فرمایا ہے، لہذا تین دن سے زیادہ کسی بھی میت پر زوجہ کے علاوہ کسی اور رشتہ دار کے لیے سوگ کا اظہار ناجائز ہے چاہے میت اس کا باپ، بھائی، بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ (۳)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ۶/۵-۶/۷

(۲) الصحيح لمسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد فی عدة الوفاة: ۱/۱۸۶

(۳) فتح القدیر، کتاب الطلاق، فصل وعلى المیتة والمتوفی عنہا زوجہا الحداد: ۴/۱۶۰

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ حدیث میں زوجہ کے علاوہ بقیہ افراد کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کی ممانعت کو مذموم و جوب پر محمول کرنے میں قولیدِ حنفیہ سے کوئی تضاد نہیں۔ (وقواعد التائباہ)، یعنی زوجہ کے علاوہ رشتہ داروں کے لیے رنج و غم اور ترکِ زینت کا اظہار واجب تو نہیں، البتہ مباح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو کسی رشتہ دار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع کرنا چاہے تو وہ اس کو منع کر سکتا ہے، اس لیے کہ عورت کا زینت اختیار کرنا شوہر کا حق ہے۔

### سوگ کن عورتوں پر واجب ہے؟

حنفیہ کے ہاں مطلقہ بابت، مطلقہ مغلطہ اور مستوفیٰ عنہا زوجہا، یعنی بیوہ پر اپنی اپنی عدت کے دوران سوگ اور ترکِ زینت واجب ہے۔ مذکورہ صورتوں میں سوگ اور رنج و غم کا اظہار حق شرعی ہے، لہذا اگر شوہر مرتے وقت عورت کو سوگ نہ منانے کی وصیت کرے، تب بھی عورت پر سوگ اور ترکِ زینت واجب ہوگا۔ (۱)

### کن عورتوں پر سوگ واجب نہیں؟

حنفیہ کے ہاں درج ذیل سات قسم کی عورتوں پر سوگ واجب نہیں:

صغیرہ، پالگہ، کتابیہ (یہودی، یا عیسائی عورت)، نکاحِ فاسد کی معتدہ، وطئ کی بشبہ کی معتدہ، غیر مدخول بہا مطلقہ معتدہ اور طلاقِ رجعی کی معتدہ پر سوگ واجب نہیں۔ (۲)

حنفیہ کے ہاں طلاقِ رجعی کی عدت میں احدا کی بجائے ذیبت اختیار کرنا چاہیے، تاکہ مرد کو اس کی طرف میلان پیدا ہو جائے اور وہ دوبارہ بیوی کو لوٹالے۔ (۳)

### سوگ کے وجوب کے لیے شرائط:

سوگ کے وجوب کے لیے شرط یہ ہے کہ معتدہ عورت عاقلہ، بالغہ اور مسلمان ہو اور شوہر سے نکاح صحیح کی عدت گزار رہی ہو۔ نکاح فاسد وغیرہ کی عدت معتبر نہیں۔ (۴)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ۵/۲۱۷، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد: ۱/۵۳۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ۵/۲۱۹، ۲۲۰، الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد: ۱/۵۳۴۔ (۳) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۱/۴۷۲

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی أحكام العدة: ۱/۴۶۲، ۴۶۳

### سوگ کن چیزوں سے عبارت ہے؟

سوگ ہر اس فعل سے عبارت ہے جو شرعاً یا عرفاً زینت شمار ہوتا ہو، چاہے وہ بدن سے متعلق ہو یا کپڑوں سے متعلق ہو یا لوگوں کی نظروں اور توجہات کا مرکز بننے سے متعلق ہو، مثلاً بلا عذر گھر سے باہر نکلنا اور سفر کرنا اور نکاح یا پیغام نکاح وغیرہ جیسے مراسم رکھنا سوگ کے منافی افعال ہیں۔ مذکورہ قاعدے کی رو سے خوشبو لگانا، مہندی لگانا، سرمہ لگانا، زیورات پہننا، بال سنوارنے کی نیت سے کنگھی کرنا، زینت کے لیے تیل وغیرہ لگانا، خوشبودار اور شوخ رنگوں والے کپڑے پہننا، ریشمی کپڑے یا سرخ کپڑے پہننا سب کے سب ممنوع ہیں۔

### مذکورہ اشیاء کے استعمال سے رکنے کی علت:

مذکورہ تمام اشیاء کے استعمال سے منع کرنے کی بنیادی علت زینت و آرائش ہے، لہذا جن چیزوں میں زیب و زینت کے علاوہ ضرورت اور اضطرار کا پہلو بھی موجود ہو تو ان میں ضرورت کی نیت سے استعمال جائز قرار دیا جائے گا، مثلاً سراور بالوں میں تکلیف کے وقت کنگھی کرنا یا تیل لگانا، آنکھوں میں تکلیف کے وقت سرمہ لگانا، خارش کے وقت ریشمی کپڑے پہننا اور کپڑوں کی نکت کے وقت ممنوع کپڑوں کا استعمال ضرورت کے دائرے میں آکر ضرورت کی حد تک جائز قرار دیا جائے گا۔ اسی حکم میں گھر سے باہر نکلنا بھی ہے، تاہم زیورات پہننے یا نکاح و پیغام نکاح جیسے وہ افعال جن میں ضرورت کا پہلو بالکل نہ ہو، ان کی حرمت برقرار رہے گی۔ (۱)

مذکورہ احکام کا مطلب یہ بالکل نہیں کہ عورت پر آگندہ اور خستہ حال رہے، بلکہ وہ اپنے بدن یا کپڑوں کا میل کچیل اور بدبودار کرنے کے لیے غیر خوشبودار صابن کا استعمال بھی کر سکتی ہے۔ غیر ضروری بال اور ناخن وغیرہ بھی کاٹ سکتی ہے، غسل بھی کر سکتی ہے، ضرورت کے وقت مردوں سے بات چیت بھی کر سکتی ہے، تاہم ان امور کا مقصد صرف اور صرف ضرورت کی تکمیل ہوگی۔ زینت و آرائش یا توجہات کے حصول کی نیت سے مذکورہ اشیاء بھی ممنوع ہوں گے۔ (۲)



(۱) الفناوی الہندیہ، کتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد: ۱/۵۲۳، ۵۲۴، الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ۵/۲۱۶-۲۱۹

(۲) الموسوعة الفقهية، مادة الحداد: ۱۰۹/۲

## مسائل الإحداد

(شوہر کی موت پر سوگ منانے سے متعلقہ مسائل کا بیان)

سوگ منانے کا شرعی طریقہ

سوال نمبر (368):

میرا خاوند فوت ہو چکا ہے۔ لوگوں سے سنتی ہوں کہ تم اس گھر سے چار ماہ دس دن تک نہیں نکلو گی۔ کیا یہ صحیح ہے؟ نیز کس صورت میں نکلنے کی گنجائش ہے؟  
 بیٹو! توجہ روا

الجواب وبالله التوفیق:

مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا کو شوہر کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے اور انتہائی عذر شدید کے علاوہ اس کا دوران عدت گھر سے نکلنا جائز نہیں، عذر شدید یہ ہے کہ مثلاً: خاوند کے گھر کے گرنے کا خوف ہو یا اس کو جان کا خطرہ ہو یا گھر کا کرایہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو یا مان نفقہ ملنے کے لیے سوائے نکلنے کے اور کوئی صورت نہ ہو تو ان صورتوں میں متوفی عنہا نکل سکتی ہے، لیکن رات کو خاوند کے گھر واپس آنا ضروری ہے۔

والدلیل علی ذلك:

علی المعنۃ ان تعد فی المنزل الذی یضاف إلیہا بالمسکنی حال وقوع الفرقة، أو الموت .....  
 وإن اضطرت إلی الخروج من بیتها بأن خافت سقوط منزلہا، أو خافت علی مالہا، أو کان المنزل بأجرة، ولا تجد ما تؤدیہ فی أخرتہ فی عدة الوفاة، فلا بأس عند ذلك أن تنتقل. (۱)

ترجمہ: معتدہ پر واجب ہے کہ وہ اس مکان میں عدت گزارے جو جدائی کے وقت یا وفات کے وقت اس کی طرف رہائش کے اعتبار سے منسوب ہو اور اگر وہ نکلنے پر مجبور ہوگئی، مثلاً مکان گرنے سے ڈرتی ہو یا اپنے مال پر ڈرتی ہو یا وہ مکان کرایہ پر ہو اور عدت وفات میں اس کے پاس کرایہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے نکل مکانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔



## معتدہ عورت کا کنگھی کرنا

سوال نمبر (369):

وہ خاتون جو عدت طلاق یا عدت وفات گزار رہی ہو، اس کے لیے ایک مخصوص زمانے تک شوہر کے گھر میں عدت گزارنا ضروری ہے۔ کیا دوران عدت یہ خاتون کنگھی کر سکتی ہے؟  
بیشوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے، اس کو چاہیے کہ وہ عدت کے دوران سوگ منائے۔ سوگ میں بنیادی طور پر ان امور کو ترک کیا جاتا ہے جن کا تعلق زیب و زینت سے ہو۔

تاہم اگر زیادہ وقت تک پر اگندہ بال رہنے سے سر پر بوجھ ہو یا جوؤں کی تکلیف ہو تو معتدہ عورت کو بالوں میں تیل لگا کر موٹے دندانے کی کنگھی استعمال کرنا جائز ہے، البتہ بلا ضرورت تنگ و دندانوں والی کنگھی کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ تزئین و آرائش کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

والدلیل علی ذلک:

فبان كان تشدكي رأسها، فدهن، وتمشط بالأسنان الغليظة المتباعدة من غير إرادة الزينة؛ لأن هذا تدلوا لا زينة. (۱)

ترجمہ: اگر معتدہ کے سر میں تکلیف ہو اور اس نے اس میں تیل لگا دیا اور موٹے اور کھلے دندانوں والی کنگھی استعمال کی جس میں زینت و زیبائش کا ارادہ نہیں تھا (تو جائز ہے) اس لیے کہ یہ علاج ہے، زینت نہیں۔



## عدت وفات میں سوگ کی مقدار

سوال نمبر (370):

جس عورت کا خاندان فوت ہو گیا ہو، اس کے لیے سوگ منانا کیسا ہے؟ نیز اگر خاتون کے لیے سوگ منانا از روئے شریعت ثابت ہو تو اس کی مدت کتنی ہے؟ وضاحت فرمائیں۔  
بیشوا توجروا

(۱) برد المختار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۲۱۸



الجواب وبالله التوفیق:

جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کے لیے چار ماہ اور دس دن عدت گزارنا ضروری ہے۔ عدت کے دوران نہ گھر سے بغیر عذر شدید کے باہر نکل سکتی ہے، نہ سنگار وغیرہ کر سکتی ہے اور نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ البتہ شدید ضرورت کے وقت وہ بقدر ضرورت دن کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اسی طرح ضرورت کی وجہ سے نان نفقہ کے حصول کے لیے بھی جاسکتی ہے۔ تاہم حاملہ کی عدت وضع حمل کے ساتھ پوری ہو جاتی ہے۔

والدلیل علی ذلك:

قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنكُمُ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا بِتَرْتِجْنٍ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ (۱)

ترجمہ: اور جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور چھوڑ دیں بیویاں تو وہ چار ماہ و دس دن تک انتظار کریں گی۔

﴿وَأُولَٰئِ الْأَحْمَالُ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (۲)

ترجمہ:

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

(واعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا يخرجان منه (إلا أن تخرج أو

يتهدم المنزل، أو تخاف.....) ونحو ذلك من الضرورات، (۳)

ترجمہ:

اور معتدہ طلاق اور معتدہ وفات اس گھر میں عدت گزاریں گی، جس گھر میں عدت لازم ہوئی ہو اور اس گھر سے

نہیں نکلے گی، جب تک گھر سے نہ نکالی جائے یا گھر منہدم ہوتا ہو یا کوئی خطرہ ہو یا اس جیسی کوئی ضرورت پیش آئے۔




(۱) البقرة/ ۲۳۴

(۲) الطلاق/ ۴

(۳) الدر المختار علی صدر رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵/ ۲۲۵

## مصادر ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر
			
۱	إرشاد الساري إلى مناسك الملاعلي القاري	حسين بن محمد سعيد عبدالغني المكي	دار الكتب العلمية بيروت
۲	أحكام القرآن	ظفر أحمد العثماني (۱۳۹۴ھ)	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی
۳	أحكام القرآن	أبو بكر أحمد بن علي الرازي الخصاص الحنفي (۳۷۰ھ)	سهيل اكيڊمي لاهور
۴	إسلامي تهذيب وتمدن اردو ترجمہ "التنبہ فی الاسلام"	قاری محمد طیب قاسمی (۱۴۰۳ھ)	إدارة إسلامیات لاهور
۵	إعلاء السنن	ظفر أحمد العثماني (۱۳۹۴ھ)	دار الكتب العلمية بيروت
۶	إعلام الموقعين	ابن القيم العززي (۷۵۱ھ)	دار الفكر بيروت لبنان
۷	الإتقان في علوم القرآن	جلال الدين السيوطي (۹۱۱ھ)	سهيل اكيڊمي لاهور
۸	الاختيار لتعليل المختار	أبو الفضل عبد الله الموصلي (۶۸۳ھ)	دار المعرفة بيروت لبنان
۹	الاستبصار	سعود بن مسعد الثبيتي	دار ابن حزم بيروت
۱۰	الاعتصام	أبو إسحاق إبراهيم الشاطبي (۷۹۰ھ)	مكتبه رشيدية پشاور
۱۱	الأشياء والنظائر	زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم (۹۷۰ھ)	ايچ ايم سعيد كراچی
۱۲	البحر الرائق	ابن نجيم (۹۷۰ھ)	دار الكتب العلمية بيروت

- ١٣ الرسالة والنهاية إسماعيل ابن كثير (٧٧٤هـ) دار الفكر بيروت
- ١٤ الترغيب والترهيب زكي الدين عبدالعظيم بن دار احياء التراث العربي بيروت  
عبدالقوي المنلري (٦٥٦هـ)
- ١٥ التشريع الحنفى الإسلامى عبدالقادر عوده مؤسسة الرسالة بيروت
- ١٦ التعليق الصبيح محمد إدريس الكاندهلوي المكتبة العثمانية لاهور  
(١٣٩٤هـ)
- ١٧ التعليق الميسر على حاشية الروض الشيخ الوهبي سليمان الفاوحي دار البشائر الإسلامية بيروت  
الأزهر في شرح الفقه الأكبر
- ١٨ التفسير الكبير فخر الدين الرازي (٦٠٦هـ) دار احياء التراث العربي لبنان
- ١٩ التلخيص الحبير ابن حجر العسقلاني (٨٥٢هـ) المكتبة الاثرية شيخو بورة
- ٢٠ الحامع لأحكام القرآن للقرطبي محمد القرطبي (٦٧١هـ) دار احياء التراث العربي لبنان
- ٢١ الجوهرة النيرة أبو بكر بن علي بن محمد الزبيدي دار الكتب العلمية لبنان  
(٨٠٠هـ)
- ٢٢ الحيلة الناجزة أشرف على الشهانوي دار الإشاعت كراچی  
(١٣٦٢هـ)
- ٢٣ الدر المختار مع رد المحتار محمد بن علي الحصكفي مكتبة إمداديه ملتان  
(١٠٨٨هـ)
- ٢٤ الدر المتقى على هامش مجمع ملا علي بن سلطان القاري دار احياء التراث العربي بيروت  
لبنان (١٠١٤هـ)
- ٢٥ الزهد الكبير للبيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي دار الحنان بيروت لبنان  
(٤٥٨هـ)
- ٢٦ الشروفيّة شرح المراجعة السيد الشريف علي الحرجاني المكتبة الحفانيّة بشارور  
(٨١٦هـ)
- ٢٧ السن الكبرى للنسائي أحمد النسائي (٣٠٣هـ) مؤسسة الرسالة بيروت لبنان

- ٢٨ السنن الكبرى للبيهقي أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي دار الفكر بيروت لبنان (١٤٥٨هـ)
- ٢٩ السراجي في الميراث محمد بن عبد الرشيد السبحان ندي الميزان لاهور (١٤٠١هـ)
- ٣٠ السماعية محمد عبد الحي الكهنوي سهيل اكيدي لاهور (١٣٠٤هـ)
- ٣١ الشماثل المحمدية للترمذي محمد بن عيسى الترمذي دار الكتب العلمية بيروت لبنان (٢٧٩هـ)
- ٣٢ العرف الشذي أنور شاه الكشميري (١٣٥٢هـ) دار إحياء التراث العربي بيروت
- ٣٣ العقائد الإسلامية سيد سابق (١٤٢٠هـ) دار الكتاب العربي
- ٣٤ العقيدة في الله عمر سليمان الأشقر (١٤٣٣هـ) مكتبة الفلاح الكويت
- ٣٥ العناية على هامش فتح القدير أكمل الدين محمد بن محمد البايهقي (٧٨٦هـ) المكتبة الحقانية پشاور
- ٣٦ الفتاوى البزازية على هامش محمد بن شهاب الكردي مكتبة رشيدية كوتنه، (٨٢٧هـ) دار الكتب العلمية بيروت
- ٣٧ الفتاوى الخانية على هامش فخر الدين حسن بن منصور مكتبة رشيدية كوتنه (٥٩٢هـ)
- ٣٨ الفتاوى الكاملية في الحوادث الطرابلسية محمد كامل بن مصطفى الطرابلسي (١٣١٥هـ) المكتبة الحقانية پشاور
- ٣٩ الفتاوى الهندية (العالمگیریة) شيخ نظام و جماعة من علماء الهند عالم بن العلاء الدهلوي مكتبة رشيدية كوتنه (٧٨٦هـ) دار إحياء التراث العربي بيروت
- ٤٠ الفتاوى التاتارخانية أسعد محمد سعيد الصاغري دار الكلم الطيب بيروت لبنان (٧٨٦هـ)
- ٤١ الفقه الحنفي وأدلته

- ٤٢ الفقه الإسلامى وأدلته د. وهبة الزحيلي (١٤٣٦ هـ) دار احسان دمشق
- ٤٣ القاموس الجديد وحيد الزمان قاسم كيرانوى إدارة إسلاميات لاهور كراچى (١٤١٥ هـ)
- ٤٤ الكفاية على هامش فتح القدير جلال الدين الخوارزمي (٧٦٩ هـ) مكتبة حقانيه پشارور
- ٤٥ المبسوط للسرخسي شمس الأئمة السرخسي دار الكتب العلمية بيروت (٤٨٣ هـ)
- ٤٦ المبسوط للشيباني محمد بن الحسن الشيباني دار المعارف النعمانية لاهور (١٨٩ هـ)
- ٤٧ المجموع شرح المذهب محي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف النووي (٦٧٦ هـ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ٤٨ المحيط البرهاني في الفقه النعماني محمود بن أحمد بن عبدالعزيز عميرين مازة البخاري (٦١٦ هـ) المكتبة الففارية كراته
- ٤٩ المختصر للقدوري أبو الحسين أحمد القدوري الميزان لاهور (٤٢٨ هـ)
- ٥٠ المدخل محمد بن محمد العبدري المالكي المعروف بابن الحاج (٧٢٧ هـ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ٥١ المسامرة على المسامرة كمال الدين محمد بن محمد ابن أبي الشريف (٩٠٦ هـ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ٥٢ المستدرک على الصحيحين أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري (٤٠٥ هـ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ٥٣ المسالك المتقسط في المسالك الملا علي بن سلطان القاري (١٠١٤ هـ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ٥٤ المصنف لابن أبي شبة الإمام أبو بكر عبد الله بن محمد ابن أبي شبة (٢٣٥ هـ) مجلة لقرآن والعلوم الإسلامية كراچى طيب إكادمي ملتان

٥٥	المعجم الأوسط	الحافظ سليمان الطبراني (٣٦٠هـ)	مكتبة المعارف الرياض
٥٦	المعجم الكبير للطبراني	الحافظ أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (٣٦٠هـ)	شركة معمل و مطبعة الزهراء الحديثة المحدودة عراق
٥٧	المغني على الشرح الكبير	للإمامين موفق الدين (٦٢٠هـ) و شمس الدين أبي قدامة (٦٨٣هـ)	المكتبة التجارية مكة المكرمة
٥٨	المفهم شرح صحيح مسلم	أحمد بن عمر بن إبراهيم القرطبي (٦٥٦هـ)	دار ابن كثير دمشق دار الكلم الطيب بيروت لبنان
٥٩	المنجد في اللغة والأعلام	جماعة علماء المستشرقين	دار المشرق بيروت لبنان
٦٠	الموافقات في أصول الأحكام	أبو إسحاق إبراهيم بن موسى اللحمي الشاطبي (٧٩٠هـ)	دار الفكر بيروت لبنان
٦١	الموسوعة الفقهية الكويتية	وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت	طباعة ذات السلاسل الكويت
٦٢	الموضوعات الكبرى	ملا علي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	مكتبة دار السلام بشار
٦٣	النيراس شرح شرح العقائد	عبد العزيز فرهاروي (١٢٣٩هـ)	المكتبة الحفانية ملتان
٦٤	النتف في الفتاوى	علي بن الحسين السفدي (٤٦١هـ)	مؤسسة الرسالة بيروت دار الفرقان عمان
٦٥	النهر الفائق	عمر بن إبراهيم بن نعيم (١٠٠٥هـ)	مكتبة رشيديه كوتله
٦٦	الوجيز	عبد الكريم زيدان (١٤٣٥هـ)	فاران أكبلمى لاهور
٦٧	الوسيط في شرح القانون المدني	عبد الرزاق السنهوري (١٣٩١هـ)	دار إحياء التراث العربي، بيروت
٦٨	الهداية	برهان الدين أبو الحسن علي بن أبي بكر المرغيناني (٥٩٣هـ)	مكتبة رحمانية لاهور

- ٦٩ الدلائل المصنوعة في الأحاديث  
الموضوعة  
جلال الدين عبد الرحمن  
السيوطي (٩١١هـ)  
دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ٧٠ الأحكام السلطانية  
علي بن محمد الماوردي  
نفيس اكيلى كراچي  
(٤٥٠هـ)
- ٧١ كفاية الاختيار في حل غاية  
الاختصار  
تقي الدين أبو بكر بن محمد  
الحسيني (٨٣٩هـ)  
دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ٧٢ الإتقان في علوم القرآن  
جلال الدين عبد الرحمن  
السيوطي (٩١١هـ)  
سهيل اكيلى لاهور
- ٧٣ الإنصاف في معرفة الراجح من  
الخلافا  
علاء الدين علي بن سليمان  
المرداوي (٨٨٥هـ)  
دار احياء التراث العربي بيروت
- ٧٤ إمداد الفتاوى  
أشرف علي التهانوي (١٣٦٢هـ)  
مكتبه دارالعلوم كراچي
- ٧٥ أوجز المسالك  
محمد زكريا الكاندهلوي  
مكتبه إمداديه ملتان  
(١٣٠٢هـ)
- ٧٦ اوزان شرعية  
مفتي محمد شفيع (١٣٩٦هـ)  
إدارة المعارف كراچي
- ٧٧ أحكام المرحان في أحكام  
الحان  
بدر الدين أبو عبد الله محمد بن  
عبد الله الشبلي (٧٦٩هـ)  
كارخانه تحارت كتب كراچي
- ٧٨ أشرف التوضيح  
نذير أحمد (١٤٢٥هـ)  
مكتبة العارفي فيصل آباد
- ٧٩ بدائع الصنائع في ترتيب  
الشرايع  
علاء الدين أبو بكر بن مسعود  
الكاساني (٥٨٧هـ)  
دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- ٨٠ بداية المجتهد ونهاية المقتصد  
ابن رشد محمد بن أحمد القرطبي  
مكتبة نزار مصطفى الباز مكة  
المكرمة  
(٥٩٥هـ)
- ٨١ بدل المحمود في حل أبي داود  
خليل أحمد السهارنفوري  
دار اللوئ للنشر والتوزيع  
الرياض  
(١٣٤٦هـ)

## ت

۸۲	تاریخ التشريع الإسلامی	مناع القطان (۱۴۲۰ھ)	مؤسسة الرسالة بیروت لبنان
۸۳	تبصرة الحکام فی اصول	إبراهيم بن علي ابن فرحون	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان
	الأقضية ومناهج الأحکام	المالکی (۷۹۹ھ)	
۸۴	تبیین الحقائق فی شرح	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان
	کنز الدقائق	(۷۴۳ھ)	
۸۵	تحفة الفقهاء	علاء الدین السمرقندی	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان
		(۵۷۵ھ)	
۸۶	تفسیر المعظہری	محمد ثناء اللہ پالی پتی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
		(۱۲۲۵ھ)	
۸۷	تفسیر القرآن الکریم	عمادالدین إسماعیل بن کثیر	مکتبہ إمدادیہ مکة المکرمہ
		(۷۷۴ھ)	
۸۸	تفسیر أبي السعود	أبو السعود محمد بن محمد	دار إحياء التراث العربی بیروت
		(۹۸۲ھ)	
۸۹	تقریر ترمذی	محمد تقی العثماني	میمن اسلامک پبلشرز کراچی
۹۰	تقریرات الرافعی	محمد رشید بن عبد اللطیف	مکتبہ إمدادیہ ملتان
		البیساری الرافعی (۱۳۲۳ھ)	
۹۱	تقلید کی شرعی حیثیت	محمد تقی العثماني	میمن اسلامک پبلشرز کراچی
۹۲	تکملة البحر الرائق	محمد بن حسین بن علی الطویری	دارالکتب العلمیة بیروت لبنان
		(۱۱۳۸ھ)	
۹۳	قرة عیون الأخبار	محمد علاء الدین بن محمد امین	مکتبہ إمدادیہ ملتان
	تکملة رد المحتار	ابن عابدین (۱۳۰۶ھ)	
۹۴	تکملة عمدة الرعاية علی شرح	مولانا فتح محمد الناب	مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی
	الوقایة	(۱۳۲۷ھ)	مشرقت اردو بازار لاہور



- ٩٥ - تكملة فتح المعلوم - محمد تقي العثماني - مكتبة دارالعلوم كراچی
- ٩٦ - تنوير الأبصار مع الدر المختار - محمد بن عبد الله بن أحمد - مكتبة إمامية ملتان
- التمرياشي (١١٠٤هـ)

## ج، ح، خ، د

- ٩٧ - جامع البيان المعروف - أبو جعفر محمد بن جرير الطبري - دار الفكر بيروت لبنان
- تفسير الطبري - (٣١١هـ)
- ٩٨ - جامع الترمذي - أبو عيسى محمد بن عيسى - العيزان، لاهور
- الترمذي (٢٧٩هـ)
- ٩٩ - جامع الرموز - شمس الدين محمد القهستاني - ايج - ايم - سعيد كراچی
- (٩٥٣هـ)
- ١٠٠ - جواهر الفقه - مفتي محمد شفيع (١٣٩٦هـ) - مكتبة دارالعلوم كراچی
- ١٠١ - حاشية الشلبي على تبين - شهاب الدين أحمد بن يونس - دار الكتب العلمية بيروت لبنان
- الشلبي (١٠١٠هـ)
- ١٠٢ - حاشية الموسوعة الفقهية - وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية - طباعة ذات السلاسل الكويت
- الكويتية
- ١٠٣ - حاشية الهداية - محمد عبد الحی المكنهري - مكتبة رخمانيه لاهور
- (١٣٠٤هـ)
- ١٠٤ - حاشية الطحطاوي - أحمد بن محمد الطحطاوي - المكتبة العربية كوتنه
- الحنفي (١٢٣١هـ)
- ١٠٥ - حاشية على البنایة في شرح الهداية - ناصر الإسلام محمد عمر - مكتبة رشيديه كوتنه
- رامفوري (١٢٩٥هـ)
- ١٠٦ - حجة الله البالغة - شاه ولي الله أحمد الدهلوي - المكتبة السلفية لاهور
- (١١٧٦هـ)

- ١٠٧ عناية التحقيق في حكم التقليد والتلفيق عبد الغنى النابلسي مكتبة الحقيقة استنبول، تركيا (١١٤٣هـ)
- ١٠٨ عناية الفتاوى طاهر بن أحمد البخاري مكتبة رشيدية كوتة (١٥٤٢هـ)
- ١٠٩ درر المحكم شرح مجلة الأحكام علي حيدر (١٢٥٤هـ) المكتبة العربية كوتة
- رو من ش**
- ١١٠ رحمة الأمة في اختلاف الأئمة أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمن قاضي صفد (٧٨٠هـ) دار الفكر بيروت لبنان
- ١١١ رد المحتار على الدر المختار محمد أمين ابن عابدين مكتبة امدادية ملتان (١٢٥٢هـ)
- ١١٢ روح المعاني شهاب الدين محمود الآلوسي البغدادي (١٢٧٠هـ) دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان
- ١١٣ سبل الهدى والرشاد في سيرة شمس الدين محمد بن يوسف الشامي (٩٤٢هـ) دار الكتب العلمية بيروت، لبنان
- ١١٤ سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة محمد ناصر الدين الألباني (١٤٢٠هـ) المكتب الإسلامي بيروت
- ١١٥ سنن الدارمي عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي قديمي كتب عانة كراچی (٢٥٥هـ)
- ١١٦ سنن النسائي أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب الخراساني النسائي (٣٠٣هـ) مكتبة رحمانيه اردو بازار لاهور
- ١١٧ سنن أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني ابيج ايم سعيد كراچی (٢٧٥هـ)
- ١١٨ سنن الدارقطني علي بن عمر الدارقطني دار الكتب العلمية بيروت لبنان (٣٨٥هـ)

۱۱۹	شرح التمهيد	الحسين بن مسعود البغوي	المكتب الإسلامي بيروت، لبنان
		(۵۱۰هـ)	
۱۲۰	شرح العقائد النسفية	مسعود بن عمر التفتازاني	مكتبة حقايقه پشاور
		(۷۹۳هـ)	
۱۲۱	شرح العقيدة الطحاوية	ابن أبي العز الحنفي (۷۹۲هـ)	قديمي كتب خانه كراچي
۱۲۲	شرح المحلة	سليم رستم باز اللبناني	المكتبة الحبيبية كوفه
		(۱۳۳۸هـ)	
۱۲۳	شرح المحلة	عبدالله الاناسي (۱۳۲۶هـ)	المكتبة الحقايقه پشاور
۱۲۴	شرح النقاية	علي بن محمد سلطان القاري	ايچ ايم سعيد كمپني كراچي
		(۱۰۱۴هـ)	
۱۲۵	شرح الوقاية	عبيد الله بن مسعود (۷۴۷هـ)	مكتبة رشيديه كوفه
۱۲۶	شرح صحيح البخاري لابن بطال	أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك (۴۴۹هـ)	مكتبة الرشيد الرياض
۱۲۷	شرح عقود رسم المفتي لابن عابدين	محمد أمين الشهير بابن عابدين	مكتبة البشري كراچي
		(۱۲۴۲هـ)	
۱۲۸	شرح مسلم للنووي	يحيى بن شرف النووي	مكتبة دارالفكر بيروت لبنان
		(۶۷۶هـ)	
۱۲۹	شرح معاني الآثار	أحمد بن محمد الطحاوي	ايچ ايم سعيد كمپني كراچي
		(۳۲۱هـ)	
۱۳۰	شعب الإيمان للبيهقي	أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
		(۴۵۸هـ)	
		ص ۱۰ ع ۱ غ	
۱۳۱	صحيح ابن حبان	محمد بن حبان (۳۵۴هـ)	مكتبة دارالفكر بيروت لبنان

۱۳۲	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	قدیمی کتب خانہ کراچی
		(۲۵۶ھ)	
۱۳۳	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیری	قدیمی کتب خانہ کراچی
		(۲۶۱ھ)	
۱۳۴	عقد الحید فی احکام الاجتهاد والتقلید	شاہ ولی اللہ الدہلوی	دار الفتح الشارفہ
		(۱۱۷۶ھ)	
۱۳۵	علوم الحدیث	عبید اللہ اسعدی	مجلس نشریات اسلام کراچی
۱۳۶	علوم القرآن	محمد تقی عثمانی	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۱۳۷	عمدة الرعاية حاشیة شرح الوقایة	محمد عبد الحی اللمکھنوی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
		(۱۳۰۴ھ)	
۱۳۸	عمدة القاری شرح صحیح البخاری	العلامة بدرالدین العینی	دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان
		(۸۵۵ھ)	
۱۳۹	عون المعبود شرح سنن أبي داود	محمد شمس الحق عظیم آبادی	دار الفکر بیروت، لبنان
		(۱۳۲۹ھ)	
۱۴۰	غمز عیون البصائر شرح الأشیاء والنظائر	أحمد بن محمد الحموی	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراچی
		(۱۰۹۸ھ)	
۱۴۱	غنية الناسك في بغية المناسك	محمد حسن شاہ المهاجر المکی	مکتبہ ادارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی
		(۱۳۴۶ھ)	
۱۴۲	غنية المستملی المعروف بالحلی الکبیری	إبراهيم الحلی (۹۵۶ھ)	مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ
<b>د</b>			
۱۴۳	فناوی ابن تیمیہ	فتاوی النبی ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)	تحت إشراف الرئاسة العامة لشؤون الحرمين الشريفین
۱۴۴	فناوی المرأة المسلمة	جماعة من علماء العرب	دار الفکر بیروت لبنان

۱۴۵	فتاویٰ عبریہ علیٰ ہاشم تنقیح	یحیر الدین الرملی (۱۸۱۰ھ)	مکتبہ حقانیہ پشاور پاکستان
	الفتاویٰ الحامدیہ		
۱۴۶	فتاویٰ رشیدیہ	رشید احمد گنگوہی (۱۲۲۳ھ)	مؤتمر المصنفین اکوڑہ عتک
۱۴۷	فتح الباری	احمد بن علی بن حجر	دار الفکر بیروت، لبنان
		المسقلاتی (۸۵۲ھ)	
۱۴۸	فتح الغفار شرح المنار	زین الدین بن ابراہیم	مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ
		ابن نجیم (۹۷۰ھ)	
۱۴۹	فتح القدير الجامع بین فنی	محمد بن علی بن محمد	دار الفکر بیروت، لبنان
	الروایۃ والدراية من علم التفسیر	الشوکانی (۱۲۵۰ھ)	
۱۵۰	فتح القدير	ابن الہمام کمال الدین محمد بن	مکتبہ حقانیہ پشاور پاکستان
		عبدالواحد (۸۶۱ھ)	
۱۵۱	فتح الملہم شرح صحیح مسلم	شیخ احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ)	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۱۵۲	فقہ السنۃ	السید السابق (۱۴۲۰ھ)	دار ابن کثیر دمشق لبنان
۱۵۳	فیض الباری علی صحیح البخاری	محمد أنور شاہ کشمیری	مکتبہ حقانیہ پشاور
		(۱۳۵۲ھ)	
۱۵۴	فیض القدير شرح الجامع	محمد عبد الرؤوف المناوی	دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان
	الصغیر	(۱۰۲۱ھ)	
<b>ق ء ک</b>			
۱۵۵	قاموس الفقہ	سیف اللہ رحمانی	زم زم پبلشرز کراچی
۱۵۶	کتاب التعریفات	سید شریف الجرجانی (۸۱۶ھ)	دار المنار للطباعة والنشر
۱۵۷	کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعۃ	عبد الرحمن بن محمد عوزی	وحیدی کتب خانہ پشاور
		الحزبری (۱۳۶۰ھ)	
۱۵۸	کتاب الأموال	ابو عید قاسم بن سلام (۲۲۴ھ)	دارالکتب العلمیۃ بیروت

۱۵۹	کشاف القناع عن متن الإفتاح	منصور بن یونس البهوتی	دار الكتب العلمية بيروت
		(۱۰۵۱ھ)	
۱۶۰	کشف الأسرار	أبو البركات عبد الله بن أحمد	دار الكتب العلمية بيروت
		حافظ الدين النسفی (۷۱۰ھ)	
۱۶۱	کفایت المفتی	مفتی کفایت الله دهلوی	دار الاشاعت کراچی
		(۱۳۵۲ھ)	
۱۶۲	کنز الدقائق	أبو البركات عبد الله بن أحمد	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
		حافظ الدين النسفی (۷۱۰ھ)	
۱۶۳	کنز العمال	علاء الدين المتقي الهندي	اداره تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان
		(۹۷۵ھ)	
<b>ل، م</b>			
۱۶۴	لسان المحکام	إبراهيم بن محمد، المعروف بابن	الياهو الحلبي القاهرة
		الشحنة الحلبي (۸۸۲ھ)	
۱۶۵	لسان العرب	محمد بن منظور الافريقي	دار احیاء التراث العربی بیروت
		(۷۱۱ھ)	
۱۶۶	ماہنامہ العصر بشاور	مفتی غلام الرحمن	جامعہ عثمانیہ بشاور
۱۶۷	مجلۃ الأحکام العدلیۃ	لجنة العلماء المحققين	میر محمد کتب خانہ کراچی
۱۶۸	مجمع الأنهر شرح ملتی	عبد الله بن محمد بن سليمان	دار احیاء التراث العربی بیروت
	الأبهر	داماد أفندي (۱۰۷۸ھ)	
۱۶۹	مجمع الزوائد	نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي	دار الكتب العلمية بيروت
		(۸۰۷ھ)	
۱۷۰	مجموعہ قوانین اسلامی	ڈاکٹر تنزیل الرحمن	ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
۱۷۱	مجموعہ رسائل ابن عابدین	محمد امین ابن عابدین (۱۲۴۳ھ)	سہیل اکیڈمی لاہور

- ۱۷۲ مجموعۃ رسائل اللکھنوی عبدالحی اللکھنوی ( ۱۳۰۴ھ ) إدارة القرآن کراچی
- ۱۷۳ مرقاة المفاتیح ملا علی بن سلطان القاری المکتبۃ الحقانیۃ پشاور ( ۱۰۱۴ھ )
- ۱۷۴ مسند الإمام أحمد أحمد بن حنبل ( ۲۴۱ھ ) دار إحياء التراث العربی بیروت
- ۱۷۵ مسند أبي عوانة أبو عوانة یعقوب بن إسحاق دار المعرفة بیروت ( ۳۱۶ھ )
- ۱۷۶ مسند أبي يعلى الموصلي أحمد بن علی الموصلي ( ۳۰۷ھ ) دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان
- ۱۷۷ مشکوة المصابیح محمد بن عبد اللہ الخطیب النکتۃ الحقانیۃ پشاور التبریزی ( ۷۳۷ھ )
- ۱۷۸ مصنف عبدالرزاق أبو بکر عبد الرزاق بن همام إدارة القرآن والعلوم الاسلامیۃ الصناعی ( ۲۱۱ھ ) کراچی
- ۱۷۹ معارف السنن محمد یوسف البنوری ایچ۔ ایم۔ سعید کراچی ( ۱۳۹۷ھ )
- ۱۸۰ معجم لغة الفقهاء محمد رواں قلعه جی دارالتفاس بیروت ( ۱۴۳۵ھ )
- ۱۸۱ معین الحکام علاء الدین علی بن خلیل مکتبۃ القدس کوئٹہ الطرابلسی ( ۸۴۴ھ )
- ۱۸۲ مغنی المحتاج محمد بن أحمد الخطیب دارالذخائر للمطبوعات قم الشریینی ( ۹۷۷ھ ) ایران
- ۱۸۳ مفردات غریب القرآن الحسین بن محمد الراغب دارالقلم دمشق ( ۵۰۲ھ )
- ۱۸۴ منحة الخالق علی البحر الرائق محمد امین ابن عابدین ( ۱۲۴۳ھ ) دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان
- ۱۸۵ منهاج السنن شرح جامع السنن المفتی محمد فرید ( ۱۴۳۲ھ ) مکتبۃ حقانیۃ پشاور

۱۸۶	موارد الظمآن الى زوائد ابن نور الدين علي بن أبي بكر الهشمي (۸۰۷ھ)	المطبعة السلفية و مكتبها بيروت
۱۸۷	موسوعة الفقه الإسلامي عبد الحليم عويس (۱۴۳۳ھ)	دار الوقاء منصورة
۱۸۸	موطا الإمام مالك مالك بن انس (۱۷۹ھ)	الميزان لاهور
۱۸۹	نفع المفتي والسائل عبد الحي الكهنوي (۱۳۰۴ھ)	ايچ ايم معبد کمپنی کراچی
۱۹۰	نور الأنوار ملا أحمد جيون (۱۱۳۰ھ)	میر محمد کتب خانہ کراچی
۱۹۱	نیل الأوطار محمد بن علي بن محمد الشوکانی (۱۲۵۰ھ)	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان